

سلسلہ طریقت

(تعارف)

جلد چہارم

مفتی محمد رفیع الدین

نائب امیر اہل سنت

دہلی

مکتبہ اسلامیہ

پیشکش



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا اِلٰهِنَا وَافِقِ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ  
 فرمان امام جعفرؑ  
 ترجمہ  
 ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کر دو جو قرآن اور  
 سنت کے موافق ہو۔ (شیعوں کی معتبر کتاب بحال کٹی ص ۱۹۵)

# فقہ حنفیہ جلد چہارم

باب اول: ..... فقہ حنفی پر اصولی اعتراضات  
 باب دوم: ..... امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مناقب  
 باب سوم: ..... فقہ حنفی کی جزئیات پر اعتراضات کا رد

تالیف

مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی مدظلہ العالی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ اسلامیہ، شیراز، ایران  
 ۲۲۴۲۲۸





جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نادر کتاب: فقہ جعفریہ جلد چہارم

مصنف: محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی رضا

ناظم اعلیٰ ہمامہ رولیر شیرازہ بلال گنج لاہور

کتابت: راجہ محمد صدیق حضرت کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت: ۱۲۵ روپے

مطبع: مامہ سید پرنٹرز لاہور

من طباعت: دسمبر ۱۹۹۰



الحمد للہ فقہ جعفریہ جلد چہارم زیر طباعت سے راستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اگر میری جبین نیاز خدائے رحمان و رحیم کی بارگاہ میں کروڑ ہا دفعہ خاک آلود ہو تو بھی اس امر کا شکریہ ادا نہیں کیا جاسکتا کہ روشیت پر میری تحریر کا اکثر حصہ منصفہ شہود پر اچکا ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔  
تحمہ جعفریہ ۵ جلد، عقائد جعفریہ ۴ جلد اور فقہ جعفریہ ۴ جلد ان میں سے فقہ جعفریہ جلد ۱، ۲ اور ۳ میں دور حاضر کے معروف شیعہ مصنف غلام حسین نجفی کی دو کتابوں ”ماتم اور صحابہ“ اور ”حقیقت فقہ جعفریہ“ کا بالترتیب رد لکھا گیا ہے۔ میں نے نجفی صاحب کی ان دونوں کتابوں کے ایک ایک صفحہ اور اس میں مذکور ایک ایک اعتراض کا شیعوں کی ہی کتب سے مفصل رد لکھا ہے۔

بہیں معلوم ہوا ہے کہ غلام حسین نجفی نے فقہ جعفریہ کی ابتدائی جلدوں کے رد میں کچھ صفحات اپنے نامہ اعمال کی طرح بیاہ کیے ہیں۔ اور عنقریب اسے چھپوایا جا رہا ہے۔ نجفی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ پہلے تحمہ جعفریہ اور پھر عقائد جعفریہ کا رد لکھتے مگر اس کی انہیں ہمت نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اب اگر انہوں نے فقہ جعفریہ کا رد شروع کیا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ان میں کچھ اخلاقی جرات اور دل میں ذرہ برابر اداۃ انصاف موجود ہے تو وہ فقہ جعفریہ کی پہلی جلد سے چوتھی جلد تک صفحہ وار بالترتیب جواب لکھیں۔ جیسا کہ ہم نے انکی مذکورہ دو کتابوں کا مکمل صفایا کیا ہے۔ اگر وہ عقل و نقل کی روشنی میں بالترتیب جواب منظر عام پر لے آئیں کہ جیسے اہل انصاف حق کہیں تو انہیں ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ پاکستان ایران اور دنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر بھی ہماری تصنیف کا بالترتیب جواب نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ آستان عالیہ حضرت کیباؤادہ شریف نے روحانی تہذیب و تعاون سے ادب تکمیل ہوئی ہے۔ کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آستان عالیہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ انشاء اللہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل سنت کا جھنڈا اب تار و جھڑپ نہ رہے گا۔ کہ جس کو اب کوئی گستاخ صحابہ اتار نہیں سکے گا۔

نہ ۱ رکہہ آستان عالیہ حضرت کیباؤادہ شریف محمد علی رضا اللہ عنہ شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازہ آباد



# الْأَهْلَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین جتو الکاملین، مہربان  
ہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب  
ماکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت  
قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون بستان البقیع  
مدینہ طیبہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا  
خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں  
ہدیہ نقیہ پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس  
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع۔ گ۔ قبول افتہ زب۔ عز و شرف

محمد علی مظلوم



## الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین  
پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ  
اللہ علیہ سرکار کیا نوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول  
محبت ادا و قبول پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ  
پیر سید نجم باقر علی شاہ صاحب زیرب سجاد و کیا نوالہ شریف  
کی ذات گرائی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تقویٰ  
سے ہر عمل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے  
ربیعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی منشاہد



## فہرست مضامین

## فقہ جعفریہ جلد چہارم

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۶	باب اول فقہ حنفی پر نجفی کے اصولی اعتراض	۱
۲۸	اعتراض نمبر (۱): پیغمبر اسلام کے صحابہ ہی اسلام کو بہتر جانتے تھے مگر سنیوں نے وہ ترک کر دیا۔	۲
۴۰	اعتراض نمبر (۲): ابو بکر و عمر نے دین بگاڑ دیا تھا حضرت علی نے اس کی اصلاح فرمائی۔ اس لیے ابو بکر و عمر والی شریعت نہیں چاہیے۔	۳
۴۷	اعتراض نمبر (۳): حالت تقیہ ختم ہو گئی ہے۔ اس لیے شیعوں کو اپنی فقہ پر آزادی سے عمل درآمد کی اجازت، ہونی چاہیے	۴
۵۱	اعتراض نمبر (۴): فقہ حنفی رسول کی طرف منسوب ہے صحابہ کی طرف۔ اور اس میں کتے کے چمڑے کی طہارت جیسے فتوے بھی ہیں۔	۵



صفحہ نمبر	مضمون	قبر شمار
۵۵	اعتراض نمبر ۵: ابو حنیفہ تو بہت بڑا جولا ہے تھے اور جولا ہا اسلام کو کیا سمجھے۔	۶
۶۰	ابو حنیفہ اور ان کے والد گرامی کی شخصیت ایک شیعہ کی نظر میں۔	۷
۶۲	ابو حنیفہ مٹی کے کستون کو دلائل سے سونے کا ستون ثابت کر سکتے تھے۔	۸
۶۶	امام جعفر صادق رضا امام ابو حنیفہ کے سوتیلے باپ ہیں۔	۹
۶۸	اعتراض نمبر ۶:	۱۰
۶۸	اگر یہ دعوائے درست ہے کہ امام جعفر کے ارشادات ہی فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ تو بخاری و مسلم نے ائمہ اہل بیت سے روایات کیوں نہیں لیں۔	۱۱
۷۱	ائمہ اہل بیت والی سند کو اگر محزون پر پڑھ کر پھونکا جائے تو وہ شفا پاتا ہو جائے گا۔ (امام ابن ماجہ کا ارشاد)	۱۲
۷۲	اعتراض نمبر ۷:	۱۳
۷۲	فقہ حنفی کے راوی اور سنیوں کے مسلک خلیفہ نا قابل اعتماد ہیں۔	۱۴
۸۹	اعتراض نمبر ۸:	۱۵
۸۹	فقہ حنفی کا مایہ ناز راوی عمر بن خطاب نا قابل اعتماد ہے۔	۱۶
۹۸	اعتراض نمبر ۹:	۱۷
۹۸	میش اسامہ سے پیچھے رہنے والے ارشاد نبی کے مطابق لعنتی تھے اور وہی لوگ فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔	۱۸
۱۰۲	اعتراض نمبر ۱۰: سنیوں کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی عثمان بن عصفان ہے جس نے قرآن جلوا دیئے تھے۔	۱۹



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۰۸	اعتراض نمبر ۱۱:	۲۰
۱۰۸	سنیوں کی فقہ کی ایک مایہ ناز راوی بی بی عائشہ ہے جسے بقول ابو ہریرہ شیشے اور سرے سے فرصت نہ تھی (معاذ اللہ)	۲۱
	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص میں شیعوں کی بعض من گھڑت روایات۔	۲۲
۱۱۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی چند جھکیاں۔	۲۳
۱۲۹	اعتراض نمبر ۱۲:	۲۴
۱۲۹	سنیوں کی فقہ کا ایک مایہ ناز راوی طلحہ بھی ہے جس نے بی بی عائشہ سے نکاح کی تمنا کی تھی۔ (معاذ اللہ)	۲۵
۱۳۲	حضرت طلحہ کے جنتی ہونے پر ابن ابی حدید شیعہ کا اعتراف	۲۶
	اعتراض نمبر ۱۳:	۲۷
۱۴۶	سنیوں کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی کجوقرآن کی دلو	۲۸
	آخری سورتوں کا منکر تھا۔	
۱۴۹	اعتراض نمبر ۱۴:	۲۹
۱۴۹	سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے۔ جو مستعد کو جائز سمجھتا ہے۔	۳۰
۱۴۲	اعتراض نمبر ۱۵:	۳۱
۱۴۳	فقہ حنفی کا ایک مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر بھی ہے جس نے جھوٹی گواہی دلائی تھی۔	۳۲
۱۵۲	اعتراض نمبر ۱۶:	۳۳



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۴۷	اہل سنت کا ایک مایہ ناز راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جسے حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی پاداش میں پٹوایا تھا۔ (معاذ اللہ)	۳۴
۱۵۲	اعتراض نمبر ۱۷:	۳۵
۱۵۲	ابو موسیٰ اشعری بھی سنیوں کا راوی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔	۳۶
۱۵۴	اعتراض نمبر ۱۸:	۳۷
۱۵۴	سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عمر ہے جس نے زید علیہ السلام کی بیعت کی تھی	۳۸
۱۵۹	باب دوم امام اعظم کے مناقب اور آپ پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید	۳۹
	فصل اول	۴۰
۱۶۱	آپ پر وارد کردہ اعتراضات کی تردید۔	۴۱
۱۶۱	اعتراض نمبر ۱۹:	۴۲
۱۶۱	بقول امام مالک دین کو سب سے زیادہ نقصان ابو حنیفہ نے پہنچایا ہے (معاذ اللہ)	۴۳
۱۶۴	اعتراض نمبر ۲۰: بقول امام مالک بن انس ابو حنیفہ کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے سخت ہے۔ (معاذ اللہ)	۴۴



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۶۰	اعتراض نمبر ۳:	۴۵
۱۶۰	بقول عبدالرحمن ہمدی و جال کے بعد اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ ابو حنیفہ کی رائے ہے۔	۴۶
۱۶۴	اعتراض نمبر ۴:	۴۷
۱۶۴	ابو حنیفہ نے اسلامی مشین کے تیج ڈھیلے کیے ہیں۔	۴۸
۱۸۱	اعتراض نمبر ۵:	۴۹
۱۸۱	نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو حنیفہ کے فتوؤں پر عمل کرنے سے منع کیا۔	۵۰
۱۸۴	اعتراض نمبر ۶:	۵۱
۱۸۴	ابو حنیفہ کی کتاب الحیل کی شان۔	۵۲
۱۹۱	اعتراض نمبر ۷:	۵۳
۱۹۱	ابو حنیفہ کی بیٹھک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا۔	۵۴
۱۹۷	اعتراض نمبر ۸:	۵۵
۱۹۷	حق ابو حنیفہ کے فتویٰ کی مخالفت میں ہے۔	۵۶
۲۱۱	اعتراض نمبر ۹:	۵۷
۲۱۱	ابو بکر کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدل دیا ہے۔	۵۸
۲۲۸	اعتراض نمبر ۱۰:	۵۹
۲۲۸	ابو حنیفہ کے جنازہ پر عیسائیوں کے پادری۔	۶۰



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۲	اعتراض نمبر ۱۱:	۶۱
۲۳۲	ابو حنیفہ کا دعویٰ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔	۶۲
۲۳۵	اعتراض نمبر ۱۲:	۶۳
۲۳۵	ابو حنیفہ کے نزدیک مومن کی شان۔	۶۴
۲۴۰	محرم عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اور کسی ناجائز کام کا کوئی گناہ نہیں بعقیدہ اہل تشیع۔	۶۵
۲۴۳	اعتراض نمبر ۱۳:	۶۶
۲۴۳	ابو حنیفہ کے نزدیک جوتے کی پرچا۔	۶۷
۲۴۳	اعتراض نمبر ۱۴:	۶۸
۲۴۷	ابو حنیفہ کا ابو بکر کے ایمان کے متعلق فتویٰ۔	۶۹
۲۴۷	اعتراض نمبر ۱۵:	۷۰
۲۵۲	امام اعظم کا چالیس سالہ وفات۔	۷۱
۲۵۲		
۲۶۴	فصل دوم امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل و مناقب تاریخ بغداد کے آئینہ میں	۷۲
۲۶۴	۱۔ امام اعظم کا نسب۔	۷۳
۲۶۶	۲۔ امام اعظم کی شخصیت۔	۷۴



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۶۷	۳۔ امام اعظم کی نقابست اور خدا و صلاحیت ۔	۷۵
۲۷۰	۴۔ آپ کے اساتذہ کرام ۔	۷۶
۲۷۲	۵۔ امام اعظم کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا مظہر ہے ۔	۷۷
۲۷۳	۶۔ قیامت سے قبل امام ابو حنیفہ کے علم کا ظہور ہوگا ۔	۷۸
۲۷۴	۷۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام اور انہوں نے تابعین اور انہوں نے ابو حنیفہ کو منتقل کیا ۔	۷۹
۲۷۵	۸۔ مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حوصلہ اور بڑبڑائی	۸۰
۲۷۶	۹۔ امام ابو حنیفہ کا مقام ان کے ہم عصر علماء کے نزدیک ۔	۸۱
۲۷۷	۱۰۔ امام اوزاعی کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تاثرات ۔	۸۲
۲۸۰	۱۱۔ امام اعظم کو وسیلہ بنانے والے پر خوف نہیں رہتا ۔	۸۳
۲۸۱	۱۲۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت ۔	۸۴
۲۸۲	۱۳۔ بے مثال فقیہ ۔	۸۵
۲۸۳	۱۴۔ پسندیدہ رائے والا ۔	۸۶
۲۸۳	۱۵۔ تمام فقہائے کرام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیاں ہیں ۔	۸۷
۲۸۴	۱۶۔ بہت بڑے متقی اور فقیہ ۔	۸۸
۲۸۴	۱۷۔ خوفِ خدا کے آثار والا چہرہ ۔	۸۹
۲۸۵	۱۸۔ دنیا کو ٹھکرائنے والے ۔	۹۰
۲۸۶	۱۹۔ امام ابو حنیفہ کا زہد و تقویٰ ۔	۹۱



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۲	۲۰ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔	۲۸۶
۹۳	۲۱۔ ایک روایت کے مطابق پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے۔	۲۸۷
۹۴	۲۲۔ شب بیداری میں آپ کا مقام۔	۲۸۸
۹۵	۲۳۔ آپ کی عبادت اور تدریسی مصروفیات۔	۲۸۹
۹۶	۲۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سنت کا امام اعظم کے ہاں مرتبہ و مقام۔	۲۹۰
۹۷	۲۵۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فدا و صلاحیت۔	۲۹۱
۹۸	۲۶۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اور مقام کا مرتبہ	۲۹۲
۹۹	۲۷۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۲۹۳
۱۰۰	۲۸۔ ضرورت مندوں کا خیال	۲۹۵
۱۰۱	۲۹۔ احسان و حاجت روائی	۲۹۶
۱۰۲	۳۰۔ خوف خدا سے رونا اور دوزخ سے بچاؤ کی دعائیں۔	۲۹۷
۱۰۳	۳۱۔ خشوع و خضوع کی ایک جھلک۔	۲۹۸
۱۰۴	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کتب شیعہ سے فضائل مناقب اور سیرت۔	۳۰۴
۱۰۵	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آباؤ کرام۔	۳۰۴
۱۰۶	امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فقہی مقام و بصیرت اور اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر ہے۔	۳۱۰
۱۰۷	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیے۔	۳۱۱



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۱۲	امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان دو سالوں پر فخر کرتے تھے جو آپ نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں بسر کیے۔	۱۰۸
۳۱۳	امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام جعفر صادقؑ رضی اللہ عنہ کو امت محمدیہ کا بہت بڑا عالم سمجھتے تھے۔	۱۰۹
۳۱۷	امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب امام جعفر صادقؑ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے تو ابنِ رسولؐ سے خطاب کرتے۔	۱۱۰
۳۱۹	امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال کا مقام۔	۱۱۱
۳۲۱	امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نقاہت۔ مکالمہ مابین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و زما دقہ۔	۱۱۲
۳۲۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ۔	۱۱۳
۳۲۸	اسباب قتل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ	۱۱۴
۳۳۲	کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و سیرت کا مختصر خاکہ۔	۱۱۵
۳۳۹	باب سوم فقہ حنفی پر بخنی کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات اور ان کے بالترتیب اجوابات	۱۱۶
۳۴۱	اعتراض نمبر ۱۔	۱۱۷
	سنی فقہ میں شانِ قرآن پاک۔	۱۱۸
۳۴۹	اعتراض نمبر ۲۔ فقہ حنفی میں قرآن مجید کا بوسہ لینا بدعت ہے۔	۱۱۹



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۵۵	اعتراض نمبر ۳:	۱۲۰
۳۵۵	قرآن مجید کا نرم گداز رمل۔	۱۲۱
۳۶۰	اعتراض نمبر ۴:	۱۲۲
۳۶۰	فقہ حنفی میں نجاست چاٹنا جائز ہے۔	۱۲۳
۳۶۵	اعتراض نمبر ۵:	۱۲۴
۳۶۵	فقہ حنفی میں پیشاب کے قطرے پاک ہیں۔	۱۲۵
۳۷۲	اعتراض نمبر ۶:	۱۲۶
۳۷۲	فقہ مالکی میں خنزیر وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے۔	۱۲۷
۳۷۶	اعتراض نمبر ۷:	۱۲۸
۳۷۶	سنی فقہ میں وضو کی شان۔	۱۲۹
۳۸۱	اعتراض نمبر ۸:	۱۳۰
۳۸۱	ہنسنے سے وضو باطل	۱۳۱
۳۸۸	اعتراض نمبر ۹:	۱۳۲
۳۸۸	گدھے کی کھال پر مسح۔	۱۳۳
۳۸۹	اعتراض نمبر ۱۰:	۱۳۴
۳۸۹	گردن کے مسح کا جائز استسباب۔	۱۳۵
۳۹۱	اعتراض نمبر ۱۱:	۱۳۶
۳۹۱	سنی فقہ میں استسباب کی شان۔	۱۳۷
۳۹۴	اعتراض نمبر ۱۲:	۱۳۸
۳۹۴	استسباب کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ۔	۱۳۹



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۹۸	اعتراض نمبر ۱۳:	۱۴۰
۳۹۸	سنی فقہ میں غسل کی شان:	۱۴۱
۴۰۶	اعتراض نمبر ۱۴:	۱۴۲
۴۰۶	انزال کے بغیر غسل واجب نہیں۔	۱۴۳
۴۱۱	اعتراض نمبر ۱۵:	۱۴۴
۴۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرنا یا دہ نہ رہا۔	۱۴۵
۴۱۷	اعتراض نمبر ۱۶:	۱۴۶
۴۱۷	سنی فقہ میں میت کی شان	۱۴۷
۴۲۲	اعتراض نمبر ۱۷:	۱۴۸
۴۲۲	میت کی دہریں روئی ڈالی جائے۔	۱۴۹
۴۲۸	اعتراض نمبر ۱۸:	۱۵۰
۴۲۸	جنازہ میں نوں تکبیریں۔	۱۵۱
۴۳۴	اعتراض نمبر ۱۹:	۱۵۲
۴۳۴	شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان۔	۱۵۳
۴۳۷	اعتراض نمبر ۲۰: بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں	۱۵۴
۴۴۱	اعتراض نمبر ۲۱: بھی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوٰۃ خیر	۱۵۵
	من النوم کے اجراء کی بدعت۔	
۴۴۶	دوالصلوٰۃ خیر من النوم، پڑھنے کا حکم امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔	۱۵۶
۴۴۹	اعتراض نمبر ۲۲:	۱۵۷
۴۴۹	اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز۔	۱۵۸



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۵۵	اعتراض نمبر ۲۳:	۱۵۹
۴۵۵	بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز	۱۶۰
۴۶۰	اعتراض نمبر ۲۴:	۱۶۱
۴۶۰	سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بھانت بھانت کے فتوے	۱۶۲
۴۷۴	اعتراض نمبر ۲۵:	۱۶۳
۴۷۴	فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان	۱۶۴
۴۸۰	اعتراض نمبر ۲۶:	۱۶۵
۴۸۰	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعتیں نکالیں۔	۱۶۶
۴۸۵	اعتراض نمبر ۲۷:	۱۶۷
۴۸۵	سنی فقہ میں نماز کے مصلیٰ کی شان	۱۶۸
۴۸۹	اعتراض نمبر ۲۸:	۱۶۹
۴۸۹	سنی فقہ میں روزہ کی شان	۱۷۰
۴۹۳	اعتراض نمبر ۲۹:	۱۷۱
۴۹۳	حضرت عمرؓ روزہ کی حالت میں ایک کنیرے ہم بستری کرتے تھے۔	۱۷۲
۴۹۶	اعتراض نمبر ۳۰:	۱۷۳
۴۹۶	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال۔	۱۷۴
۵۰۱	اعتراض نمبر ۳۱:	۱۷۵
۵۰۱	جانوروں سے دہلی روزہ نہیں توڑتی۔	۱۷۶
۵۰۶	اعتراض نمبر ۳۲:	۱۷۷
۵۰۶	حالت روزہ میں دیر میں انگشت ڈالنا جائز ہے۔	۱۷۸



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۰۸	اعتراض نمبر ۳۳:	۱۷۹
۵۰۸	سنی فقہ میں حج کی شان۔	۱۸۰
۵۱۶	اعتراض نمبر ۳۴:	۱۸۱
۵۱۶	سنی فقہ کی رو سے کعبہ بھی غلط ہے۔	۱۸۲
۵۱۹	اعتراض نمبر ۳۵:	۱۸۳
۵۱۹	سنی فقہ میں حجر اسود کا کوئی مقام نہیں	۱۸۴
۵۲۲	اعتراض نمبر ۳۶:	۱۸۵
۵۲۲	سنی فقہ میں قربانی کی شان۔	۱۸۶
۵۲۶	اعتراض نمبر ۳۷:	۱۸۷
۵۲۶	قربانی کا جائز ذبح کرنے میں کافر کو نائب بنانا جائز ہے۔	۱۸۸
۵۳۰	اعتراض نمبر ۳۸:	۱۸۹
۵۳۰	سنی فقہ میں حقیقہ کی شان	۱۹۰
۵۳۳	اعتراض نمبر ۳۹:	۱۹۱
۵۳۳	سنی فقہ میں ختمہ کی شان۔	۱۹۲
۵۳۶	اعتراض نمبر ۴۰:	۱۹۳
۵۳۶	سنی فقہ میں عید کی شان۔	۱۹۴
۵۴۴	اعتراض نمبر ۴۱:	۱۹۵
۵۴۴	خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا مروان کی سنت ہے۔	۱۹۶
۵۴۷	اعتراض نمبر ۴۲:	۱۹۷
۵۴۷	سنی فقہ میں جمعہ کی شان۔	۱۹۸



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۵۲	اعتراض نمبر ۲۳:	۱۹۹
۵۵۲	سنی فقہ میں زکوٰۃ کی شان۔	۲۰۰
۵۵۶	اعتراض نمبر ۲۴:	۲۰۱
۵۵۶	زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے۔	۲۰۲
۵۶۰	اعتراض نمبر ۲۵:	۲۰۳
۵۶۰	سنی فقہ میں جہاد کی شان	۲۰۴
۵۶۶	اعتراض نمبر ۲۶:	۲۰۵
۵۶۶	سنی فقہ میں نکاح کی شان۔ جس کی بیوریاں زیادہ ہوں وہ سب سے افضل ہے۔	۲۰۶
۵۸۰	اعتراض نمبر ۲۷:	۲۰۷
۵۸۰	اپنی بہن۔ بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے۔	۲۰۸
۵۸۵	اعتراض نمبر ۲۸:	۲۰۹
۵۸۵	شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیے۔	۲۱۰
۵۸۸	اعتراض نمبر ۲۹:	۲۱۱
۵۸۸	شادی سے پہلے دلہن کا فوٹو دو لہامیاں کو دکھایا جائے۔	۲۱۲
۵۹۱	اعتراض نمبر ۵۰:	۲۱۳
۵۹۱	عورت سے وطنی فی الدبر کرنا سنت، امام مالک ہے۔	۲۱۴
۵۹۸	اعتراض نمبر ۵۱:	۲۱۵
۵۹۸	وطنی فی الدبر سے مسرت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔	۲۱۶



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۰۱	اعتراض نمبر ۵۲:	۲۱۶
۶۰۱	مسجد میں عورت سے صحبت، جائز ہے	۲۱۸
۶۰۲	اعتراض نمبر ۵۳:	۲۱۹
۶۰۲	مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پھیرا کریں۔	۲۲۰
۶۱۱	اعتراض نمبر ۵۴:	۲۲۱
۶۱۱	جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا کہ جس کا پچھلا حصہ عورتوں اور اوپر والا مردوں جیسا ہوگا۔	۲۲۲
۶۱۶	اعتراض نمبر ۵۵:	۲۲۳
۶۱۶	نعمانی فقہ میں بکری اور بوی میں تمیز نہیں رکھی گئی	۲۲۴
۶۱۹	اعتراض نمبر ۵۶:	۲۲۵
۶۱۹	فقہ حنفی میں نکاح کی شان	۲۲۶
۶۲۱	اہل تشیع کے ہاں نکاح کی شان	۲۲۷
۶۲۶	اعتراض نمبر ۵۷:	۲۲۸
۶۲۶	بوی اور مایاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد دلالی ہے۔	۲۲۹
۶۲۸	اعتراض نمبر ۵۸:	۲۳۰
۶۲۸	ثبوت نسب کا عجیب طریقہ۔	۲۳۱
۶۳۶	اعتراض نمبر ۵۹:	۲۳۲
۶۳۶	سنی فقہ میں طلاق کی شان۔	۲۳۳
۶۳۹	امراول کا جواب نمبر (۱)	۲۳۴
۶۴۲	امردوم کا جواب نمبر	۲۳۵



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۵۱	امر سوم کا جواب۔ امر چہارم کا جواب	۲۳۶
۶۵۵	امر پنجم کا جواب	۲۳۷
۶۵۶	امر ششم کا جواب	۲۳۸
۶۶۳	اعتراض نمبر ۶۰:	۲۳۹
۶۶۷	زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تفسیح۔	۲۴۰
۶۷۵	ابو حنیفہ نامی شیعہ عالم اور مصنف کا ثبوت از کتب شیعہ۔ (انقاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد منصور بن جنون المغربي)	۲۴۱
۶۷۹	اعتراض نمبر ۶۱:	۲۴۲
۶۷۹	شراب کی سزائیں	۲۴۳
۶۸۴	اعتراض نمبر ۶۲:	۲۴۴
۶۸۴	چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تفسیح۔	۲۴۵
۶۹۲	اعتراض نمبر ۶۳:	۲۴۶
۶۹۲	سنی فقہ میں قضاوت کا بیان	۲۴۷
۶۹۹	اعتراض نمبر ۶۴:	۲۴۸
۶۹۹	سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام جانوروں کے احکام	۲۴۹
۷۰۵	اعتراض نمبر ۶۵:	۲۵۰
۷۰۵	مختلف حرام جانوروں کی تحلیل۔	۲۵۱
۷۰۹	اعتراض نمبر ۶۶۔ کھانے میں گر جائے تو اسے ڈبو دیں	۲۵۲
۷۱۳	اعتراض نمبر ۶۷: بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء نہیں۔	۲۵۳
۷۱۵	اعتراض نمبر ۶۸	۲۵۴



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۷۱۵	دلالتنا (حرامی) کے تیجے نماز جائز ہے۔	۲۵۵
۷۱۹	اعتراض نمبر ۶۹ :	۲۵۶
۷۱۹	ظہر و عصر مغرب، و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہیں۔	۲۵۷
۷۲۵	اعتراض نمبر ۷۰ :	۲۵۸
۷۲۵	سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے۔	۲۵۹
۷۲۹	اعتراض نمبر ۷۱ :	۲۶۰
۷۲۹	شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں ہاتھ میں نہیں پہننی چاہیئے	۲۶۱
۷۳۱	اعتراض نمبر ۷۲ :	۲۶۲
۷۳۱	بحری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو وہ حدوں ہے۔	۲۶۳
۷۲۵	اعتراض نمبر ۷۳ : بعض نجس چیزوں کی حلت	۲۶۴
۷۲۸	اعتراض نمبر ۷۴ : سنی فقہ میں گھوڑے کی حلت	۲۶۵
۷۲۵	اعتراض نمبر ۷۵ : جوتوں، جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔	۲۶۶
۷۲۶	اعتراض نمبر ۷۶ : حالت نماز میں دائیں طرف لٹو کرنا جائز ہے۔	۲۶۷
۷۲۹	اعتراض نمبر ۷۷ : اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے	۲۶۸
۷۵۲	اعتراض نمبر ۷۸ : غضبی مال کو کھانا جائز ہے۔	۲۶۹
۷۵۷	قرٹ : چند شیعہ راویوں کی ناجائز وکالت کا رد	۲۷۰
۷۶۲	بحث اقل : ابوبصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی	۲۷۱
۷۶۲	بحث دوم : زراہ کی صفائی۔	۲۷۲
۷۷۰	عہد زریں	۲۷۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## پیش لفظ

یہ ناما امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ممتاز تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ مجتہدین میں سے آپ کو جو تفقہ فی الدین عطا فرمایا۔ وہ بے مثل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے دور کے اولیاء کاملین میں سے ایک عظیم ولی اللہ تھے اور رب ذوالجلال نے آپ کے مقلدین میں بھی غوث و قطب اور ابدال پیدا فرمائے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قافی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحب امالی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ ہی سے مستفیض و مستفید تھے۔ خود امام اعظم کے اساتذہ کرام آپ کی فقہی بصیرت اور ذہنی استعداد پر حیران تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی مخالفت کے لیے اگر ابلیس اٹھا۔ تو اس سے فضیلتِ آدم علیہ السلام کم نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون نے کانٹے بوئے۔ تو ناکامی کا منہ بالآخر اسے ہی دیکھنا پڑا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے اگر فرود نے آلاؤ تیار کیا۔ تو اس سے خلیل اللہ علیہ السلام کا بال بیگانہ ہوا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ابولہب و ابوجہل نے برا بھلا کہا۔ تو رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی نہ آئی۔ امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زیدیوں نے اگر محاصرہ کر کے شہید کر دیا۔ تو ان کی بجائے نام زندہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہی رہا۔ اسی طرح اگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فتاہمت، کمران شناسی، حدیث فہمی اور قوت استدلال و استنباط میں دو لوگوں نے کیرے نکالنے کی کوشش کی۔ تو اس سے شہرتِ امام موصوف کو مزید



چار چاند لگے۔

۵

گرنہ بیند روز شپہ چشم چشمہ آفتاب اچس گناہ

ان ”لوگوں“ میں سے کئی ہو گئے ہیں اور کچھ آج بھی اپنی دوکان چھکانے کی فکر میں ہیں۔ انہی میں سے ایک ”شپہ چشم“ غلام حسین نجفی شیعہ بھی ہے۔ ابتدائیہ میں شاید میرا یہ ”شپہ چشم“ کہتا آپ کو کچھ ناگوار گزے۔ لیکن جب آپ اس کا پہلا اعتراض پڑھیں گے۔ اور اس میں انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو یقین سے کہتا ہوں کہ آپ میرے اس لفظ کو اس کی شان میں ”ادنیٰ لفظ“ کہیں گے۔ نجفی شیعہ نے امام اعظم پر کیے گئے اعتراضات کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور اس کا نام ”حقیقۃ فقہ حنفیہ رکھا۔ اعتراضات میں کچھ ایسی روایات بھی ذکر کی گئیں جن کا فقہ حنفیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ ہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور ان کی نقاہت پر جو حملے کیے گئے۔ ان کا مسکت جواب روں گا۔ جس سے قارئین کرام ”حنفی فقہ“ کی حقیقت اور معترض کی ”صوتِ حمیرہ“ آپ پر واضح ہو جائیگی۔ انشاء اللہ العزیز اس کے ساتھ ساتھ ہم ہر مقام پر انشاء اللہ ”فقہ جعفریہ“ (جو بد قسمتی سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے) کا آئینہ بھی دکھائیں گے۔ اور ”جزاءُ سیئۃ مثلاً“ کے تحت کچھ ہمارے قلم میں بھی روانی ہوگی۔ کیونکہ ”احسان“ وہاں مناسب ہوتا ہے۔ جہاں اس کا کوئی ”احسان مند“ ہو۔ ورنہ اعدا و الہرما استطعم من قوۃ و من رباط الخیل الخ کے تحت اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ”عدل“ ہوتا ہے۔ اب آئیے میدانِ سوال و جواب میں۔ اور دیکھئے کہ ظالم ”پایتی مُنْقَلَبِ یَنْقَلِبُونَ“ کا کیسے مصداق بنتے ہیں۔





# بَابُ اَوَّلُ

فقہ حنفی پر

فجفی کے اعتراضات





## باب اول

فقہ حنفی پر نجفی کے اصولی اعتراضات

## اعتراف نمبر

پیغمبر اسلام کے صحابہ ہی اسلام کو بہتر جانتے تھے

مگر سینوں نے وہ ترک کر دیا

## حقیقت فقہ حنفیہ

پیغمبر اسلام نے جو اسلام پہنچایا تھا۔ آنجناب کے اہل بیت اس اسلام کو دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور اہل بیت نبوت نے وہ اسلام ہم شیعوں تک پہنچایا ہے۔ پس صحیح اسلام ہمارے پاس ہے۔ اور حنفی حضرات جس اسلام کو فقہ حنفی کی شکل میں پیش کرتے ہیں ہم اس کو اسی طرح قبول نہیں کرتے۔ جس طرح مالکی شافعی حنبلی اور اہل حدیث اسے قبول نہیں کرتے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۱)

جواب:

اس اعتراف میں جو کچھ کہا گیا وہ یہ کہ اسلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور کسی معاملہ کو گمراہیوں سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے اسلام ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہیوں تک جو پہنچا دی صحیح اسلام ہے۔ اور یہ اسلام اہل شیعہ کے پاس



ہے۔ حنفی فقہ قابل قبول نہیں۔ کیونکہ نہ اسے اسکی مانتے ہیں۔ نہ شافعی و صنبلی اور ائمہ حدیث  
گویا اس اعتراض کے دو حصے ہوئے۔

۱۔ اسلام۔ شیعوں والا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ اہل بیت کے واسطے سے پہنچا

۲۔ حنفی حضرات کہ پیش کردہ اسلام قابل قبول نہیں کیونکہ اسے نہ مانتے نہ شافعی  
اور نہ ہی صنبلی وغیرہ تسلیم کرتے ہیں۔



## حقوق کی تردید

اہل بیت کرام کے پاس ہی اصلی اسلام تھا۔ اور انہوں نے اپنے شیعوں کو ہی صرف وہ اسلام سکھایا۔ علام حسین نجفی اور اس کے ہم نواؤں میں سے کسی نے بھی براہ راست کسی اہل بیت سے کوئی حکم شرعی نہ لیا۔ اور نہ ہی انہوں نے ان چودہ سو سال بعد آنے والوں کو عالم ارواح میں اسلام سکھایا۔ بلکہ نجفی وغیرہ تک۔ جو اسلام پہنچا وہ ان لوگوں کے توسل سے پہنچا۔ جو کسی امام کے دور میں موجود تھے۔ اور انہیں اس امام نے دین بتایا ہو۔ قطع نظر اس سے کہ اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے صرف اپنے شیعوں کو اسلامی احکام بتلائے۔ تو اس سے ائمہ اہل بیت پر اللہ کے احکام کو چھپانا لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی نئے شیعہ مسلک پوچھنے گیا تو انہوں نے اُسے گھر کا فرد نہ سمجھ کر مسئلہ بتانے سے انکار کر دیا۔ اور اگر بتا دیا تو پھر دوسری صورتیں ہوں گی۔ صحیح بتایا ہوگا یا غلط اگر صحیح بتایا تو معلوم ہوا کہ گھر کے فرد کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی صحیح اسلام منتقل ہوا۔ اسے صرف شیعوں تک محدود رکھنا حقائق کے خلاف ہوگا۔ اور غلط بتایا۔ تو شرعی مسئلہ غلط بتانے والا منصب امامت کے کہاں قابل؟

اب ہم اصل اعتراض کی طرف پھر لوٹتے ہیں۔ بات یہاں تک چلی تھی کہ امام ہادی یا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے نجفی وغیرہ آج کل کے مجتہد و ذاکرین کے پاس جو صحیح اور اصلی اسلام پہنچا وہ کئی واسطوں سے پہنچا۔ ائمہ اہل بیت سے براہ راست صحیح اسلام نہ ملنے والوں نے بعد میں آنے والے شیعوں کو ان کی تعلیمات پہنچائیں۔ تو گویا ”صحیح اسلام“ کا دار و مدار ائمہ اہل بیت سے منتقل ہو کر ان کے بلا واسطہ شاگردوں کی طرف آ گیا۔ اب ہم



شیعہ کتب سے یہ بتلاتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کو اپنے ان بلا واسطہ شاگردوں پر کوئی اعتبار نہ تھا۔ اور ان کی بددیانتی اور بدنظری کی بنا پر ان پر لعن طعن تک کا قول موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

**رجال کشی؛**

حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ أَقْدَسِمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ  
لَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا حَدِيثًا إِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ  
أَوْ تَجِدُوا مَعَهُ شَاهِدًا مِنْ أَحَادِيثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ  
فَإِنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ لَعَنَهُ اللَّهُ دَسَّ فِي كُتُبِ أَصْحَابِ  
أَبِي أَحَادِيثَ لَمْ يَحْدِثْ بِهَا أَبِي فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا  
عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالَى وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا.....  
وَقَالَ لِي إِنَّ أَبَا الْخَطَّابِ كَذَبَ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع)  
لَعَنَ اللَّهُ أَبَا الْخَطَّابِ وَكَذَلِكَ أَصْحَابُ أَبِي الْخَطَّابِ يَدُسُّونَ  
هَذِهِ الْأَحَادِيثَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا فِي كُتُبِ أَصْحَابِ أَبِي  
عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا خِلَافَ السُّرَّانِ.

(رجال کشی مصنف عمر بن عبد العزیز الکشی ص ۱۹۵ درعالات

مغیرہ ابن سعید مطہر ذکر بلا)

**ترجمہ؛**

ہشام بن حکم کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے سنا فرمایا۔ ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کرنا جو قرآن و سنت  
کے موافق ہو یا ہماری پہلے سے کہی گئی احادیث اس کی شہادت اور تائید  
کرتی ہوں۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید ملعون نے میرے والد گرامی کے اصحاب  
کی کتابوں میں ایسی بہت سی حدیثیں ٹھونس دی ہیں جو میرے والد گرامی نے



بیان ہی نہیں کی تھیں۔ خدا کا خوف کرو اور ہماری ایسی کوئی بات قبول نہ کرو۔ جو اللہ کے قول اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف ہو.....  
 امام رضا نے مجھے یہ بھی فرمایا۔ کہ ابوالخطاب نے بھی میرے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر من گھڑت حدیثوں کا بہتان باندھا۔ ابوالخطاب پر خدا کی پھٹکار۔ اسی طرح ابوالخطاب کے ساتھیوں نے بھی آج ہی وہی طریقہ بنایا ہوا ہے۔ کہ یہ سب میرے والد گرامی ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت حدیثیں ٹھونکتے ہیں۔ لہذا کوئی روایت جو خلاف قرآن ہو اسے قبول نہ کرنا۔

### رجال کشی:

عن هشام بن الحكم رَأَى أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ خَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَعْتَمِدُ الْكَذِبَ عَلَى أَبِي وَ يَأْخُذُ كُتُبَ أَصْحَابِهِ وَ كَانَ أَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُونَ بِأَصْحَابِ أَبِي يَأْخُذُونَ الْكُتُبَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي فَيَدْفَعُونَهَا إِلَى الْمُغِيرَةِ فَكَانَ يَدْتُرُ فِيهَا الْكُفْرَ وَالزُّنْدَقَ وَ يَسْنُدُهُ إِلَى أَبِي فَتُرِيدُ فَعَمَلًا إِلَى أَصْحَابِهِ فَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يَتَّبِعُوهُا فِي الشَّيْعَةِ .

(رجال کشی ص ۱۹۶)

ترجمہ:

ہشام بن الحكم کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مغیرہ بن سعید میرے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر نبوت باندھا کرتا تھا۔ ان کے اصحاب کی کتابیں لے لیتا۔ اس کے ساتھی میرے



والد کے اصحاب سے چوری چھپے ملتے جلتے تھے۔ اس طرح وہ میرے والد کے اصحاب کی کتب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے جب انہیں کوئی کتاب ہاتھ لگتی تو وہ مغیرہ بن سعید کے پاس پہنچا دیتے۔ وہ اس میں کفر اور بے دینی (کی باتیں) ٹھونس دیتا۔ اور ان کی نیت میرے والد کی طرف کر دیتا۔ اس طرح میرا پھری کرنے کے بعد وہ کتاب واپس میرے والد گرامی کے اصحاب کو دے دی جاتی۔ اور ادھر اپنے ساتھیوں کو کہتا۔ کہ تم اس روایت و حدیث کو شیعوں میں پھیلا دو۔

### رجال کشی:

عَنْ حَبِيبِ بْنِ تَعْمَرٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِلْحَسَنِ كَذَابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ لِلْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ أَيْ وَلَمْ يَسْمَعْهُ رَأَى رَأَى الْمَخْتَارُ يَكْذِبُ عَلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ كَانَ الْمَغْرِبِيُّ رَأَى ابْنَ السَّعِيدِ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي

(رجال کشی ص ۱۹۷ تذکرہ مغیرہ بن سعید)

### ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حبیب خثعمی نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ انا سن سے ایک کذاب جھوٹی حدیث بیان کیا کرتا تھا۔ حالانکہ اس نے امام موصوف سے وہ روایت سنی تھی کہ نہ ہوتی۔ اسی طرح امام حسین پر بھی کذب و افتراء باندھنے والا تھا۔ اُس نے بھی ان احادیث کی امام موصوف سے سماعت نہ کی تھی۔ مختار نامی شخص نے امام زین العابدین پر تھوٹا اندھا۔ اور مغیرہ بن سعید سے امام باقر رضی اللہ عنہ



پر بہتان باندھے۔

## توضیح

امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک نہ ایک ضرور کذاب لگا رہا۔ جو ان کے نام سے کفر و بے دینی سے بھری روایات ذکر کرتا اور کماں چالاکی سے اُسے اپنے شیعوں میں پھیلا دیتا۔ یہ کام اس قدر عام ہوا کہ خود حضرات ائمہ اہل بیت تک اس کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور کچھ کذاب و ملعون تو ایسے تھے کہ ان کی اس شہرت اور جھوٹی حدیثوں کو لگاتار پھیلانے کا معاملہ اپنے بیگانے بھی میں عام ہو گیا۔ جس بنا پر خود حضرات ائمہ اہل بیت نے ان کا نام لے کر ان کے کرمات بتائے۔ اس لیے ہر امام نے ایسے لوگوں سے جہاں خبردار کیا وہاں واضح طور پر یہ بھی فرما دیا۔ کہ ہماری طرف سے ہر حدیث اور روایت کو تسلیم نہ کر لیا کرو۔ بلکہ قرآن و حدیث کے موافق پاؤ تو۔ ورنہ وہ کسی کذاب کی ہوگی جو ہماری طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اب نجفی صاحب بتائیں۔ کہ صحیح اسلام، ائمہ اہل بیت کے پاس تھا۔ لیکن ان سے جن واسطوں کے ذریعہ تم تک پہنچا۔ ان پر خود امام نے لعنت ڈالی وہ اب کہاں سے تلاش کریں۔ اگر اس بارے میں نجفی وغیرہ یہ کہیں۔ کہ ان کذابوں کی روایات کو ہمارے اسما و الرجال کے ماہرین نے نشانہ ہی کر کے نکال باہر پھینکا ہے۔ اب جو ذخیرہ اور مواد ہماری کتب احادیث میں ہے۔ وہ حضرات ائمہ کے قول کے مطابق قرآن و سنت کے موافق ہے۔ اس لیے ”صحیح اسلام“ اب بھی شیعوں کے پاس ہی ہے۔

تو اس دھوکہ اور فریب کی قلمی ہم یوں کھولیں گے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ ہمارے اماموں کی احادیث قرآن کے مطابق ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قرآن سے تمہاری مراد کون سا



قرآن ہے۔ اگر موجودہ قرآن کہتے ہو۔ تو خود تمہارے اکابر کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ قرآن محرف اور کمی بیشی سے بھرا پڑا ہے۔ اصل قرآن امام زمان فارسان میں لیے بیٹھے ہیں۔ اور اگر اس قرآن کے مطابق ہے۔ جو امام زمان کے پاس ہے۔ تو اس کے مضامین و آیات کا کسی شیعوہ کو بھی علم نہیں۔ پھر ان کے ساتھ مطابقت کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

### انوار نعمانیہ:

الثَّالِثُ إِنَّ تَسْلِيمَ تَوَاتُرِهَا عَنْ الرَّحْمَنِ إِلَهِي  
وَكَوْنِ الْكُلِّ قَدْ أَنْزَلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ  
يَنْضِي إِلَى طَرَحِ الْأَخْبَارِ الْمُسْتَفِيضَةِ بِلِ الْمُتَوَاتِرَةِ  
الذَّالَةِ بِصَرِيحِهَا عَلَى وَقُوعِ التَّحْرِيفِ  
فِي الْقُرْآنِ كَلَامًا وَمَادَّةً وَإِعْرَابًا۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷)

تذکرہ نور فی الضلوة طبع جدید

(تبریز)

(۲۔ انوار نعمانیہ طبع قدیم

ص ۲۳۷ دستی صفحہ)

### ترجمہ:

موجودہ قرآن کے تبدیل شدہ ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ قرآن متواتر وحی الہی ہے۔ اور یہ کہ جبرائیل امین جسے لے کر آئے وہ مکمل طور پر یہی ہے۔ تو پھر ان اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ کو پھینکنا پڑے گا۔ جو صراحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔



کہ اس قرآن کریم میں مادہ، کلام اور اعراب ہر طرح سے تبدیلی ہوئی ہے؟

## الحاصل:

ایک طرف ائمہ اہل بیت نے کذابین کی من گھڑت روایات کا بانگ دہل مذکورہ فرمایا۔ اور دوسری طرف اپنے ارشادات کو اس شرط کے ساتھ قبول کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق ہوں۔ ان حالات میں اہل تشیع کے ہاں جو ”صحیح اسلام“ فقہ جعفریہ کی صورت میں ملتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جسے نجفی وغیرہ صحیح اور گھروالوں کا اسلام کہہ رہے ہیں۔

اور خود گھروالے اس اسلام کے ناقلین سے بیزار ہیں۔ ان احادیث و روایات کی پرکھ کا طریقہ قرآن و سنت پر پیش کرنا تھا۔ موجود قرآن جب اہل تشیع کے نزدیک محرف ہے۔ تو اس پر پیش کرنا درست نہ ہوا۔ ان حقائق کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک جو احادیث موجود ہیں۔ وہ بقول ائمہ اہل بیت نامقبول ہیں۔ اور ان کی قبولیت کا جس پر دار و مدار تھا وہ بھی محرف ہے۔ اس لیے ”فقہ جعفریہ“ کا صحیح اسلام ہونا تو درکنار اسلام کی اسے تو ہوا بھی نہ لگ سکی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ امام غائب سے کہیں کہ حضرت اب تشریف لائیے۔ اور اصلی قرآن ہمیں عطا کیجئے۔ ہم اس کی روشنی میں اپنی فقہ جانچنا چاہتے ہیں۔ یا نئے سکرے بنانا چاہتے ہیں۔ پھر جب وہ آئیں اصلی قرآن ساتھ لائیں۔ اور فقہ نئی مدون ہو تو نجفی صاحب خوشی منانے کے مستحق ہوں گے لیکن نہ امام آنے کے لیے تیار، نہ کسی کو اصلی قرآن دینے پر آمادہ تو پھر ”صحیح اسلام“ واقعی گھروالوں کے پاس رہا۔ اور وہ اسے غاریں لیے محو استراحت ہیں۔ کروڑوں امتیوں کے کفر و اسلام کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ اذالزلزلت الارض زلزالہا واخرجت الارض اثقالہا کے وقت شاید زمین اس بوجھ کو خود باہر پھینکے۔ لیکن اس وقت کون



## تردید حصہ دوم:

حنفی نے فقہ حنفیہ کے تسلیم نہ کرنے کو ایک تشبیہ دے کر کہا کہ ہم فقہ حنفی کو اسی طرح نہیں مانتے جس طرح شافعی، مالکی اور حنبلی تسلیم نہیں کرتے چونکہ حنفی نے پہلے فقہ حنفی کو ”صحیح اسلام“ سے نکالا تھا۔ اور اپنے آپ کو صحیح اسلام والے بتایا تھا اب اس تشبیہ کے ذریعہ کم از کم اتنا تو تسلیم کر لیا ہے کہ شافعی، مالکی اور حنبلی چونکہ احناف کے مخالف ہیں۔ اس لیے ان کا اسلام صحیح ہے۔ حالانکہ یہ تینوں فقہی مکاتب فکر بھی ”دگر والے“ نہیں ہیں، بلکہ جس طرح ”حنفی“، ”دگر والے“ نہیں کہلاتے اسی طرح یہ بھی اہل تشیع نہ ہونے کی وجہ سے ”غیر“ ہی ہیں۔ ان کے ساتھ مماثلت اگر ہے تو مرث احناف کی مخالفت کی بنا پر ورزہ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی علماء کا باہم اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ بلکہ چند فقہی مسائل ہیں۔ جو اپنی اپنی اجتہادی رائے کے مطابق ہر ایک کے لیے واجب العمل ہیں۔ اور یہ اختلاف بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ احناف کے ساتھ فردعی مسائل ہیں اختلاف زیادہ تر شافعی المذہب علماء کا ہے۔ اس کے باوجود خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کلبے حد احترام کرتے تھے۔ اور مشکلات کے حل کے لیے مزار ابو حنیفہ کو اکسیر کہتے تھے۔ جب بغداد میں انہیں امام اعظم کے مزار پر حاضری کے دوران نماز ادا کرتے ہیں تو اپنے مسلک رفع یدین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کو جب امام ابو حنیفہ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھتے سنا۔ تو اسے فرمائش کی کہ بار بار پڑھو۔ اور ہر بار اسے انعام سے نوازا۔ اَعِدَّ ذِكْرَ نَعْمَانٍ لَّنَا اَنْ ذِكْرَهُ هُوَ اِمْلُكُ مَا كَرَّدَ حَفِيَّتْ صَرَّحَتْ بِثَابِتٍ هُوَا كَا ان حضرات کے



اختلاف اصول پر نہ تھا۔ توحید و رسالت، آخرت ایسے اصول دین میں سب کا اتفاق ہے۔ لیکن اہل تشیع کے ساتھ اختلاف اصول دین میں ہے۔ کیونکہ مسئلہ امامت ان کے ہاں سب سے بڑا اصل دین ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے عقائد جعفریہ جلد دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔ بہر حال فقہاء اربعہ کا اختلاف و اختلاف امتی رحمۃ، کا ائینہ دار ہے۔ اگر ایسے اختلافات کو صحیح اور غلط کا معیار بنایا جائے۔ تو پھر خود اہل تشیع بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کی بنا پر کہیں کئے نہیں گئے۔ اگر اعتبار نہیں تو فقہ جعفریہ جن کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ذرا ان کے بارے میں ان کے چہیتے شیعہ کی گفتگو اپنی کتابوں سے سنیے

### فرق الشیعہ

عمر ابن ریاح زعمراً انه سأل ابا جعفر عليه السلام  
عن مسئلة فاجابه فيها بجواب ثمر عاذ اليه  
في عام اخر فسأله عن تلك المسئلة بعينها فاجابه  
فيها بخلاف الجواب الاول فقال لا بني جعفر هذا خلاف  
ما أحببته في هذه المسئلة العام الماضي فقال له  
ان جوا ابنا ربما خرج على وجه التقيية فشكك  
في أمره و إمامته فلقى رجلاً من أصحاب أبي  
جعفر يقال له محمد بن قيس فقال له

أبا جعفر عن مسئلة فاجابني فيها بجواب ثمر سألتني  
سألت عنها في عام اخر فاجابني فيها بخلاف جوابه الاول  
فقلت له لم فعلت ذلك فقال فعلت للتقيية  
وقد علم الله اني سألتك عنها الا وانا صبيح العزم



عَلَى التَّحَدُّثِ بِمَا يُفْتَى بِهِ وَ قَبُولِهِ الْعَمَلِ بِهِ فَلَا  
رَجْدَ لَا تَقَارِبَ إِلَّا يَأْتِي وَ هَذِهِ حَالِي فَقَالَ لَهُ مَعْمَدُ  
بْنُ قَيْسٍ فَلَعَلَّهُ حَضَرَكَ مِنْ اتِّقَاهُ فَقَالَ مَا حَضَرَ  
مَجْلِسَهُ هُوَ قَبْلِي رَاحِدَةً مِنَ الْمَسْئَلَتَيْنِ غَيْرِي لَا وَلَكِنْ  
جَوَابِيهِ جَمِيعًا خَرَجَا عَلَى وَجْهِ التَّبَعِيَّتِ وَلَمْ  
يَخْفُظْ مَا أَجَابَ بِهِ فِي الْعَامِ الْمَاضِي فَيُجِيبُ بِمِثْلِهِ  
فَرَجَعَ عَنْ إِمَامَتِهِ وَ قَالَ لَا يَكُونُ إِمَامًا مَنْ يُفْتَى  
بِالْبَاطِلِ عَلَى شَيْءٍ بِوَجْهِ مِنَ التَّوَجُّوهِ وَلَا فِي حَالٍ  
مِنَ الْأَحْوَالِ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا مَنْ يُفْتَى بِقِيَّةٍ بِغَيْرِ  
مَا يَجِبُ عِنْدَ اللَّهِ -

رفرق الشیعہ ص ۶۰ تا ۶۱ ذکر عمر

ابن ریحاح مطبوعہ نجف حیدریہ

ترجمہ:

عمر بن ریاح کا زعم ہے کہ اس نے امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے  
ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ ایک سال کے  
بعد پھر واپس آیا۔ اور وہی پہلے سال والا سوال کیا۔ لیکن امام باقر نے  
اب اس کا جواب پہلے جواب سے مختلف دیا۔ اس پر اس نے امام محمد باقر  
سے کہا۔ آپ کا مرتبہ دیا گیا جواب گزشتہ سال دیئے گئے جواب کے  
خلاف ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ ہم بس اوقات سوالات کے جواب  
بطور تقیہ دیتے ہیں۔ اس بات سے عمر بن ریاح کو امام باقر کی امامت  
اور ان کی شخصیت میں مشکل میں ڈال دیا۔ پھر وہ ابو جعفر کے ایک ہم نشین



محمد بن قیس سے ملا۔ اور کہا کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر سے ایک سوال کیا انہوں نے جواب دیا۔

پھر وہی سوال جب ایک سال کے وقفہ کے بعد پوچھا تو جواب پہلے جواب سے مختلف دیا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ کہنے لگے بطور تفتیہ کیا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں نے اُن سے سوال کیا تھا۔ تو میری صحیح نیت تھی کہ جو فرمائیں گے اُسے ہی میں اپنا دین بنا لوں گا۔ اور اسی پر عمل پیرا ہو جاؤں گا۔ اس کے باوجود ان کا میرے ساتھ بطور تفتیہ گفتگو کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ سن کر محمد بن قیس بولا۔ شاید اس وقت تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں موجود ہو۔ جس کی بنا پر تفتیہ کی ضرورت پیش آئی ہو۔ عمر بن ریاح نے کہا۔ دونوں مرتبہ سوال کرتے وقت میرے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں موجود نہ تھا۔ لیکن ان کے یہ دو جواب دینے ناکامی کی وجہ سے ہیں۔ اور انہیں گزشتہ سال کا دیا جواب یاد نہ رہا۔ تاکہ اب بھی ویسا ہی جواب دیتے۔ اس کے بعد عمر بن ریاح نے امام باقر کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اور کہنے لگا۔ وہ شخص ہرگز امام نہیں ہو سکتا۔ جو کسی وجہ پر اور کسی وقت بھی غلط فتویٰ دے۔ اور نہ ہی وہ امام ہو سکتا ہے۔ جو ایسے فتوے دے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست نہ ہوں۔

قارئین کرام! نفعی نے فقہ حنفی پر جو اعتراض کیا تھا۔ اگر ایسی بات کا اپنے گھر میں دیکھنا نصیب ہوتا۔ تو کبھی ”فقہ جعفریہ“ کا پیروکار نہ کہلاتا۔ عمر بن ریاح کی بات بھی درست۔ جب احکام شرعیہ کا منبع اور مرکز ہی غلط مسئلے بتانے لگ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو چھپاتا پھرے۔ تو پھر اس مرکز و منبع کے نام پر کسی اسلام کی بنیاد



رکھنا کون اسے ”صحیح اسلام“ کہے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ”فقہ جعفریہ“ نام کے اعتبار سے امام جعفر صادق کی تعلیمات پر مشتمل دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اس میں بجز اتنی ایسی روایات ہیں۔ جو من گھڑت اور ترقیہ کے روپ میں بیان ہوئیں۔ گویا اصل اسلام تو وہ تھا۔ جو ان اماموں نے چھپائے رکھا۔ اور جو ظاہر کیا وہ ترقیہ کے طور پر ہونے کی وجہ سے غلط تھا۔ اُسی ظاہری ارشادات کے مجموعہ کا نام ”فقہ جعفریہ“ ہے۔ جسے حنفی ”صحیح اسلام“ کہہ رہے ہیں۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے افراد ہونے کی وجہ سے اسلام کو دوسروں کی نسبت زیادہ اور صحیح جانتے تھے حنفی فقہ کو تو شافعی وغیرہ تسلیم نہیں کرتے لیکن خود حنفی تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفری کو تو خود اس کے بانیوں نے تسلیم نہیں کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

## اعتراض نمبر ۲

ابوبکر و عمر نے دین کو بگاڑ دیا تھا حضرت علی نے اس کی اصلاح فرمائی اس لیے ابوبکر و عمر والی شریعت نہیں چاہیے :-

### حقیقت فقہ حنفیہ:

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ صحابہ کرام میں سے ابوبکر، سلمان، مقداد، عمار، بلال اور ابوالیوب انصاری وغیرہ نے صحابہ کرام سے جو احادیث معتبر طریق سے نقل کیں۔ حجت ہیں۔ اور حضرت علی سے لے کر امام مہدی تک ائمہ اہل بیت نے جو احادیث نبوی بیان فرمائیں ہیں اور صحیح اسناد سے ہم تک پہنچتی ہیں۔ وہ حجت ہیں۔ خلاصہ:

مذکورہ شیعوں نے جو اسلام کی تشریح کی ہے۔ اور جو شکل و صورت پیش کی ہے



ہم اس کو صحیح اسلام اور دین محمدی سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت کے بزرگوں نے مثلاً ،  
 ابو ہریرہ ، ابو بکر ، عمر ، عثمان ، نoman ، شافعی ، مالکی ، احمد بن حنبل ، بخاری ، مسلم ، غزالی ، رازی  
 ابن تیمیہ ، ابن عربی اور ابن کثیر وغیرہ نے جو شکل و صورت اسلام کی پیش کی ہے۔ چودہ سو برس  
 کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ شیعہ اسے کسی قیمت پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ جناب  
 امیر نے شیخین کے بگڑے ہوئے۔ اسلام کی اصلاح فرمائی تھی۔ البتہ آئینہ اب نے  
 اپنی پوری رعایا کو اس پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔ اور یہی انصاف ہے۔ کہ حاکم  
 اپنی رعایا کو اپنے عقیدہ پر چلنے کے لیے مجبور نہ کرے۔ اور نہ اس پر ان کا قتل عام کرے  
 (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳)

جواب :

نخفی اس اعتراف میں مولوی عبدالستار تونسوی کی ایک بات کا جواب دینا چاہتا  
 ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے دین و اسلام  
 کو اپنے دور خلافت میں بگاڑا تھا۔ تو اس بگاڑ کو حضرت علی المرتضیٰ نے کیوں درست  
 نہ کیا؟ اس کا نخفی نے یہ جواب دیا۔ کہ علی المرتضیٰ نے اسے درست ضرور کیا تھا۔ لیکن اس  
 صحیح اسلام پر چلنے کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لہذا جن لوگوں نے اصلاح شدہ دین اسلام  
 قبول کیا وہ آپ کے شیعہ کہلائے۔ اور جنہوں نے اپنی مرضی سے وہی دین جو ابو بکر و  
 عمر کا تھا قبول کیے رکھا۔ اور اس کی اصلاحی صورت سے منہ گردانی کی۔ وہ اہلسنت  
 کہلانے لگے۔ گویا شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضیٰ ، ابوذر ، سلمان ، مقداد وغیرہ  
 صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا اسلام ہے۔ اور سنیوں کے پاس وہی ابو بکر و عمر کا اسلام ہے  
 جو بگاڑ دیا گیا تھا۔ علی المرتضیٰ نے دین میں اصلاح فرمانے کے بعد وہیں اصلاح شدہ اسلام پر چلنے کا پابند نہ  
 بنایا تھا۔ اس اعتراف میں بطور خلاصہ دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلے یہ کہ شیخین نے دین  
 بگاڑا تھا۔ دوسری یہ کہ علی المرتضیٰ نے اسے درست کیا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں



درست نہیں ہیں۔

## پہلی بات کی تردید:

ابوبکر و عمر کا دین کو بگاڑنا اور اس وجہ سے کسی شیعہ (جن میں ائمہ اہل بیت بھی ہیں) کا ان کی کوئی بات تسلیم نہ کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود شیوکتہ میں گواہ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال و اعمال ائمہ اہل بیت کے لیے کسی بھی شرعی مسئلہ میں حجت رکھتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ:

وعن عروۃ بن عبد اللہ قال سألت أبا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ الشیوخ فقال لا بأس بہ قد حلی أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدیق قال فو شب وثبۃ واستقبل القبلة و قال لهم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ صدیق فلا صدق اللہ لہ قولاً فی الدنیا ولا فی الآخرۃ۔

دکشف الغمہ جلد دوم ص ۱۲۷ ذکر فی

معاجز الامام مطبوعہ تیرین

ترجمہ:

عروہ بن عبد اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تلوار پر زیورات لگانے درست ہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں



کیونکہ ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیورات سے مزین کیا تھا۔ میں نے کہا  
حضرت آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ اپنی جگہ سے  
اٹھلے۔ اور قبلہ رخ ہو کر فرمایا۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔  
اور جو انہیں صدیق نہیں کہتا، اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات کو دنیا و آخرت  
میں سچا نہ کرے۔

## توضیح:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم جناب سیدنا ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے بتائے گئے مسائل کی تائید و محبت کے طور پر پیش کرتے تھے  
اور یہ دلیل ہے۔ اس امر کی کہ لوگ ان کے دین و اسلام کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور قول و عمل  
میں انہیں سچا ہونے اور سمجھنے کی بنا پر ”صدیق“ کہتے تھے۔ اسی طرح امام زین العابدین  
نے بھی ایک موقع پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور حق رسی کی داد دی۔  
حوالہ ملاحظہ ہو۔

## ابن حدید:

ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ وَ أَيْمُرُ اللَّهُ كَوْرَجَعَ الْأَمْرَ إِلَيَّ لَقَضَيْتُ  
فِيهِ بِقَضَاءِ أَبِي بَكْرٍ۔

(شرح ابن حدید جلد ۲ ص ۸۲)

## ترجمہ:

(حضرت علی کے ایک خط کی شرح کرتے ہوئے جو آپ نے عثمان بن  
حنیف کی طرف بھیجا) پھر زید نے کہا۔

مجھے اللہ کی



قسم! اگر باغ فدک کے جھگڑے کا معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وہی فیصلہ کرتا۔ جو ابو بکر صدیق نے کیا تھا۔

ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین کا محافظ اور پاسدار ہی سمجھا۔ اور ان کے قول و فعل کو محبت مانا۔ لیکن نجفی وغیرہ نام نہاد ”غلامان اہل بیت“ نہ اہل بیت کے غلام ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ابو بکر و عمر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

## دوسری بات:

”ابو بکر نے دین بگاڑا اور اسے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے درست کیا“ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہل بیت ابو بکر و عمر کو ”عادل“ کہتے ہیں۔ اور انہیں دین حق پر استقامت والا کہتے ہیں۔ اور اسی حق پر ان کا انتقال بھی ہوا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ ہو۔

إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا تَأْخِذُ بِهِ

یعنی ابو بکر و عمر دونوں عادل ام تھے۔ دونوں انصاف کرنے والے تھے۔ دونوں حق پر رہے

اور حق پر ہی انتقال فرمایا ان حالات میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت دین کے بگاڑنے والے نہ سمجھتے تھے۔ اور اگر بقول نجفی یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دین کو بگاڑا اس بگاڑ کو علی المرتضیٰ نے درست کیا۔ تو پھر ان کی کتابوں میں علی المرتضیٰ کی اس میں ناکامی کا کیا جواب ہوگا۔ ان کے بڑے مجتہد جناب نور اللہ شوشتری اس موضوع پر کیا کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔



## مجالس المومنین:

چوں حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی  
بکر و عمر را معتقد اند و ایشان را بر حق می دانند قدرت بر آن نداشت باشد  
کہ کاری کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشته باشد بنا بر آنکہ مخالفت  
قول و فعل ایشان را دلیل است بر آنکہ ایشان ظالم بوده اند و یاقوت خلافت  
حضرت پیغمبر نداشتند۔ و چگونه قدرت بر آن داشته باشد۔ و حال آنکہ  
اکثر اہل آن زمان را اعتقاد آن بود کہ امامت حضرت امیر مبنی بر امامت  
ایشان است و فساد امامت ایشان را دلیل فساد امامت اومی  
دانند و مشہور است کہ حضرت امیر در ایام خلافت مردم را از نماز تراویح  
کہ بدعت عمر است منع کرد و ایشان بفریاد آمدند و آواز بلند کردند۔  
کہ وای ما را تا آنکہ آن حضرت بنا بر مصلحت وقت ایشان را بحال خود  
داشت۔

مجالس المومنین جلد ۴ ص ۵۴ در ذکر فدک

مطبوعہ تہران جدید

## ترجمہ:

جب علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں دیکھا کہ لوگوں کی اکثریت  
ابو بکر و عمر کی حسن سیرت کی معتقد ہے۔ اور انہیں حق پر سمجھتی ہے۔  
تو آپ کو ہرگز یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان دونوں  
کی خلافت کے فساد اور غلط ہونے پر دلالت کرے۔ کیونکہ ان  
دونوں کے قول و فعل کی مخالفت کرنا اس بات کی دلیل بن جاتی کہ یہ



دونوں ظالم تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی ان میں اہمیت نہ تھی۔ ایسا کرنے کی حضرت علی المرتضیٰ کو ہمت بھی کیسے سکتی تھی۔ کیونکہ اس وقت کی اکثریت یہ اعتقاد رکھتی تھی۔ کہ ان کی امامت کا دراصل ابوبکر و عمر کی امامت پر دار و مدار ہے۔ اور ان دونوں پر امامت کا فاسد ہونا خود ان کی اپنی امامت کو فاسد کرنا تھا۔ یہ بات مشہور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو جب نماز تراویح سے منع کیا۔ جو حضرت عمر کی شروع کردہ تھی۔ تو لوگوں نے شور و غوغا بلند کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ اس شور و غوغا کے باعث وقت کی مصلحت کے پیش نظر اپنے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

## توضیح:

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر و عمر کے بگاڑے ہوئے دین کو درست کرنا چاہا۔ لیکن ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اس سے خود ان کی امامت و خلافت خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ اور ایک ادھ کوشش کر کے دیکھ لی۔ کہ عوام کی اکثریت ایسا برداشت نہیں کر سکتی۔ لہذا آپ نے دین و اسلام کو اسی طرح چھوڑ دیا۔ جس حالت پر ان کے پاس پہنچا تھا۔ خود بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔ اور لوگوں کو بھی اسی پر عمل کرتے رہنے دیا۔ اب ان سے جو دین لوگوں نے سیکھا۔ اور اہل بیت نے اس درس گاہ سے جو کچھ حاصل کیا۔ وہ وہی تھا۔ جو ابوبکر و عمر کا قول و فعل تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ”صحیح اسلام“ اگر اہل بیت کے پاس ہے۔ تو وہ بھی شیخین سے ان کو ملا۔



نوٹ:

مجلس المؤمنین کی مذکورہ عبارت کے مضمون کو ہم قطعاً درست تسلیم نہیں کرتے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت سنبھالنے سے قبل خلفاء ثلاثہ کے مشیر رہے۔ اور ان کے مشورے اور فیصلہ جات پر وہ عمل کرتے رہے۔ اور پھر ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ تو پھر یہ کس منہ سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ ابو بکر نے دین کو بگاڑا اور علی المرتضیٰ ان کے مشیر بھی رہے۔ اس لیے نہ انہوں نے دین بگاڑا۔ اور نہ علی المرتضیٰ نے اسے درست کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب فرضی کہاوتیں ہیں۔

### اعتراض نمبر ۲

حالتِ تفتیہ ختم ہو گئی ہے اس لیے شیعوں کو اپنی فقہ پر ازادگی عمل کی اجازت ہونی چاہیے

جب اہل سنت کے خلفاء اور حکام ان پر ظلم کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے تو شیعوں نے اپنی جان بچانے کی خاطر تفتیہ کیا۔ اور اس میں کیا حرج ہے۔ اب جبکہ شیعوں کو جان کا خطرہ نہیں رہا۔ تو تفتیہ کی ضرورت بھی نہیں۔ پس شیعوں کا یہ جائز مطالبہ ہے کہ ہم اپنے امور زندگی میں فقہ جعفریہ پر عمل کریں گے۔

(حقیقت حنفیہ ص ۱۲)

جواب:

مندرجہ بالا عبارت ایک اعتراض یا اپنے عقیدہ پر عمل کرنے کی تلقین کے جواب میں ہے۔ وہ یہ کہ اب اہل تشیع حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ”فقہ جعفریہ“ کا نفاذ کرو۔ ان کے اس مطالبہ پر عبدالستار تونسوی نے لکھا کہ تمہارا یہ مطالبہ دراصل اپنے مسلک سے دستبرداری کے مترادف ہے۔ لہذا تمہیں یہ مطالبہ نہیں کرنا



چاہیے۔ کیونکہ ”تقیہ“ کا تمہیں تمہارے امہ نے ہر دور میں حکم دے رکھا ہے۔ اب بھی تقیہ کی زندگی بسر کرو۔ اور چار و ناچار اہل سنت کے حکومتی قوانین کے تحت زندگی بسر کرو۔ نجفی نے اس مطالبہ کی تائید کی اور تقیہ کے بارے میں اپنا نقطہ نظر مندرجہ بالا عبارت میں بیان کیا۔ یعنی ”تقیہ ہم ضرور کرتے رہے۔ لیکن یہ اس دور کی بات ہے۔

جب اہل سنت کے حکام و خلفاء ہم پر ظلم و شد و کڑتے تھے۔ ایسے حالات میں ہمارے امہ نے ہمیں جان بچانے کے لیے ”تقیہ“ کا زومی حکم دیا۔ جب تقیہ کی علت اب موجود نہیں۔ یعنی جان کا خطرہ اہل تشیع کو نہیں۔ تو پھر تقیہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ لہذا الفاظ فقہ جعفریہ کا مطالبہ اور تقیہ ان دونوں میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں ہے۔

نجفی کے بقول ان کے امہ نے جان کے خطرے کے پیش نظر ”تقیہ“ کی اجازت دی۔ یہ بات یا تو اسے اپنے مسدک کی صحیح معلومات نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یا دھوکہ اور فریب سے متجاہل بن کر اپنے امہ کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ جہاں شیعوں پر اہل سنت کے خلفاء کا ظلم کرنا اور ان سے انہیں اپنی جان کا خطرہ پہنچنے کا ذکر کیا گیا یہ ایک طویل بحث ہے۔ اس کے بارے میں مختلف عنوانات کے تحت ہم تفصیلی بحث فقہ جعفریہ میں کر چکے ہیں۔ سرِ درست یہاں نجفی کے اس دھوکے سے نگاہ کرنا ہے۔ کہ ”تقیہ“ کیا برقت ظلم جائز تھا۔ اور پھر ظلم اٹھ جانے پر اس کی اباحت نہیں رہتی؟ اس بارے میں انہی حضرات کے اقوال ملاحظہ ہوں کہ جنہوں نے (بقول نجفی) اہل تشیع کو ”تقیہ“ کی اجازت دی ہے۔

## جامع الاخبار:

قَالَ حَلِيٌّ بِالسَّلَامِ مَنْ تَرَكَ تَقِيَّةَ قَبْلِ خُرُوجِ  
قَائِمِنَا خَلِيسَ مَنَّا - وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ



مَنْ اِذَا عَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِ نَا فَلَكَ مِنْ قَتَلَنَا۔

(جامع الاخبار ص ۲۸ الفصل الثالث

والاربعون فی التقیۃ مطبوعہ نجف

(اشرف)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس (شیعہ) نے ہمارے قائم (امام مہدی) کے تشریف لانے سے قبل دو تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں..... امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے بھی ہمارے امور میں سے کوئی امر لوگوں میں پھیلا دیا۔ گویا اس نے ہمیں قتل کر دیا۔

جامع الاخبار:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (ع)، يَغْفِرُ اللَّهُ الْمُتْرَمِينَ كُلَّ ذَنْبٍ وَيُطَهِّرُ مِنْهُ فِي الْآخِرَةِ مَا خَلَا ذَنْبُ بَيْنِ شَرِكِ التَّقِيَّةِ وَتَنْبِيْعِ حُقُوقِ الْاِخْوَانِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ الفصل فی التقیۃ

ترجمہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مومنین کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور آخرت میں ان سے پاک کر دے گا۔ مگر دو گناہ ایسے ہیں جن کی مغفرت ہوگی اور نہ ہی آخرت میں ان سے پاکیزگی پہلا تقیہ کو چھوڑ دینا اور دوسرا بھائیوں کے حقوق ضائع



کرنا۔

مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام مہدی کے خروج تک تقیہ نہ کرنے والے کو ”شیعوں“ سے نکال دیا۔ اور پھر ایسے کو اپنا قاتل تک فرما دیا۔ امام زین العابدین نے تقیہ نہ کرنے کو نانا بل معافی جرم قرار دیا۔ ان اقوال کی روشنی میں ”فقہ جعفریہ“ کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والا بقول امام جعفر صادق شیعہ ہی نہیں رہا۔ اور ایسا مطالبہ کر کے اس نے اپنے امام کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ اور بقول امام زین العابدین یہ مطالبہ ”نانا بل معافی جرم“ ہے۔

نوٹ ۱

غلام حسین نجفی نے تقیہ کرنے کی تائید اور اثبات میں ابو بکر صدیق کے غارتور میں تقیہ کرنے، عثمان غنی کا گھر میں بیٹھا رہنا، اور امیر معاویہ کا فتح مکہ سے چند دن پہلے تک ایمان چھپائے رکھنا یہ مثالیں پیش کر کے کہا۔ جب ان حضرات نے تقیہ کیا ہے۔ تو پھر ہمارے یہ بھی جائز ہے..... یہ ایک دھوکہ ہے۔ اس کا مختصر جواب یوں ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے ہاں جب جان کا خطرہ ہو۔ تو کلمہ کفر زبان سے ادا کر لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کسی نے اس کی بجائے موت کو ترجیح دی تو وہ شہادت کی موت ہوگی۔ اس مسئلہ میں اہل تشیع کے نزدیک اگر کلمہ کفر نہیں بولا جاتا۔ تو شہادت نہیں بلکہ وہ اہل بیت سے تعلق توڑ بیٹھا ہے۔ اور یہ گناہ قیام کو بھی معاف نہ ہوگا۔ لہذا ایسا شخص جہنمی ہے۔ اور تقیہ کی اہل تشیع کے نزدیک بہت وسعت ہے۔ حتیٰ کہ دین کا دار و مدار اسی پر رکھا گیا ہے۔ لہذا اہل سنت کا تقیہ اور اہل تشیع کا اور

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا دِينَ لِمَنْ لَا قِيَّتَ لَهُ



وَأَنَّ التَّحْيَةَ لَا وَسْعَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ -

جامع الاخبار ص ۱۰۹ / الفصل الثالث

والاربعون في التقيہ مطبوعہ نجف اشرف

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس کا وطیرہ تقيہ کرنا نہیں وہ بے دین ہے۔ اور یقیناً تقيہ میں زمین و آسمان کے فاصلے زیادہ وسعت ہے

## اعتراض نمبر

فقہ حنفی رسول کی طرف منسوب ہے نہ صحابہ کی طرف اور اس میں کتے کا چمڑا کی ہمارے جیسے فتوے بھی ہیں۔

فقہ حنفی نہ ہی رسول اللہ سے منسوب ہے۔ نہ ہی ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم اور نہ ہی یزید سے منسوب ہے۔ یہ فقہ صرف ابو نعمان کی طرف منسوب ہے۔ اور حضرت نعمان کی فقہ وہ ہے۔ جس میں کتے کا چمڑا بھی پاک سمجھا جاتا ہے۔ پس ایسی فقہ کو ہم نہیں مانتے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ ہم ایسی فقہ پر عمل کریں گے۔ جو ہمارے بارہ اماموں کی روشنی میں درست ہے۔  
(فقہ حنفیہ ص ۱۶)

جواب:

غلام حسین نجفی نے "فقہ حنفیہ" کی نسبت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے عبدالتعالیٰ ترمذی کی عبارت کا تقابلی طریقہ ہے۔ بہر حال اتنی بات دونوں ہی مشترک ہے کہ اگر فقہ حنفیہ رسول اللہ یا آپ کے اصحاب میں سے کسی طرح منسوب نہیں۔ تو فقہ جعفریہ بھی تو ایسی ہی ہے۔ ہم اس لفظی تقابل کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ اصل اعتراض کی طرف لوٹتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس میں کتے کا چمڑا پاک قرار دیا گیا۔ لہذا ہم ایسی فقہ کو نہیں مانتے۔ کتے کے چمڑے کا پاک ہونا ایک جزئی مسئلہ ہے۔ جو اپنے سمجھے قانون



ضابطہ یا اصل رکھتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ فقہ حنفی میں ”نخس العین“ خنزیر ہی ہے۔ اس کے سوا دیگر حیوانات گندے ناپاک اور حرام بے شک ہیں۔ لیکن اس کی نجاست اُن تمام سے بڑھ کر ہے۔ کتے کے چمڑے کا سٹد بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ کہ اگر شرعی طریقہ کے مطابق کسی نے کتے کو ذبح کر دیا۔ اور اُس سے خون بہہ گیا۔ تو اس کی کھال (چمڑا) پاک ہو گا۔ لیکن ایسا کرنے سے خنزیر کا چمڑا ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔ لیکن حیرانی کی بات ہے کہ اگر کسی فقہ میں کتے کا چمڑا پاک کہا گیا۔ تو وہ ناقابل عمل ہو گئی۔ اور اگر کسی میں خنزیر کے چمڑے کو پاک کہا گیا تو اس کے نفاذ کا مطالبہ؟

## من لایحضرہ الفقیہ:

وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخَنْزِيرِ  
يَجْعَلُ دَلْوًا يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ  
بِهِ -

(من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۹ ذکر فی المیاء الخ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ خنزیر کا چمڑا پاک پلید کیسا ہے۔؟ اگر اس کا ڈول بنا کر پانی پینے کے لیے کنوئیں سے نکالا جائے۔ تو اُس پانی کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟ فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (جائز ہے)

نوٹ:

”فقہ جعفریہ“ میں صرف دو حیوانات نخس و حرام ہیں۔ ایک کتا دوسرا خنزیر۔



لیکن بعض اہل تشیع ان دونوں کو بھی جب تک یہ زندہ ہوں نجس نہیں مانتے۔ ہاں مرنے کے بعد ان کی نجاست کے قائل ہیں۔ حوالہ درج ذیل ہے۔

### المبسوط:

وَأَمَّا مَا حَرَّمَ شَرْعًا فَجُمُلُهُ أَنَّ الْحَيَوَانَ ضَرْبَانِ  
ظَاهِرٌ وَنَجِسٌ فَالنَّجِسُ الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيرُ وَمَا قَوْلُ  
مِنْهُمَا أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا وَمَا عَدَا هُمَا كُلُّهُ ظَاهِرٌ  
فِي حَالِ حَيَاتِهِمْ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ ظَاهِرٌ  
فِي حَالِ حَيَاتِهِ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيرَ قَالَ  
إِنَّمَا يَنْجَسُ الْخِنْزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔

المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹ ذکر مایحل

احمد الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

### ترجمہ:

بہر حال جو شرعاً حرام کر دیے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ تمام حیوانات  
کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ ظاہر اور کچھ نجس۔ کتا اور خنزیر اور ان دونوں سے  
یا ایک سے پیدا ہونے والا ہر جانور نجس ہے۔ ان دو کے سوا تمام  
حیوانات جب تک زندہ ہیں پاک ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ حیوان  
کتے خنزیر سمیت تمام پاک ہیں۔ جب تک زندہ ہیں۔ انہوں نے  
اس حکم سے کتے خنزیر کو بھی نہیں نکالا۔ اور کہا کہ یہ دونوں قتل یا زہر  
کے ساتھ ناپاک ہوتے ہیں۔



## لمسکریہ

اہل تشیع کے نزدیک کتا اور خنزیر دونوں زندہ ہوں یا مردہ پاک ہیں۔ ان دونوں کے زندہ ہوتے وقت طہارت کی دلیل ”الحيوان كساة طاهر في حال حياته“ مذکور ہوئی۔ ہر کتا ہے۔ کہ آپ سوچیں۔ کہ ان دونوں کے مرنے کے بعد طہارت کیسے ثابت ہوئی۔ تو من لایحضرة الفقیہ کا حوالہ آپ دوبارہ پڑھیں۔ اس میں خنزیر کی کھال کو ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول اس کے زندہ رہتے ہوئے تو نہیں بنایا جاسکتا۔ خنزیر مرایا مارا گیا۔ پھر کسی نے اس کی کھال اتاری۔ اس کا ڈول بنایا اور اس سے پانی نکالا۔ اگر کھال اتنے مراحل کے بعد بھی ظاہر ہے۔ تو پھر خنزیر کی نجاست کدھر گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد اس کی کھال اہل تشیع کے نزدیک ظاہر ہے۔ بلکہ خنزیر کو اگر کوئی کھاتا ہے۔ اور ایک اُدھ مرتبہ نہیں بلکہ بار بار کھاتا ہے۔ تو فقہ جعفریہ میں ایسا شخص صرف ڈانٹ کا مستحق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

## فروع کافی:

وَبِهَذَا الْأُسْنَادِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ  
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ أَكَلُ الْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ  
وَلَحْمِ الْخَنَازِيرِ عَلَيْهِ أَدَبٌ فَإِنْ عَادَ أَدَبٌ فَإِنْ  
عَادَ أَدَبٌ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ.

(فروع کافی جلد ۷ ص ۲۲۲ کتاب الحدود)

(مطبوعہ قلمرو)



ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے مُردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھایا۔ اُسے ڈانٹ پلائی جائے۔ پھر اگر انعام کرے۔ اور پھر دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تو بھی اسے ڈانٹ پلائی جائے۔ اس پر حد نہیں ہے۔ کتب شیعوہ سے ہم نے نجفی کے گھر کی ”فقہ“ کی آپ کو تھوڑی سی سیر کرائی۔ فقہ حنفی پر کتے کے چمڑے کی طہارت وجہ اعتراض تھی۔ لیکن اپنے گھر خنزیر کے ڈور سے پانی نکال کر استعمال کرنے کی ان کا امام اجازت دے رہا ہے۔ اس کی طرف کوئی خیال نہیں۔ اگر کوئی خنزیر کا گوشت کھاتا ہے۔ اور بار بار کھاتا ہے۔ تو وہ بھی صرف ڈانٹ کے لائق ہے۔ کیا خیال ہے۔ ایسے مسائل کے ہوتے ہوئے ”فقہ جعفری“ کو سینے سے لگائے رکھنا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ کرنا ”فقہ حنفیہ“ سے بہتر ہے؟ اللہ تعالیٰ حقائق کی سمجھ اور ان کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

## اعتراض نمبر ۵

ابو حنیفہ تو بہت بڑا جولا ہے تھے اور جولا ہا اسلام کو کیا سمجھے

اہل سنت کی معتبر کتاب شذرات الذہب ص ۲۲۰ میں لکھا ہے  
نُعْمَانٌ لَدَا ذَاكَ يَرْغَبُ لِعَمَلِ الْخَزَّ وَحَيْثُ دَا صَنَاعٍ۔ کہ نعمان صاحب کا ایک بہت بڑا گھر تھا۔ اور اس گھر میں نعمان کا کھڑی کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمان بہت بڑے جولا ہے تھے۔ پس کجا ایک بہت بڑا جولا اور کجا دین اسلام جو لاہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت محمدی کا امام نہیں ہو سکتا اور اسی جولا ہا پین کا ثبوت نعمان صاحب نے فقہ اکبر میں یوں دیا ہے۔

وَوَالِدَا ذَاكَ لَدَا ذَاكَ عَلَى الْكُفْرِ۔ کہ نبی کریم کے والدین



امعاذ اللہ کفر کی حالت میں مرے تھے۔

(حقیقت فقہ منفیہ ص ۱۹)

جواب:

الزام مذکورہ بالا میں نجفی نے سرکار امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر دو اعتراض کیے۔ اول یہ کہ آپ جولا ہے تھے۔ اور جولا ہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت کا امام نہیں بن سکتا دوم یہ کہ انہوں نے دو چار حرف پڑھ کر بے نیکی باتیں کہیں۔ اُن میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق کفر پر انتقال کرنا بھی ہے۔

تردید امر اول:-

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جولا ہا کہہ کر نجفی دراصل ان کی تحقیر چاہتا ہے۔ کاش کہ اس موضوع پر اُسے اپنے مسلک کے مجتہدین کی تحریرات دیکھنا نصیب ہوتیں۔ تو اس طرح نہ ہینگتہ۔ امامت کے لیے یہ شرط کہ وہ اعلیٰ خاندان کا ہی ہو۔ کس نے لگائی ہے خاندان یا پیشہ ایک عارضی اور ضمنی چیز ہے۔ اصل آدمی ہوتا ہے۔ اولاد آدم ہوتے کے اعتبار سے باعتبار ذات تمام ایک ہیں۔ اس کی ذرا وضاحت اپنے مجتہد سے سنئے۔

تفسیر کوامع التنزیل

دریں جادالات میں کہند کہ دختر والالہب و عالی حسب و جلیل نسب ہر ذی ذات اگرچہ دراصل غلام زنگی و حبشی باشد و ادن جائز است ای احد مطاعن اس۔ امام است چنانچہ خود اعز اہل اسلام ایں را قبیح و مشر میدانند بل میگویند کہ علماء مسلمانان تجویز کردہ اند کہ بنکاح میدہند دختر سادات



بنی فاطمہ را کہ اولاد رسول باشند بعام آدمی اگر چه شرابی قمار باز کم ذات  
و غلام حبشی رزائل صفات ابا و جدّاً باشد در این عقل تنفری کند۔

جواب اول:

عند العقل و مجموع نقل بل بالضرورة ثابت و مقطوع است کہ ہمد آدمیان  
من حیث الذات متحد اند پس قطعی بودن این کفایت و مماثلت ذاتی در اشیا  
ثابت و ثبوت این مناجح در بین خود ایشان لازم و ثابت باشد و از اینجا  
در حدیث مرتفعی علی علیہ السلام آمدہ۔ ان الناس من جہد التمثال  
اکفاء ابونا آدم والام حواء۔

(تفسیر جامع التشریح الجزر الثانی ص ۲۷۲ مطبوعہ  
رفاہ عامہ پریس لاہور)

ترجمہ:

علامہ حیری نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ کہ وہ  
اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز نہیں سمجھتے اور یہ نظریہ غلط ہے۔ لیکن ملا حیری  
خود ایک اشکال بیان کرتا ہے کہ اگر اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز قرار  
دیا جائے تو یہ نظریہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ ایک اعلیٰ نسب  
کی لڑکی اچھے حسب و عمدہ کردار کی مالکہ ایک ایسے شخص کے نکاح میں  
دے دی جائے۔ جو فئات کے اعتبار سے کمینہ ہو اگرچہ وہ حبشی  
غلام اور سیاہ رنگ والا ہو۔ یہ اسلام پر کیے گئے اعتراضات ہیں  
سے ایک اعتراض ہے۔ چنانچہ اس بات کو خود مسلمانوں کے نامور لوگ قبیح  
اور برا سمجھتے ہیں۔ بلکہ مذکورہ نظریہ والے تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا کی نسل سے



کسی سیدزادی کا نکاح ایک عام آدمی کے ساتھ کر دینا جائز ہے۔  
چاہے وہ عام آدمی شرابی، بخواری، کم ذات، غلام حبشی اور  
باپ دادا سے کھینی صفات سے متصف چلا آرہا ہو۔ اس بات سے  
عقل نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

### جواب اول:

از روئے عقل اور باتفاق نقل بلکہ بدیہی طور پر یہ ثابت اور یقینی بات ہے کہ  
تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ لہذا یقینی طور پر دو آدمیوں کے درمیان پائے جانے  
والی یہ مماثلت اور کفایت ان کے درمیان جواز نکاح کے لیے کافی ہے۔ اسی حقیقت  
کو سامنے رکھیں۔ تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مفہوم اسی کی تائید  
کرے گا۔ ”وہے شک تمام انسان ایک دوسرے کی مثل ہونے کے اعتبار سے  
ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ ہم سب کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد آدم ہونے میں اعلیٰ و ادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں۔ اگر  
عزت و اکرام میں درجہ بندی ہے تو وہ تقویٰ و خوفِ خدا پر ہے۔ لہذا پیشہ کے اعتبار  
سے کسی کی حقارت نہ عقلاً درست اور نہ نقل اس کی اجازت دے۔ خود اہل تشیع  
اس قسم کی تفریق کرنے والوں کی بروز حشر گرفت کے قائل ہیں۔

### مجمع البیان

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ أَيْ مِنْ  
آدَمَ وَحَوَّاءَ الْمَعْنَىٰ إِنَّكُمْ مُسْتَاوُونَ فِي النَّسَبِ لِأَنَّ  
كُلَّكُمْ يَرْجِعُ فِي النَّسَبِ إِلَىٰ آدَمَ وَحَوَّاءَ زَجَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ  
عَنِ التَّفَاخُرِ بِالْأَنْسَابِ..... وَرَوَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



اَنذَقَالَ يَقْرُلُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَمْرَتُكُمْ  
فَضِیْعَتُمْ مَا عَلِیْدَتْ اِلَیْكُمْ فِیْدٍ وَ رَفَعَتْ اَنْسَابُكُمْ  
فَالِیْرَمَ اَرْفَعُ نَسَبِیْ وَ اَضَعُ اَنْسَابُكُمْ اَیْنَ الْمُنْتَقُونَ  
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جز ۹ ص ۱۳۷-۱۳۸)

سورۃ حجرات مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ یعنی  
آدم و حوا سے۔ معنی یہ ہے کہ تم نسب کے اعتبار سے سب برابر ہو  
اس لیے کہ تم نسب میں سبھی آدم و حوا کی طرف ہی پہنچتے ہو۔ اللہ تعالیٰ  
نے آیت کریمہ میں نسب کے طور پر ایک دوسرے پر فخر کرنے پر  
ڈانٹا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
بروز قیامت فرمائے گا۔ لوگو! میں نے تمہیں ایک حکم دیا تھا۔ تو تم نے میرے  
ساتھ کیا گیا اقرار و عہد ضائع کر دیا۔ اور اپنے اپنے نسب کو اونچا کرنے لگے  
لہذا آج کے دن میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ اور تمہارے نسب  
کو جھکا رہا ہوں۔ کہاں ہیں صاحبانِ تقویٰ؟ بے شک اللہ تعالیٰ کے  
بارگاہ میں تم میں سے صاحبِ اکرام وہی ہے۔ جو صاحبِ تقویٰ  
ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر ان کے ایک بیٹے  
کا اعتبار کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک آدمی ہونے کے اعتبار سے  
وہ اور سب آدمی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہذا اس قسم کی تفریق کرنے والے



کل قیامت کو سرنگوں ہوں گے۔ ہاں اگر بڑائی کا معیار ہے تو وہ خوب خدا اور تقویٰ ہے۔ اب اس معیار کے اعتبار سے امام اعظم کی سیرت کو دیکھیں۔ تو نظر اُٹے گا۔ کہ آپ واقعی ”عند اللہ اکرم“ میں۔ ملاحظہ ہو۔

## امام ابوحنیفہ اور ان کے والد گرامی کی شخصیت ایک شیعہ کی نظر میں

### الامام الصادق:

راختصار کے پیش نظر ہم صرف استاد الیٰ مدینی شیعہ کے تاثرات ترجمہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔)

امام ابوحنیفہ کے والد کا نام و نسب ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے۔ اور یہ ثابت دین و عقل کی طرف جو لوٹے تو یہ اپنے اصل کی وجہ سے تھا۔ (کیونکہ ان کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برکت کی دعا کی تھی۔ کَانَ ثَابِتًا صَخِيْرًا فَدَعَا لَهُ الْاِمَامُ عَلِيٌّ بِالْبَرَكَةِ)

(الامام الصادق ص ۲۸۲)

روایت کی گئی ہے کہ ثابت اپنی جوانی میں عابد اور زاہد تھا۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ ایک سیب پانی میں بہتا ہوا آیا۔ تو آپ نے اس کو روک لیا۔ اور وضو کرنے کے بعد اس کو کھا لیا۔ اس کے بعد جب تھوکا تو تھوک میں خون آیا۔ انہوں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ سیب جس کو میں نے کھایا ہے۔ یہ حرام ہے ورنہ میری تھوک خون سے نہ بدلتی لہذا آپ اٹھ کر اس طرف روانہ ہوئے کہ جدھر سے پانی آ رہا تھا۔ اُگے اگر ایک سیب



کا درخت آیا جب کاجل اسی طرح کا تھا جیسا انہوں نے کھایا تھا۔ تو آپ نے اس کے مالک کو تلاش کیا۔ اور اس کو سارا واقعہ سناتے ہوئے اس سیب کا معاوضہ ایک درہم پیش کیا۔ مالک نے جب اس اتفاق اور پرویز گاری کو دیکھا تو اس نے کہا کہ زمیں ایک درہم سے راضی ہوں۔ اور نہ اس سے زیادہ۔۔۔ تو حضرت ثابت نے فرمایا۔ تو کس طرح راضی ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جو نہ دیکھتی ہے نہ بولتی ہے نہ سنتی ہے نہ چلتی ہے۔ لہذا تو اگر اس کو قبول کرے تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ ورنہ میں تیرے ساتھ قیامت میں جھگڑا کروں گا۔ تو حضرت ثابت نے اپنے دل میں سوچنے کے بعد اپنے دل میں کہا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت نرم اور سہل ہے۔ تو جب نکاح ہو گیا۔ تو اپنی بیوی کے پاس گئے اس کو بے مثال خوبصورت پایا۔ تو اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سخت اشتباہ میں پڑ گئے کہ یہ کون ہے۔ تو اس نے اگے سے بول کر کہہ کر یہی فلاں کی بیٹی اور تمہاری بیوی ہوں تو حضرت ثابت نے فرمایا۔ میں مجھے اس کے خلاف پاتا ہوں۔ جو تیرے باپ کے تیرے متعلق بیان کیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ میں کئی سالوں سے گھر سے باہر نہیں نکلی اور میں نے کسی اجنبی آدمی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی کے کلام کو سنا اور نہ ہی انہوں نے میرے کلام کو سنا۔ لہذا حضرت ثابت نے حقیقت حال کو پا نے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو ہمارے تمام غموں کو مٹا دے گا اور ہمارا رب بخشنے والا اور شکر کی جزا دینے والا ہے۔ اس کے بعد اس نے عقیقہ لکھتا ہے۔



## الامام الصادق:

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِ ثَابِتٍ وَلَا بِمِثْلِ  
 سَاحِبَتِهِ فَلَا عَجَبَ أَنْ يَسْأَلَ مِنْهُمْ مَا رَدَّتْ فِي  
 سُرْرَةِ الْإِنْسَانِ وَ سَيِّدَةِ الْمَلِكِ وَيُخَيِّ اللَّهُ  
 بِهِ الْزَيْنَ الْقَوِيمَ وَيَشِيعُ مَذْهَبَهُ فِي الْأَقْطَارِ  
 وَعِلْمَهُ فِي الْأَمْصَارِ وَيَقُولُ مِنْ هَذَا الْوَالِدِ  
 الْوَرَعِ الذَّاهِدِ وَ هَذِهِ الْأُمُّ الطَّاهِرَةُ وَلَدَ  
 الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ أَبُوحَ نَيْفَةَ النُّعْمَانِ فِي مَدِينَةِ  
 الْكُوفَةِ فِي سَنَةِ ٨٠ مِنْ الْهَجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ فِي  
 عَصْرِ الدَّوْلَةِ الْأُمَوِيَّةِ فِي خِلَافَةِ عَبْدِ مَلِكٍ

بن مروان

الامام الصادق ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان

ترجمہ:

ہائے افسوس! اب زمانہ حضرت ثابت ایسا آدمی اور ان کی بیوی  
 ایسی عورت نہیں لائے گا۔ ایسے دو بزرگوار میاں بیوی سے اگر ایک  
 بچہ جو صورت انسانی میں سیرت ملکوتی سے مزین پیدا ہو۔ تو کوئی  
 تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور اسی بچے کے سبب اللہ تعالیٰ دینِ قویم  
 کو زندگی بخشے۔ اور اس کا مذہب چار داتا گ عالم میں پھیلے۔

اور اس کا علم شہروں میں پڑھا پڑھایا جائے۔

اور ان دونوں بزرگوں یعنی ایک عابد، زاہد متقی والد اور پاکیزہ صفات



کی حامل والدہ سے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ شہر  
میں پیدا ہوئے۔ جب اموی دور تھا۔ اور عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا  
(امام الصادق ص ۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان)

### توضیح :

استاد عینی نے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جو حقیقت تھی۔ اسے قارئین  
کے گوش گزار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے والدین کا زہد و تقویٰ بے مثل تھا اللہ تعالیٰ نے  
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی دعا و وسید سے انہیں ایسا بچہ عطا کیا۔ جو خداداد  
صلاحیتوں کی بنا پر دین و اسلام کا عظیم خادم اور امت مسلمہ کا عظیم امام و رہنما ہوا۔ دنیا میں اس  
کے علم کی روشنی پھیلی۔ ایک طرف یہ حقائق اور دوسری طرف حسد و بغض سے بھرے نخبی کی  
تحریر (کہ چند حرف پڑھ کر بے تلخی باتیں کرنے والا امام کیسے ہو سکتا ہے۔) دونوں کا موازنہ  
کریں۔ تو حقائق منہ بخود بخود سامنے آجائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



## ترذیلام مرموم

”امام اعظم نے چار حرف پڑھ کر بے تکے فتوے دیئے الخ نہجی اس تحریر سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علم کو تحقیر بھرے انداز میں بیان کر رہا ہے۔ گویا امام ابو حنیفہ ”عالم“ تھے ہی نہیں پھر امامت کا دعویٰ یا لوگوں کا انہیں امام تسلیم کر لینا زری حماقت ہے۔ اور انہیں مجتہد کا درجہ دینا کوئی عقل مندی نہیں۔ آئیے الامام الصادق کے مصنف اساذ حنیفی سے پوچھیں کہ امام ابو حنیفہ واقعی علمی طور پر ایسے ہی تھے۔

امام ابو حنیفہ اگر مٹی کے ستون کو دلائل سے سونا ثابت کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے

### الامام الصادق:

إِنَّ عَصْرَ إِدَى حَرِيئَةً كَانَ عَصْرَ الْمُنَاطِرَاتِ وَالْجَدَلِ  
إِلَى أَقْصَا حَدِيدٍ مُنَاطِرَاتٍ بَيْنَ أَهْلِ الْهَوَا وَبَيْنَ  
خَرَقِ الْمُخْتَلَفَةِ وَبَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا  
وَكَانَ أَكْبَرُ حَيْفَةٍ فَرَّقَتْ الْمُنَاطِرَ شَدِيدَ الْجَدَلِ  
يَنْتَحِ بِهِنَّ إِلَى الرَّمَايِلِ يُعَيِّنُهُ عَلَى الرُّسُلِ  
إِلَى الْأَشْوَزِيَا نَتِيَجَةً فِي غَالِبِ الْأَحْيَانِ كَمَا أَوْصَفَهُ



الْإِمَامُ مَا لَيْكَ بِقَوْلِهِ رَأَيْتُ رَجُلًا كَرَّحَ كَلِمَةً فِي هَذَا  
السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لِقَامٍ بِحُجَّتِهِ وَفِي رِوَايَةٍ  
أَنَّهُ قَالَ نَا اللَّهَ كَوَقَالَ إِنَّ هَذَا الْأُسْكَرَانَةَ مِنْ  
ذَهَبٍ لَا قَامَ الدَّلِيلُ الْقِيَاسِي عَلَى سِتْحَةِ قَوْلِهِ -

(الامام الصادق ص ۳۱۵)

### ترجمہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ مناظرات و باہمی جھگڑوں کا زمانہ تھا۔ اور یہ علمی  
بحثیں اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھیں۔ بے دینوں کے درمیان مناظرے اور  
فقہاء کے ایک دوسرے کے ساتھ مناظرے معمول بن چکے تھے۔  
امام ابوحنیفہ مضبوط ترین مناظر اور سخت ترین جدل کرنے والے تھے۔ آپ  
ہر قسم کے اُن اسباب سے مسلح تھے۔ جو انہیں کامیابی سے ہم کنار کرنے  
میں ان کے معاون ہو سکتے تھے۔ اور اکثر اوقات غلبہ انہی کا ہوتا تھا۔ امام  
مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا۔

میں نے ایک شخص دیکھا۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دکھانا چاہے  
تو وہ اپنی دلیل سے ایسا کر سکتا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے۔ امام مالک نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر ابوحنیفہ کہہ دیتا کہ یہ  
ستون سونے کا ہے۔ (اور ہوتا وہ مکڑی یا مٹی کا بنا ہوا) تو وہ دلیل قیاسی سے اسے صحیح  
کر دکھاتا۔

لہذا ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بلالہ علیہ اور زور استدلال کو اپنے  
دور کی سلسلہ شہاسیات بھی تسلیم کرتی تھیں۔ اگر اس علم و استدلال کے سورج کو چمکا دُرُغنی  
نہ دیکھ سکے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ رہا یہ مسئلہ کہ امام ابوحنیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم



کے والدین کریمین کے بارے میں فقہ اکبر میں دو مآثر علی الکفر لکھا ہے۔ تو اس پر پہنچ کرتے ہیں۔ کہ فقہ اکبر متن کی یہ عبارت کوئی دکھاوے۔ تو اسے پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ فقہ اکبر کے پرانے اور نئے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

نوٹ:

عبارت مذکور فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھی ہے۔ اس کا رد تقریباً سبھی اہل سنت علماء نے لکھا ہے۔ بلکہ نبراس (جو شرح عقائد کی شرح ہے) میں ملا علی قاری کی اس عبارت سے توبہ و رجوع تحریر ہے۔ اس لیے نجفی ایسے شخص کو یہ کہہ کہ ابو حنیفہ جولاہا ہے۔ ان کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر بھی الزام آجاتا ہے۔ اور ان کی توہین کے مترادف ہے

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ کے  
سوتیلے باپ ہیں

مناقب ابن شہر آشوب:

إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ تَمِيمٌ تَلَامِيذُ زَيْدٍ وَإِنْ أَدَّاهُ فِي حَبَالَةٍ  
الصَّادِقِ -

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ خیابان قم)

ترجمہ:

(ابو عبد اللہ محمد شہدائے کبریا کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تلمیذ ہیں)



کے شاگرد تھے۔ اور ان کی والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
عقد میں تھیں۔

## خلاصہ کلام:

جب امام ابوحنیفہ جو لڑے ہوئے تو ان کی والدہ بھی جولائی کہلائیں گی۔ اب یہی  
طعن والزام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بھی اُٹے گا۔ کہ آپ نے ایک جولائی سے شادی  
کی۔ اس کا کیا جواب ہو گا؟ مختصر یہ کہ شذرات الذہب میں امام اعظم کے پیشہ کے بارے میں  
لکھا گیا ہے۔ کہ آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور خود گھر پر کپڑا تیار کرنے کے لیے آپ  
کے پاس کئی ایک ملازم بھی تھے۔ اسے کاروبار تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس کاروبار کی بنا پر  
کسی کو جولاہا کہہ دینا ہرگز درست نہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی حسنی حسینی سید جو تیوں کے کاروبار کرتا ہو۔  
اور اپنے کارخانے میں بہت سے مزدور رکھے ہوں۔ تو وہ سید و موجی نہیں بن جائے  
گا۔ جس طرح جو تیوں کے کاروبار اور کارخانہ چلاتے ہوئے ایک سید، موجی نہیں بنتا۔  
اسی طرح کپڑے کے کاروبار سے آدمی دو جولاہا، نہیں ہو جاتا۔ حضرات انبیاء کرام خود  
کئی کام اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود انہیں ایسے الفاظ سے یاد  
کرنے کا کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔

فلعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۶

اگر یہ عوادے درست ہے کہ امام جعفر صادق کے ارشاد آہی فقہ حنفی کی بنیادیں۔ تو بخاری و مسلم نے ائمہ اہل بیت سے روایات کیوں نہیں لیں۔

تونسوی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۱۲ پر یہ پال بھی چلی ہے کہ امام جعفر کی وہی فقہ ہے جو انہوں نے اپنے شاگردان رشید ابو حنیفہ مالک اور دیگر اکابرین اہل سنت کو تعلیم فرمائی تھی۔ پس یہی فقہ حقیقت میں فقہ جعفریہ ہے۔

جواب:

تونسوی صاحب کیا آپ کا ذہنی توازن تو خراب نہیں ہو گیا۔ اگر امام جعفر کے تمام بزرگوں کے استناد ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کے امام بخاری اور مسلم نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ان سے حدیث نہ لی یا آپ کی فقہ کی کتابوں میں امام جعفر کے فرامین کیوں مذکور نہیں اور اس فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کا نام کیوں نہیں دیا جاتا۔ فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کہنا یہ چودھویں صدی میں آپ کا ڈھکوسلا اور سفید جھوٹ ہے۔ لعنة اللہ علی الکاذبین (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۰)

جواب:

نجفی صاحب نے اس اعتراف میں دو پریشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اول کہ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تمام اہل سنت کے اکابر کے استاد ہیں۔ تو پھر ان کی روایات بخاری و مسلم میں کیوں نہیں؟ دوم یہ کہ امام ابو حنیفہ کا علم دراصل امام جعفر صادق کا علم تھا۔ تو اس بنا پر ان کی فقہ کو حنفیہ کی بجائے وہ فقہ جعفریہ کہل جاتا۔



## حصہ اول کا جواب:

امام بخاری اور مسلم کا اپنی صحاح میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر نہ کرنا اس بنا پر ہے۔ کہ ان دونوں محدثین کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ اکتساب واستفاضہ کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ جعفر صادق کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی۔ اور امام بخاری ٹھیک ایک سو بارہ سال بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور امام مسلم تقریباً ایک سو بائیس سال بعد ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ لہذا ان کی باہم حدیث کی سماعت و اخذ ناممکن تھی۔ دوسرے طریقہ کہ ثقہ راوی کے ذریعہ ان تک امام جعفر صادق کی احادیث پہنچیں۔ امام موصوف سے روایت کرنے والے زرارہ اور بصیر وغیرہ ایسے افراد ہیں۔ جن پر خود امام موصوف نے لعنت بھیجی۔ اور ان کا وطیرہ یہ تھا کہ وہ احادیث ائمہ اہل بیت میں کمی بیشی کیا کرتے تھے۔ بلکہ موضوع احادیث ان کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر امام موصوف نے فرمایا۔ ہماری کسی حدیث کو اس وقت تسلیم کرو۔ جب وہ قرآن و حدیث سے ملتی ہو۔ اب ایسے راویوں کی روایت پر کون اعتبار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی شرائط پوری نہ ہونے کی بنا پر امام جعفر صادق کی روایات کو اپنی صحاح میں ذکر نہیں کیا۔ اس لیے اعتراض زرارہ اور بصیر پر کریں۔ کہ انہوں نے آپ کے امام کی روایات کو اپنے مفاد کی خاطر دوسرے تک پہنچنے میں رکاوٹ کھڑی کر دی۔

## حصہ دوم کا جواب:

یہ ٹھیک ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور امام موصوف آپ کے سوتیلے باپ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی فقہ کو جعفریہ کی بجائے حنفیہ کہا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ نسبت کسی کے مرتبہ اور مقام



کے پیش نظر نہیں۔ اگر یہی وجہ ہوتی تو فقہ صدیقیہ، فقہ فاروقیہ وغیرہ نام ہوتا۔ اور اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آپ اپنی فقہ کو فقہ علویہ، فقہ حسینیہ، فقہ حسینیہ یا فقہ باقریہ کی بجائے فقہ جعفریہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے یہ نسبت درست نہیں۔ اسی طرح امام عارف نے فقہ کی نسبت ابو حنیفہ کی طرف اس لیے کی۔ کہ مسائل شرعیہ کی تمام انواع پر جزئیات ان اکابر سے نہیں ملتیں۔ جب ان جزئیات کا حصول ابو حنیفہ سے ہے۔ تو پھر فقہ کی نسبت ان کی طرف ہو گئی۔ رہا یہ معاملہ کہ ابو حنیفہ کی بیان کردہ تمام جزئیات کا مادی اور مرکز امام جعفر صادق کی ذات ہے۔ تو پھر اس اعتبار کے پیش نظر بھی اس فقہ کا نام فقہ جعفریہ ہونا چاہیے تھا۔ تو اس بارے میں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے دور میں کچھ ایسے لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ جنہوں نے آپ کے ارشادات میں اپنی خواہشات کو بھی دخل دے دیا۔ اس طرح ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہو گئیں۔ بایں وجہ ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہو گئیں۔ بایں وجہ ان کی طرف نسبت نہ کی گئی ورنہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔

قوله السنتان لملك النعمان۔ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے دو سال بسر کرنے کا موقع نہ ملتا۔ تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کو اپنی طرف فقہ کی نسبت کرنے شوق نہ تھا۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ان بار احسانات عظیم ہونے کے باوجود ان کی روایات میں چونکہ گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے اقتیاط سے کام لیا گیا۔ جہاں تک حضرات ائمہ اہل بیت سے کسی روایت کا مقام و مرتبہ ہے بشرطیکہ وہ صحیح سند کے ساتھ ہو۔ تو اس کے بارے میں ہمارے اکابر یہاں تک فرما گئے ہیں :-



سند حدیث میں اگر تمام راوی اہل بیت کے افراد  
ہوں۔ تو اس سند کو پڑھ کر مجنوں پر دم کرنے سے  
اس کا جنون جاتا رہتا ہے

ابن ماجہ:

حدثنا علي بن موسى الرضا عن ابيه عن جعفر  
ابن محمد عن ابيه عن علي بن حسين عن ابيه  
عن علي ابن ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ  
قَالَ أَبُو الصَّلْتِ نَوَقَرْتُ هَذَا السَّنَادَ عَلَى مَجْنُونٍ لَبِزاً

(ابن ماجہ ص ۸ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی  
ہے کہ ایمان قلبی معرفت، لسانی اقرار اور اعضا سے عمل کا نام ہے  
ابو الصلت کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کی اسناد کسی مجنوں پر پڑھ  
کر دم کیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔

ملحد فکریہ:

امثال بیت کا احترام اور قدر و منزلت کا حوالہ دینا روایتاً بالابن جبر کی کیا



ہے۔ شامی "مجان اہل بیت" ایسی قدر و منزلت کرتے ہوں۔ صرف ان حضرات کے اسماء گرامیہ کو پڑھ کر مجنوں پر دم کر دینا اور پھر اسے افاقہ کی خوشخبری کچھ کم قدر و منزلت نہیں۔ اور اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت و عقیدت عطاء فرمائی ہے۔ ہمارے سوا کابر بھی اسی عقیدے سے سرشار تھے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جو واضح وجہ خود شیعہ مصنفین نے تحریر کی ہے۔ وہ بھی عقیدت اہل بیت تھی۔ ناسخ التواریخ ص ۲۲۰-۳۱۹  
الانام الصادق بیروت جلد اول ذکر اسباب مقتل ابی عقیفہ ص ۱۳۶۲ اور مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت۔

## اعتراض نمبر

فقہ حنفی کے راوی اور شیوخ کے مسلمہ خلیفہ ناقابلِ اعتماد ہیں۔

تونسوی اور ملک صاحب نے اپنے رسالوں میں دل کی بھر اس یوں بھی نکالی ہے۔ کہ شیخ عبد مزہب کی کتب امارت کے راوی جھوٹے ہیں۔ فقہ جعفریہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

جواب:

مسئلہ مشہور ہے چھانچ کو چیلنی کیا طعنے دیں۔ جبکہ اس میں بے شمار تھید موجود ہیں۔ ہم جی بی عرض کرتے ہیں کہ حسیب اہل سنت کی کتب امارت کے راوی جھوٹے ہیں پس فقہ حنفیہ بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ بلکہ راوی کی شان اور ہے اور خلیفہ و امام کی شان اور ہے اور اہل سنت کے امام اور خلیفے بھی قابلِ اعتبار نہیں۔ نمونے کے طور پر بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اہل سنت کا پہلا مایہ ناز خلیفہ اور راوی ابو بکر ہے۔ بنی شریعت کتاب الخمس و



ہے۔ کہ اس نے نبی کریم کی بیٹی کا حق غضب کر کے رسول اللہ کو اذیت دی ہے۔ اور اس پر قرآن پاک میں لعنت کا ذکر ملتا ہے۔ نیز ادب المفرد کتاب الدعاء میں حضور نے فرمایا یَا أَبَا بَكْرٍ الشِّرْكَ فَنِيْكُمُ اخْفَى مِنْ دَيْبِ الثَّمَلِ کہ شرک تم میں پیونٹھی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ نیز مؤطا امام مالک کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ حضور نے ابوبکر کے بارے میں فرمایا۔ مَا أَذْرِي مَا تَحْدِثُونَ بَعْدِي۔ کہ نہ معلوم آپ میرے بعد کیا کیا بدعات کریں گے۔ نیز مسلم شریف کتاب الفی میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے اقرار کیا۔ کہ جناب امیر اور جناب عباس ابن عبد المطلب ابوبکر کو کاذباً عاصماً غائباً غادرًا جھوٹا گناہ کا رخیانت دار اور دغا باز جانتے تھے۔ فقہ حنفیہ کے مایہ ناز راوی ابوبکر کے بھی وارے وارے جاواں۔ کیا شان ہے۔ راوی کی اگر مذکورہ صفحات والے بزرگ کی علفاء کی لسٹ میں گنجائش نکل سکتی ہے تو حنفیوں کو ہمارا حضرت زرارہ کیوں چھتا ہے۔

جواب:

غلام حسین نجفی نے اعتراض کا جواب جس انداز سے دیا ہے۔ اس سے اتنا ضرورتہ چلا۔ کہ زرارہ کی صفائی میں اس کے پاس کوئی معقول دلیل نہ تھی۔ اس کی بجائے اس نے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چار الزامات لگائے۔ ہم انشاء اللہ آئندہ سطور میں ان چاروں کا بالترتیب جواب ذکر کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الزام اول کی تردید:

”ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ الزہرا کا حق غضب کرنا۔“ اس الزام کی تفصیلی تردید ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ اس بارے میں چند سطور سپرد ہیں۔ ”باغ فدک“ کہ جس کے غضب کا الزام لگایا گیا ہے۔ وہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا ہی نہیں اس لیے غضب کا اطلاق ایسی چیز پر نہیں ہونا جو کسی



کی ملکیت میں نہ ہو۔

اصول کافی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ لَا تُورِثُ الْأَنْبِيَاءُ مَوَدُّهُمْ وَلَا دِينَارًا إِلَّا  
 عِلْمًا۔ حضرات انبیاء کرام اپنے پیچھے وراثت میں درہم و دینار نہیں بلکہ علم چھوڑتے ہیں جب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”باغ فدک“ کو اپنی ملکیت قرار ہی نہیں دیا۔ تو پھر اس کو بطور  
 وراثت تقسیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ  
 نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ اگر صدیق اکبر کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی باغ فدک کا فیصلہ  
 وہی کرتا جو آپ نے کیا۔ (شرح ابن عدید) اور اگر نجفی وغیرہ کے بقول یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ  
 باغ فدک سیدہ خاتون جنت کی جاگیر تھی۔ ابو بکر صدیق نے اسے غصب کیے رکھا۔ تو جب  
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سند خلافت پر ممکن ہوئے۔ تو آپ نے حق کو حقدار کی طرف پہنچانے  
 کا فیصلہ کیوں نہ فرمایا؟ اس عقلی استدلال کا جواب صاحب علیۃ الابرار نے یوں دیا ہے۔  
 چونکہ یہ باغ ظالموں کے ہاتھ لگ چکا تھا۔ اس لیے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واپس نہ لیا۔  
 اس پر کوئی ان سے پوچھ سکتا ہے۔ کہ باغ واپس نہ لینے کی وجہ جب ظلم ہے۔ تو یہی وجہ خلفاء  
 میں بقول اہل تشیع موجود ہے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کے نزدیک غاصب اور ظالم تھے۔  
 (معاذ اللہ) تو پھر ان میں غاصبوں کی چیز کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لینے میں تاثر کیوں نہ کیا؟  
 ”باغ فدک“ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اس کی آمدنی سے  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خاتون جنت کو گھر کے اخراجات کے لیے کچھ دیا کرتے تھے  
 جب آپ کا انتقال ہو گیا۔ تو سیدہ نے سمجھا۔ کہ اس کی آمدنی کے حق دار ہم ہیں۔ لہذا یہ باغ  
 ہمیں ملنا چاہیئے۔ جناب صدیق اکبر نے اس کی آمدنی کے مصارف بیان کیے۔ اور اس پر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کی شہادت پیش کی۔ تو سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے  
 اسے تسلیم کر لیا۔ شرح ابن میثم میں یہی مضمون منقول ہے۔ جب فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے شوکر  
 شبہات کے دور ہونے کے بعد صدیق اکبر کے فیصلہ پر راضی ہو گئیں۔ تو پھر اس پر نجفی وغیرہ کو



دکھایوں ہے۔ جس کا مطالبہ تھا۔ وہ راضی ہیں۔ اور جن کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ وہ چیخ و پکار میں مصروف ہیں۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کی وجہ ہی جب موجود نہیں۔ تو پھر ابو بکر صدیق کے بارے میں یہ فرض کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ کہ انہوں نے سیدہ کو باغ فدک نہ دے کر ناراض کیا۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی مول لے لی؟۔

## الزام دوم کی تردید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم میں شرک ہے گویا ادب المفرد کے حوالہ سے نجفی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک والا یعنی مشرک کہا۔ سنیوں نے اُسے اپنا امام بنالیا۔ (معاذ اللہ) ادب المفرد کی عبارت۔ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشرک ثابت کرنا بہت برا دھوکہ ہے اس دھوکہ دہی کو ظاہر کرنے کے لیے ہم پہلے ادب المفرد کی عبارت مذکورہ سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ پھر اس کی تشریح بیان کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

## ادب المفرد:

حدثنا العباس الفرسي قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا  
سَيْثٌ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ قَالَ  
سَمِعْتُ مُحَقِّلَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ السَّيْدِيقِ  
إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لِلشُّرْكِ فِيْكَ خُفْيٌ مِّنْ دَبِيْ  
النَّمْلِ فَقَالَ أَكْبَرُ بَرٍّ وَكُلِّ الشُّرْكِ، إِلَّا مَنْ جَعَلَ مَعَ  
اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ هَذَا الشُّرْكَ  
أَخْفَى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ إِلَّا أَذْلَكَ عَلَى شَيْءٍ إِذَا قُلْتَ ذَهَبَ



عَنْكَ قَلِيلٌ وَكَثِيرَةٌ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ  
أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ

(ادب المفرد ص ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ بیروت)

### ترجمہ:

جناب لیث کہتے ہیں کہ ایک بصری مرد نے مجھے بتایا کہ میں نے معقل بن یسار سے سنا کہ میں (معقل بن یسار) ابو بکر صدیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ نے ابو بکر کو کہا سب سے بڑا شرک تم میں چھوٹی چیز کے چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ ابو بکر صدیق نے عرض کیا۔ شرک تو یہی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بنائے (اور میں تو یہ ہرگز نہیں کرتا)۔ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شرک چھوٹی چیز کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ کیا میں تجھے ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو قلیل و کثیر سب کو تجھ سے نکال دے؟ عرض کی ضرور۔ فرمایا۔ یہ کہو۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو جانتے بوجھتے شریک ٹھہراؤں۔ اور میں تجھ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اس سے جس کا مجھے علم نہیں۔

### توضیح:

ادب المفرد کی روایت سے معلوم ہوا کہ اس شرک سے مراد وہ شرک ہے جو بہت پوشیدہ اور مخفی ہے۔ جس کی پوشیدگی اور خفا خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ وہ چھوٹی چیز کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ اس شرک سے مراد وہ نہیں جو مشرکین مکہ میں تھا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ شرک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا



قد ابنا ہے۔ اور میں ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اس شرک سے مراد عام مشرکوں والا شرک نہیں۔ بلکہ اور ہے۔ اور اس انہی شرک کو ایک دوسری روایت نے صراحتاً بیان فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## مسند امام احمد بن حنبل:

عن عبادہ ابن نسی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ  
 اَنْتَ بَكِي فَقِيلَ مَا يَبْكِيكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرْتُ  
 فَأَبْكَانِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اتَّخَرْتُ  
 عَلَى أُمَّتِي الشِّرْكَ وَالشُّهُوَّةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 الشِّرْكَ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعْمَ أَمَّا الْخَفِيَّةُ لَا يَعْبُدُونَ  
 شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا رَتْثًا وَلَا كُنُوزًا  
 بِأَعْمَالِهِمْ

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ قاہرہ)

## ترجمہ:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبر روپڑے۔ تو پوچھا گیا۔ کیا وہ  
 ہوئی؟ فرمانے لگے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک بات  
 یاد آگئی ہے۔ اس نے مجھے رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنی امت پر شرک اور شہوہ خفیہ  
 کا خوف کرنا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد  
 مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا ہاں۔ بے شک۔ وہ سورج۔ چاند اور بتوں کی عبادت تو  
 نہیں کرے گی۔ لیکن اعمال دکھاوے کی غرض سے کریں گے (اور یہی شرک خفیہ ہے۔)



## توضیح:

معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ میں شرک سے مراد ”ریا“ ہے۔ وہ شرک نہیں جس سے آدمی مشرک ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور خلود فی النار کی وعید اس پر منطبق ہو جاتی ہے۔ دکھا دیا کہ ریاکاری ایک اخلاقی مرض ہے۔ اور اسے گناہ صغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ریا کو شرک کہنا جیسا کہ اہل سنت کی کتب احادیث میں ہے۔ اسی طرح کتب اہل تشیع میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

## اصول کافی:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اللَّهُ مُكَلِّمٌ رِيَاءٍ شَرِّكَ أَنتَ مَنْ عَمِلَ النَّاسُ  
كَانَ ثَوَابُهُ عَلَى النَّاسِ وَمَنْ عَمِلَ لِلَّهِ كَانَ  
ثَوَابُهُ عَلَى اللَّهِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۳ کتاب الایمان)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہر دکھلاوا شرک ہے۔ بیشک جس نے کوئی کام لوگوں کے (دکھانے اور خوش کرنے کے لیے) کیا۔ تو اس کا ثواب لوگوں سے جڑے گا۔ اور جس نے محض اللہ کی خاطر کوئی کام کیا۔ اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔

## المحذکرہ:

جب یہ طے ہو گیا کہ مذکورہ شرک سے مراد شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی ہے۔ تو پھر



اس نے مشرک بن جانا کس طرح درست ہوا۔ پھر ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”فیکم“ فرما کر تمام امت کو مخاطب کیا ہے۔ صرف سیدنا صدیق اکبرؓ کیان سے مخصوص ہو گئے۔ گویا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ جو آج تقریباً پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ بخفی کو یہ روایت بڑی پسند آئی۔ اور اس سے ابو بکر صدیق کی ذات پر الزام تراشا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی روایت تمام شیعوں کو پکا جہنمی بنادیتی ہے۔ ہم نہیں بلکہ شیعوں کے ایک بڑے مجتہد شیخ عباس قمی یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے الفاظ غور سے پڑھو۔

## منتہی الامال:

خصوصاً ریاء و کذب و غناء کہ دریں عمل جاری و ساری شدہ است.....  
 آثارِ پس در کتاب و سنت آیات و اخبار بسیار وارد شدہ بر حرمت و  
 وعید بر آن و در حدیث نبوی است کہ ادنیٰ ریاء شرک است و نیز از  
 آنحضرت مروی است کہ اہل آتش صحیح و فغاں نیکند از اہل ریاء عرضہ داشتند  
 یا رسول اللہ آتش نیز بفغاں می آید فرمود بے از حرارت آتشے کہ ریاء کاراں آل  
 معذب باشد و نیز فرمود کہ ریاء کار را روز قیامت پنجہار نام نہا میکنند مگویند  
 ای کافر! ای فاجر! سے غادر ای فاسد۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۵۴۴ مطبوعہ تہران)

## ترجمہ:

فائل کر یا۔ جھوٹا اور گناہ جانا کہ اس عمل (ما تم اور تعزیرہ داری) میں جاری  
 ہو چکا ہے۔ بہر حال ریاء تو کتاب و سنت میں بہت سی آیات و اخبار  
 اس کی حرمت پر وارد ہوئی ہیں۔ اور حدیث نبوی میں اس پر شدید وعید  
 موجود ہے۔ وہ یہ کہ ریاء ادنیٰ درجہ کا بھی شرک ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم



سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ چیخ و پکار کے ذریعہ ریاکاروں پر ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آگ بھی چیخ و پکار کرتی ہے۔؟ فرمایا اس کی چیخ و پکار اس آگ سے ہے جو یہاں لوگوں کے عذاب کے لیے مقرر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ریاکار کو کل قیامت کے دن چار ناموں سے بلایا جائے گا۔ اے کافر، اے فاجر، اے دھوکہ باز اور اے حسد کرنے والے۔

مفتی الامار کے حوالہ سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل تشیع نے تعزیر اور ماتم کی مخالفت و مجالس میں جھوٹ کے ساتھ ریا کو بھی دخیل کر لیا ہے۔ وہاں انہی لوگوں کے لیے یا کار شیعوں کے لیے قرآن و سنت سے حرام فعل کا مرتکب ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ اور پھر بڑی بھداری سے کام لیتے ہوئے انہیں مشورہ دیا گیا۔ کہ دوزخ سے بچو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ریاکار ماتمی تمام کے تمام از روئے حدیث، مشرک ہیں اور اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ایسی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس سے دوزخ بھی پناہ چاہتا ہے۔ اور یہ سب غاسر، غادر، کافر اور فاجر ہیں۔ یہ نتیجہ ہم نے غلام حسین نجفی کے انداز دلائل سے نکالا ہے۔ اس لیے اگر کسی ماتمی اور تعزیر دار کو یہ تحریر چھبے تو وہ نجفی کا گلا دبائے جس نے ایسے دلائل دیئے۔ کہ اپنے شیعوں کو بھی کہیں کا نہ چھوڑا۔

## الزام سوم کی تردید:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو کہا۔ ”مَا أَدْرِي مَا تَحَدَّثُونَ بَعْدِي“ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بخوبی علم تھا۔ کہ ابو بکر ان کی رحلت کے بعد بدعات کا شکار ہو جائے گا۔ اس الزام کے لیے نجفی نے موطا امام مالک رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا۔ الفاظ مذکورہ اسی سے لیے گئے ہیں۔ لیکن دھوکہ دینے کے لیے اس نے صرف اتنے الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ جن سے اس کی مطلب برآری ہو سکتی تھی۔ ہم مذکورہ روایت کے پورے الفاظ نقل کر کے سامعین، وقارین کرام کو اس کے فریب کا گاہ کرتے ہیں۔



## موطا امام مالک:

مالک عن ابی النضر مرلی عمر ابن عبید اللہ اَنَّهُ  
بَلَغَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لِشُهَدَاءِ أَحَدٍ هَؤُلَاءِ أَشْهَدُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ  
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْأَسْنَاءُ بِأَخْوَانِهِمْ أَسْلَمْنَا لِقَاكَ أَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا كَمَا  
جَاهَدُوا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَلَى وَلَا أَدْرِي مَا يُحْدِثُونَ بَعْدِي قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ  
فَتَرَبَّكِي ثُمَّ قَالَ أَتَيْنَا لَكَ نَبْرَنَ بَعْدَكَ۔

(موطا امام مالک ص ۴۷۷-۴۷۸ کتاب الجہاد تذکرہ شہداء  
فی سبیل اللہ مطبوعہ کراچی آرام باغ)

## ترجمہ:

عمر بن عبید اللہ بیان کرتا ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔ میں احد کے شہیدوں کی گواہی دیتا ہوں اس پر ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ ہم بھی  
ان کی طرح اسلام لائے۔ ہم نے بھی ان کی طرح جہاد میں شرکت  
کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (کیوں نہیں تم بھی ان کی طرح  
ہی ہو) اور میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا نئے نئے کام انجام دو گے۔  
اور نئی نئی چیزیں نکالو گے۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور خوب روئے  
پھر کہا۔ کیا ہم آپ کے بعد دنیا میں رہیں گے۔



## توضیح:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ اُحد کے شہداء کی عبادات، ایمان اور جہاد وغیرہ افعال و اعمالِ صالحہ کی گواہی دی۔ اور ان کی شہادت کے حق ہونے پر بھی شہادت دی۔ تو موجود تمام صحابہ کرام کو خیال آیا۔ کاش آپ ہمیں بھی اس گواہی میں شامل فرمائیں۔ بالآخر سب کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو بکر صدیق نے درخواست کر ہی ڈالی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان سب کی زندگیاں آخری وقت تک میرے سامنے گزریں۔ اس لیے اب جبکہ یہ میدانِ تکلیف اور اعمال سے گزر گئے۔ اور خوب گزرے تو میں ان کی گواہی دے رہا ہوں۔ لیکن تم میں جو ابھی زندہ ہو۔ جب تک میں بنفس نفیس موجود ہوں۔ اس وقت تک کاموں کی گواہی تو دے سکتا ہوں۔ لیکن جو کام ابھی میرے ہوتے ہوئے تم نے کیے ہی نہیں۔ ان کی گواہی کیسے دوں۔ اور ممکن کہ میرے وصال کے بعد تم میں سے کچھ لوگ وہ کام نہ کر سکیں۔ جو ان شہداء اُحد نے کر دیئے۔ بلکہ تم سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہو جائیں۔ تو اس حدیث میں اگرچہ گفتگو کرنے والے صدیق اکبر ہی تھے۔ لیکن آپ موجود تمام صحابہ کرام کے ترجمان بن کر مجسمہ سوال بنے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے صرف اپنے بارے میں نہیں۔ بلکہ سب کے بارے میں عرض کیا۔ کیا ہم سب ان کی طرح مسلمان مجاہد نہیں؟ اور پھر ان کے جواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”وما تھدثون“ جمع کا صیغہ فرما کر ان تمام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اس سے صرف اور صرف ابو بکر صدیق ہی مراد لینے نامرادوں کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے اگر صدیق اکبر کو بدعتی کہنا مان لیا جائے۔ تو پھر اس کا اطلاق دیگر موجود صحابہ کرام پر بھی ہو گا۔ اس کے برعکس یہ روایت تو صدیق اکبر کے پختہ ایمان اور محبت رسول کی دلیل بھی بن سکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد نئی نئی باتیں نہ نکالو گے۔ تو ابو بکر صدیق اس پر رو دیئے۔ یہ رونا



کیوں تھا؟ اور پھر بڑے درد بھرے لہجہ میں بولے۔ حضور! کیا ایسا وقت آئے گا کہ آپ ہم میں تشریف فرما نہ ہوں گے۔ اور ہم موجود ہوں گے۔ یعنی آپ کا وصال شریف ہم سے پہلے ہو جائے گا۔ کاش کہ ہم پہلے مرنے والے ہوتے۔ یہی ابو بکر صدیق ہیں۔ جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر فی الجنۃ۔ بلکہ جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## تفسیر ام حسن عسکری:

أَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ أَنْفَكَ وَسَا  
عَدَكَ وَوَادَدَكَ وَثَبَّتَ عَلَى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُودِكَ  
كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرَفَاتِهَا مِنْ  
مُخْلِصَاتِكَ.... لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ أَطْلَعَ عَلَى قَلْبِكَ  
وَوَحَّدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ  
جَعَلَكَ مِتًى بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ  
الْجَسَدِ.

(تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱ طبع)

قدیر

ترجمہ:

شبِ ہجرت جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ اپنے ساتھ ابو بکر کو لے لیں۔ کیونکہ وہ آپ کا مونس ہے۔ آپ کا معاون اور پیانے والا ہے۔ اور آپ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان پر ثابت قدم ہے۔ وہ آپ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ایک ہوگا۔ اور آپ کے مخلصین کے ساتھ جنت میں وہ بھی بلند ترین مہلات







اس کا تفصیلی جواب، تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۸۰ پر پیش کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیں۔ مختصر طور پر یہاں بھی اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ مسلم شریف کے حوالہ سے جو الزام مذکورہ پیش کیا گیا اس حدیث میں کافی طوالت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مالک بن اوس کہتے ہیں مجھے حضرت فاروق اعظم نے بلوایا۔ تو آپ کے یرفانامی دربان نے آپ سے عرض کیا۔ کہ باہر حضرت عثمان عبد الرحمن بن عوف اور سعد کھڑے آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ جب انہیں اجازت ملی۔ اور یہ اندر آ گئے۔ دربان پھر باہر آیا۔ اور واپس جا کر عرض کی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبد المطلب بھی اجازت چاہتے ہیں۔ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ جب یہ سب اکٹھے ہو گئے۔ تو عباس بن عبد المطلب کہنے لگے۔ یا امیر المؤمنین اقص بیتی و بین هذا الکاذب الاثم الغادر الخائن قال فقال المقوم اقبل یا امیر المؤمنین فاقض بئینہم و ارحم میر لے اس جھوٹے، گناہ گار، دھوکہ باز اور خیانت کرنے والے کے درمیان فیصلہ کریں۔ قوم (موجود لوگوں) نے بھی عرض کیا۔ ہاں یا امیر المؤمنین، مہربانی فرما کر فیصلہ کر دیجئے۔ اس کے بعد فاروق اعظم بولے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا قائم فرمانے والا ہے۔ تم بتلاؤ کیا رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ہم انبیاء کرام میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے عاصرین نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ علی المرتضیٰ اور عباس نے بھی اس کی تصدیق کی۔

فاروق اعظم بولے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے مال میں سے بقدر ضرورت ایک سال کا خرچہ رکھ کر بقیہ مصارف میں خرچ کر دیتے تھے۔ اس پر فاروق اعظم نے علی المرتضیٰ، عباس، عثمان اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ کیا جو مصارف میں نے بیان کیے ہیں۔ وہ درست ہیں؟ سب نے اس کی تصدیق کر دی۔ فاروق اعظم پھر بولے۔ کہ اے علی اور عباس تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور آپ کی میراث طلب کی۔ ابو بکر صدیق نے تم دونوں کو یہی جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



کی وراثت نہیں ہوتی۔ تو تم نے اس پر انہیں کاذب اور غادر و غیرہ ٹھہرایا۔ پھر جب یہی بات میرے پاس پیش ہوئی۔ اور میں نے بھی اُسے اسی طرح انہی مصارف پر خرچ کرنا شروع کیا۔ تو تم نے مجھے بھی ایسے ہی الفاظ سے یاد کیا۔ تم نے بنی نصیر کے اموال کا مطالبہ کر دیا۔ کہ ہمارے سپرد کر دیئے جائیں۔ میں نے اس شرط پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ کہ تم اس میں وہی طریقہ اختیار کرو گے۔ جو رسول اللہ کا تھا۔ چنانچہ جب عہد ہو گیا۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔

## لمنکر یہ:

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس نے جب بنی نصیر کے اموال کو اپنی تولیت میں لے لیا۔ تو کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب اس کو ختم کرنے کے لیے دونوں پھر فاروق اعظم کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ تو فاروق اعظم نے تولیت کی تقسیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملکیت کا وہم پڑ سکتا تھا۔ اس اختلاف میں عباس بن عبد المطلب نے حضرت علی المرتضیٰ کو فائن، غادر اور کاذب کہا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر علی المرتضیٰ کو تولیت کی تقسیم کی مخالفت کی بنا پر تم یہ الفاظ کہہ رہے ہو۔ تو پھر انہی الفاظ کا مصداق میں اور ابو بکر صدیق تو بطریقہ اولیٰ ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے بھی اس کی تقسیم نہیں ہونے دی۔ گویا فاروق اعظم نے عباس بن عبد المطلب کو یہ باتیں جواب الزامی کے طور پر فرمائیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک نیک، دیانت دار اور پاک باز شخص تھے۔ ان کی طرح میں نے بھی بنی نصیر کے اموال کے ساتھ جو سلوک کیا اور علی المرتضیٰ وہی کچھ چاہتے ہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی غلطی پر نہیں مقصود یہ تھا۔ کہ اے عباس! علی المرتضیٰ سے تمہارا تھگڑنا بیکار ہے۔

اب وہی الفاظ جو نجفی نے چن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غادر، کاذب اور فائن ثابت کرنا چاہا۔ آپ حضرات ان الفاظ کا انداز اظہار ملاحظہ کر چکے۔ ان سے فاروق اعظم کی قطعاً



یہ مراد نہ تھی۔ کہ ابو بکر صدیق واقعی خائن، غادر اور کاذب تھے۔ بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا۔ کہ عباس تمہارا مطالبہ غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر میرا اور ابو بکر کا ایسا ہونا لازم آئے گا حالانکہ تم ہمیں ایسا نہیں سمجھتے۔ جب ہمیں تم اچھا سمجھتے ہو۔ تو پھر علی المرتضیٰ کو بھی یہ الفاظ نہ کہہ کیونکہ ان کا اور ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔ اور اگر نجفی وغیرہ کو اصرار ہو۔ کہ فاروق اعظم نے ان الفاظ کے ذریعہ حقیقت حال بیان فرمائی۔ تو پھر علی المرتضیٰ کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا۔ کیونکہ جناب عباس نے تو انہیں دو ٹوک انداز میں فاروق اعظم کے سامنے اور صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے۔ اب نجفی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہے گا۔ اس لیے روایت مذکورہ مذکورہ کا صحیح مطلب اور مفہوم یہی ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق نے صرف خاموش کرانے کے لیے عباس بن عبدالمطلب کو علی المرتضیٰ کے ساتھ ملا کر خطاب دونوں سے فرمایا۔ لہذا نہ علی المرتضیٰ خائن و غادر اور نہ ہی فاروق اعظم اور ابو بکر صدیق ایسے ہوئے۔

خوف:

نجفی نے کہا۔ کہ اگر ایسی صفات والا اہل سنت کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر زرارہ ہمارا راوی نہیں کیوں قبول نہیں۔ اس بارے میں ہم اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ ابو بکر پر اٹھائے گئے الزامات لغو اور باطل ہیں۔۔۔ جبکہ زرارہ پر لعنت کا قول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسا مشہور و معروف ہے۔ کہ کوئی شیعوں کا انکار نہیں کر سکتا۔ تنقیح المقال اور رجال کشی میں صراحتاً لعنت کا ذکر موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام ملتی ہیں۔ اس لیے زرارہ پر لعنت کا انکار ناممکن ہے۔

چیلنج ۱:

ابو بکر صدیق اور زرارہ کا مقابلہ کرنے والے نجفی وغیرہ کو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ تم ہماری کسی کتاب میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت کرنا ثابت



کردو۔ تینس ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔ ورنہ ہم تمہیں تمہاری کتابوں سے امام جعفر کی زرارہ پر ایک نہیں تین مرتبہ لعنت کرنا دکھاتے ہیں۔

## رجال کشی:

قَالَ فَابْتَدَأَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ زَرَارَةَ  
فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ زَرَارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زَرَارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زَرَارَةَ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی ص ۱۳۵ ذکر زرارہ بن ائین مطبوعہ کربلا طبع جدید)

## ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابتداء میں زرارہ پر لعنت بھیجتے ہوئے تین مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ  
کی زرارہ پر پھٹکار ہو۔ لعنت ہو۔ رحمت سے دوری ہو۔ اسی روایت سے پہلے صفحہ پر  
یوں مذکور ہے۔ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَرِيدًا  
لَعَنَ اللَّهُ زَرَارَةَ۔ میں نے امام جعفر صادق کو سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔  
اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے۔ برید پر اور لعنت بھیجے زرارہ پر۔

## چیلنج ۲:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا کہ انہوں  
نے میری اور میرے والد کی احادیث میں غلط لفظ کیا۔ اور غلط احادیث داخل کر دیں۔ (رجال کشی ص ۱۳۵)  
اگر نجفی وغیرہ کوئی ایک ایسا حوالہ پیش کر دے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
صحابہ کے بارے میں یہی کچھ کہا ہو۔ تو فی حوالہ پچیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔



# اعتراف نمبر ۸

فقہ حنفی کا مایہ ناز راوی عمر بن خطاب ناقابل اعتماد ہیں

اہل سنت کا دوسرا مایہ ناز خلیفہ اور راوی عمر فاروق ہے۔

۱۔ مسلم شریف باب ترک الوصیۃ میں ہے۔ کہ عمر صاحب نے نبی پاک کے بارے میں کہا تھا۔ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزیان ہو گیا ہے۔ (یعنی وہ بگ رہا ہے۔)

۲۔ یہ عمر صاحب قاتل نواسۃ نبی اور مدیہ میں نبوت پر شک کرنے والا ہے۔ خیر اور احد میں جہاد سے بھاگنے والا ہے۔ اس خلافت کے بھی وارے وارے جاواں جس میں مایہ ناز خلیفہ عمر ہے۔ اور اس فقہ کے بھی قربان جاؤں جس کی حدیثوں کا راوی عمر صاحب ہے۔ (حقیقت فقہ منفیہ ص ۲۳)

## جواب الزام:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزیان کہنے والا کہا۔ قطعاً غلط اور جائل ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۲۲ سے لے کر ص ۲۴ پر موجود ہے۔ بطور اختصار یہاں پیش خدمت ہے۔

جواب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایشوٰتی بقرطاس فرمایا۔ تو حدیث میں موجود ہے۔ کہ اس وقت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ التَّوَجُّعُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید تکلیف میں ہیں آپ لوگ انہیں مزید تکلیف نہ دیں۔ عِنْدَ كُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ جب ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ تو پھر ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ اس سے سب کچھ حل جائے گا۔

### جواب دوم:

یہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ کہ جب عمر فاروق نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ کہا۔ تو اہل بیت کے کچھ افراد اس کے موید اور کچھ مختلف ہو گئے۔ بعض دوسروں نے کہا۔ مَا شَأْنُهُ أَهْجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَنْهُ فَقَالَ دُعُونِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ۔ (بخاری جلد ۵ ص ۶۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہے کیا آپ کی زبان اقدس سے بے ربط گفتگو نکل سکتی ہے۔ لہذا آپ سے اس کا اچھی طرح مفہوم معلوم کر لو۔ یہ معاملہ کتابت جب دوبارہ آپ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

تو معلوم ہوا۔ کہ ”أَهْجَرَ“ کے الفاظ اہل بیت کے ان افراد نے کہے تھے۔ جو دوبارہ آپ سے کہی گئی بات دہرانا چاہتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدحواسی کے عالم میں تو نہیں فرما رہے۔ اس لیے آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ یہاں ”وَأَهْجَرَ“ میں ہمزہ استفہامیہ موجود ہے۔ اور جہاں موجود نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بقول ”ہاں اسے مقدر مانا جائے گا۔“ اگر در بعض روایات حرف استفہام مذکور نہ باشد مقدر است، اب ہمزہ استفہامیہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس کلام کو خبریہ انداز بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدحواسی کا اثبات کرتا ہے تو اس سے بڑا نادان اور بے وقوف کون ہو سکتا ہے۔؟ اور اس سے بڑھ کر نادانی یہ کہ ان الفاظ



کے کہنے والے اہل بیت اور الزام و اعتراض حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیونکر درست ہے  
جواب سوئم:

”وَاِيتُونِي“، جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ جس سے تمام موجود حضرات سے خطاب  
معلوم ہوتا ہے۔ اس سے مراد صرف مراد حضرت فاروق اعظم لینا بالکل خلاف اصل  
ہے۔ گویا اہل بیت سے آپ فرما رہے تھے۔ تم میرے پاس قلم و دوات لاؤ۔  
جواب چہارم:

”وَاِيتُونِي“ کا امر وجوب کے لیے نہ تھا۔ یا جس مقصد کے لیے آپ منگوانا  
چاہتے تھے۔ وہ کوئی لازم بات نہ تھی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں جب  
کاغذ دوات آگئی۔ تو لکھوانے سے انکار نہ فرماتے۔ ان چار عدد جوابات سے معلوم  
ہوا۔ کہ مذکورہ حدیث کسی طرح بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض  
بننے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور جو مطلب و مفہوم نجفی وغیرہ نے اس کو پہنایا۔ وہ ہرگز ہرگز  
اس کا مفہوم نہیں ہے۔

جواب الزام ۲:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نواسہ رسول کے قاتل ہیں، عجیب الزام ہے۔ جس کا  
نہ سراپاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو شہید ہوئے وہ امام حسین رضی اللہ عنہ  
ہیں۔ اور ان کی شہادت سن ۶۱ھ میں ہوئی۔ لیکن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سن ۲۲ھ میں  
انتقال فرماتے ہیں۔ ۲۴ سال پہلے رخصت ہونے والے پر امام حسین کے قتل کا الزام مہرنا  
کوئی پاگل بھی نہیں کہے گا۔ اگر اس کی کوئی یہ تاویل کرے۔ کہ چلو خود نہ ہی لیکن ان کا بالواسطہ  
ہاتھ تھا۔ اس طرح کہ عمر بن الخطاب نے امیر معاویہ کو شام کا گورنر بنایا اسی گورنر شام کے بیٹے یزید امام حسین  
کو شہید کروایا۔ لہذا امام حسین کی شہادت کی ذمہ داری بالواسطہ عمر بن الخطاب پر پڑتی ہے



تو اس طرح حضرت علی المرتضیٰ بھی قتل حسین میں ملوث ہونے سے نہ بچ سکیں گے۔ کیونکہ فارس کا گورنر زیاد، حضرت علی المرتضیٰ کا مقرر کردہ تھا۔ اور اسی زیاد بیٹے نے امام حسین کو قتل کیا تھا۔

الزام مذکور میں نجفی نے یہ بھی لکھا۔ کہ غزوہ مدینہ میں عمر بن الخطاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑ گیا۔ یہ الزام بھی بے حقیقت ہے۔ اس کا تفصیلی جواب بھی تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۶۶ تا ۹۵ پر دیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی گئیں۔ تو کفار کی جانب سے کچھ ایسی شرائط پیش کی گئیں۔ جو سراسر نا انصافی پر مبنی تھیں۔ جب ان شرائط کی کتابت حضرت علی المرتضیٰ فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ الفاظ لکھوائے۔ هَذَا مَا قَضَىٰ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ تو کفار نے آپ کے رسول اللہ لکھوانے پر اعتراض کیا۔ آپ نے بات کو ختم کرنے کی غرض سے اسے مٹا دینے کو کہا۔ حضرت علی نے ان الفاظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ حضور نے خود کاغذ لیا اور مذکورہ الفاظ مٹا دیئے۔ اور شرائط جب تحریر ہو چکیں۔ تو فاروق اعظم کا جذبہ ایمانی بول اٹھا۔ ابو بکر صدیق سے کہا۔ کیا ہم مسلمان نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول بحق نہیں کیا قریش کافر نہیں؟ صدیق اکبر نے کہا۔ کیوں نہیں۔ فاروق اعظم نے کہا۔ کہ پھر ان کفار کی من مانی شرائط ماننے کا کیا مطلب؟ اس پر صدیق اکبر نے کہا۔ چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں۔ یہی بات حیت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ہوئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں رسول خدا ہوں اور وہ مجھے کبھی فراموش نہیں کرتا۔ ”عمر اظہارِ شیمانی کر دو با استغفار کردہ است، حضرت عمر نے اپنے رویہ پر شیمانی کا اظہار کیا اور استغفار میں لگ گئے۔ (تاریخ بکریہ جلد ۲، ۲۲۷ قانع سال ششم ہجری ۳۷۰ھ میں لکھا ہے کہ ”بکفارت ایں جرأت و جسارت نماز و روزہ و تصدق فراواں گذاشتیم“ اس جرأت کے بدلہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سی نفلی نمازیں، روزے اور صدقہ



خیرات کیا۔

(جلد دوم ص ۲۱۶ تا ۲۲۶)

اس واقعہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ایسی جسارت کی جو نجفی وغیرہ نے اپنی تحریر میں پیش کی ہے۔ ”عمر فاروق نبوت رسول پر شک کرنے والا ہے“ اگر کوئی یہ سوچے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی مخالفت کی اس لیے اُن پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے۔ آخر انہوں نے بھی تو لفظ ”رسول اللہ“ مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ جسے بعد میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا۔

خوٹ:

اگر نجفی وغیرہ الزام مذکورہ کی تائید میں درمنثور کی یہ عبارت پیش کریں۔ وَ اَللّٰهُ مَا شَكَّكْتُ مِنْ ذٰلِكَ اَسْكَمْتُ اِلَّا يَوْمَ مِثْذٍ۔ خدا کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ آج کے سوا مجھے کبھی شک نہ پڑا۔ تو اس بارے میں ہم کہیں گے۔ کہ روایت کے مذکورہ الفاظ بخاری جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۷۸ پارہ گیارہ باب الشروط فی الاجتہاد، مسند امام احمد بن حنبل مبوب المعروف الفتح الربانی جلد ۱ ص ۹۵ غزوہ حدیبیہ میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ صرف درمنثور میں علامہ السیوطی نے نقل کیے ہیں۔ السیوطی نے یہ روایت ابن جریر سے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عمر راوی کے کسی شاگرد نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھ دیئے۔ ان الفاظ کے قائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر اس مقام پر یہ کہا جائے۔

کہ عمر فاروق کے اس رویہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو

مکلیف و ایذا ہوئی۔ اور یہ کفر ہے۔ تو اس بارے میں ہم درج ذیل حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔



## ناسخ التواریخ:

مسلمانان ازاں شرط شکنی گرفتند کہ چونہ مسلمانے را بکافراں باز فرستیم  
 و عمر بن خطاب گفت یا رسول اللہ چگونہ بدی شرط رضا دہی پیغمبر سے  
 فرمود و گفت ہر کہ از اشد بنزد ما مسلمان آید و ما اورا باز فرستیم خداوندش فرج بخشد  
 و ہر کہ از ماروئے برگرداند و بنزدیک کافراں رود باو حاجتے نداریم و او  
 با کافراں سزاوارتر است۔۔۔۔۔ در غم مباشش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و  
 طواف خواہی گذاشت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(جلد دوم ص ۲۱۹)

(روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۶۶)

ترجمہ:

مسلمانوں نے اس شرط پر تعجب کا اظہار کیا کہ ہم کسی مسلمان کو کس طرح  
 کافروں کے پاس بھیجیں گے۔ عمر بن خطاب نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ نے  
 یہ شرط کس طرح بخوشی قبول فرمائی؟ آپ نے تبسم فرما کر کہا۔ جو بھی اُن کفار  
 میں سے ہمارے پاس مسلمان آئے گا۔ اور ہم اسے واپس بھیج دیں گے  
 اللہ تعالیٰ اس کو فراخی و خوشی دکھائے گا۔ اور جو ہم میں سے منہ پھیر کر  
 کفار میں چلا جائے گا۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ کافروں کے  
 ساتھ ہی بھلا لگتا ہے۔ تو فکر مند مت ہو۔ کعبہ کی زیارت بھی کرے گا  
 اور طواف بھی کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر بن الخطاب کے سوال پر تبسم فرمانا اس امر کی



دلیل ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے سوال کرنے پر برا نہیں منایا تھا۔ بلکہ اس شرط کی حکمت سمجھا کر آخر میں خوشخبری بھی دی۔ کہ تجھے کعبہ پاک کی زیارت و طواف کا شرف حاصل ہوگا۔ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی اور بسم فرماتے ہوئے جواب دیا۔ پھر بھی عمر بن الخطاب کے دل میں محبت مصطفیٰ نے انہیں اس پر شرمندگی کا احساس دلایا۔ اور وہ اس کے پیش نظر صدقہ و خیرات کر کے دل کو تسکین و اطمینان دیتے رہے۔ یہ واقعہ تو عمر بن الخطاب کے کمال ایمان اور محبت کا مدہ پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حسد و بغض کی آنکھ کو بخیریب و نقص کے کچھ دکھائی نہ دے۔ تو اس میں کسی کا کیا قصور؟

اس اعتراض کا آخری جہتہ بھی ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد اور خیبر سے بھاگ گئے تھے۔ اس معاملہ میں بھی حقیقت حال یوں ہے۔ کہ خیبر کی جنگ میں ان کو فتح حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس قدر تو کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ لیکن آپ کا کفار سے بھاگ کھڑے ہونا یہ نغی کی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔ باقی رہا غزوہ اُحد میں سے بھاگنا تو چونکہ کفار نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد میدان میں قائم نہ رہ سکی لیکن یہ کہنا کہ ان تمام میں سے عمر بن الخطاب میدان جنگ سے یوں دوڑے کہ گھر میں اکڑ سانس لیا۔ یا کسی خفیہ جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سوا باقی تمام مسلمان پھر میدان میں آگئے۔ تو یہ بات ہرگز ہرگز مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آواز دی۔ تو سب سے پہلے بلبلک کہنے والے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے حضرات میں عمر بن الخطاب ہی تھے۔ تھوڑے سے وقت کے لیے ان صحابہ کرام سے لغزش ہوئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (اللہ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا۔) نازل فرما کر ان کی تقصیر معاف کر دی۔ اب ان کی معافی ہو جانے کے بعد نغی کو اگر دکھ ہوتا ہے۔ تو ہم اس کا کیا علاج کریں۔ جبکہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات سراسر باطل اور لغو ٹھہرے۔ تو پھر جس فقہ کو ان بیسابہ لگیا۔ وہ



بھی صحیح اور حق ثابت ہوئی حضرت عمر بن الخطاب کو نجفی اچھا کہے یا نہ کہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

## نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَفَّوْا الْاَوْدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ  
وَأَقَامَ التَّنَّةَ وَخَلَفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقَى الثَّوْبِ  
قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَهَا أَذَى  
إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ

(نہج البلاغہ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸)

## ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عمر فاروق کے شہروں کو برکت دے انہوں نے ٹیڑھی راہ کو سیدھا  
کیا۔ اور بیماری کا علاج کیا۔ مختلف شہروں کے باشندوں کو دین اسلام  
کی طرف پھیرا۔ سنت کو قائم کیا۔ حضور کے احکام کو جاری کیا۔ اور فتنے کو  
پس پشت ڈالا۔ آپ کا زمانہ فتنہ و فساد سے پاک رہا۔ اور دنیا سے کم  
عیب اور پاک جا ملے کر رخصت ہوئے۔ اور خلافت کی بھلائیوں کو پایا  
اور اس کے شر سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔  
اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔

## اتفاق الحق:

هُمَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَانِ كَانَا  
عَلَى الْحَقِّ فَمَا تَأَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ



## یَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(۱۔ احقاق الحق صفحہ ۱۶)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد ۹۹)

## ترجمہ:

ابو بکر و عمر دونوں عادل اور منصف امام تھے۔ حق پر زندہ رہے اور اُسی پر  
پر فائزہ ہوا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اُن پر رحمت ہو۔

## لحوظ کریں:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں حضرت علی المرتضیٰ  
اور دیگر حضرات اہل بیت نے بہت کچھ بیان فرمایا۔ یہاں اس کا تذکرہ کرنا  
بے محل ہے۔ صرف ایک دو حوالہ جات اس لیے پیش کیے تاکہ نمونہ کے  
طور پر ائمہ اہل بیت کی عقیدت کا آپ اندازہ کر سکیں۔ ایسی بزرگ شخصیت کے  
مقابلہ میں زرارہ کی کیا وقعت اور حیثیت جسے نفی پیش کر رہا ہے۔ نجفی  
کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہر حال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عادل و منصف  
اور حق کے شیدائی تھے۔ اور زرارہ خود اپنے امہ کی امارت میں غلط بیانی  
کی وجہ سے ملعون کاذب اور باطل کا ہم نوا ہے۔ اسی لیے ایسے راوی کی  
روایات اسے جمع شدہ فقہ بھی ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ یہ خود۔ اس کے مقابلہ میں  
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کی فقہ قابل ستائش اور منظور خدا و  
رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ اور حق و باطل کو سمجھنے کے بعد  
حق قبول کرنے اور باطل کو رد کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر

جیشِ اسماعیلیہ کے سچے رہنے والے ارشادِ نبوی کے مطابق لعنتی تھے وہی لوگ حقیقی کُفر میں

کتاب الملل والنحل جلد اول ذکر بارہ اختلاف میں لکھا ہے کہ حضور نے بوقت موت فرمایا تھا۔ لعنَ اللہُ مَدْرَ تَخَلَّفَ عَدُوَّ جَیْشِ اِسْمَاعِیْلَہ کہ جو لشکر اسماء کے ساتھ نہ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوبکر و عمر بھی اس لشکر میں تھے اور ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ واپس آ گئے تھے۔ فقہ حنفیہ بے جہلے جن لوگوں پر نبی لعنت فرمائے وہ فقہ حنفیہ کے خلیفہ بھی ہیں راوی اور امام بھی ہیں جہنم بدوز شالانظر نہ لگے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ فقہ جعفریہ والے راویوں کو چھوڑ دیں اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں۔ جن پر نبی نے لعنت فرمائی ہے۔ اور پھر حساب کر کے دیکھیں کہ گھائے میں کون ہے۔  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۲)

### جواب اول:

ساحب الملل والنحل محمد بن عبد الکریم شہرستانی اسماعیلی شیعہ ہے۔ بلکہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس پر الحاد اور بے دینی تک کے الزامات بھی ہیں۔ لہذا عقائد کے ضمن میں ایسے شخص کی بات خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر طعن کے معاملہ میں کوئی تحریر کس طرح قابلِ حجت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شیعہ غالی اور بے دین ہونے کی وجہ سے اس سے ایسی ترفع کرنا عہد ہے۔

### طبقات شافعیۃ الکبریٰ:

فی تاریخ شیعہ الخال ذہبی ان ابن المسعودی ذکر ان ذہبی



كَانَ مَتَّبِعًا بِالْمِيلِ إِلَى أَهْلِ الْمُقْلَاعِ يَحْنِي إِسْمَاعِيلِيَّةَ  
وَالْزَعْوَةَ إِلَيْهِمْ وَالنَّضْرَةَ لِبَطَاعَتِهِمْ وَأَنْذَقَ  
فِي النَّجْدِ يَرَانَهُ مُتَّبِعًا بِالْإِلَاحَادِ وَالْمِيلِ إِلَيْهِمْ عَدَا  
التَّشْيِيعِ -

طبقات مشافیہ الکبریٰ جز ۱ ص ۷۹

ترجمہ:

ہمارے شیخ علامہ ذہبی کی تاریخ میں ہے۔ کہ ابن سمانی نے صاحب  
الملل والنمل کے بارے میں ذکر کیا۔ کہ وہ اسماعیلیہ فرقہ کی طرف ميسلان  
رکھنے کا مہم تھا۔ لوگوں کو ان کے عقیدہ کی طرف بلاتا اور ان کی اطاعت کرنے  
پر مدد کرتا۔ اور تجیر میں کہا ہے۔ کہ وہ الحاد سے مہم تھا۔ کٹر شیعہ تھا۔

جواب دوم:

اسی اعتراض کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۲۵۶ تا ۲۷۹ پر موجود ہے۔ جس کا  
فلاصہ یہ ہے۔ "لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّتْ عَنْدَهُ" کے الفاظ شہرستانی کے علاوہ کسی اور نے  
ذکر کیے۔ اسی کی تائید ایک بہت بڑے شیعہ عالم نے بھی ان الفاظ میں کی ہے۔  
"محمد بن عبد الکرم شہرستانی در کتاب عل و نقل کردہ کہ پیغمبر فرمودہ جَبَّيْزُوا  
جَبَّيْشُ نَبِيٍّ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ تَخَلَّتْ عَنْدَهُ وَصَدْرَ اِيْمٍ  
حدیث اگر تواتر است و لے ذیل اُن  
از طرف عامر بن بندہ در غیر عل و نقل ندیدہ ام."

دنداء الصدور فی شرح

زیارة العاشور مطبوعہ ممبئی

ص ۲۶۰ سن طباعت ۱۳۱۰ھ



## ترجمہ:

محمد بن عبدالمکریم شہرستانی نے کتاب مل و نخل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی۔ جہز واجیشی الخ جناب اسامہ کے لشکر کے ساز و سامان کی تیاری جو اس سے پیچھے رہا۔ اس پر اللہ کی لعنت اس حدیث کا ابتدائی حصہ اگرچہ متواتر ہے۔ لیکن آخری حصہ جو کہ لعنت کے مضمون پر مشتمل ہے عام طریقوں سے راقم کو ماسواء مل و نخل کے اور کہیں نہیں ملا۔

## جواب سوم:

واقعہ مذکورہ تاریخ کی روشنی میں مختصر یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو دو شنبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو رومیہ جنگ کرنے پر مامور کیا۔ ۲۷ صفر کو انہیں لشکر کی سرداری عطاء کی گئی۔ ۲۸ صفر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار ہو گئے۔ ۲۹ صفر کو آپ نے اسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے جھنڈا تیار کر کے دیا۔ اور فرمایا۔ نکلو اور جہاد کرو۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر شام کی طرف مقام جرفا میں قیام کیا۔ تاکہ فوج اکٹھی ہو جائے۔ ابو بکر عمر، عبیدہ بن جراح نے شرکت کی تیاری کی۔ اٹھ ربیع الاول کی صبح تک تیاری مکمل ہو گئی۔ اسی دن حضور نے شدت مرض کی وجہ سے ابو بکر کو نماز کا خلیفہ مقرر فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام دس ربیع الاول تک گروہ درگروہ لڑائی کے لیے لشکر میں پہنچ چکے تھے، گیارہ ربیع الاول کو حضرت اسامہ نے حضور سے اجازت طلب کی اجازت ملنے پر لشکر کو خروج کا حکم دیا۔ خود سوار ہو کر جانے کے لیے تیار تھے۔ کہ ان کی والدہ ام امین کی طرف سے پیغام ملا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت رحلت قریب معلوم ہوتا ہے۔ یہ پیغام سن کر اسامہ، عمر فاروق اور عبیدہ ابن جراح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مختصر طریقہ سے ذکر کردہ واقعہ پر نظر دوڑائیے۔ کہ کس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے



کہ ابو بکر و عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے گریز کیا ہے۔؟ صاف ظاہر ہے کہ شکر اسامہ میں شرکت کا حکم بھی آپ کا اور صلی امامت پر کھڑا ہونے کا ارشاد بھی آپ کا تھا۔ اور دوسرے صحابہ ام ایمن کا پیغام سن کر واپس آئے۔ جو حقیقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال ہو گیا تھا۔

### جواب چہارم:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مکمل ہو گئی۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب اسامہ کو حکم دیا۔ شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دیگر صحابہ کرام نے کہا۔ کہ ابھی توقف فرمائیں۔ ایک حضور کی وفات کا صدمہ اور دوسرا قبائل میں سے کچھ کا زکوٰۃ دینے سے انکار کا فتنہ اس لیے حالات کی بہتری تک اس پر دو گرام کو معطل کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں ابو بکر نے کیا کہا۔ ایک شیعہ مصنف مرزا تقی کی زبانی سنئے۔

### ناسخ التواریخ:

من فسران پیغمبر و گروگون نکم و خداوندیچوں رامحافظ خوشنشاںم۔

نسخ التواریخ جلد اول ص ۱۸۷ تاریخ الخلفاء

گیل شدن اسامہ ابن زید

### ترجمہ:

میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سرگرمال نہیں سکتا۔ اور اللہ بے نیاز کو اپنا محافظ جانتا ہوں۔

جب لوگوں نے آپ کی اس پختگی کا مظاہرہ دیکھا تو عمر بن خطاب سے عرض کیا۔ آپ انہیں کچھ سمجھائیں۔ چنانچہ عمر بن خطاب کو جو جواب ملا وہ بھی اسی شیعہ کی زبانی سن لیجئے اے عمر! سخن دیوانگان گوئی اُن را کہ پیغمبر بدو شتہ است من چگونہ تو انم پست کرد



## ترجمہ:

اے عمر! دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ وہ کہ جسے سرکارِ دو عالم نے بند کیا ہو۔ میں ابو بکرؓ سے کس طرح پست کر سکتا ہوں۔

## نتیجہ:

معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے روکنے کے باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ لشکر کو روانہ کر دیا۔ اس میں ابو بکر صدیقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی۔ لہذا نجفی کا یہ کہنا ملعون و مانع کی اختراع ہے۔ فقہ جعفریہ والے ایسے راویوں کو چھوڑ دیں جن پر امامؑ نے لعنت کی اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں جن پر نبیؐ نے لعنت کی روایت مذکورہ میں ابو بکر صدیقؓ پر لعنت کا کوئی شائبہ تک ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ایک ملعون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کا امام بنا رہے ہوں۔ اب صرف ایک شخص باقی رہ گئی۔ وہ یہ کفارہ وغیرہ راویانِ ائمہ اہل بیتؑ پر تو لعنتِ ائمہ بالتصریح موجود ہے۔ لہذا ان ملعون روایہ کی ریت پر بنائی گئی فقہ جعفریہ کی عمارت کا الزام فطری امر ہے۔ لیکن یہ لوگ زرارہ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے چھوڑنے سے امام باقرؑ کی تعلیمات ہباء منثوراً ہو جاتی ہیں۔

## رجال کشی:

فَقَالَ لِي لَوْلَا زَرَارَةُ لَطُنْتُ أَنَّ أَحَادِيثَ آلِي  
سَدَّ هَبَ۔

(رجال کشی ص ۱۲۲)



## ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابوبصیر سے کہا۔ اگر زرارہ صاحب نہ ہوتے تو میرے والد امام باقر کی احادیث ختم ہو جاتیں۔

## رجال کشی:

برید بن معاویہ العجلی و ابالیث بن البختری  
المرادی و محمد بن سلم و زرارہ ان بَعَثَ  
نُجَبَاءَ اٰمَنَاءُ اللّٰہِ عَلٰی حَدِّ لَیْلٍ وَّ اَحْرَمٍ بِرَبِّہِمْ  
ہُوْلَا وَّ اِنْتَقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَاِنْ رَسَتْ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲)

## ترجمہ:

برید بن معاویہ العجلی، ابالیث بن بختری مرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ  
چار شخص بہت پاکیزہ حضرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کے امین ہیں  
اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار ختم ہو گئے ہوتے اور مٹا گئے ہوتے

## نتیجہ:

اہل سنت جن حضرات کو خلفاء و راشدین مانتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ جنہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ جن کو آپ کا مصلیٰ ملا۔ ان کے  
جنتی ہونے کو اہل تشیع کا مصنف بھی تسلیم کرتا ہے۔ لوامع التنزیل میں ہے۔ کہ حضور  
نے فرمایا جس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا یا جس کو میں نے اپنی بیٹی کا نکاح میں دی  
ایسے لوگوں کے لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے جنت کا وعدہ لے لیا ہے۔ لہذا ان کے  
بارے میں لعنت کا تصور کرنے والا بھی ملعون ہے۔ اس لیے غلاف جن راویوں پر فقہ جعفریہ



کا دار و مدار ہے۔ وہ خود امام جعفر کے بقول ملعون ہیں۔ اور ان چاروں کو اگر نکال دیا جائے تو فقہ جعفریہ کا کچھ بھی نہیں بچتا۔ چونکہ فقہ جعفریہ ان کی مرتب شدہ ہے۔ اور یہ عند الامام ملعون لہذا ان ملعونوں کی مرتب کردہ فقہ بھی ملعون اور بے اصل ہے۔ اب حساب ہم نے کر دیا۔ دیکھیں گے ناظرین کہ کون ڈوبا اور کون کنارے لگا۔

## اعتراض نمبر ۱

سنو کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی عثمان بن عفان ہے جس نے قرآن جلاد دیئے تھے۔

اہل سنت کے ایک اور مایہ ناز خلیفہ اور راوی عثمان صاحب بھی ہیں بخاری شریف باب جمع القرآن میں لکھا ہے۔ کہ  
۱۔ اس نعل نے قرآن جلادے

۲۔ اسی خدمت دین کے صلے میں اصحاب بنی نے اسے قتل کر دیا تھا۔

۳۔ اور بی بی عائشہ نے ہی اسے قتل کا حکم دیا تھا۔

(فقہ حنفیہ ص ۲۲)

## جواب الزام ع:

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ عثمان غنی نے تمام قرآن کے نسخہ جات جلاد دیئے تھے۔ تو پھر اعتراض آتا ہے کہ اہل تشیع کے پاس صحیح قرآن کہاں سے آیا۔ اور کس سے ملا۔؟ دراصل اہل تشیع کی طرف سے نجفی اس اعتراض میں بھی غلط و کالت کر رہا ہے۔ وہ اس بات سے ثابت یہ کرنا چاہتا ہے کہ عثمان غنی نے جب قرآن جلاد دیا۔ تو آج تک موجود قرآن کہاں سے آگیا۔؟ حالانکہ اس موجود قرآن کو اہل تشیع صحیح مانتے ہی نہیں۔ بلکہ ان کا نظریہ یہ ہے۔ کہ صحیح قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ وہ غار میں اسے اپنے ساتھ رکھے



ہوئے ہیں۔ جب اُنیں گے تو ساتھ لائیں گے۔ حضرت عثمان غنی کے قرآن جلائے کا جو واقعہ کتب میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ کچھ لوگوں نے آیات قرآنی پر تفسیری نوٹ لکھ رکھے تھے۔ اور بعض کے پاس منسوخ التلاوة آیات بھی لکھی پڑی تھیں۔ آپ نے ایسی تحریرات کو ایک خطرے کے پیش نظر جلوا یا تھا۔ وہ یہ تھا کہ کہیں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اُنے والے لوگ ان تفسیری تحریروں کو بعینہ قرآن کی آیات نہ سمجھ لیں۔ چونکہ اختلاف قراءت نے ایک مستقل جھگڑا کھڑا کر رکھا تھا۔ اس لیے اس خطرہ کو تقویت ملتی تھی۔ لہذا آپ نے اصل قرآن اور تفسیری تحریر کے درمیان فرق کے پیش نظریہ قدم اٹھایا۔ تاکہ اُسندہ چل کر کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو۔ یاد رہے کہ ہم نے تحریف قرآن کے بارے میں ایک مستقل بحث لکھی ہے جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس بحث کو ہم نے عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل سے لکھا ہے۔

### جواب الزام ۲:

”حضرت عثمان کی شہادت قرآن جلائے کی وجہ سے ہوئی، یہ سراسر بہتان ہے اور کذب ہے جو نجفی نے محابہ کرام پر لگایا۔ اہل سنت کی کتاب اس کی واضح تردید کرتی ہیں۔“

### البدایہ والنہایہ:

وَأَمَّا مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ  
أَسْلَمَهُ وَرَضِيَ بِقَتْلِهِ فَهَذَا لَا يُصِحُّ عَنْ أَحَدٍ  
مِنَ الصَّحَابَةِ إِنَّهُ رَضِيَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
بَلْ كُلُّهُمْ كَرِهَهُ وَمَقَّتَهُ وَسَبَّ مَنْ فَعَلَهُ

(البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۹۸)



## ترجمہ:

بہر حال جو کچھ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے بعض عثمان غنی کے قتل کو درست فعل قرار دیتے تھے اور اس پر راضی تھے۔ تو یہ کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

کہ وہ عثمان غنی کے قتل پر راضی تھا۔ بلکہ تمام صحابہ نے اسے ناپسند کیا۔ اور اس پر غصہ کا اظہار کیا۔ اور قتل کرنے والوں کو برا بھلا کہا۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل عثمان پر ہرگز خوش نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی اس میں دخل تھا۔ کچھ لوگوں کا نجفی کی طرح خیال تھا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قتل عثمان میں دخل تھا۔ اس پر علی المرتضیٰ نے حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ میں علفیہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ میرا قتل عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ تاریخ یعقوبی جلد دوم کو دیکھیں۔

## جواب الزام ع:

”سیدہ عائشہ نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا۔“ اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۲۸ تا ۶۱ پر ہم نے تحریر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

۱۔ مذکورہ واقعہ کسی مسند اور صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ لہذا ناقابل تسلیم ہے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کر دے تو فی حوالہ میں ہزار روپے نقد انعام حاصل کرے۔ اس کی تردید صحیح حدیث سے ملاحظہ ہو۔

## طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا البر معاذ بن معاوية الضمير قال اخبرنا الاعمش

عن خيثمة عن مسروق عن عائشة قالت حين



قَتَلَ عُثْمَانُ تَرَكَتُمُوهُ كَالشَّوْبِ النَّاقِي مِنَ الذَّنَسِ  
 تَفَرَّقَ بَتَمُّرُهُ تَذَبُّحُونَهُ كَمَا يَذْبُحُ الْكَبْشُ هَذَا  
 كَانَ هَذَا قَبْلَ هَذَا فَقَالَ لِلْبَاسِرِ وَقَدْ هَذَا  
 عَمَلُكَ أَنْتَ كَتَبْتُ إِلَى النَّاسِ تَأْمُرُ بِتَدْرِي بِالْخَرْبِ  
 إِلَيْهِ قَالَ خَمَّالَتَ عَائِشَةَ لَا وَالَّذِي أَمَنَ بِهِ الْمُؤْمِنُونَ  
 وَكَسَرَ بِهِ الْكَافِرُونَ مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ سِرّاً وَفِي  
 بَيْضَاءَ حَتَّى جَلَسْتُ مَبْلِسِي هَذَا قَالَ الْأَعْمَشُ فَكَانُوا  
 يَرَوْنَ أَنَّهُ كَتَبَ عَلَى لِسَانِهَا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۲ تذکرہ

عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت)

### ترجمہ :

جناب مسروق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔  
 کہ جب عثمان غنی کو قتل کر دیا گیا تو سیدہ عائشہ نے کہا۔ تم نے اُسے  
 (عثمان) صاف ستھرے کپڑے کی مانند چھوڑا پھر تم قریب آئے اور  
 اس طرح بے دوری سے اُسے قتل کر دیا۔ جس طرح بھیڑ بکری ذبح کی  
 جاتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟ یہ سن کر مسروق نے سیدہ سے کہا۔ یہ تو  
 آپ کا ہی عمل ہے۔ کیونکہ آپ نے ہی لوگوں کو لکھا تھا۔ کہ عثمان غنی  
 پر خروج کر دیا جائے۔ مائی صاحب نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ اس خدا کی  
 قسم جس پر مومن ایمان لاتے ہیں اور کافروں نے جس کا انکار کیا میں نے  
 ان کی طرف کسی سفید کاغذ پر کوئی حرف نہ لکھا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ  
 ہمارے سامنے بیٹھی ہوں۔ اعمش نے کہا۔ سو لوگوں کی رائے یہ تھی



کہ کچھ آدمیوں نے (از روئے شرارت) مائی صاحبہ کی طرف سے تحریری کام کیا۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف قتل عثمان کی نسبت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہی بات جناب مسروق نے جب مائی صاحبہ سے کہی تو آپ نے علفیہ اس کی تردید فرمادی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اور روایان کے اعتبار سے قابل استدلال ہے۔ کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد پنجم از ص ۵۷ تا ص ۶۰ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

### اعتراض نمبر ۱۱

نبیوں کی فتنہ کی ایک ناز اور بی بی عائشہ ہے لقول ابو ہریرہ شیشے اور سرے سے فرصت نہ تھی (معاد اللہ)

اہل سنت کی حدیثوں کی ایک مایہ ناز اور بی بی عائشہ بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ص ۲۰۲ میں لکھا ہے۔ کہ ابو ہریرہ نے بی بی عائشہ سے کہا تھا۔ شَغَلَكَ عَنْهُ الْمَرْأَةُ وَالْمَكْحَلَةُ۔ کَشِيشَے اور سرے کی کاروائی نے نبی کی حدیث یاد کرنے سے آپ کو باز رکھا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان بیان کی ہے ابو ہریرہ نے بی بی عائشہ کی معلوم ہوا کہ حنفیوں نے قَدْ وَاسَطَرُوْهُنَّ بِمِثْلِ الْعَمِيْرَةِ کہ اُدھادین حمیر سے کہ یہ ایک ڈھونڈا بنا ہوا ہے۔ کیونکہ بی بی عائشہ کو ہارسنگار اور میک اپ سے فرصت ہی کیا ملتی تھی۔ حجاب کے کتے بھی اسی بی بی کو بھونکتے تھے اور عثمان صاحب کے قتل کا فتویٰ صادر فرما کر انہیں بھی اسی سے ذبح کروایا۔ (حقیقت فقہ علفیہ ص ۲۲-۲۵)

جواب:

کتاب ”اضواء السنۃ المحمدیہ“ جس میں سے ایک عبارت اعتراض بالا میں دی گئی اسی کتاب کی ایک اور عبارت چند سطور بعد نجفی نے بطور اعتراض ذکر کی۔ گویا مذکورہ کتاب سے



دو اعتراض کیے گئے۔ ایک یہ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ آپ اپنی زیب و زینت میں لگی رہتی ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی طرف آپ کی توجہ کم رہتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا جھوٹی احادیث بیان کرتی تھیں۔ اس بنا پر فاروق اعظم نے ان کی پٹائی بھی کی تھی۔ یہ کتاب ابو ریحہ محمود کی تصنیف ہے۔ اور اس کے مصنف کی شیعیت اور بدزبانی خود اس کی تصانیف بیان کرتی ہیں۔ کتاب مذکورہ میں حضرات صحابہ کرام پر نازیبا اعتراضات کیے گئے۔ ایک تو تصنیف ”ابو ہریرہ“ نامی میں اس نے اپنی شیعیت کا کھل کر اظہار و قرار کیا۔ اس بارے میں ہم آگے چل کر کچھ بیان کریں گے۔ رہا یہ اعتراض کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو ابو ہریرہ نے وہ باتیں کہیں۔ جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔ تو سب سے پہلے اس کی تردید بالطلان یوں ہے۔ کہ اس روایت کی کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ لہذا بے سند روایت سے اعتراض نہیں بن سکتا۔ پھر اسی مصنف نے اسی روایت کو دو ابو ہریرہ، نامی کتاب میں ذکر کر کے یہاں یہ تاثر دیا۔ کہ ابو ہریرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی ان الفاظ سے گستاخی کی۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا۔ ابو ریحہ محمود نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ کا احترام کرنے والا اور نہ ہی حضرت ابو ہریرہ کا غم خوار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ایسی باتیں لکھیں۔ کہ ان سے ان کا صحابی ثابت ہونا کجا۔ مسلمان ہونا بھی محل نظر ہو جاتا ہے۔ انہیں پیٹ کی خاطر اسلام قبول کرنے والا کہا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نجفی کو سیدہ عائشہ صدیقہ پر اعتراض کرنے کے لیے اس فبیث مصنف کی فبیث تصنیف کا ہمارا لینا پڑا۔ اس لیے ایسے مصنف کی ایسی تصنیف سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بقرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی زیادہ سے زیادہ ان دونوں کے مابین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بقرض محال ان دونوں کے



ماہین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی سیدہ عائشہؓ نے کہا ہو۔ اسے ابو ہریرہؓ! تم اتنی احادیث کیسے یاد کر لیتے ہو؟ ابو ہریرہؓ نے کہا حضورؐ نے مجھے دعا دی تھی۔ پھر مائی صاحبہؓ نے پوچھا۔ تمہیں اتنی احادیث سننے کے مواقع کیسے میسر آتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا ہو۔ کہ میں فارغ ہوتا ہوں۔ میرے پاس وقت کافی ہوتا ہے۔ آپؐ کی طرح میری ذمہ داریاں نہیں۔ آپؐ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر کچھ وقت بناؤ سنگار کے لیے بھی نکالنا ہوتا ہے۔ اس لیے احادیث سننے کے مواقع مجھے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ بات اسی طرح ہو گی۔ جس طرح ابو ہریرہؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھی مہاجر و انصار میری کثرتِ روایات حدیث پر تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان میں سے مہاجرین حضرات تجارت میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ اور انصار حضرات کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں۔ میں ان دونوں کاموں سے فارغ ہوں۔ اس لیے ان حضرات کا تعجب کوئی انوکھی بات نہیں۔

مقصود یہ ہے۔ کہ اگر حضرت ابو ہریرہؓ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کثرتِ روایات حدیث نہ کرنے کی وجہ بیان کر دی کہ آپؐ کو بناؤ سنگھار بھی تو کرنا ہوتا ہے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ اگر بناؤ سنگھار کیا تھا تو وہ بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی خوشنودی کے لیے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپؐ ہر وقت اسی کام میں مصروف رہتی تھی عورت کے اس فطری کام کو ان دونوں شیموں (نخی اور بوریرہ محمود) نے نقص سمجھا۔ یہ دراصل لینڈ ورسہ و بغض کی نفی ہے۔ یہی مصنف حضرات صحابہ کرام پر لازم دیتا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت علیؓ اور تنفسہ رضی اللہ عنہا کی تنفیس پر مشتمل احادیث خود بنائیں۔ ایک مرتبہ ملاحظہ ہو۔

ابو ہریرہؓ:

اَبْرَہْمَیْہِ دَیْنِیْہِ اَحَادِیْثِہِی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنّٰہِ



وَضَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
يَطُولُ بَنَاءُ الْحَدِيثِ لَوْ أَتَيْنَا بِهَا كُلِّهَا فَتَكُنِّي بِأَمْثَالِ  
قَلِيلَةٍ تُنَبِّئُ عَنْ غَيْرِهَا.

۱۔ قال ابر جعفر الاسکا فی ان معاریة وضع قسوما

من الصحابة وقرء ما من التابعین علی رواية  
اخبار قبیکہ فی علی تنصی القطع فیہ والبرأة

منہ وجعل لهم علی ذالک جعلاً یزغب فی ہنلہ فاختلرا

ما ارضاه۔ منهم ابو ہریرة وعمر و ابن العاص و

مخیرة بن شعبہ ومن التابعین عروہ بن الزبیر

۲۔ روى الأعشر قال لقا قریم ابو ہریرة العراق مع

معارية عام الجماعة ۳۵۰ھ جاء الى مسجدا انكوفة

وقال یا اهل العراق انزع عنکم انی اکذب علی

رسول الله صلی الله علیہ وسلم وأحرق نسی

بالتار والله لقد سمعت رسول الله صلی الله علیہ

وسمعت رسولاً ان یکل نخی حرمًا وان حرمی بالم ریة

ما بین غیر الی شرہ فمر أحدت فیہما حد ثا فعلیہ

لعنة الله والملیمة والذ من اجمعین۔ واستودعہ ذی

ان سلت أحد ذن فیہ قلت بلغ مع ویدہ قوله اجازہ

واکرہہ ولا دأمارة المریة۔

۱۔ ابو ہریرة صفحہ ۲۳۶

مطبوعہ لبنان



## ترجمہ:

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی  
احادیث بنایا کرتا تھا۔)

ابو ہریرہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بکثرت احادیث گھڑیں  
ان تمام کا تفصیلی ذکر کتاب کو بہت طویل کر دے گا۔ اس لیے ہم ایسی  
چند احادیث پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے آپ دوسری بکثرت  
چھوڑی گئی احادیث کا اندازہ لگا سکیں گے۔

ابو جعفر اسکا فی کہتا ہے کہ امیر معاویہ نے صحابہ کرام اور تابعین کرام میں سے  
ایک ایک جماعت اس کام کے لیے مقرر کی۔ کہ وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
کے خلاف احادیث بنایا کریں۔ جن تبیع حدیثوں میں ان پر طعن کا جواز  
نکلتا ہو۔ اور ان سے بیزاری کا اظہار ہوتا ہو۔ امیر معاویہ نے اس کام  
کے لیے انہیں بھاری معاوضہ دینے کی پیش کش کر رکھی تھی۔ تاکہ وہ اسے  
بخوشی کریں۔ لہذا انہوں نے امیر معاویہ کی حسب منشاء احادیث گھڑیں  
ان لوگوں میں سے ابو ہریرہ، عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ تھے، اور  
تابعین میں سے عروہ بن زبیر وغیرہ تھے۔

اعمش بیان کرتا ہے۔ کہ جب ابو ہریرہ عراق میں امیر معاویہ کے ساتھ آئے  
یہ عام الجماعۃ ۴۱ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں آکر ابو ہریرہ کو ذکی ایک مسجد  
میں گئے۔ اور موجود لوگوں سے کہا۔ اے اہل عراق! کیا تم میرے بارے  
میں یہ زعم کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی  
جھوٹی حدیث بیان کروں گا۔ اور ایسا کر کے میں اپنے آپ کو آگ میں  
جلاؤں گا۔ خدا کی قسم! میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا



کہ بے شک ہر نبی کا حرم ہوتا ہے۔ اور میرا حرم مدینہ میں غیر اور ثور کے مابین جگہ ہے۔ لہذا جس نے ان دونوں مقامات کے اندر کوئی نئی بات نکالی۔ تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دے کر کہتا ہوں۔ کہ علی المرتضیٰ نے ان دونوں جگہوں کے درمیان نئی بات نکالی ہے۔ جب ابو ہریرہ کا یہ قول ایمر معاویہ تک پہنچا۔ تو ان کا بڑا احترام و اکرام بجالایا۔ اور مدینہ منورہ کی امارت ان کے سپرد کر دی۔

حضرت علی المرتضیٰ کا ایک خطبہ بھی اس کتاب میں درج کیا گیا۔ جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ پر لعن طعن کا تذکرہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

## کتاب ابو ہریرہ:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَيْشَةَ سَارَتْ إِلَى الْبَيْتِ وَمَعَهَا  
مَلْحَقَةٌ وَالزُّبَيْرُ وَكُلُّ مَنْهُمَا يَرَى الْأَمْرَ  
دُرُكًا أَحِبُّهُمَا طَلْحَةُ فَأَبْنُ عِمْلَانَ وَالزُّبَيْرُ  
فَخَفَّتْهَا وَاللَّهِ إِنَّ رَأْبَةَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ مَا  
تَسْلَعُ عُشْبَةً وَلَا تُحِلُّ عَشَّةً إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ  
وَسُخْطِهِ.

(کتاب ابو ہریرہ سنہ ۱۱۱ طبع

بیرت لبنان)

ترجمہ:

لوگو! عائشہ بصرہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے ساتھ طلحہ اور زبیر بھی ہیں  
ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے لیے طالب حکومت ہے۔ بہر حال



علم تو وہ عائشہ کا چچا زاد بھائی ہے۔ اور زبیر اس کا بہنوئی ہے۔ خدا کی قسم !  
 سرخ اونٹ پر سوار ہونے والی (عائشہ) جو بھی کھائی ملے کرتی ہے۔ اور  
 جو بھی عقدہ مل کرتی ہے۔ وہ تمام کا تمام اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی لیے  
 ہوئے ہوتا ہے۔

قارئین کرام! یہ خطبہ جو عل المرتضیٰ کی طرف منسوب کیا گیا۔ اسی قسم کی لائینی باتیں یہ مصنف  
 بے وعراک لکھتا ہے۔ حتیٰ کہ زبان درازی اور دشنام طرازی تک آجاتا ہے۔ اس لیے ہم  
 یہ کہتے ہیں کہ یہ رویہ اس کے کٹر شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ ہم ہی نہیں بلکہ اس کے ہم عصر علماء  
 نے اسے شیعہ کہا۔ اور پھر اس کے طرفداروں نے اس کی صفائی میں بھی اوراق سیاہ  
 کیے۔ صدر الدین شرف الدین نامی ہم نوائے جو کچھ کہا۔ اسی کتاب کے پیش لفظ میں اسے  
 یوں لکھا گیا ہے۔

کتاب ادب و ہریرہ:

بَقِيَ أَنَّ السَّبَاعِيَّ وَأَمْثَالَهُ سَيُوكِذُونَ لِلْبَسْطَاءِ  
 مِنْ قَرَاءِ هَمْ تَهْمَةٍ تَشِيْعٍ إِلَى رِيهٍ وَيَسُوقُونَ  
 التَّهْمَةَ كَمَا جَاءَتْ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ بِأُسْلُوبِ الْمُرْجِفِينَ  
 وَكَيْتَ السَّبَاعِيَّ يُعَيِّ عَصْرَهُ لِيُخَفِّفَ عَلَى نَفْسِهِ  
 ثِقْلَ هَذَا الْأُسْلُوبِ الْغَلِيظِ فَالتَّشْيِيعُ لَمْ يُعَدَّ  
 كُفْرًا وَلَا الْحَادَاثِي الدِّينِ وَلَمْ يُعَدَّ التَّسَنُّ  
 ضَلَالَةً وَلَا خُرُوجًا عَلَى الْإِسْلَامِ كَذَا إِلَيْكَ  
 وَأَنْتَاهُمَا فِي مَقْلُومِ الْوَعْيِ الْحَدِيثِ جَدِّ وَلَنْ  
 يَتَأَلَّفَ مِنْهُمَا تَهْمُ الْإِسْلَامِ الْكَبِيرِ فَلَا يُخْطِئُ الْإِسْلَامُ



## مَدِیْنَتِ شَیْعَ اَوَّلَسْتَن - الخ -

(کتاب ابوہریرہ ص ۶ مطبوعہ لبنان)

ترجمہ:

باقی رہی یہ بات کہ سبائی اور اس کے ہم نوا اپنے قارئین کو یہ تاکید کرتے ہیں۔ کہ ابوریثہ شیعہ ہے۔ اور یہ لوگ اس پر منافقانہ طور پر ایسا کہتے ہیں۔ کاش کہ سبائی اس تشدد میں کچھ کمی کرتا۔ کیونکہ شیعہ نہ تو کفر شمار ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دین میں الحاد۔ یونہی سنی ہونا نہ تو گمراہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی اسلام سے خارج ہونے کی علامت یہ دونوں تو علم کے دونوں لے ہیں جن سے اسلام کی عظیم نہر بنتی ہے۔ جو بھی دیندار ہے وہ راہ اسلام سے ہٹا ہوا نہیں چاہیے وہ سنی ہو یا شیعہ۔ اسلام سے ہٹنے والے دونوں گروہوں میں سے وہ لوگ ہیں۔ جو متعصب اور منافق ہیں۔

تاریخ نیرام! صدرالدین شرف الدین نامی شخص نے جو ابوریثہ کی صفائی پیش کی اور اس کے مٹاؤ کو منافق تک کہنے سے نہ چوکا۔ آخر ان مخالفین نے مخالفت کیوں کی خود اسی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ابوریثہ کو کٹر شیعہ ہونے کے بنا پر اسلام سے خارج کیا۔ اسی وجہ کو لے کر صدرالدین یہ کہہ رہا ہے۔ کہ شیعہ اور سنی دونوں اسلام کی نہر کے نامے ہیں۔ یعنی جس طرح سنی مسلمان ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی مسلمان اسلام سے خارج نہیں۔ گویا۔ صدرالدین اپنی اس تحریر کے ذریعہ تسلیم کر لے۔ کہ ابوریثہ شیعہ ضرور ہے۔ لیکن شیعہ ہونے کی بنا پر اسے خارج از اسلام قرار دینا منافقانہ ہے۔ ہم یہاں اسلام کے ان دونوں کا کچھ نظریاتی اختلاف بیان کر کے اس کا قیصلہ تاریخ نیرام پر چھوڑتے ہیں۔ کہ کیا واقعی یہ دونوں اسلام نامی نہر سے نکلنے



والے نالے ہیں۔

۱۔ ہر نماز کے بعد ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ پر اور سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ پر لعنتیں بھیجنی ضروری ہے۔ (شیعہ عقیدہ) کسی صحابی یا صحابہ خصوصاً ازواج مطہرات کو برا بھلا کہنا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔ اور ان کو ایذا پہنچانے والا جہنمی (عقیدہ اہل سنت)

۲۔ ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور مقداد کے سوا دیگر تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے۔ (شیعہ عقیدہ)

صحابہ کرام میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ ان میں سے کسی کی اقتداء کی جائے تو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ (اہل سنت کا عقیدہ)

۳۔ موجودہ قرآن کریم محرف اور متبدل ہے۔ صحیح اور مکمل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ (شیعہ عقیدہ)

یہی موجودہ قرآن ہی اصل اور صحیح و مکمل قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی اترا (اہل سنت کا عقیدہ)

صرف نمونہ کے طور پر تین عقائد کا ہم نے تذکرہ کیا تفصیل کے لیے ہماری تصنیف عقائد جعفریہ چھ جلدیں ہیں۔ ان تین عقائد کے پیش نظر کیا کوئی دونوں (اہل سنت شیعہ) کو ایک ہی اسلام کے دونوں لے کہہ سکتا ہے۔ صدر الدین خود نظریاتی طور پر اہل سنت سے دور ہے۔ اور شائد اس کا مفاد شیعوں کی تائید کرنے میں تھا۔ اس لیے اس نے شیعیت اور سنیت کو ہی ایک چیز کے دو نام قرار دے دیا۔ اس کی سنیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس نے اسی کتاب "دالو ہریرہ" میں امام بخاری پر بعض روایات صحیحہ کو لے کر سمر تنقید کی۔ اور انہیں موضوع تک کہ دیا۔ کیونکہ ان سے شیعیت کی تردید



ہوتی تھی۔ اور کہیں ایسی تاویلات کیں۔ کہ جن سے تشیع ٹپکتا نظر آتا ہے۔ ان احادیث میں سے بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قیامت میں دوزخیوں کے اعضاء بڑھا دیئے جائیں گے۔ تاکہ ان کے مطابق سزا دی جائے۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔

۳۔ مکھی کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے۔

۴۔ نوافل کے ادا کرنے سے بندہ قرب الہی پالیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے کان، آنکھ اور دیگر اعضا قدرت الہیہ کا مظہر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر مار کر عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی۔

یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کے بارے میں خود امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اس وقت تک نہ لکھا۔ جب تک اشمیارہ نہ کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جالیوں کے سامنے بیٹھ کر انہیں تحریر کیا۔ ایسی احادیث یا تو مشاہیر میں ہیں۔ یا ان کی توجہات نصوص قرآنیہ میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو موضوع کہہ کر دراصل المہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو حدیثیں گھڑنے والا ثابت کرنا چاہا۔ پھر اسی مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سے حوالہ جات تاریخ ابوالفداء اور عقد الفرید کے دیئے۔ حالانکہ یہ دونوں بھی شیوخ مصنفین کی کتابیں ہیں۔ لہذا نجفی کا انوار علی السنۃ الحمدیہ کا حوالہ پیش کرنا قطعاً ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی چند جھلکیاں

صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اوصاف و کمالات سے کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ان کے بارے میں جو تاثر ابو ہریرہ نے پیش کیا۔ وہ اس کے تشیع کا غماز تو ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ حقیقتِ حال منکشف کرنے سے بہت دور ہے۔ دیکھئے نا کہ اگر بقول ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دنیوی لالچ کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں ایسی احادیث گھڑتے تھے جو ان پر لعن طعن کا جواز پیدا کرتی ہوں تو اس سے ثابت ہو گا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (معاذ اللہ) فاسق و فاجر تھے۔ وہ صادق اور عادل نہ تھے۔ حافظ ابن حجر سے پوچھئے کہ سیرت ابو ہریرہ کیسی تھی۔

### البدایہ والنہایہ:

وَقَدْ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنَ الصِّدِّيقِ وَالْحَفِظِ  
وَالدِّيَّانَةِ وَالْعِبَادَةِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعَمَلِ  
الصَّالِحِ عَلَى جَانِبِ عَظِيمٍ قَالَ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ  
عَنْ عَبَّاسِ الْجَرِيرِيِّ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ النَّهْدِيِّ  
قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُومُ ثَلَاثَ اللَّيْلِ وَأَمْرَأَتُهُ  
ثَلَاثُهُ وَأَبْنَتُهُ ثَلَاثُهُ يَقْرَأُ مَا زَاثَرَهُ يُوقِظُ هَذَا ثُمَّ يُوقِظُ  
هَذَا وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَوْ صَافِي خَلِيلِي  
بِصِيَّامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرُكْعَتِي الصُّحَى وَأَنْ



أَوْ تَرَقَّبُلْ أَنْ أَنَامَ قَالَ ابْنُ جَرِيَجٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ  
 قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي أُجْزَايَ اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ  
 فَجِزْ أَوَّلَ لَيْلٍ الْقُرْآنَ وَجِزْ آخِرَ آتَانَا فِيهِ وَجِزْ أَوَّلَ  
 تَذَكُّرٍ فِيهِ حَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ وَقَالَ مُحَمَّدُ  
 بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا  
 إِسْحَاقُ بْنُ عَثْمَانَ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَدْرِيسَ  
 قَالَ كَانَ لَأَبْنِي هُرَيْرَةَ مَسْجِدٌ فِي مَخْدَعَةٍ وَ  
 مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ وَمَسْجِدٌ فِي حُجْرَتِهِ وَمَسْجِدٌ  
 عَلَى بَابِ دَارِهِ إِذَا خَرَجَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا وَإِذَا  
 دَخَلَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا.

البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ بیروت  
 طبع جدید

### ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سچائی، یادداشت، دیانت، عبادت  
 ذہانت اور عمل صالح میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ حماد بن زید عباس  
 جریری کے ذریعہ ابو عثمان ہندی سے بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ تہائی رات قیام کرتے۔ ان کی بیوی دوسری تہائی اور  
 ان کی بیٹی تیسری تہائی جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ایک  
 دوسرے کو جگاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابو ہریرہ فرماتے  
 ہیں۔ مجھے میرے غلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ ہر  
 مہینہ میں تین راتیں جاگوں۔ اور پچاشت کی دو رکعتیں پڑھا کروں اور سونے



سے قبل و ترا دا کر یا کر دوں۔ ابن جریر کے اپنے شیخ سے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رات کے تین حصے کر لیتا ہوں۔ ایک حصہ قرآن کریم کی قراءت کے لیے دوسرا سونے کے لیے اور تیسرا احادیث رسول کو یاد کرنے کے لیے۔ ابو ایوب راوی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چار مسجدیں تھیں۔ ایک مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں دوسری اپنے گھر میں، تیسری اپنے حجرہ میں اور چوتھی گھر کے آخری دروازے کے قریب۔ جب گھر سے نکلتے تو ان چاروں میں نماز ادا کر کے نکلتے اور جب اندر آتے تب بھی چاروں میں نماز ادا کر کے آتے۔

### البدایہ والنہایہ :

وَرَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّهُ ضَنَّ لَهُ خَيْطٌ فِيهِ إِثْنَا عَشْرَةَ أَلْفَ عَقْدَةٍ  
يُسَبِّحُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۱۲)

ترجمہ :

عبد اللہ بن احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کا ایک دھاگہ تھا جس میں بارہ ہزار گانٹھیں تھیں۔ سونے سے پہلے آپ اُن پر تسبیح کر لیا کرتے تھے۔

توضیح :

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑے عابد، زاہد اور شب بیدار



ان کے عادل و مافظ ہونے کی یہ بڑی دلیل ہے۔ کہ بخاری اور مسلم نے ان کی مرویات کو بغیر چون و چرا قبول کیا۔ ان سے کثیر تعداد میں روایات پائی جاتی ہیں۔ ان حقائق کے بعد آپ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حدیثیں گھڑتے تھے۔ کس قدر زیادتی ہے۔ ابوہریرہ نے ان پر یہ الزام لگا کر خود اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ یہی ابوہریرہ ہیں۔ جن کی والدہ کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء خیر فرمائی تھی۔ صاحب البدایہ نے اسے یوں لکھا ہے۔

البدایہ النہایہ:

ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب اپنی والدہ کو دعوت ایمان دیتا تو وہ انکار کر دیتی۔ ایک دن میری دعوت کے جواب میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ اور عرض کی کہ آپ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے اسلام سے بہرہ ور کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اللّٰهُمَّ اِهْدِ اُمِّیْ هُرَيْرَةَ۔ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ کہ کریں اس دعا کے بعد فہم گھرا یا۔ تاکہ میں اپنی والدہ کو حضور کی دعا کے متعلق بتاؤں۔ گھرا یا۔ تو دیکھا کہ والدہ غسل کر کے کپڑے پہن رہی ہیں سامنے آنے پر بلند آواز سے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبده ورسوله پڑھا۔ میں یہ سن کر واپس حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور پہلے تو غم کے بارے لیکن اب خوشی کی وجہ سے رو دیا۔ عرض کی حضور مبارک ہو۔ آپ کی دعا کی برکت سے



اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو مشرف باسلام کر دیا۔ میں نے ایک اور دعا کے لیے گزارش کی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو لوگوں کے لیے محبوب بنادے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ عَبْدَكَ هَذَا وَأُمَّهُ إِلَى عِبَادِكَ  
الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْهُمَا لِيَلِيهِمَا

ترجمہ:

اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی والدہ کو مومنین کے لیے محبوب بنادے۔ اور ان دونوں کو بھی مومنوں سے محبت کرنے والا بنادے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی کوئی صاحب ایمان میری باتیں سنتا، مجھے دیکھتا یا میری والدہ کو دیکھتا تو وہ مجھ سے لازماً محبت کرتا۔ یہ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تمام امت مسلمہ کا محبوب بنا دیا۔ آپ کی مرویات تمام امت کے خطیب و مقرر اپنے خطاب میں لوگوں کی پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام مومنوں کے محبوب ٹھہرے۔ اب جو اس دولت سے محروم ہو یعنی اس کے دل میں ابو ہریرہ کی محبت کی بجائے عداوت ہو۔ تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ لہذا ابوریہ اور اس قماش کے دوسرے تمام نہاد مومنین کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اہل تشیع



کوشاں اس لیے ناراضگی ہے۔ کراہوں نے باغ فدرک اور خلافت حقہ کے بارے میں جو روایات بیان فرمائیں۔ وہ ان لوگوں کی موت نظر آتی ہیں۔ تو اس میں ابوہریرہؓ پر ناراضگی کی بجائے اپنے ایمان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ اہل تشیع کی طرح ابوریہ نے بھی ”ابوہریرہ“ نامی کتاب میں ان کے متعلق یہی روایہ اپنایا ہے۔ جس سے اس کی شیعیت عیاں ہوتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہؓ کے حافظ الحدیث

ہونے کی وجہ سے دعائے خیر کیا کرتے تھے

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثني  
عبد الله بن نافع عن ابيه قال كنت مع  
ابن عمر في جنازة ابي هريرة وهو يمشي امامها  
ويكثر الترحم عليه ويقول كان من يحفظ  
حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم على  
المسلمين.

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۲۰)

ذکر ابوہریرہؓ مطبوعہ بیروت

(طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن نافع کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نافع نے بتایا کہ میں ابن عمر



کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ ابن عمر جنازہ کے اُگے اُگے چل رہے تھے۔ اور آپ اُن پر بکثرت اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ شخص ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا محافظ تھا۔ اور مسلمانوں کے پاس پہنچانے والا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو ہریرہ کو ایک انعام عطا کرنا جو

قتل عثمان تک ان کے پاس رہا

صفوة الصفوة:

عن ابی العالیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ  
 قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بِتَمَرَاتٍ قَدْ عَافِيَهُنَّ بِالْبُرُكَةِ وَقَالَ اجْعَلْنِي  
 فِي مِزْوَدِكَ فَإِذَا ارْدَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا  
 فَادْخُلْ يَدَكَ فَخُذْهُ تَنْشُرُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي مِزْوَدِي  
 فَوَجَلْتُ مِنْهُ رَوَاحِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى  
 وَكُنْتُ أَكُلُ مِنْهُ وَأَطْعَمُ وَكَانَ  
 فِي حَقِّ مِزْوَدِي حَتَّى كَانَ يَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ فَوَقَعَ  
 فَذَهَبَ.

(صفوة الصفوة جلد اول ص ۶۹۲)

(مطبوعہ بیروت)



## ترجمہ:

ابوالعالیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں ایک دفعہ چند کھجوریں لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو۔ پھر جب کبھی تم اس سے کچھ نکالنا چاہو۔ تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ لیکن مکمل نہ کھوٹا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں نے انہیں تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر کئی مراحل کا سفر کیا۔ ان میں کھانا پیتا رہا۔ اور وہ میری پیٹی میں تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی کے قتل کا دن آگیا۔ اور وہ پیٹی مجھ سے گم ہو گئی۔

## توضیح:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غیب سے رزق کا انتظام کر دیا۔ یہ ان کے روحانی مراتب اور کمال ایمان کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کے سلم کی ایک جھلک

## طبقات ابن سعد:

قال ابن سعد بن اسماعيل بن ابي  
خديك عن ابن ابي ذئب عن سعيد بن  
ابي سعيد المقبري عن ابي هريره انه قال



يَقُولُ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ دُعَائَيْنِ شَأْنُ أَحَدِهِمَا  
فَبَشَّثْتُهُ رَأْمًا الْآخَرُ فَلَوَبَشَّثْتُهُ قَطَعَ هَذَا  
الْعُثْمُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
أَبُو هِلَالٍ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ أَبُو سَرِيرَةَ لَوْ خَدَّ  
تُكْمُ لِكُلِّ مَا فِي جَوْفِي لَرَمَيْتُمُوْنِي بِالْبَعْرِ قَالَ  
الْحَسَنُ صَدَقَ وَاللَّهِ لَوَأْخَذَ بِنِزَانِكَ بَيْتَ اللَّهِ  
يَدَاكَ أَرَأَيْتَ مَا صَدَقَهُ النَّاسُ۔

(طبقات ابن سعد جلد طس ۱۳۳)

### ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دو دعائیں سکھائیں ایک تو میں نے تم تک پہنچا دیا۔ اور اگر دوسری  
بیان کروں تو مجھ میرزا شہر گاہ کا دو گے۔ ابو ہریرہ ہی فرماتے  
ہیں۔ اگر میں ہر وہ بات جو میرے دل میں ہے تمہیں بتا دوں تو تم  
مجھے اذیت کی میٹنگیں مارو۔ حسن کہتے ہیں۔ ابو ہریرہ نے سچ کہا  
ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں یہ خبر دیں کہ بیت اللہ گرا دیا گیا۔ یا  
اسے جلا دیا گیا۔ تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں ماں کی شان

طبقات ابن سعد:

عن ابن شہاب أنَّ بَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَحْجُ



حَتَّى مَاتَتْ أُمُّهُ صُحْبَتِهَا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۲۹)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے انتقال تک حج نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی صحبت میں رہنا ضروری تھا۔

بوقت موت حضرت ابو ہریرہ کی عاجزی

طبقات ابن سعد:

حدثنا ابو معشر عن سعيد قال  
لَمَّا نَزَلَ بِأَبِي هُرَيْرَةَ الْمَوْتُ قَالَ لَا تُصْرِبُوا  
عَلَيَّ قَبْرِي فُسْطَاطًا وَلَا تَتَّبِعُونِي بِثَارٍ فَإِذَا  
حَمَلْتُمُونِي فَاسْرِعُوا فَإِنِ اتَّخَذْتُمْ لِي  
تَأْكُونَنِي إِلَى رَبِّي وَإِنِ احْكُمُوا غَيْرَ ذَلِكَ أَفْضَلُ  
هُوَ شَيْءٌ تَطْرَحُونَ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۲۸)

ترجمہ:

جناب سعد سے ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہ پر آثار موت طاری ہوئے تو انہوں نے کہا میری قبر پر خیمہ لگانا اور نہ ہی میرے جنازے کے پیچھے آگے سے کر پلنا۔ جب میری میت اٹھالی تو جلدی سے قبرستان میں پہنچ جائے۔ اگر میں صالح



اور نیک ہوں گا تو تم میرے رب کے پاس مجھے جلدی پہنچا دو گے  
اور اگر میں ایسا نہ ہوا۔ تو پھر تمہارے کندھوں پر ایسی شئی ہے جسے تمہیں  
جلدی نیچے رکھ دینا چاہیے۔

بظور اختصار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چند فضائل و مناقب اس لیے بیان  
کیے گئے۔ تاکہ قارئین کرام کے ذہن میں ایسی شخصیت کے بارے میں جو نجفی اور ابوری  
نے تائید دینے کی کوشش کی۔ اس کا ابطال ہو جائے۔

فلعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۱۲

سینوں کی فقہ کا ایک مایہ ناز راوی طلحہ بھی ہے جس نے بی بی عائشہ سے نکاح کی تمنا کی تھی (معاذ اللہ)

اہل سنت کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی طلحہ بھی ہے۔ تفسیر فتح القدیر سورت احزاب میں لکھا ہے۔ کہ اسی طلحہ نے کُردو کی تھی کہ نبی مر جائے تو میں بی بی عائشہ سے نکاح کروں گا۔  
۔ ماں سے نکاح کرنے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت، فقہ صنفیہ ص ۲۵)

## جواب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کی تمنا کرنے والا ایک منافق تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری ہیں اس کی تصدیق تفسیر قرطبی سے ملاحظہ ہو۔

## تفسیر قرطبی:

قُلْتُ وَكَذَا حَكِيَ النَّحْأَسُ عَنْ مَعْمَرٍ أَنَّهُ طَلَعَهُ  
وَلَا يَصِحُّ قَالَ ابْنُ عَطِيَّةٍ إِنَّهُ دَرُّ ابْنِ عَبَّاسٍ  
وَهَذَا عِنْدِي لَا يَصِحُّ عَلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ  
قَالَ شَيْخُنَا الْأَمَامُ أَبُو الْعَبَّاسِ وَقَدْ حَيَّ هَذَا  
الْقَوْلُ عَنْ بَعْضِ فَضَلَاءِ الصَّابَةِ وَحَاشَاكُمْ  
عَنْ مِثْلِهِ وَالْكَذِبُ فِي فَنَائِهِ وَإِذَا مَا يَلِيْقُ مِثْلُ  
هَذَا التَّرَلُّ بِأَمَّا نَافِقَيْنِ الْجُهَالِ يَرَوْنَ أَنَّ رَجُلًا



مِنَ الْمُدَّافِقَةِ بْنِ قَالَ حِينَ تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ بَعْدَ أَبِي  
 سَلَمَةَ وَحَفْصَةَ بَعْدَ خَنِيسِ بْنِ حَذَافَةَ  
 مَا بَالُ مُعْتَمِدٍ يَتَزَوَّجُ نِسَاءَنَا وَاللَّهُ لَوْ قَدْ  
 مَاتَ لَا جَعَلْنَا السِّهَامَ عَلَى نِسَائِهِمْ فَتَزَلَّتِ  
 الْآيَةُ فِي هَذَا فَحَرَّمَ اللَّهُ نِكَاحَ أَزْوَاجِهِمْ وَ  
 جَعَلَ لِيُثْبِتَ حُكْمَ الْأَمَمَاتِ وَهَذَا مِنْ  
 خَصَائِصِهِ ---

د تفسیر قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۹

(مطبوعہ قاہرہ)

### ترجمہ :

میں کہتا ہوں کہ یہ بات حضرت طلحہ کی طرف سے بھی بیان کی گئی ہے  
 حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ابن عطیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کو خوش رکھے  
 اور یہ بات میرے نزدیک حضرت طلحہ کے متعلق ہونا درست نہیں۔  
 یہی ہمارے شیخ امام ابو العباس نے کہا۔ یہی قول بعض بزرگ صحابہ کرام  
 سے بھی حکایت کیا گیا ہے۔ لیکن ایسے قول کے کرنے سے وہ حضرات  
 بُری ہیں۔ اور اس کے نقل میں جھوٹ ہو سکتا ہے۔ ایسا کہنا اور ایسا  
 قول نقل کرنا تو منافقین اور جاہل لوگوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ مروی  
 ہے کہ ایک منافق مروی نے اس وقت کہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ابوسلمہ کے بعد ام سلمہ سے اور خنیس بن حذیفہ کے بعد حفصہ  
 سے شادی کی۔ کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری عورتوں سے



شادی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مر گیا۔ تو ہم بذریعہ قرعہ اندازی اس کی بیویوں سے شادی کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا اور انہیں ماؤں کے بمنزلہ کر دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصال میں سے ہے۔ اور اس میں آپ کے مرتبہ پر آگاہ کیا گیا ہے۔

### جواب دوم:

اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد شادی کی تمنا کی تھی۔ تو پھر یہ قابل اعتراض اس وقت ہو گا۔ جب یہ متعین ہو جائے کہ انہوں نے آیت کی حرمت نازل ہونے کے بعد تمنا کی تھی۔ لیکن یہ ثبوت نفی وغیرہ کوئی شیعہ پیش نہیں کر سکتا۔ مفسرین کلام نے اس تمنا کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت طلحہ نے اس خیال اُس نے پر کئی مرتبہ ندامت کا اظہار کیا۔

### تفسیر قرطبی:

لَوْ تَوَيَّ رَسُولُ اللَّهِ لَتَزَوَّجْتُ عَائِشَةَ  
وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي قَالَ مَقَاتِلُ هَرَمِلَحَ بْنِ  
عَبِيٍّ - اللَّهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَدِمَ هَذَا الرَّجُلُ  
عَلَى مَا حَدَّثَ بِهِ فِي نَفْسِهِ فَمَشَى إِلَى مَكَّةَ  
عَلَى رَجُلَيْهِ وَحَمَلَ عَلَى عَشْرَةِ أَفْرَاسٍ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ وَأَعْتَقَ رَقِيقًا كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ -

(تفسیر قرطبی جلد ۱۲ ص ۲۲۸)



## ترجمہ:

”اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں عائشہ سے شادی کروں گا کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے“ مقاتل نے کہا: کر یہ قول طلحہ بن عبید اللہ کا ہے۔ ابن عباس نے کہا: کہ اس اللہ کے بندے نے اس پر ندامت کا اظہار کیا۔ جو یہ بات اس کے دل میں آئی تھی پس یہ شخص (طلحہ) پیدل مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اور دس گھوڑے فی سبیل اللہ صدقہ کر دیئے۔ ایک غلام بھی آزاد کر دیا۔ اللہ نے اس کا کفارہ منظور کر لیا۔

## ملحہ فکریہ:

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت طلحہ کا یہ خیال اول تو ثابت ہی نہیں بلکہ کسی منافق کا ہو سکتا ہے۔ اور اگر حضرت طلحہ کا ایت احرمیت کے بعد ہوتا تو بھی قابل علامت تب ہوتا جب آپ کا کھلے بندور اظہار کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ قطعاً ثابت نہیں۔ اس کے باوجود وہ اس خیال پر نادم ہو گئے اور اس کا از خود بہت بڑا کفارہ ادا کیا۔ یہ ان کے کامل الایمان ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے کہ جو تکہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ نسیعہ کتاب۔ سے حوالہ ملاحظہ ہو۔



# حضرت سلمہ کے جنتی ہونے پر ابن عدی ثعلبی کا اعتراض

شرح ابن حدید:

وَطَلْحَةَ أَحَدِ الْعَشْرَةِ الْمَشْهُورَةِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ  
وَأَحَدِ أَصْحَابِ الشُّوَرَى وَكَانَ لَهُ فِي الدِّفَاعِ  
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ  
أَحُدٍ أَثَرٌ عَظِيمٌ وَشَلَّتْ بَعْضُ أَصَابِعِهِ يَوْمَئِذٍ  
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ  
مِنْ سَيِّئَاتِ الْمُشْرِكِينَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
يَوْمَئِذٍ الْيَوْمَ أُوجِبَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ.

(شرح ابن حدید جلد اول ص ۶۶)

مطبوعہ بیروت جدید

ترجمہ:

حضرت طلحہ ان دس صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی۔ اور اصحاب شوریٰ میں سے ایک تھے۔ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی قربانی بڑی عظیم تھی اس دن ان کی کچھ انگلیاں بیکار ہو گئی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مشرکین کی کمزوریوں کے وار جوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے اپنے ہاتھ پر روکے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن فرمایا



ظلم نے اُن اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا باتفاق روایات ثابت ہے۔ اس لیے مذکورہ اعتراض کا اگر کوئی وجود ہوتا۔ یا اس قسم کے خیال سے اُن کا دوزخی ہونا لازم ہوتا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنت کی بشارت نہ دیتے۔ جب بالیقین آپ صنتی ہیں۔ تو پھر کوئی ناپسندیدہ فعل بھی آپ کو جہنم میں لے جانے کا سبب نہیں بن سکتا۔ چہ جائیکہ ایک کام کا سر سے وجود ہی نہ ہو۔ اس کو لے کر ان کی ذات پر الزام دھرنا کوئی عقل مندی اور دینداری ہے ہم فقہ حنفی کے ماننے والے ایسے روایانِ حدیث رکھتے ہیں جن کا جنتی ہونا بارگاہ رسالت سے ثابت ہے۔ گویا فقہ متعنی جنتیوں کی فقہ ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب آیت قرآنیہ کے پیش نظر مومنوں کی ماں ہیں۔ (اس کو نجس بھی تسلیم کرتا ہے۔) تو علی المرتضیٰ کی بھی ماں ہونگی۔ اب ہم نجس وغیرہ شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ نے جنگِ جمل میں اپنی ماں حضرت عائشہ کو مطلقہ خود کیوں کہا (معاذ اللہ) اور پھر کوئی اپنی ماں سے بھی جنگ کرتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بقول شیعہ حضرت علی نے سیدہ عائشہ صدیقہ المومنین

کو طلاق دی (معاذ اللہ)

اجتناج طبری:

وَرَوَى عَنْ الْبَاقِرِ أَنَّهُ قَالَ لَعَنَ كَانَ  
يَرَمُ الْجَمَلِ وَقَدْ أَشَقَّ هُوَ دَجٌّ عَائِشَةَ



بِالْثَّبَلِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهِ مَا أَرَانِي إِلَّا مُطْلَقًا

(اجتہاد طبرسی جلد اول ۸۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے کہ جنگ جمل میں جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ تو علی المرتضیٰ نے کہا۔ خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ام المومنین کو طلاق دینے والا دیکھتا ہوں۔  
 ہم نجفی سے حوالہ بالا کے ضمن میں پوچھتے ہیں۔ کہ جب علی المرتضیٰ نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ کو طلاق دی۔ تو طلاق دنیا یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ پہلے نکاح پیدا ہوا ہو۔  
 اب سیدہ عائشہ جبکہ ام المومنین ہونے کے ناطے سے علی المرتضیٰ کی بھی ماں ہوئیں۔ تو اس طرح علی المرتضیٰ نے بھی آپ کے عقیدہ کے مطابق پہلے ماں سے نکاح کیا پھر طلاق دی۔  
 حضرت طلحہ نے تو تمہارے بقول صرف نکاح کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن علی المرتضیٰ نے تو نکاح کر کے پھر چھوڑا۔ اب وہی الفاظ جو نجفی صاحب آپ نے حضرت طلحہ اور فقہ نعمان کے بارے میں کہے تھے ذرا انصاف کیجئے اور حضرت علی المرتضیٰ اور فقہ جعفریہ کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔ جو اہل تشیع کو بھی پتہ چل جائے۔ کہ آپ ان کے واقعی خیر خواہ ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۱۲

سنیوں کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے  
قرآن کی دو آخری سورتوں کا منکر تھا

اہل سنت کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے۔ تفسیر القرآن میں  
لکھا ہے۔ کہ یہ قرآن پاک کی آخری دو سورتوں کا منکر تھا۔ پس قرآن پاک کا منکر راوی فتنہ نمان  
کو ہی مبارک ہو۔

(حقیقت فتنہ منقیہ ص ۲۵)

جواب:

اعتراض مذکورہ چونکہ تحریف قرآن کے ضمن میں آتا ہے۔ اس موضوع پر مذکورہ  
اعتراض کے سوا اور بھی کئی اعتراضات ہیں۔ جو اہل تشیع اپنے نظریہ چھپانے یا اس  
کا اہل سنت کو ہم نوا بنانے کے لیے ہم پر کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اس موضوع کو الگ  
ما علیہ کے ساتھ عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اور اس مخصوص اعتراض  
کا جواب ص ۳۲۶ تا ۳۷۸ پر موجود ہے۔ صرف غلامتہ یہاں چند سطور سپرد قلم کی جا رہی ہیں۔  
تاکہ تشنگی نہ رہے۔

تفسیر القرآن کی وہ عبارت جو اعتراض ہذا پر مشتمل ہے۔ اسے اہل تشیع بڑے بلند  
بانگ دعویٰ سے پیش کرتے ہیں۔ اور ثابت یہ کرتے ہیں کہ اہل سنت کے قرآن میں  
دو سورتیں زائد جمع کر دی گئیں۔ ان دو سورتوں کو عبداللہ بن مسعود قرآن نہیں مانتے۔  
لیکن اہل تشیع عبارت مذکورہ صرف اس قدر ذکر کرتے ہیں۔ جس سے وہ اپنا مقصد نکال  
سکتے ہیں۔ اگر اتفاق کی پوری عبارت پیش سامعین کر دیں تو نہ اعتراض باقی رہتا ہے۔



اور نہ ہی اس کے لیے کوئی حجت۔ لہذا اتقان کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

## تفسیر اتقان:

فَخَرُّ السَّيِّئِينَ قَالَ ثَقِيلٌ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيمَةِ  
أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنْكِرُ خَرُونَ الْمُسْرَدَةِ الْفَاتِحَةِ  
وَالْمَعْوَذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ فِي غَايَةِ الصَّعُوبَةِ  
لَا نَأْنِ قُلْنَا إِنَّ الثَّقِيلَ الْمُتَوَاتِرَ كَانَ حَاصِلًا فِي  
عَصْرِ الصَّحَابَةِ يَكُونُ ذَلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ لَا  
يُوجِبُ الْكُفْرَ وَإِنْ قُلْنَا لَمْ يَكُنْ حَاصِلًا فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ  
فَيَلْزَمُ أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمُتَوَاتِرٍ فِي الْأَصْلِ قَالَ وَالْأ  
غُلْبُ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ ثَقِيلَ هَذَا الْمَذْهَبِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ  
ثَقِيلٌ بَاطِلٌ..... وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ الْمَهْذَبِ  
اجْتَمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْمَعْوَذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ  
مِنَ الْقُرْآنِ وَأَنَّ مَنْ جَعَلَ مِنْهَا شَيْئًا  
كَفَرُوا وَمَا ثَقِيلٌ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ بَاطِلٌ لَيْسَ بِصَحِيحٍ  
قَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِي كِتَابِ الْقَدَحِ الْمَعْلَى تَتِمُّمِ الْمَعْلَى  
هَذَا كَذِبٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ وَمَوْضُوعٌ وَإِنَّمَا صَحَّ  
عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ ذَرِّ عَنْهُ وَفِيهَا الْمَعْوَذَتَيْنِ  
وَالْفَاتِحَةُ.

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۸)

مطبوعہ بیروت طبع جدید



## ترجمہ:

امام فخر الدین رازی نے کہا کہ بعض قدیم کتابوں میں منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کا قرآن میں سے ہونے کا انکار کرتے تھے۔ یہ بات بہت پریشان کن اور مشکل سے قابل تسلیم ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ نقل متواترہ صحابہ کرام کے دور میں حاصل تھی۔ تو پھر ان سورتوں کا قرآن ہونا لازم ہے۔ اور ان کا انکار کفر کو واجب کر دے گا۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ تواتر دور صحابہ میں حاصل نہ تھا۔ تو پھر سب سے تمام قرآن کا متواتر ہونا ہی ماننا پڑے۔ اور کہا کہ غالب ظن یہ ہے کہ ابن مسعود سے اس مذہب کا نقل باطل ہے۔۔۔۔۔ نووی نے شرح المہذب میں کہا کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن میں ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس بارے میں جو منقول ہے۔ باطل اور غیر صحیح ہے۔ ابن حزم نے کتاب القدح میں اسے ابن مسعود پر جھوٹ باندھنا کہا ہے۔ اور اس روایت کو موضوع لکھا ہے۔ کیونکہ ابن مسعود سے جو روایت قراءۃ جناب ذکر کے طریقہ سے عاصم نے بیان کی۔ اس میں معوذتین اور فاتحہ موجود ہیں۔

”اتقان“ کی طرح علامہ السیوطی کی ایک اور تفسیر درمثور نامی بھی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت یوں ذکر کی۔

## تفسیر درمثور:

واخرج الطبرانی في الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد انزل علي



آيَاتُ لَمْ يَنْزَلْ عَلَيْهَا مِثْلُهَا مِنَ الْمَعْوَذَةِ يَتَبَيَّنَ۔

تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر چند آیات ایسی نازل کی گئیں جن کی مثل اس سے پہلے نہیں آتیں۔ وہ معوذتین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے قرآن ہونے کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ لہذا ان دونوں سورتوں کو قرآن زمانے کی روایت ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔ ان کا مذہب یہ نہیں۔ لہذا روایت مذکورہ باطل اور موضوع ہے۔ اب نجفی کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو منکر قرآن کہنا کس قدر دریدہ دہنی ہے۔ دراصل نجفی یہ چاہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تحریف قرآن میں ان کے اور ان کے ائمہ کے ہم نوا بن جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہوگا۔

اعتراض نمبر ۱۲

سینوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے جو متعہ کو جائز سمجھتا ہے

فقہ حنفی کا ایک اور مایہ ناز راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے۔ مروج الذہب ذکر عبد اللہ بن زبیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس متعہ کو جائز جانتا تھا۔ اور حنفی لوگ متعہ کو زنا جائز جاننے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)



## جواب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب آپ کو اس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا۔ جو نبی اس کی حرمت کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اپنے سابقہ مذہب سے رجوع فرمایا۔ تفسیر ابن عباس میں خود ان کی زبانی یہ بات موجود ہے۔ لہذا جب رجوع ثابت تو پھر قبل رجوع لاعلمی کی بنا پر یا ابتداء جواز کے پیش نظر اگر عبداللہ بن عباس نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ تو اس پر کیا اعتراض ہے؟ ہم نے اس اعتراض کی مکمل تفصیل فقہ جعفریہ جلد چہارم میں بیان کر دی ہے۔ جو معتقرب چھپ کر آ رہی ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

## جواب دوم:

”مروج الذہب“ نامی کتاب خیر سے شیعہ مصنف کی کتاب ہے۔ اس میں اگر ادھر ادھر سے کوئی وہابی تباہی بات درج کر دی گئی۔ تو وہ اہل سنت یا حنفی فقہ کا مسئلہ نہیں بن جاتی۔ نجفی وغیرہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اس کتاب کو وہابی سنت کی کتاب، لکھ کر حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امامی شیعہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تحقیق تمام عقائد جعفریہ جلد پنجم میں مذکور ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا حال اور اس کا عقیدہ ہم نہیں بلکہ اہل تشیع کی زبانی سناتے ہیں۔ سنئے یہ کیسا راوی ہے؟

## الکفی والالقاب:

وسعودی رانجاشی در فہرستش از راویان شیعہ شمرده و گفتہ اور است کتاب اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب علیہ السلام و کتاب مروج الذہب در سال ۳۳۳ برابر (شلیج)

الکفی والالقاب اصل عربی ج ۳ ص ۱۸۴ (الکفی والالقاب فارسی جلد ۴ ص ۲۳۱)



ترجمہ:

اور مسعودی (صاحب مروج الذهب) کو نجاشی نے اپنی فہرست میں  
شیعہ (اولیوں میں) سے شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب  
”اثبات الوصیۃ لعل بن ابی طالب“ ہے۔ اور مروج الذهب کتاب  
اس نے تصنیف کی تھی۔ ۳۳۳ میں اس کا انتقال ہوا۔

اعیان الشیعہ:

وَذَكَرَ لَهُ النَّجَاشِيُّ أَيْضًا الْآبَاةَ فِي أَصُولِ  
الدِّيَانَةِ فَقَدْ عَمِلَ تَشْيِيعُ الشَّيْخِ الطَّوْصِي  
وَالنَّجَاشِيِّ وَغَيْرُهُمَا وَلَهُ مَوْلَفَاتٌ فِي إِثْبَاتِ مِلَّةِ  
الْأَدِمَةِ الْإِثْنَى عَشَرَ

راعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۵۷

مطبوعہ بیروت ج ۱ دید

ترجمہ:

نجاشی نے مسعودی کے بارے میں ذکر کیا کہ اس کی ایک کتاب  
”الآبَاةَ فِي أَصُولِ الدِّيَانَةِ“ ہے۔ اس کے اہل شیعہ  
ہونے پر شیخ طوسی اور نجاشی نے نص بیان کی۔ اس کی بہت سی  
ایسی کتابیں ہیں جن میں بار وائے کی امامت کے اثبات کا ذکر  
ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ صاحب مروج الذهب پکا شیعہ ہے۔ اب ایک شیعہ  
مصنف کی بات کو لے کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر جواز منقہ کا فتویٰ لگانا



کس قدر حسد و بغض ہے۔ دینانداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ کسی حقیقی سنی حنفی کی کتاب سے ثابت کیا جاتا۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے۔ اور وہ بھی ایسا کہ انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ لیکن ایسا حوالہ نجفی کو کہاں سے ملے گا۔؟

**جواب سوم:**

اہل تشیع کا نظریہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کا فرد منافق ہیں۔ چونکہ ان کے بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اہل سنت کے راوی ہیں۔ لہذا وہ بھی اسی فتوے کی زد میں آئیں گے۔ سالانہ ان کی کتب یہ بتلاتی ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سے محبت و پیار کرتے تھے۔ اور آپ کم مایہ ناز شاگردوں میں سے ایک یہ بھی تھے

**منتہی الامال:**

عبداللہ بن عباس از اصحاب رسول خدا و محبین امیر المومنین و لمیزاں جناب  
است علامہ در خلاصہ فرمود کہ حال عبداللہ در جلالت و اخلاص  
بامیر المومنین علیہ السلام اشہر از اں است کہ مخفی باشد۔  
دہنتی الامال جلد اول ص ۲۲۰ مطبوعہ ایران

**ترجمہ:**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبین اور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ علامہ نے خلاصہ میں ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی حالت جلالت اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اخلاص کی کیفیت اس قدر مشہور ہے کہ وہ چھپی نہیں رہ سکتی۔

حضرت علی المرتضیٰ کے شاگرد و شہید اور ان کے حبیب کو چاہیے تو یہ تھا کہ نجفی اہل تشیع



میں شمار کرتا۔ لیکن اس طرح اہل سنت پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے پہلے جناب ابن عبا کو اہل سنت میں شامل کیا۔ اور پھر ان کی ایسی عبارت جو شیعوں نے لکھی اُس سے فقہ حنفی پر اعتراض دے مارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجفی کا دین و ایمان ایک چلتی پھرتی چیز ہے جدھر موڑنا چاہے موڑ لیا۔

## اعتراض نمبر ۱۵

فقہ حنفی کا ایک مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر بھی ہے جس نے جھوٹی گواہی دلائی تھی

فقہ حنفی کا ایک اور مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر ہے۔ الامت والسیاست ذکر جمل میں لکھا ہے۔ کہ خواب کے مقام پر جھوٹی گواہی اسی نے دلائی تھی۔ پس یہ جھوٹ کا بیوپاری راوی سنی بھائیوں کو مبارک ہو۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

”الامت والسیاست“ ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ اسے کتب اسماء الرجال نے بدعتیہ اور غلط بیانی کا مرتکب کہا ہے۔ کرامیہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی اس کی روایت سے ایک عظیم صحابی پر جھوٹی گواہی دلوانے کی تہمت کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

لسان المیزان:

وَرَأَيْتُ فِي مِثْلِ الزَّمَانِ أَنَّ الدَّارَ تُلْفَوْنَ قَالَ  
كَانَ ابْنُ قَتَيْبَةَ يَسِيلُ إِلَى التَّشْبِيهِ مَنَحْرُوقًا عَنْ



الْعِثْرَةُ وَكَلَامُهُ يَدُلُّ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ يَرَى  
رَأَى الْكِرَامِيَّةَ وَذَكَرَ الْمَسْعُودِيُّ فِي الْمَعْرِجِ  
أَنَّ ابْنَ قَتَيْبَةَ اسْتَمَعَ فِي كُتُبِهِ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ  
الدينوري وَ سَمِعْتُ الشَّيْخَ الْعِرَاقِيَّ يَقُولُ كَانَ  
ابْنُ قَتَيْبَةَ كَثِيرَ الْغَلَطِ.

(لسان الميزان جلد سوم ص ۳۵۶، ۳۵۹)  
(حرف العین)

ترجمہ :

میں نے مرآۃ الجنان میں دیکھا کہ دارقطنی نے ابن قتیبہ کو مشتبہ لوگوں  
کی طرف میلان والا بتایا۔ اور اہل بیت سے منحرف تھا۔ اس کا کلام  
اس پر دلالت کرتا ہے۔ بیہقی نے کہا کہ شخص کرامیہ نظریہ رکھتا تھا  
مسعودی نے مروج میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے اپنی تصانیف میں  
ابو حنیفہ دینوری کی کتب سے بہت سا استفادہ کیا۔ ان سے  
مدولی۔ میں نے اپنے شیخ عراقی سے ابن قتیبہ کے بارے میں یہ  
کہتے ہوئے سنا کہ وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔  
دو المعارف، جو ابن قتیبہ کی تصنیف ہے، کے مقدمہ میں

ابن قتیبہ کے حالات ان الفاظ میں موجود ہیں۔

المعارف مقدمة التحقيق:

يُقُولُ فِي تَذْكِرَةِ الْمُعَاظِ ابْنِ قَتَيْبَةَ مِنْ  
أَوْيَةِ الْعِلْمِ لِمَا لَيْتَ لَهُ قِلْدُ الْحَمَلِ فِي الْحَدِيثِ



إِنَّ ابْنَ قَتَيْبَةَ خَلِطَ عَلَيْهِ بِحِكَايَاتٍ عَنِ الْكُوفِيِّينَ  
لَمْ يَكُنْ أَخَذَ هَا عَنْ أَوْعِيَةَ الْعِلْمِ يَشْرَعُ فِي الْأَشْيَاءِ  
لَا يَقُومُ بِهَا نَحْوُ تَعَرُّضِهِ لِتَالِيفِ كِتَابِهِ فِي النَّحْوِ  
وَيَتَابِعُهُ فِي تَعْبِيرِ الرُّوَايَا وَكِتَابِهِ فِي مُعْجَزَاتِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُيُورِ الْأَخْبَارِ  
وَالْمَعَارِفِ وَالشُّعْرَاءِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا أُدْرِيَ بِهِ  
عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ كَانَ نَسَقَ بِمَا عِنْدَ الْعَامَّةِ  
وَمَنْ لَا بَصِيرَةَ لَهُ وَغَيْرُ ابْنِ الْأَنْبَارِيِّ وَابْنِ  
الطَّبِيبِ نَجَّةُ الْحَاضِرِ أَبَا عَبْدٍ اللَّهِ مُحَمَّدٍ  
الْيَسَابُورِيِّ (۵۰۴) الَّذِي يَقُولُ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى  
أَنَّ التُّبَيْبِيَّ كَذَّابٌ كَمَا نَجَّدَ ابْنُ تَغْرِبُيَرٍ  
يُرْوَى (۵۸۴) وَكَانَ ابْنُ قَتَيْبَةَ خَبِيثَ اللِّسَانِ  
يَقَعُ فِي حَقِّ كِبَارِ الْعُلَمَاءِ -

المعارف مقسمۃ التفتیح للذکور ثروت اعکاش

ص ۵۸-۶۱ مطبوعہ مصر

ترجمہ :

ما فظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ اگرچہ بہت بڑا  
عالم تھا لیکن حدیث پر عمل کرنے میں بہت سست تھا۔ ابن قتیبہ کو ان  
حکایات میں غلط ہوا۔ جو اس نے کوفیوں سے سنی تھیں۔ لیکن ان میں  
کوئی بھی ثقہ آدمی نہ تھا۔ اور ایسی چیزیں شروع کر دینے کی عادت تھی  
جن پر بعد میں قائم نہ رہتا۔ اس نے علم نحو، تعبیر الروایا، معجزات النبی



عیون الاخبار، المعارف، والشعراء اور اس قسم کی بہت سی کتابوں کا ترمیم کیا۔ جن کی بناء پر علمائے اس کی بدگوئی کی ہے۔ اگرچہ اس کی تصنیفات عوام اور بے بہرہ لوگوں میں بہت مشہور ہیں۔ ابن انباری، ابوالطیب، حاکم ابوعبد اللہ نیشاپوری نے کہا کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن قتیبہ کذاب ہے۔ جیسا کہ ہم تعزیر وی کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے ابن قتیبہ کو خبیث اللسان کہا۔ کیونکہ اس نے بڑے بڑے علماء کی پگڑی اچھالی ہے۔

## لمنکرہ:

ابن قتیبہ کی مختصر سی سیرت میں نے بیان کی جس کی بدزبانی مشہور ہو۔ جو کذاب اور بے عمل ہو۔ اس کی باتوں کو لے کر ایک جلیل القدر صحابی پر لازم دھڑنا کون تسلیم کرے گا یہی ابن قتیبہ ہے۔ کہ جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی معاف نہ کیا۔

## المعارف:

وَكَانَتْ وَاقِدَةٌ مِنْ بَيْنِ مَازِنِ بْنِ صُعُوعَةَ عِنْدَ  
عَبْدِ مَنَاظٍ فَرَلَتْ لَهُ نَوْفَلًا وَابَاعَسَ وَفَلَمَّا  
عَلَيْهَا وَخَلَفَ عَلَيْهَا ابْنُ هَاشِمٍ بْنِ بَرٍّ مَنَاظٍ

(المعارف ص ۱۱۲)

## ترجمہ:

وائدہ نامی عورت۔ جو بنی مازن کے قبیلہ سے تھی۔ ابن مَنَاظ کے



نکاح میں تھی۔ اس کے ہاں نوفل اور ابو عمر پیدا ہوئے۔ پھر اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ تو اس نے خاوند کے بیٹے یعنی ہاشم بن عبد مناف کے ساتھ شادی کر لی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب، اقدس کو اس طرح گندی زبان اور نجس تحریر کے ذریعہ بیان کیا۔ معاذ اللہ آپ کے خاندان کی ایک عورت کو پہلے خاوند اور پھر اپنے بیٹے منکوحہ بنا کر پیش کیا۔ تو جس کے قلم سے سید العالمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ جھوٹ سکے۔ اگر وہ عبد اللہ بن زبیر کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرے تو اس پر کیا تعجب؟ علاوہ ازیں نجفی نے ابن قتیبہ کی کتاب سے مقامِ حجاب کا جو واقعہ ذکر کیا۔ نہ ابن قتیبہ نے اس کی کوئی سند بیان کی۔ اور نہ ہی نجفی کو معلوم۔ تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا راوی بھی خود ابن قتیبہ ہی ہے اور شاگرد رشید نجفی ہے۔

## اعتراف نمبر ۱۲

اہل سنت کا مایہ ناز راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت

عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی پادائیں پٹوایا تھا

اہل سنت کا ایک اور مایہ ناز راوی ابو ہریرہ بھی ہے۔ کتابِ فضائل علیؑ السنۃ المحمدیہ ذکر ابو ہریرہ میں لکھا ہے کہ اسے ابو بکر و عمر و عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بابت اس کی ٹھکانی بھی کی تھی۔ چار یاروں کی نظریں کذاب راوی فستہ نمان کو مبارک ہو۔



اہل سنت کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی انس بن مالک بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ الحمدیہ ذکر ابو ہریرہؓ لکھا ہے۔ کہ نعمان صاحب انس بن مالک کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ حنفی بھائیو مبارک مبارک۔

اہل سنت کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز ابن العاص بھی ہے۔ تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے۔ کہ ان کے پیدا ہونے کے بعد چار آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ یہ ہمارا لطفہ ہے پس ایسا پاکیزہ نسب راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۲ تا ۶۲)

جواب:

اعتراض مذکورہ میں دو عدد الزامات جن میں ایک حضرت ابو ہریرہؓ کو جھوٹا راوی اور دوسرے میں انس بن مالک کو مورد طعن بنایا گیا۔ یہ دونوں اعتراض جس کتاب سے پیش کیے گئے۔ یعنی دو اضواء علی السنۃ الحمدیہ، اس کا تعارف اور اس کے مصنف کے بارے میں گفتگو ہم کر چکے ہیں۔ لہذا وہی جواب یہاں بھی دیا جائے گا ہاں تیسرے الزام کا حوالہ جس کتاب سے دیا گیا۔ یعنی خواص الامۃ اس کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔ اس کا مصنف سبط ابن جوزی ہے۔ اور اس کے حالات میں سنی شیعہ دونوں کی کتب کچھ یوں بیان کرتی ہیں۔

لسان المیزان:

یرسٹ بن فرغلی الراعظ المورخ شمس  
الدین ابوالمنظرف سبط ابن الجوزی روى  
عن جده و طائفة و ألف كتاب و سأل الزمان  
فترأه يأتى فيه بمذاخير الحكايات و ما أظنه



بِثْقَةٍ فِيمَا يَنْقُلُهُ بَلْ يَجْنِفُ وَيَجَارِثُ ثِقَاتَهُ  
تَرْفُضُ..... كَانَ رَافِضِيًّا وَلَمَّا ذُكِرَ رَأْيُهُ تَحَوَّلَ  
حَنِفِيًّا لِأَجْلِ الْمُعْظَمِ عِيسَى نَالَ أَنَّهُ كَانَ يُعْظَمُ الْأَمَامَ  
أَحْمَدَ وَ يَتَّغَى إِلَيْهِ وَ عِنْدِي أَنَّهُ لَمْ يَثْقُلْ عَنْ  
مَذْهَبِهِ إِلَّا فِي الصُّورَةِ الظَّاهِرَةِ۔

(لسان المیزان جلد ۷ ص ۳۲۸)

(مطبعة بيروت طبع جدید)

### ترجمہ:

یوسف بن فرغلی واعظ مؤرخ شمس الدین مظفر بسطا بن جوزی اپنے دادا  
اور دیگر بہت سے لوگوں سے روایت کرتا ہے اس نے مراد الزمان  
نامی کتاب بھی تالیف کی۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہو گا کہ اس  
میں بہت سی عجیب و غریب حکایات موجود ہیں۔ میں اسے ثقراوی  
نہیں گمان کرتا۔ بلکہ یہ اپنی منقولہ روایات میں باتونی اور طبع سا نظر آتا ہے  
پھر یہ بھی کہ اس نے رافضیت اختیار کر لی۔۔۔۔۔ رافضی تھا۔ لیکن اپنے  
استاد عیسیٰ کی تعظیم اور احترام کے پیش نظر حنفی بن گیا۔ امام احمد کی عظمت  
میں بہت غلو کرتا تھا۔ میرے نزدیک اس نے رافضی مذہب چھوڑا  
ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف ظاہری دکھاوے کے لیے حنفیت کا جامہ اوڑھ  
لیا تھا۔

### میزان الاعتدال:

قال الشيخ محي الدين م سبق البرقي لما بلغ جدِّي



مَوْتَ سَبِّطِ ابْنِ الْجَوَزِيِّ قَالَ لِأَرْحَمِهِ اللَّهُ كَانَ رَافِضِيًّا

رمیزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۳۳

مطبوعه مصر طبع قدیم

**ترجمہ:**

شیخ محی الدین نے کہا جب میرے دادا جان کو سبط ابن جوزی کے مرنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اللہ سے رحمت سے دور رکھے رافضی تھا۔

### الكنى واللقاب:

بسط ابن جوزی ابو المنظر یوسف بن فرغی بغدادی عالم فاضل مؤرخ و کامل  
است و از اوست کتاب تذکرۃ النحواص الامة در ذکر خواص ائمه علیہم السلام  
و مرآة الزمان در تاریخ اعیان در حد و حیل مجلد ذہبی گفتہ در آن حکایت  
ہائے باور نکردنی آورده و گمان ندارم ثقف باشد نار و گو و گداز فہرہ از است  
و باینہم رافضی است ہا ہا۔

دالکنی والالاقاب فارسی جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔

(اصل عربی الکئی والتقاب جلد دوم ص ۳۵۶)

ترجمہ:

سبط ابن جوزی بہت بڑا عالم فاضل اور تاریخ دان تھا۔ اس کی ایک کتاب تذکرہ خواص الائمہ ہے۔ جس میں اس نے ائمہ کے خواص بیان کیے ہیں اور دوسری کتاب مرآۃ الزمان ہے۔ جو مشاہیر کی تاریخ ہے۔ تقریباً



چالیس جلدیں ہیں۔ ذہبی نے کہا کہ سبط ابن جوزی نے اس کتاب میں ایسی حکایات ذکر کیں۔ جو ناقابل یقین ہیں۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ بے ہودہ حکایات کا دلدادہ ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہاں ہاں رافضی بھی ہے۔

## لمحذکرہ:

صاحب تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک ایک گتے آدمی ہے۔ اور اس کی رافضیت بھی دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ رافضیوں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ چند صحابہ کرام کو چھوڑ کر سبھی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (معاذ اللہ) اسی لیے ان چند کے علاوہ دیگر صحابہ کرام پر لعن طعن، تبرا بازی اور الزام تراشی ان کے ہاں عام ہے۔ سبط ابن جوزی رافضی ہونے کے ناطے سے ہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اسی لیے اس نے زیر نظر کتاب میں جا بجا ایسے واقعات اور ایسی حکایات درج کیں۔ جو ناقابل یقین ہیں۔ مذکور الزام اس نے ایک واقعہ کے ضمن میں درج کیا۔ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا ہے۔ اس میں بقول سبط ابن جوزی، امام حسن نے امیر معاویہ، ان کے والد اور عمرو بن العاص کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کیں۔ جو قابل ذکر نہیں۔ حالانکہ خلافت سے دستبرداری کے بعد امام حسن نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تھی۔ ان حالات میں امام حسن کا امیر معاویہ پر لعن طعن کرنا کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اس لیے معلوم ہوا کہ ایسی بے سرو پا باتیں سبط ابن جوزی نے اپنے نظریات و عقائد کے پیش نظر خود بنائیں۔ جیسا ہر مصنف شیعہ کرتا رہا ہے۔ جس کا نمونہ نجفی کی تحریرات میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اسی لیے شیخ محی الدین نے اس کی خبر موت سن کر بددعا کی تھی۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)



## اعتراف نمبر ۱

ابوموسیٰ اشعری بھی شیعوں کا راوی ہے جو حضرت علیؑ سے لعن رکھتا تھا۔

اہل سنت کا ایک اور مایہ ناز راوی ابوموسیٰ اشعریؓ بھی ہے۔ کتاب الاستیعاب ذکر ابوموسیٰ اشعریؓ اور عبد اللہ بن قیس بن سلیم میں ہے۔ کہ یہ حضرت علیؑ سے لعن رکھتا تھا۔ پس دشمن علیؑ راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔ (حقیقت، فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لعن رکھنے کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب جنگ جمل اور جنگ صفین لڑی گئیں تو بہت سے صحابہ کرام نے ان دونوں میں شرکت نہ کی۔ ان حضرات نے نہ تیسرے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ کی حمایت اور مخالفت کی۔ بلکہ ان حضرات کے پیش نظر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا کہ جب تم میری امت میں فتنہ رونما ہوتے دیکھو۔ تو اپنی تلواروں کو احد پہاڑ پر مار کر اپنے گھر بیٹھ جانا۔ ان شرکت نہ کرنے والوں میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے۔ جو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص آدمی تھے۔ ان میں سے ہی جناب ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے۔ انہوں نے جنگ جمل کے وقت کوفہ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اس جنگ میں شرکت نہ کرو۔ بعد میں علی المرتضیٰ نے انہیں معزول کر دیا تھا۔ اس واقعہ میں ”الاستیعاب“ نے ایک جملہ لکھا۔ جو نجفی کے یہ اعتراض بن گیا۔ جملہ یہ ہے۔ کَانَ مُذْخِرٍ خَائِعٍ عَلِيٍّ۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ جناب ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف داری سے انحراف کرنے



دالے تھے۔ لیکن نجفی نے ”منہراً“ کا معنی بغض رکھنے والا کیا ہے۔ انحراف کا معنی بغض شاید نجفی لغت میں ہو۔ ورنہ اس کا سیدھا سادھا معنی روگردانی کرنا (منہ پھیر لینا) کسی کی طرف داری نہ کرنا۔ دوسرا راستہ اختیار کرنا وغیرہ آتا ہے۔ یہی الفاظ الاستیعاب میں اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں موجود ہیں۔ نجفی کا پروگرام یہ ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بارے میں یہ ثابت کیا جائے۔ کہ انہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض تھا۔ جس طرح خود نجفی کو تمام صحابہ کرام سے ہے۔ جب یہ ثابت کر دکھایا جائے تو پھر شور مچا دیا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ لہذا ابو موسیٰ اشعری منافق ہے۔ (معاذ اللہ)

ہم بار بار یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اہل سنت نہ تو کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل بیت کے حق میں دریدہ دہنی روار کھتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض یا الزام دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان حضرات کے مابین جو اختلافات تھے۔ جو جھگڑے ہوئے وہ سپردِ خدا ہیں۔ زیادہ سے زیادہ خطا اجتہادی کا قول کہا جاسکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعترض نمبر ۱۸

سینوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عمر ہے جس نے یزید  
پلید کی بیعت کی تھی

سینوں بھائیوں کا ایک راوی عبداللہ بن عمر بھی ہے۔ بخاری شریف کتاب الفتن  
میں لکھا ہے۔ کہ اسی عبداللہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ پس یزید پلید کی بیعت کرنے  
والا راوی فقہ حنفیہ کو مبارک ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم طبقہ ثانی کے رواۃ مثلاً مجاہد  
عمرہ، حسن بصری، عطاء ابن ریاح وغیرہ کے بھی پول کھولیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۶)

جواب:

نخعی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نقص یہ بیان کیا کہ انہوں نے  
یزید پلید کی بیعت کر لی تھی۔ لہذا وہ ثقہ راوی نہ رہے۔ اس کا الزامی جواب  
یوں ہے۔ کہ اگر عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت کی تھی۔ تو امام زین العابدین  
رضی اللہ عنہ نے بھی تو ایسا ہی کیا تھا۔ ذرا اپنی کتب، اسے اس کو ملاحظہ تو کرو۔

روضہ کافی:

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ  
مِثْلَ مَقَالَتِهِمْ لِلتَّحْرِشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ  
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ إِنْ كُنَّا قَرَلْنَا لَكَ الْيُسُ تَقْتُلُنِي  
كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِأَمْسٍ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ  
اللَّهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ



قَدْ أَقَرَّرْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتُ.

روضۃ کافی جلد ۳ ص ۲۳۵ حدیث یزید

مع علی بن الحسین۔ مطبوعہ تہران جدید

تَرْجَمًا:

ایک قریشی کو یزید نے بلا کر اپنی بیعت کرنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد یزید نے اُسے قتل کروا دیا۔ پھر ایک آدمی یزید نے امام زین العابدین کی طرف بھیجا۔ اور انہیں بھی وہی پیغام بھجوا یا۔ جو قریشی کو کہا جا چکا تھا۔ اس کے جواب میں امام زین العابدین نے کہا۔ کیا خیال ہے اگر میں تیری بیعت کا اقرار نہ کروں۔ تو میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو قریشی نو جوان کے ساتھ ہو چکا ہے؟ یزید نے کہا۔ ہاں۔ پھر امام زین العابدین نے اسے کہا۔ اچھا جو چاہتے ہو میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ یعنی تیری بیعت قبول ہے۔

جب یہ بیعت ہو گئی۔ تو پھر عمر بھرا امام زین العابدین نے اسے توڑا نہیں۔ اس کے علاوہ کتب شیعہ میں یہاں تک موجود ہے۔ کہ جب واقعہ حرا میں یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ امام زین العابدین اور ان کے گھرانے کے افراد کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہی نہیں۔ ذرا اس سے بھی آگے چلے۔ کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا مشرف نامی کمانڈر جب قتل و غارت سے فارغ ہوا۔ تو امام زین العابدین اس کے پاس، تشریف لائے۔ اور پھر جس کی انہوں نے سفارش کی مشرف نے اسے بھی چھوڑ دیا ہر اُن کہ حضرت شفاعت کر د مشرف بحیثیت آنحضرت ازاد و درگزشت و مکرما از نزداد بیرون رفت

دفنہی الامال جلد ۲ ص ۴۰



اور چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اس کی بڑی عزت کی۔ اب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی صاحب آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ ذرا دل تھام کر زید علیہ السلام کی بیعت کرنے کے ارادے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول بھی سن لیا جائے۔ جن کی شہادت اُسے پیدا کر دیا۔ تمہاری کتابوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت زید کی پیش کش کرنا یوں منقول ہے۔

### تلخیص الشافی:

وقد روى انه عليه السلام قال لعمر بن سعد  
اختر و امتي اما الرجوع الى المكان الذي اقبلت منه  
او ان اصح يدي علوا يد زيد فلهما بن عمي يري في  
رايه و اما ان تسير و ابي الى ثغرا من ثغرات المسلمين  
فاكون رجلا من اهل لي ماله و على ما علي.

رتلخیص الشافی جلد ۲ ص ۱۸۶

مطبوعہ قمر ایران

ترجمہ:

مروی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن عمر سعد سے کہا۔ میرے لیے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات تم پسند کر لو۔ ۱۔ اس جگہ واپس چلا جاؤں۔ جہاں سے آیا ہوں۔ ۲۔ میں اپنا ہاتھ زید کے ہاتھ پر رکھ دوں (بیعت کر لوں) آخر وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ اُسے میرے لیے اچھا ہی سوچا ہو گا۔ ۳۔ یا کسی قلعہ میں چلو۔ تاکہ پھر ان قلعہ بندوں کے نفع و نقصان میں بھی شریک ہو جاؤں۔



## لمحہ فکریہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرنے کا وجہ سے معیوب ہادی ہو گئے  
یہی کام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسی کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے آمادگی  
فرمائی۔ اب یہ دونوں حضرات روایات حدیث میں کیا مقام رکھتے ہیں۔ کیا ان کے  
حق میں بھی نجفی دہی کلمات کہے گا۔ جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے کہے  
ہیں۔ بالاختصار جواب مذکور ہوا۔ اگر تفصیل درکار ہے تو پھر ہماری تصنیف عقائد جعفریہ  
جلد دوم ص ۴۵ تا ۴۸ مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

فاعتبروا یا اولی البصار





# کتاب دوم

امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب اور

آپ پر وارد کیے گئے

اعترافات کے

جوابات سے





## باب دوم:

## فصل اول

## آپ پر وارد کردہ اعتراضات کی تردید

## اعتراض نمبر

دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابو حنیفہؒ نے پہنچایا ہے۔

امام ابو حنیفہ نعمان امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اگر ہمارے حنفی بھائیوں کی تسلی نہ ہو۔ تو ایک مستقل کتاب نعمان لکھیں گے۔

دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابو حنیفہؒ نے پہنچایا ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۵ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی۔

## تاریخ بغداد

عن اسحاق بن ابراهیم الحدادی یثقی قال قال مالک  
ما وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ مَوْلُودٌ أَضَرَّ عَلَى أَهْلِ  
الْإِسْلَامِ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔

تاریخ بغداد جلد ۱۵ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف



## ترجمہ :

یعنی اسحاق بن ابراہیم کہتا ہے۔ کہ حضرت مالک فرماتے ہیں۔ کہ کوئی  
بچہ اسلام میں ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے ابو حنیفہ سے زیادہ اسلام کو  
نقصان پہنچایا ہو

(حقیقت فقہ حنیفیہ ص ۲۷)

## جواب :

”امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں  
آپ کی مذمت کی گئی ہے۔“ نجفی کا یہ جملہ خاص کر اس کا آخری حصہ ”کہ جس میں آپ کی  
مذمت کی گئی ہے۔“ اس کے اپنے اندر کیے چور کے اہلوت اشارہ کرتا ہے۔ مقصد یہ  
ہے۔ کہ امام صاحب کی مذمت لکھنی ہے۔ اس کے لیے اس کتاب سے جو جیسی عیسا  
بھی مل جائے۔ وہ کافی ہوگا۔ تاریخ بغداد سے جتنی روایات نجفی نے نقل کی ہیں۔ وہ  
ایک مستقل باب کے تحت درج ہیں۔ پھر ان روایات پر محشی نے جرح بھی کی ہے  
کاش! نجفی اس باب کے الفاظ بھی نقل کر دیتا۔ اور محشی کی جرح بھی ساتھ ہی درج  
کر دیتا۔ پھر ہم دیکھتے کہ کس زبان و قلم سے یہ کہا جاتا ہے ”آپ کی مذمت کی گئی ہے“  
علاوہ ازیں صاحب تاریخ بغداد نے جن لوگوں کی امام موصوف کے خلاف روایات نقل  
کی ہیں۔ ان ہی سے امام کی شان میں بھی روایات درج کیں۔ اسی لیے مصنف تاریخ  
بغداد و خطیب بغدادی نے شروع میں ہی یہ کہہ دیا ہے۔ کہ میں نے اس کتاب میں  
تمام وہ روایات جو امام اعظم کی شان کے خلاف یا ان کے مناقب و اوصاف کے  
بارے میں ہیں۔ درج کر دی ہیں۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں۔ کہ ایک شخص ابو حنیفہ  
کے بارے میں کبھی تو تعریفی الفاظ اور کبھی ان کی شان کے خلاف کہتا ہے۔ ایسے شخص  
کی بات کب قابل یقین ہو سکتی ہے۔ گویا اس کتاب میں روایات کے اندر



تناقض موجود ہے۔ اس کی تفصیل اور وضاحت انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر نجفی کو یہ الفاظ لکھنے چاہیے تھے۔

”امام عظیم کی پوزیشن تاریخ بغداد سے نقل کرتا ہوں۔ صرف ان کی طرف جو اس کتاب میں آپ کی مذمت کے بارے میں ہیں۔ اور جو روایات اسی کتاب میں امام موصوف کی شان میں ہیں۔ میری توجہ کہ میں ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھوں، جس باب سے نجفی نے مذکورہ روایت ذکر کی ہے۔ محشی اس باب اور اس میں ذکر کردہ روایات کے بارے میں لکھا ہے۔“

رَوَايَاتُ هَذَا الْبَابِ كُلِّهَا وَاحِدَةٌ لَا سُنَادَ.

(صفحہ نمبر ۳۹۵)

ترجمہ:

اس باب میں درج تمام روایات سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہیں۔

نجفی کے مذکورہ اعتراض والی روایت کے تحت محشی نے جو جرح کی ہے۔

وہ پیش خدمت ہے۔

تاریخ بغداد:

فِيهِ ابْنُ دُرِّ سَتَرِيهِ وَتَدَدَتْ دَمَ وَفِيهَا اسْحَاقُ  
بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدُّنَيْيُّ مِنْ اصْحَابِ مَالِكٍ حَكَى ابْنُ ابِي  
حَاتِمٍ اَنَّ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ صَالِحٍ الْمَصْرِيِّ كَانَ لَا يَرْفُاهُ  
وَذَكَرَهُ ابْنُ الْعَرَبِيِّ فِي كِتَابِ الشُّعْبَانِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ  
لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ الْاُذُوعِيُّ اَوْ ابْنُ عَدِيٍّ ضَعِيفٌ



مِنَ الْمِيزَانِ - ذُنْرَانَهُ غَيْرُ مَعْقُولٍ صَدُورُ مِثْلٍ  
 هَذَا الْقَرْبَلِ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَقَلَهُ  
 الثِّقَاتُ وَمَنْ تَقَرُّ نِيطَةً لِأَبِي حَنِيفَةَ وَثَنَاءُ عَلَيْهِ  
 قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْأَنْتِقَاءِ بَعْدَ أَنْ مَاقَ مِثْلَ  
 هَذَا الْحِكَايَةِ وَرَوَى ذَلِكَ خَلَهُ عَنْ مَالِكٍ أَهْلُ  
 الْحَدِيثِ وَأَمَّا أَصْحَابُ مَالِكٍ مِنَ أَهْلِ الرَّأْيِ الْفُقَهَاءِ  
 فَلَا يَرَوْنَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا عَنْ مَالِكٍ -

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ

المکتبہ السلفیہ المدینۃ المنورہ

طبع جدید)

## ترجمہ

روایت مذکورہ میں ایک راوی ”ابن درستیہ“ ہے جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (کہ یہ انتہا درجہ کا ضعیف راوی ہے) اور اسی روایت میں ایک اور راوی ”اسحاق بن ابراہیم“ بھی ہے۔ جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے۔ ابن ابی عاتم نے روایت کی کہ احمد بن صالح المصری اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن الجوزی نے اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ، کہا اذری اور ابن عدی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس قسم کی بات امام مالک رضی اللہ عنہ سے صادر ہونا عجیب سا لگتا ہے۔ عقل اس کو باور نہیں کرتی۔ ثقہ لوگوں سے تو امام مالک کے متعلق یہ منقول ہے کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابن عبد البر نے



”انتقاء“ میں یہ روایت ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس قسم کی روایات امام مالک رضی اللہ عنہ سے ”اہل حدیث“ نے روایت کی ہیں۔ جو امام موصوف کے اصحاب میں سے نہیں۔ لیکن امام مالک کے اصحاب میں سے اہل الرائے نے اس قسم کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

روایت مذکورہ پر اس جرح سے معلوم ہوا کہ اس کے راوی دو ابن درستویہ اور اسحاق بن ابراہیم، ہنا قابل اعتبار ہیں۔ ضعیف اور غیر ثقہ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ثقہ اور قابل اعتبار حضرات۔ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے منافع و فضائل بیان کیے ہیں۔ لہذا امام مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں کے ذریعہ یہ ثابت ہے۔ کہ امام موصوف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں ہی فرمایا ہے۔ اب نجفی شیعہ کو تو وہ روایات درکار تھیں۔ جن میں مذمت ہوئی چاہے وہ معتبر ہوں یا غیر معتبر۔ لیکن حقیقت سامنے آنے کے بعد قارئین حضرات یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ امام اعظم کی ذات پر نجفی نے الزام تراشی کی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعترض نمبر ۲

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتنہ ابلیس کے فتنے

سے سخت ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۴۱۶  
تاریخ بغداد:

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ فِي فِتْنَةِ أَبِي حَنِيفَةَ أَضْرَ  
عَلَى هَذَا الْأَمَّةِ مِنْ فِتْنَةِ إِبْلِيسَ -

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی مالک بن انس فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کا فتنہ اس امت کے لیے  
ابلیس کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۸)

جواب:

اس روایت کا ایک راوی صبیہ ابن صبیہ ہے۔ اس کی کنیت ابو حبیہ  
اور اس کے باپ کا نام زریق ہے۔ اس روای کاروایت میں کیا مقام ہے۔؟ صاحب



میزان الاعتدال کی زبانی سنئے۔

## میزان الاعتدال:

حبیب بن ابی حبیب واسم ابیہ زریق .....  
 قَالَ أَحْمَدُ لَيْسَ بِثِقَةٍ ..... وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ  
 كَانَ مِنْ أَكْذَبِ النَّاسِ رَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَوَى  
 عَنْ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ أَحَادِيثَ مَرُوضَةً  
 رَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ أَحَادِيثَهُ كُلُّهَا مَوْضُوعَةٌ  
 وَقَالَ ابْنُ حَبَّانٍ كَانَ يُرْوَى بِالْمَدِينَةِ عَلَى  
 الشُّيُوخِ وَرَوَى عَنِ الثَّقَاتِ الْمَوْضُوعَاتِ كَانَ  
 يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ مَالِيٍّ مِنْ حَدِيثِهِمْ۔

(میزان الاعتدال جلد اول ذکر حروف، الحاد ص ۲۱)

مطبوعہ مصر طبع قدیم)

(الکامل فی صغفہ الرجال جلد دوم ص ۸۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

## ترجمہ:

حبیب بن ابی حبیب اس کے باپ کا نام زریق تھا۔ امام احمد نے  
 کہا کہ یہ غیر ثقہ تھا۔ اور ابو داؤد کا کہنا ہے کہ لوگوں میں سب سے جھوٹا  
 شخص تھا۔ ابو حاتم نے کہا کہ یہ شخص زہری کے ہتھیے سے من گھڑت روایتیں  
 کرتا تھا۔ ابن عدی اس کی تمام احادیث کو من گھڑت قرار دیتا ہے  
 ابن حبان نے کہا کہ یہ شخص مدینہ منورہ میں شیوخ کے پاس آتا جاتا رہتا



تھا۔ اور پھر ان کی طرف سے من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔ اور ان کی احادیث میں ایسے بیوند لگایا کرتا تھا۔ جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔

روایت مذکورہ کے راوی کا حال سامنے آنے پر آپ نجفی کو واقعی شاباش دیں گے۔ کہ ”حجۃ الاسلام“، واقعی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ایک بناوٹی حدیثیں بنانے والا امام اعظم کی ذات پر کچھڑا چھالے تو نجفی کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور پھر اس راوی نے اپنی دیرینہ عادت کے تحت یہ قول سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔ حاشا وکلا امام مالک رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں۔ سنیئے امام مالک رضی اللہ عنہ حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ اور وہ بھی اسی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

## تاریخ بغداد:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ  
مُحَمَّدَ بْنَ إِدْرِيسَ قَالَ قِيلَ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ  
هَلْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيفَةَ قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلًا  
كَوْنُكَ لَكَ فِي هَذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَ هَذَا ذَهَبًا  
لِقَامِ بِحُجَّةٍ۔

(تاریخ بغداد جلد ۳۱ تذکرہ قیل فی فقہ ابی حنیفہ ص ۳۳)

مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ طبع جدید

ترجمہ:

ہمیں احمد بن صباح نے خبر دی۔ میں نے امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے



پوچھا گیا۔ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کی زیارت کی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے انہیں ایک عظیم شخص پایا۔ اگر وہ اس ستون کے بارے میں تجھ سے گفتگو کرے۔ اور اس کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہے۔ تو ایسے دلائل دے گا۔ کہ وہ اس کو سونے کا ہی ثابت کرے گا۔

قارئین کرام! سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ امام اعظم کی فقہائیت کے سبب کس قدر معتقد ہیں۔ ایک عظیم شخص پایا۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو کر دے گا۔ اور دوسری طرف ان کا امام صاحب کے متعلق یہ فرمان کہ ان کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے زیادہ سخت ہے دونوں قول ایک ہی شخص کے اور ایک ہی کے متعلق بیک وقت درست کیسے ہو سکتے ہیں اس لیے امام وقت اور ولی کامل ہوتے ہوئے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایسے نازیبا الفاظ کا صدور مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ جن سے امام اعظم کی توہین اور تنقیض نکلتی ہو۔ کسی کے علم و فضل کا معتقد اسی کے متعلق غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی نے یہ الفاظ خود تراش کر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۳

ابو حنیفہ کا فتنہ و جال کے فتنہ کے سب سے بڑا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: تاریخ بغداد:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُولُ مَا أَعْلَمُ  
فِي الْإِسْلَامِ فِتْنَةً بَعْدَ فِتْنَةِ بَعْدِ الرَّجَالِ  
أَعْظَمَ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ.

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۵ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی عبد الرحمن کہتا ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسلام میں رجال کے فتنے  
کے بعد ابو حنیفہ کی رائے سے کوئی بڑا فتنہ ہو۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۹)

جواب:

عبد الرحمن بن مہدی کی طرف لگایا گیا الزام تو ہمارے سامنے ہے۔ اور نحفی  
نے بڑے طمطراق سے ذکر کر دیا۔ لیکن یہی تاریخ بغداد مختلف ثقہ لوگوں سے جو  
امام اعظم کی سیرت بیان کرتی ہے۔ وہ بھی پیش نظر ہونی چاہیے۔ ثقہ لوگوں نے آپ  
کو علم و رائے میں بڑے پایہ کا شخص کہا ہے۔ ملت و حرمت کے جاننے والا عظیم  
السان قرار دیا۔ اور شب بیداری جیسے اوصاف کا مالک گردانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم



کی حدیث صحیح اور حضرات صحابہ کرام کے اقوال صحیحہ کے مقابل میں اپنے قیاس و اجتہاد کو خیر باد کہنے والا بزرگ فرمایا۔ ان کے برخلاف عبدالرحمن بن مہدی کا آپ کی ذات پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خاص کر ایسا اعتراض والزام جس کو ذکر تو کر دیا گیا۔ لیکن اس کی وجہ و سبب معلوم نہیں۔ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بہت بڑا فتنہ ہے تو آخر کس سبب سے؟ عبدالرحمن بن مہدی کے پاس اگر اس امر کی کوئی ٹھوس دلیل اور قوی سبب ہوتا۔ تو وہ ضرور ذکر کر دیتا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ایک طرف ثقہ لوگوں کی امام اعظم کی صفت و ثناء کرنا اور دوسری طرف عبدالرحمن بن مہدی کی جرح اور وہ بھی بلا دلیل ان میں کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جرح بغیر دلیل تو از روئے قانون ”مردود“ ہوتی ہے۔ نجفی نے قول مردود کو سینے سے لگایا۔ اور قول نقات سے آنکھیں پجرائیں۔ تاریخ بغداد سے ہی پڑھیے۔

### تاریخ بغداد:

قَالَ سَمِعْتُ فَضِيلَ بْنَ عَيَّاضٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ  
رَجُلًا لَافِقِيهَا مَعْرُوفًا بِالْفِقْهِ مَشْهُورًا بِالْعَزَمَةِ  
وَإِسْعَ الْمَالِ مَعْرُوفًا بِالْأَفْضَالِ عَلَى كُلِّ مَنْ  
يَطِيفُ بِهِ صَبُورًا عَلَى تَعْلِيمِ الْعِلْمِ بِالْيَقِينِ  
وَالنَّهَارِ حَسَنَ اللَّيْلِ خَيْرًا الصَّمْتُ قَلِيلُ الْكَلَامِ  
حَتَّى تَرُدَّ مَسْئَلَةٌ فِي لَدُنِّهِ وَكَانَ يُحْسِنُ  
أَنْ يَذُلَّ عَلَى الْحَقِّ هَارِبًا مِنْ تَمَالِ السُّلْطَانِ  
هَذَا أَخْرَجَهُ حَدِيثُ مُسْتَرِيمٍ وَزَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ  
وَكَانَ إِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِي حَدِيثٍ  
صَحِيحٍ اتَّبَعَهُ وَإِنْ كَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ



وَالْأَقَاسَ وَالْحَسَنَ الْقِيَاسَ۔

اتمایح بغداد جلد ۱۲ ص ۴۰ مطبوعہ سلفیہ مدینہ

مؤرخہ طبع جدید

ترجمہ :

ابن منصور کا کہنا ہے کہ میں نے فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ) سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایک فقیہ شخص تھے۔ فقہ میں معروف تھے۔ تقویٰ میں مشہور۔ مال میں وسیع جو دو سخا میں کھلے ہاتھ والے اور ہر علاقائی کے ساتھ داد و بخش کارویہ رکھنے والے تھے۔ علم دین کی تعلیم میں رات دن مصروف رہتے تھے۔ راتیں اللہ کی یاد میں گزارتے۔ اکثر غلاموں پرے۔ بات نہ کرتے۔ ہاں حلال و حرام کے مسئلہ پوچھے جانے کے وقت گفتگو فرماتے۔ بات کی حقانیت اور تحقیق پر بڑی خوبصورت بات کرتے بادشاہ وقت کے پیسے سے دور بھاگنے والے تھے۔ یہ حدیث محرم لوی کی احادیث میں سے آخری حدیث ہے۔ ابن الصباغ نے امام اعظم کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کرنے میں یہ بھی اضافہ کیا ہے۔ کہ امام صاحب کا یہ طریقہ تھا۔ جب آپ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا۔ اور اس کے بارے میں کوئی حدیث صحیح ہوتی۔ تو آپ حدیث نبوی کی اتباع کرتے۔ بھورت دیگر حضرات ائمہ کرام اور تابعین کے اقوال و ارشادات کی طرف رجوع کرنے اگر ان سے کوئی قول وغیرہ نہ پاتے۔ تو قیاس و اجتہاد فرماتے۔ اور آپ کا

قیاس و اجتہاد اپنی مثال آپ ہوتا تھا

ملحہ فکر یہاں :

اچھے دور کے مشہور امام اور جانی پہچانی شخصیت حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ)



کے اثرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ حضرات نے پڑھے۔ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مقام ولایت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مسائل شرعی میں بہت محتاط رہتے تھے۔ اگر حدیث صحیح طبری یا صحابہ کرام اور تابعین سے کوئی اس مسئلہ کے متعلق صراحت ملتی۔ تو ابی رائے کا استعمال نہ فرماتے۔ یعنی حتیٰ الوسع رائے بچنے کی کوشش فرماتے۔ ناچار اور مجبور ہو کر قیاس و اجتہاد کا راستہ اپناتے۔ کیا اس قدر محتاط شخص کی رائے دو دو حال کا فتنہ، کہلا سکتی ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا کہ یہ محض امام اعظم کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے الزام تراشی کی گئی ہے۔ ایسے جلیل القدر آدمی کے متعلق اتنے گہرے ہموئے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے۔ جو تعصب اور عناد کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ دو اندھے نحفی، کو بصیرت عطا کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۴

ابو حنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کیے ہیں

حقیقت فقہ حنیفہ:

تاریخ بغداد:

عَنْ سُنَيَّانِ ثَوْرِيٍّ إِذْ بَاءَهُ نَعْيُ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرَادَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهُ لَقَدْ كَانَ  
يَنْتَفِرُ عَرَى الْأَرْضِ لَا أَمْعُرُ وَتَدْعُرُ وَتَدْعُرُ وَلَمْ يَد  
فِي الْأَرْضِ لَأَمْ سَوْدُرْدًا ثُمَّ أَمُّ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْهُ  
راہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۱۸

ص ۱۲۱۸

ترجمہ:

یعنی سن بیان ثوری کو جب امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے شکر  
نہا کا اور کہا کہ ابو حنیفہ اسلام کی رسی کے پیچ ڈھیلے کرتا تھا۔ اور اسلام میں ابو حنیفہ  
سے زیادہ بد بک کولی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

(حسنت فقہ حنیفہ ص ۲۶)



## جواب اول:

روایات مذکورہ سے امام اعظم کی ذات پر الزام دھرنے کا کوئی جواز نہیں۔  
کیونکہ اس کا ایک راوی "نعم بن حماد" سخت مجروح ہے۔

## میزان الاعتدال:

نعم بن حماد الخزاعی..... قَالَ ابوداود  
كَانَ عَنْ نَعِيمِ بْنِ حَمَادٍ عِشْرِينَ حَدِيثًا  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَهَا  
أَصْلٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ هُرَّ ضَعِيفٌ.... قَالَ الْأُذْدِيُّ  
كَانَ نَعِيمٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ فِي تَتْوِيهِ السُّنَّةِ  
وَحِكَايَاتِ مَزْوَرَةٍ فِي ثَلَاثِ النُّعْمَانِ كُتِّبَ لَهَا  
كَذِبٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم حرف التون ص ۲۳۸)

مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

نعم بن حماد خزاعی کے متعلق ابوداؤد نے کیا۔ کہ اس کے پاس بیس  
احادیث تھیں۔ جن میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا  
تھا۔ لیکن ان کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اور نسائی نے اسے ضعیف  
کہا۔..... اذدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ نعم بن حماد سنت کی مضبوطی و  
تقویت کے موضوع پر احادیث اپنی طرف سے بنا لیا کرتا تھا۔



اسی طرح امام ابو حنیفہ کے بموجب و نقل اُص بیان کرنے کے لیے من گھڑت حکایات اور ارادہ ہر کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جو تمام کی تمام جھوٹی ہیں۔

## جواب دوم:

روایت مذکورہ کی نسبت حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ تھوڑا سا اُگے چل کر صاحب تاریخ بغداد نے اسی روایت کو امام اوزاعی کی طرف سے بیان کیا ہے۔ گویا جناب سفیان ثوری اور امام اوزاعی نے جب امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر سنی۔ تو دونوں حضرات نے ایک جیسے الفاظ کہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ اتفاق کس طرح ہوا۔ ان دونوں جلیل القدر شخصیات کے وہ ارشادات جو انہوں نے امام اعظم کے فضائل و مناقب میں بیان فرمائے۔ وہ اُن کے اس قول کی نفی کرتے ہیں۔ ہم سر دست ایک تو تاریخ بغداد کی عربی عبارت کی بجائے صرف ترجمہ پراکتفا کریں گے۔ اور دوسرا وہ تمام روایات درج نہیں کریں گے۔ جو ان دونوں سے شانِ ابی حنیفہ میں مروی ہیں۔ بطور نمونہ ایک دو کا ذکر ہی کافی ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ سفیان ثوری نے کیا فرمایا۔

## تاریخ بغداد:

جب حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا۔ تو ابو بکر بن عیاش نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور سفیان ثوری کے گھرانے کے بھائی کی تعزیت کے لیے آئے۔ گھر تعزیت کرنے والوں سے بھر گیا تھا۔ ان میں عبد اللہ بن ادریس بی۔ تھے۔ اتنے میں امام ابو حنیفہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں جناب سفیان کے گھر تشریف لائے۔ جناب سفیان ثوری ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ کو گلے سے لگایا۔ اور اپنی سند برا نہیں بٹھایا۔ اور خود ان کے سامنے باادب بیٹھ



گئے ابو بکر بن عباس کا کہنا ہے۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت غصہ آیا۔ مجھے غصہ میں آیا دیکھ کر عبداللہ بن ادریس بولے۔ کہ تجھ پر افسوس ہے۔ بلا وجہ غصہ کر رہا ہے۔ کاش تجھے حقیقت حال کا علم ہوتا۔ بہر حال ہم بیٹھے رہے۔ اور اس انتظار میں تھے۔ کہ لوگ چلے جائیں۔ اتنے میں میں (ابو بکر) نے عبداللہ بن ادریس سے کہا۔ کہ دیکھو اتنے میں ہم سفیان ثوری سے کہا۔ کہ آپ نے آج دو کام کیا۔ جو مجھے پسند آیا۔ اور نہ ہی میرے ساتھی اس سے خوش ہیں۔ سفیان ثوری نے پوچھا۔ کونسا ایسا کام مجھ سے ناگوار ہو گیا۔ جو آپ کو اچھا نہیں لگا۔ میں نے کہا۔ کہ تم نے ابو عوف کی اس قدر عزت کی۔ اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے ان کو گلے لگایا پھر انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس قدر عزت افزائی نہ مجھے اچھی لگی۔ اور نہ میرے ساتھیوں کو ایک آنکھ بھائی۔ تو اس پر سفیان ثوری کہنے لگے۔ تم اس کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ کیا دیکھتے نہیں۔ کہ

هَذَا رَجُلٌ مِّنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَإِنْ لَّمْ أَقْمَرْ لِعِلْمِهِ  
قُمْتُ لِسَنَةِ وَإِنْ لَّمْ أَقْمَرْ لِسَنَتِهِ قُمْتُ لِفِقْهِهِ  
وَإِنْ لَّمْ أَقْمَرْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ بِوَرَعِهِ فَأَحْبَبَ مِنِّي  
فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ۔

(ص ۳۲۱ جلد سوم)

ترجمہ:

یہ شخص علم میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ میں اُسے دیکھ کر کھڑا ہوا اور اگر اس کے علمی مرتبہ کے لیے کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کی عمر کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ (کیونکہ وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے) اور اگر عمر کی وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کے تفہیم فی الدین کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ اور اگر فقہ بھی قیام کا سبب نہ ہوتا تو اس کا متقی اور مدینہ گزار ہونا مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا اور ابو بکر بن عباس



کہتے ہیں۔) جب جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے قیام کی یہ وجوہات بتلائیں۔ تو میں لاجواب ہو گیا۔  
 یہ تھا ایک روایت جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے احترام و تعظیم کا۔ جو انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتا۔ اب امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اسی کتاب سے درج ہے۔ ملاحظہ ہو۔

### تاریخ بغداد:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ امام اوزاعی کو ملنے شام آیا۔ تو امام موصوف نے مجھے کہا۔ اے خراسانی! ابو حنیفہ کنیت کا ایک مرد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ یہ بدعتی کون ہے؟ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ کہ میں اس کا جواب دینے کی بجائے وہاں سے واپس آگیا۔ اور اپنے گھر میں رکھی ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ ان میں سے چند جدیدہ جدیدہ مسائل لے کر تین دن بعد پھر امام اوزاعی کے ہاں حاضر ہوا۔ امام اوزاعی مسجد کے امام اور مؤذن بھی تھے۔ کتاب میرے ہاتھ میں دیکھی۔ دیکھ کر پوچھا۔ یہ کونسی کتاب ہے۔ اس کے جواب میں میں نے وہ کتاب ہی ان کو دے دی۔ کتاب بے کر پڑھنے لگے۔ ایک مسئلہ کے عنوان پر نظر پڑی۔ کتاب کو پھوڑا اور اذان کہی۔ فارغ ہونے پر پھر کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ حصہ پڑھا۔ اُسے بند کیا اور جیب میں ڈال لی نماز پڑھانے کے بعد پھر اس کو نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور پوچھا کہ اس کے لکھنے والا نعمان بن ثابت کون ہے۔

قُلْتُ شَيْخٌ لَقِيْتُهُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هَذَا نَبِيْلٌ  
 مِنَ الْمَشَايِخِ اِذَا هَبَّ فَاسْتَكْثِرَ مِنْهُ قُلْتُ هَذَا  
 الْبُؤْسُ حَنِيفَةٌ نَهَيْتَ عَنْهُ (جلد ۳ ص ۳۸)



## ترجمہ:

میں نے کہا۔ ایک بہت بڑا شیخ ہے۔ جس سے میں عراق میں ملاقات  
کی ہے۔ یہ سن کر امام اوزاعی نے کہا۔ کہ یہ تو کوئی عظیم و کبیر مشائخ کرام میں  
سے معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس کے پاس جاؤ  
اور اس سے اور زیادہ سیکھو۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ حضرت! یہی تو ابوحنیفہ  
ہے۔ جس سے آپ منع کر رہے تھے۔

## الحکم کریم:

نحفی شیعہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر الزام دھرنے کے لیے جو  
جو روایت پیش کی۔ وہ ایک ایسے راوی کی ہے۔ جس سے بیسیوں ایسی احادیث ملتی  
ہیں۔ جو اس نے خود بنائیں۔ اور پھر کمال جرأت سے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
منسوب کر دیا۔ جو راوی اس قدر بے باک ہو۔ وہ اگر ابوحنیفہ کے متعلق گھڑ بیٹھ کر کوئی روایت  
تراش لیتا ہے۔ تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اور پھر ایسی روایت سے امام ابوحنیفہ  
کی ذات پر الزام کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹ  
بولنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح من گھڑت روایت اور جھوٹی بات کو ثابت کرنے کے لیے  
دوسرا جھوٹ یہ بولا۔ کہ مجھے (نسیم بن حماد کو) یہ روایت سفیان ثوری نے بتلائی ہے۔  
اور کبھی یہ کہا۔ کہ امام اوزاعی نے مجھے ایسا کہا تھا۔

ان دونوں علیل القدر شخصیات کے امام ابوحنیفہ کے بارے میں آپ خیال سن  
چکے ہیں۔ ایک یہ کہے۔ کہ ایسا نابغہ روزگار کبھی کبھی ملتا ہے۔ اس سے کسب فیض کرو۔  
دوسرا اس کے علم و تقویٰ کے پیش نظر کھڑے ہو کر استقبال کرے۔ اور اپنی مسند پیش کر دے  
ادھر یہ اور ادھر وہ کہ ”ابوحنیفہ نے اسلامی مشین کے تیل ڈھیلے کر دیئے۔“ ان دونوں



میں کیا تعلق دربط ہے معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ ”ولیم بن حماد“ کی من گھڑت ہے۔  
 لہذا کذاب کی من گھڑت روایت نجفی کو اگر سچی نظر آئی تو یاس کی پسند ہوگی۔ آخر  
 ”تقیہ“ کے خوگر کو ایسا پسند ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف ۵

نبی پاک ﷺ نے ابو حنیفہ کے فتوؤں پر عمل

کرنے سے منع کیا

حقیقت فقہ حنفیہ:

تاریخ بغداد:

مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي  
النَّظَرِ فِي كَلَامِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ أَنْظُرُ فِيهَا وَأَعْمَلُ  
عَلَيْهَا قَالَ لَا - لَا - لَا -

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۲۲۵)

ترجمہ:

یعنی محمد بن حماد کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا  
اور عرض کی کہ کیا ابو حنیفہ کے مسئلوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے تین مرتبہ فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۰)



## جواب:

جیسا کہ واضح طور پر مذکور ہے۔ کہ اس روایت کا راوی ”محمد بن حماد“ ہے۔ اس کے متعلق بخفی شیعی کو اسمائے رجال کی کتابیں دیکھنا نصیب نہ ہوئیں۔ اور اگر دیکھ کر اس راوی کی حیثیت معلوم ہو گئی تھی۔ تو پھر اس کا ذکر کرنا اس کی انتہائی حماقت ہے۔ کیونکہ نسب کے اعتبار سے یہ مجہول اور روایات کے اعتبار سے غیر محفوظ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## لسان المیزان:

لَا يَعْرِفُ وَخَبْرُهُ مُنْكَرٌ اِنْ تَكُنْ ذَكَرَهُ الْعُقَيْلِيُّ  
فَقَالَ مَجْهُولٌ فِي النَّسَبِ وَالْاِسْمِ وَآيَةُ حَدِيثُهُ  
غَيْرُ مَحْفُوظٍ ثُمَّ سَأَلَ عَنْ مِهْرَانَ عَنْ سُفْيَانَ  
عَنْ فُلَانِ ابْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ  
عَنْ أَبِيهِ رَفَعَهُ مِنْ كَذِبٍ عَلَى الْخ.

(لسان المیزان جلد پنجم حرف

میم ص ۱۲۶ مطبوعہ بیروت طبع

(جدید)

## ترجمہ:

محمد بن حماد سامری غیر معروف ہے۔ اور اس کی روایات منکر ہیں عقیلی نے کہا۔ کہ یہ شخص نسب اور روایت میں مجہول ہے۔ اس کی روایت کردہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ الخ۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ روایت مذکورہ ایک ایسے شخص کی ہے جس کے نسب کا کوئی پتہ نہیں۔ جس کی روایات منکر ہیں۔ جس کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔ ایسے



شخص کی بات سے امام ابو حنیفہ کی شان میں کیا فرق پڑتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ سب کچھ خواب میں دیکھا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محمد بن حماد راوی مذکور نہ تو صحابی ہے۔ اور نہ ہی تابعین میں شامل ہے۔ اگر ان دونوں طبقوں میں سے ہوتا۔ تو شاید حالت نیند میں دیکھا گیا کچھ وزن رکھتا یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ خواب کے معاملات دوسرے پر دلیل و حجت نہیں بنا کرتے۔ لہذا اس خواب کے واقعہ کو امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل و حجت نہیں بنایا جاسکتا۔ اور خواب اور خواب دیکھنے والا مجہول النسب والروایہ ہے اور ادھر سفیان ثوری اور امام اوزاعی ایسے ثقہ لوگ ان دونوں میں سے کن کی بات ذنی ہے۔ صاف بات ہے۔ کہ ثقہ اور ہوش و حواس قائم ہوتے ہوئے بیداری میں بات کرنے والے کی بات کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ اور سویا ہوا خواب دیکھنے والا غیر محفوظ و منکر روایات والا ہے حضرات کی بات کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ ”محمد بن حماد“ کا خواب کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کے مسائل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کرنے اور عمل کرنے سے منع کر دیا۔ اور ادھر ابو حنیفہ کے بارے میں یہ اہتیاظی قول موجود کہ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اور اقوال صحابہ کے سامنے یہ اپنی رائے کو بروئے کار نہیں لاتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ایسی روایات کے ذریعہ نجفی دراصل حسد و کینہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر ”کھیا نی تہی کھیا نو چے“ کا مصداق بنا ہے۔ اس سے امام ابو حنیفہ کی ذات پر الزام قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا۔

فلاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۱

### ابو حنیفہ کی کتاب الحیل کی شان

**حقیقت فقہ حنفیہ:** اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۲۲۷  
 ابن مبارک کہتا ہے۔ کہ جو شخص ابو حنیفہ کی کتاب الحیل پڑھے۔ تو طلال کو حرام اور  
 حرام کو طلال کر سکتا ہے۔ مولوی ابن المبارک کہتا ہے۔ مَا أَذْرٰی وَضَعَ كِتَابَ الْحِيلِ  
 إِلَّا شَيْطَانٌ۔ کہ کتاب الحیل کسی شیطان نے بنائی ہے۔ ابن مبارک کہتا ہے۔  
 کہ جس نے کتاب الحیل بنائی ہے۔ وہ ابیس سے زیادہ شرم ہے۔ اور جو شخص کتاب الحیل  
 کو پڑھے اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۱)

### جواب اقل:

- اس ایک الزام میں نحفی شیعہ نے چار الزامات جمع کر دیئے ہیں۔
- ۱۔ کتاب الحیل کو پڑھنے والا حلال اشیاء کو حرام اور حرام اشیاء کو طلال کر سکتا ہے۔
  - ۲۔ یہ کسی شیطان کی تصنیف ہے۔
  - ۳۔ اس کا مصنف شریر ترین شخص ہے۔
  - ۴۔ اس کے پڑھنے والے پر اسی کی بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے۔



ان الزامات کے جواب میں اجمالی طور پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ یہ کتاب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف نہیں۔ ”میزان“ میں ذہبی نے کہا ہے۔

ولم نر کتاب الحیل الذی نسب الی ابی حنیفہ

ترجمہ:

یعنی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ”کتاب الحیل“ نامی تصنیف کو ہم نہیں جانتے۔

علاوہ ازیں خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اس باب کے اندر جن الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر ذکر کیے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ ان تمام الزامات کو رد کر دیا ہے۔ اور اس تردید میں خطیب بغدادی کو بھی ان دونوں نے معاف نہ کیا۔ حیران کن بات یہ ہے۔ کہ خطیب بغدادی نے یہ تمام الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر کے ذکر کیے۔ عبداللہ بن مبارک وہ شخصیت ہیں۔ جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ ان کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ جس کتاب کے بارے میں خطیب بغدادی نے ذکر کیا۔ سرے سے وہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہی نہیں۔ انہی عبداللہ بن مبارک کی ذکر کردہ روایت مذکورہ کے بارے میں محشی فرماتے ہیں۔

تاریخ بغداد،

وَكَيْفَ يَنْسِبُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هَذَا الْكِتَابَ  
إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ مَعَ أَقْلِهِ مِنْ تَلَامِيذِهِ الَّذِينَ  
كَانُوا يُحِبُّونَهُ حُبًّا وَمَيِّتًا كَمَا نَقَلَ ذَلِكَ  
الْثِّقَاتُ الْعَدُّوْلُ نَقْلًا يُفِيدُ الْعِلْمَ



## ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن المبارک اس کتاب کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیسے کر سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ امام صاحب کے ان شاگردوں میں سے ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی آپ کی انتہائی تعظیم و تحظیم کرتے تھے۔ اور ان کی شہرت کا باعث بنے۔ جیسا کہ یہ بات، بہت سے باوثوق لوگوں نے بیان کی۔ اور ان ثقہ لوگوں کا بیان کرنا مفید اور علم قطععی ہے۔

بطور نمونہ حضرت عبداللہ بن المبارک کے دو تین تعریفی اقوال اسی تاریخ بغداد سے پیش خدمت ہیں۔

## تاریخ بغداد:

ابو وہب محمد بن مزاحم قال سمعت  
عبد اللہ بن المبارک یقول لولا ان الله اغاثنی  
بأبی حنیفہ وسفیان کنت کسائر الناس۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۷، ۳۳۸)

## ترجمہ:

ابو وہب محمد بن مزاحم نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے پایا۔ اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کے ذریعہ میری امانت نہ فرماتا۔ تو میں بھی عام لوگوں کی طرح (بے علم و جاہل) ہی ہوتا۔



## تیلخ بنفٹ اور:

محمد بن مزاحم یقول سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ  
 بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ رَأَيْتُ عَبْدَ النَّاسِ وَرَأَيْتُ  
 أَوْدَعَ النَّاسِ وَرَأَيْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ وَرَأَيْتُ أَفْقَهَ  
 النَّاسِ فَأَمَّا عَبْدُ النَّاسِ فَعَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ رَوَاحٍ وَأَمَّا أَوْدَعَ  
 النَّاسِ فَالْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ وَأَمَّا أَعْلَمُ النَّاسِ  
 فَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَمَّا أَفْقَهُ النَّاسِ فَكَابُو  
 حَنِيفَةُ ثُمَّ قَالَ مَا رَأَيْتُ فِي الْفَقْهِ مِثْلَهُ

تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۴۲۳

۲۴۳ مطبوعہ السلفیہ المدینہ

المنورہ طبع جدید

## ترجمہ:

محمد بن مزاحم کا کہنا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا  
 فرمایا۔ میں (وہ خوش قسمت انسان ہوں کہ جس) نے تمام لوگوں سے بڑھ  
 کر عبادت گزار کی زیارت کی تمام سے زیادہ پرہیزگار کو دیکھا اور سب  
 بڑھ کر عالم کو پایا اور جسے فقہ میں بے مثل شخصیت کو دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ  
 عبادت گزار عبد العزیز ابی رواد تھے۔ وہ پرہیزگار جناب فضیل بن عیاض  
 کی شخصیت تھی اور بڑے عالم جناب سفیان ثوری تھے۔ اور فقہ میں  
 بے مثل جناب ابو حنیفہ تھے پھر کہا۔ کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ سا کوئی دوسرا  
 میں نے نہیں دیکھا۔



## تاریخ بغداد:

مَنْصُورِ بْنِ هَاشِمٍ يَقُولُ كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنِ الْمُبَارَكِ بِالْقَادِسِيَّةِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ  
 الْكُوفَةِ فَوَقَعَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ  
 وَيَحَكَ أَتَقَعُ فِي رَجُلٍ صَلَّى خَمْسًا وَارْبَعِينَ  
 سَنَةً خَمْسَ صَلَوَاتٍ عَلَى وَضوءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ  
 يَجْمَعُ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَتَيْنِ فِي لَيْلَةٍ وَتَعَلَّمْتُ الْفِقْهَ  
 الَّذِي عِنْدِي مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔

## ترجمہ:

منصور بن ہاشم کا کہنا ہے کہ ہم مقام قادسیہ میں جناب عبد اللہ بن  
 المبارک کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص کو ذرے وارد ہوا۔ اور امام ابو حنیفہ  
 کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جناب عبد اللہ بن المبارک  
 نے فرمایا تیرے لیے بربادی! تو ایسے شخص کے بارے میں نازیبا الفاظ  
 کہہ رہا ہے۔ جس نے پنتالیس سال متواتر پانچ نمازیں ایک ہی وضو  
 سے ادا کیں۔ اور اس کے بارے میں کہ جو ایک رات میں دو رکعتوں  
 میں مکمل قرآن پڑھا کرتا ہے۔ اور فقہ کا جتنا علم مجھ میں دیکھ رہے ہو  
 یہ اسی کا فیضان ہے۔

حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے  
 میں خیالات آپ نے ملاحظہ کیے۔ کیا ایسے شخص کا وہ قول ہو سکتا ہے۔ جو نبھی کو تاریخ  
 بغداد سے ملا۔ ان تمام الزامات کی اصل ”کتاب الحیل“ تھی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے



تحقیق شدہ کتابوں میں شامل ہی نہیں۔ جس کی تصنیف ہوگی۔ وہ جانے اور الزامات کا جواب بھی اسی پر لازم۔ وہ شیطان ہے۔ شریر ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرنے والا ہے۔ ہمیں اس سے کیا غرض۔ ہاں آخری بات کہ اس کتاب کے قاری کا اپنی بیوی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس بارے میں گزارش ہے کہ ”تقیہ“ کا ہتھیار اور کس وقت استعمال کرو گے۔

## جواب اول:

یہ الزام اور اس جیسے دوسرے الزامات جو نجفی شیعہ نے تاریخ بغداد سے ذکر کیے۔ اگر تحقیق و تدقیق کی ذرا سی جھلک بھی اس کے اندر ہوتی۔ تو ان الزامات کے ذکر کرنے سے قبل ان کے تحت تحریر شدہ حواشی کا بھی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ آئیے روایت مذکورہ کے بارے میں محشی نے کیا لکھا ہے۔ ذرا اسے ملاحظہ کریں۔

## تاریخ نجف دوم:

فِيهَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْعَبَّاسِ الْمُرَّازَقِيُّ قَدَّمَ  
الْقَوْلَ فِيهِ وَذَكَرَ يَا بَنُ سَهْلٍ غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَ  
اسْحَاقُ الطَّالِقَانِي ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ كَانَ  
يَقُولُ بِالْأَرْجَاءِ فِيهَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَكِيٍّ  
ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ مُنْكَرَةٌ  
وَفِيهَا عَمْرُو بْنُ مُعَاذٍ الْجَزْمَرِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ  
مُنْكَرَةٌ

در حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۵ ص ۴۲۲



## ترجمہ:

ان روایات میں ایک راوی محمد بن عباس حراز ہے۔ جس کے متعلق جرح  
 گورچی ہے۔ دوسرا راوی زکریا بن ہبل ہے۔ یہ غیر معروف ہے۔ تیسرا  
 راوی اسحاق الطالقانی ہے جس کے متعلق خود صاحب تاریخ بغداد نے  
 کہا کہ وہ مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چوتھا راوی ابوالہسیم بن عمر برمکی ہے  
 خود خطیب بغدادی نے اس کی بعض احادیث کو منکر کہا۔ اور پانچواں  
 راوی عمر بن محمد جوہری بھی منکر الحدیث ہے۔

## خلاصہ کلام:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر ان کی طرف ایک غلط طور پر منسوب کتاب  
 کے حوالے سے نجفی نے جو الزامات ذکر کیے۔ اور پھر ان الزامات کا قائل جناب عبداللہ  
 بن مبارک کو لکھا۔ ان الزامات کی تردید میں ہماری گزارشات آپ نے ملاحظہ فرمائیں  
 الحیل نامی کتاب۔ جب امام اعظم کی تصنیف ہی نہیں تو پھر اس کے مندرجات کا  
 ذمہ وار وہ کیوں کر ٹھہریں۔ دوسری بات یہ کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کسی دوسرے  
 کی زبان سے امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں بُرے الفاظ سنا گوارا نہ کریں۔  
 تو وہ خود ایسے الفاظ اپنے شیخ واساتذہ کے متعلق کب کہہ سکتے تھے۔ تیسری بات یہ  
 کہ اس روایت کے پانچ عدد راویوں پر جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے  
 دو تین راویوں پر خود خطیب بغدادی نے جرح کی۔ ان تمام امور کو اگر نظر انصاف  
 سے دیکھا جائے تو کبھی بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے کی جسارت نہ کی  
 جاتی۔ لیکن بغض اور عداوت قلبی کا کیا علاج؟

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۱

ابو حنیفہ کی بیٹھک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

نہیں پڑھا جاتا

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۴۲۸ ابن مبارک کہتا ہے:  
وہ مجلس کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا گیا۔ وہ مجلس  
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ اور قیس بن ربیع کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ اجہل  
الناس تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۱)

## جواب:

تاریخ بغداد سے ذکر کردہ یہ روایت قطعاً مقبول نہیں۔ کیونکہ اس سند میں موجود  
تمام راوی ”مجهول“ ہیں۔ صرف ایک راوی کے حالات کتب اسمائے رجال میں  
ملتے ہیں۔ اور وہ ہے عبد الواصد بن علی۔ اس کا کیا مقام ہے؟ ملاحظہ فرمائیں اگلے  
صفحہ پر۔



## لسان المیزان:

عبدالواحد بن علی بن برہان العکبری  
 .....وَكَانَ يَمِيلُ إِلَى مَذْهَبِ مُرْجَبَةٍ  
 الْمُعْتَزَلَةِ وَيَعْتَقِدُ أَنَّ الْكُفَّارَ لَا يَخْلَدُونَ  
 فِي النَّارِ ..... كَانَ يَمْشِي مَكْشُوفَ الرَّأْسِ  
 وَكَانَ يَمِيلُ إِلَى الْمُرْدَانِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَ  
 وَقَفَ مَرَّةً عَلَى مَكْتَبٍ عِنْدَ خُرُوجِهِمْ فَاسْتَعَى  
 وَاحِدًا وَاحِدًا فَيَقْبِلُهُ وَيَدْعُو إِلَيْهِ وَيُسَبِّحُ  
 اللَّهَ فَرَأَاهَا ابْنُ الصَّبَاغِ قَدْ شَلَّهَ وَاحِدًا أَقْبَحَ  
 الْوَجْهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَقَالَ يَا أَبَا نَصْرٍ كَوِّغْ غَيْرَكَ  
 فَحَلَّ بِنَاهَذَا-

(لسان المیزان جلد چہارم

ص ۸۲ باب حرف العین

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبدالواحد بن علی راوی معتزلہ کی ایک شاخ مرجبہ کی طرف میلان  
 رکھتا ہے۔ اور اس بات کا معتقد تھا کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ کے  
 لیے نہیں جائیں گے..... ننگے سر پہرنے کا عادی تھا! اور  
 نو عمر خوبصورت لڑکوں کی طرف دلی میلان رکھتا تھا۔ اور اس میں  
 کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یہ ایک مدرسہ



کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور چھٹی کے وقت لڑکوں نے جب نکلنا شروع کیا۔ تو ایک ایک کو بلاتا۔ اُن کے بوسے لیتا۔ دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا۔ ابن الصباغ نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو ان لڑکوں میں سے ایک بد صورت لڑکے کو چھپا لیا۔ ۱۰ ر بعد میں عبد الواحد کے سامنے لایا۔ تو اس بد صورت لڑکے کو دیکھ کر بوسہ لینے کی بجائے اُس نے منہ موڑ لیا۔ اور ابن الصباغ سے کہا۔ اے ابونصر! کاش کہ کوئی دوسرا شخص یہ کرتا۔ یعنی یہ تنقید اور میرے فعل پر گرفت تمہاری بجائے کوئی دوسرا کرتا۔ تو مجھے انسوس نہ ہوتا۔

روایت مذکورہ کے تمام راویوں میں سے جس کے حالات کتب اسمائے رجال میں ملے۔ وہ آپ نے ملاحظہ کیے۔ ذاتی طور پر نفس پرست اور احکام شرعیہ کی خلاف ورزی میں بے باک تھا۔ اور نظریاتی طور پر کفار کے بارے میں ہمیشہ دوزخی ہونے کا قائل نہ تھا۔ ایسے شخص کی زبانی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام کہ ان کی مجلس میں درود و سلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ کون اسے تسلیم کرے گا یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس مجلس میں درود و شریف پڑھنا منع ہو۔ اس میں برکت ہرگز نہیں وہ محفل اور مجلس نقصان دہ ہوتی ہے۔ دراصل اس روایت کے سہارے ثابت یہ کیا جا رہا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کی مجالس سیود مند اور منفعت بخش نہیں تھیں۔ حالانکہ اسی تاریخ بغداد میں آپ کی مجالس کا منفعت بخش اور پروقا رہونا مذکور ہے۔

تالیخ بغداد

قیل للقا سمر بن معن ابن عبد الرحمن  
بن عبد اللہ بن مسعود رضی ان تکون



مِنْ غُلَمَانِ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ إِلَى أَحَدٍ  
أَنْفَعَ مِنْ مَجَالِسَةِ أَبِي حَنِيفَةَ -

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۳۷)

ترجمہ:

قاسم بن معن سے پوچھا گیا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو امام ابو حنیفہ  
کے غلاموں (فرمانبرداروں) میں سے ہو جائے تو اس نے جواب  
دیا کہ لوگ جن مجالس میں بیٹھے ہیں ان میں سے ابو حنیفہ کی مجالس  
سے بڑھ کر کوئی بھی منفعت بخش نہیں۔ (یعنی میں ان کے غلاموں میں  
سے ہونا بہت پسند کرتا ہوں)۔

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا الْحُمَاقِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارِكِ يَقُولُ  
مَا كَانَ أَوْ قَرْمَجَلِسِ أَبِي حَنِيفَةَ كَانَ يُشْبِهُ  
الْفُقُهَاءَ وَكَانَ حَسَنَ السَّمَةِ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ  
الشَّوَبِ وَلَقَدْ كُنَّا يَوْمَ مَا فِي مَسْجِدِ الْجَامِعِ  
فَوَقَعَتْ حَيَّةٌ فَسَقَطَتْ فِي حَجَرِ أَبِي حَنِيفَةَ وَهَرَبَ  
النَّاسُ غَيْرُهُ فَمَارَا يَتَذَكَّرُ ادْعَلِي أَنْ تَفْضَحَ الْحَيَّةُ  
وَجَلَسَ مَكَانَهُ -

تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۳۶

مطبوعہ السلفیہ مدینہ منورہ



ترجمہ:

حمائی کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک سے یہ سنا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر باوقار ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس فقہاء کرام کی مجلس کے موافق و مشابہ ہوتی۔ خود امام صاحب خوبصورت، اچھے کپڑے پہنتے ولے اور بہترین اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے ایک سانپ امام ابوحنیفہ کی گود میں آگرا۔ امام اعظم کے سوا بھی بھاگ نکلے۔ میں نے بس یہی دیکھا کہ انہوں نے گود جھاڑ کر سانپ پھینک دیا۔ اور بے خوف اپنی جگہ پر بیٹھ گئے

لمنکر یہ:

قارئین کرام! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کے وقار اور ”انفع“ ہونے کی بات انہی سے آپ نے سنی۔ جن کی نسبت سے یہ ذکر کیا گیا تھا۔ کہ امام صاحب کی مجلس میں درود و سلام نہیں ہوتا تھا۔ صلوٰۃ و سلام کے بغیر مجلس انفع نہیں بلکہ واقع الجہل ہو ا کرتی ہے۔ اور اگر کفنی کے کہنے کے مطابق یہ باور کر لیا جائے۔ کہ عبد اللہ بن مبارک و امام ابوحنیفہ، کی مجالس کو صلوٰۃ و سلام سے خالی قرار دیتے تھے۔ تو پھر ان کی شاگردی میں اتنی عمر کیوں صرت کی؟ بس دو چار مجالس کے بعد بھاگ جاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت من گھڑت یا کسی اور طرح سے ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔

راوی عبد الواحد بھی انتہا درجہ کا مجروح ہے۔ جبکہ عبد اللہ بن مبارک نہایت احترام و عقیدت کے پیکر ہیں۔ تو یہ روایت کسی طور پر امام اعظم



پر طعن و اعتراض نہیں بن سکتی۔

ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ اس سے نجفی شیعہ کی عداوت باطنی اور جہالت کا  
کا ثبوت مل گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراف نمبر

حق ابو حنیفہ کے فتویٰ کی مخالفت میں

ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۳۳ مطبوعہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید  
 عمر ابن قیس کہتا ہے۔ جس نے حق ڈھونڈنا ہو وہ کوفہ میں آئے ابو حنیفہ کا فتویٰ  
 معلوم کر کے اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی کتاب کے ص ۴۳۴ پر لکھا ہے۔ کہ ابو بکر  
 بن عباس کہتا ہے۔ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْہَ اَبِی حَنِیْفَہ۔ کہ خدا ابو حنیفہ کے چہرے  
 کو سیاہ کرے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ اسود ابن سائب کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کا نام  
 مسجد میں لینا جرم ہے۔ نیز ص ۴۳۶ پر لکھا ہے۔ کہ سنیان ثوری کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ ضال  
 اور مضل تھا۔ یعنی وہ خود گمراہ تھا۔ اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ نیز ہارون بن یزید کہتا ہے  
 کہ ابو حنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں۔ نیز امام شافعی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو حنیفہ  
 کے پیروکاروں کی ایک کتاب دیکھی۔ جس میں ایک سو تیس درق تھے۔ اس میں سے  
 اتنی قرآن و سنت کے خلاف تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۲)



## جواب:

نجفی شعی نے درج بالا عبارت کے اعتراض میں چند امور اکٹھے کر دیئے ہیں۔ جنکی تفصیل یہ ہے۔

- ۱۔ دو حق، ابو حنیفہ کے فتویٰ کے خلاف ہے۔
- ۲۔ ابو بکر عیاش نے ابو حنیفہ کے نیسے چہرہ سیاہ ہونے، کی بددعا کی۔
- ۳۔ ابو حنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے۔
- ۴۔ سفیان ثوری نے ابو حنیفہ کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا۔
- ۵۔ بقول ہارون، ابو حنیفہ کے پیروکار عیسائیوں کے مشابہ ہیں۔
- ۶۔ امام شافعی کے بقول ابو حنیفہ کے پیروکار کی ادھی سے زیادہ فقہ خلاف قرآن و سنت ہے۔



## تردید امر اول

”حق“ ابو حنیفہ کی مخالفت میں ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی ”مؤمل بن اسماعیل“ ہے۔ اس کا مقام ملاحظہ ہو۔

### میزان الاعتدال؛

مؤمل بن اسماعیل..... قَالَ الْبُخَارِيُّ مُنْكَرُ  
الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ فِي حَدِيثِهِ خَطَاءٌ  
كَثِيرٌ..... قَالَ مُؤْمَلُّ بْنُ إِسْمَاعِيلَ  
حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ  
عَنْ..... أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَذِهِ الْمُنْعَةُ الظَّلَاقُ وَالْعِتَّةُ  
وَالْمِيرَاثُ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

(میزان الاعتدال جلد سوم)

ص ۲۱۱ حرف المیم مطبوعہ

مصر طبع قدیر

ترجمہ :

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو ”منکر الحدیث“ کہا۔ ابو زرعت نے  
کہا۔ کہ اس اس حدیث میں ”خطا کثیر“ ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کہتا



ہے۔ کہ ہمیں حکمران بن عمار نے سعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سُنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”متعد، طلاق، عدت اور میراث کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے۔“

”مؤمل بن اسماعیل، کے متعلق آپ، ملاحظہ کر چکے۔ کہ کس درجہ کاراوی ہے۔ اور اس کی روایت کا کیا مقام ہے۔ ایسے خطا کرنے والے، منکر الحدیث اور مجروح راوی کی روایت کس طرح امام ابو حنیفہ کی ذات پر اعتراض بننے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اُدھر اس کے خلاف ثقہ لوگوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ثقاہت اور قرآن و سنت کی اتباع میں بہت واضح الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے۔ تاریخ بغداد کی اسی جلد میں جناب مسعر بن کرام سے منقول ہے۔“

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور اجتہاد میں جو بھی غور کرے گا وہ اس کا دلدادہ ہو جائے گا۔ انہی کا کہنا ہے۔ کہ جس نے ابو حنیفہ کو اللہ اور اپنے درمیان وسیلہ بنالیا۔ اُسے کسی چیز کا غم نہیں۔“ (جلد ۱۲ ص ۳۳۹)

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

”جو شخص امام ابو حنیفہ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ سمجھ لے کہ دنیا کے تمام فقہاء کرام سے بڑھ کر فقیہہ کے پاس آگیا۔“ (جلد ۱۲ ص ۳۴۲)

قارئین کرام! مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث کی روایت ایک طرف رکھیے۔

اور جن سے یہ روایت مذکور ہوئی۔ (یعنی مسعر بن کرام) اُن کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ واضح ہو جاتا ہے۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور ان تمام حقائق کے اقوال کے برخلاف ”حق بنانا، ان میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔؟ کیا باطل فتوے صادر کرنے والے کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاتا ہے؟ ان



تمام حقائق سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل کی اقتداء میں نجفی شیعہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور فتاویٰ و مسائل پر لایینی اعتراض کر دیا۔ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جو بات صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ آپ امام صاحب رضی اللہ عنہ کلبے کا احترام کرتے تھے۔ اور ان کی فقاہت کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دیتے تھے۔

## تردید مرسوم

ابو بکر بن عیاش کی روایت سے نجفی شیعہ جو کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مذکور راوی کو اسمائے رجال کی کتابوں میں اس پایہ کا راوی نہیں مانا گیا۔ کہ اس کی روایت سے دلیل و محبت کا کام لیا جائے۔

### میزان الاعتدال:

ابو بکر بن عیاش..... قَالَ أَبُو نَعِيمٍ لَمْ  
يَكُنْ فِي شَيْءٍ خِثًا أَحَدًا كَثُرَ غُلَطَامُنُهُ.....  
وَكَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا يَعْجَبُ بِهِ إِذَا ذُكِرَ  
حِنْدَهُ كَلَحَ وَجْهَهُ.

میزان الاعتدال جلد ۳

ص ۳۲۶ مطبوعہ السلفیہ

المدینۃ المنورہ طبع جدید



## ترجمہ:

ابو نعیم کا کہنا ہے کہ ابو بکر بن عباس اس ایسا کثیر الغلط شخص ہمارے مشائخ کلام میں سے کوئی اعتبار نہ کرتے۔  
 اور جب اس کا ذکر ہوتا تو وہ تیوری چڑھا لیتے تھے۔

کثیر الغلط اور ناقابل اعتبار راوی کی روایت کا سہارا لے کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کیا۔ اور ان کے لیے بد دعا ذکر کی۔ ایسی دعا تو نجفی کو اپنے حق میں کروانی چاہیے تھی۔ کپڑے سیاہ ہیں۔ جھنڈا سیاہ ہے اور اگر چہرہ بھی ایسا ہی ہو جاتا تو ”سوئے پرہاگہ“ کے مصداق ہو جاتا۔

## فَاخْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

## تردید امر سوم

”ابو حنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے“، روایت مذکورہ کا راوی اسود بن سالم ہے۔ یہ اور اس کے علاوہ اس کی سند میں سے کوئی نہ تھا۔ جناب یحییٰ بن راوی ہیں مجہولوں کے ٹولہ کی کہی گئی بات کسی عام آدمی پر موجب طعن نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اس کو ایسی شخصیت کے لیے طعن بنایا جائے۔ جو برسوں تک ایک دھور سے پانچوں نمازیں ادا کرتا رہا۔ دونفلوں میں پورا قرآن کریم پڑھتا رہا۔ علاوہ ازیں مسجد میں دینی مصروفیات اس قدر تھیں کہ کچھ لوگوں نے اس میں شمولیت کی۔ اور پھر ان کا جنازہ ہی اس مسجد سے اٹھایا گیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔



## تاریخ بغداد

(اعتراف اول کے منسوب الیہ) جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس جب ان کی مسجد میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نماز صبح ادا فرما رہے تھے۔ فراغت کے بعد ظہر تک آپ نے حاضرین کو دین و اسلام کی باتیں بتلائیں۔ پھر ظہر پڑی۔ اور عصر تک مصروف تعلیم رہے۔ عصر سے مغرب اور پھر عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ مسعر بن کدام کہتے ہیں کہ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص اس قدر درس و تدریس کے بعد تھک جاتا ہوگا۔ اور اسے شب بیداری کی دولت حاصل نہ ہوگی۔ لیکن میرا خیال درست نہ نکلا۔ حاضرین چلے گئے۔ اور امام ابو حنیفہ مسجد میں نماز نفل کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس قدر قیام الیل فرمایا کہ صبح ہو گئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور نماز فجر کے لیے واپس مسجد میں تشریف لے آئے۔ نماز صبح سے فراغت پر وہی کل والی مصروفیات شروع ہوئیں۔ ات دھلی۔ لوگ الوداع ہوئے۔ آپ نے گزشتہ رات کی طرح صبح تک قیام فرمایا۔ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اسی طرح تیسرا دن اور رات بھی گزر گئے۔ میں امام ابو حنیفہ کے درس و تدریس اور عبادت کی مصروفیات دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور پکا ارادہ کر لیا۔ کہ بس اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ حتیٰ کہ میں مرجاؤں یا ایام ابو حنیفہ کا وصال ہو جائے ان کے اپنے الفاظ سماعت فرمائیے۔

فَلَا زِمْتُهُ فِي مَسْجِدِهِ قَالَ ابْنُ أَبِي مُعَاذٍ فَبَلَغَنِي  
أَنَّهُ مَسْعَرٌ أَمَاتَ فِي مَسْجِدِ أَبِي حَنِيفَةَ فِي سَجُودِهِ (جلد ۳ ص ۳۵۶)  
میں (مسعر بن کدام) نے ابو حنیفہ کی مسجد میں رہنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ ابن ابی معاذ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا مسجد ابی حنیفہ میں ہی بحالت



سجدہ انتقال ہوا۔

بقول نجفی شیعہ اسود بن سالم کا کہنا ہے۔ کہ دو ابوحنیفہ کا مسجد میں نام لینا حرام ہے اور ابوحنیفہ کی شخصیت وہ کہ مسجد سے ضرورت کے بغیر باہر نہیں نکلتے۔ اور پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ ”مسعر بن کدام“ نے اپنی بقیہ زندگی۔ امام ابوحنیفہ کی معیت میں گزار دی۔ اور انہی کی مسجد میں بحالت سجدہ انتقال کیا۔

جن کی تقریباً ساری زندگی خانہ خدا میں دین کی درس و تدریس میں گزری اُن کا نام مسجد میں لینا حرام ہے؟ تو کیا پھر ان کا نام دو امام باڑہ، میں لیا جانا چاہیے بناوٹی اکبر بلاؤں میں ان کے تذکرے ہونے چاہئیں۔؟ یہ امام ہمارے اہلسنت کے امام ہیں۔ اور ان جیسی نیک و متقی شخصیات کے نام مسجدوں میں ہی بھلے لگتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## تردید چہارم

”ابوحنیفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، کیا یہ بات جناب سفیان ثوری نے کہی؟ سے شرم تم کو مگر نہیں آتی۔“

یہی سفیان ثوری ہیں۔ کہ جن کے ارشادات (جناب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق) ہم اعتراض مذہب میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی امام اعظم کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہیں انہی مسند پر بٹھایا۔ خود سامنے مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ پوچھا گیا کہ آپ نے اس قدر ان کی تعظیم کیوں کی۔ تو فرمایا۔ یہ ہر اعتبار سے لائق احترام ہیں۔



علم، عمر، تفقہ فی الدین، زہد و تقویٰ ایک سے ایک بڑھ کر خوبی ان میں موجود ہے۔ جو ان کی تعظیم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اور اس قسم کے دوسرے اقوال اگر نجفی شیعہ دیکھ لیتا۔ تو بے بنیاد الزام نہ دھرتا۔  
علاوہ ازیں جناب سفیان ثوری کی طرف منسوب اس روایت کے ذیل میں  
حاشیہ پر بھی اگر نظر پڑ جائے۔ تو پھر بھی شرم آجائی۔ محشی رقم طراز ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِيهِ أَبُو نَعِيمٍ (أَعْنِي) الْحَافِظُ شَيْخٌ قَالَ  
الْخَطِيبُ كَانَ رَجُلًا شَدِيدَ الْعَصَبِيَّةِ قَالَ  
الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ الْمُتَذَكَّرُ سَمِعْتُ  
إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي الْفَضْلِ يَهْمِدَانٌ وَكَانَ  
مِنْ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ يَقُولُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْحَفَافِ  
لَا أَحِبُّهُمْ لِشِدَّةِ تَعَصُّبِهِمْ وَقِلَّةِ انْصَافِهِمْ  
أَبُو نَعِيمٍ الْحَافِظُ وَالْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو  
بَكْرٍ الْخَطِيبُ وَفِيهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ  
جَعْفَرِ بْنِ حَبَّانٍ أَبُو شَيْخٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ وَفِيهَا  
سَالِمُ بْنُ عَصَبٍ أَمَ ذَكَرَهُ أَبُو نَعِيمٍ فِي تَارِيخِهِ  
أَصْبَحَ لَهَا فَقَالَ كَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَالْغَرَابِ  
وَمَعَ هَذَا أَفْلَاحَتْ شُ مَا قَدْ مَنَاهُ لَكَ عَنِ الثَّوْرِيِّ  
مِمَّا نَقَلَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ مِنْ شُكْلِ الثَّوْرِيِّ



## عَلَى الْإِمَامِ أَبُو حَنِيفَةَ -

تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۳۶۲ تا ۳۶۳

مطبوعہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید

## ترجمہ:

مذکورہ روایت میں ایک راوی دو ابو نعیم ہے۔ یعنی حافظ شیخ ابو نعیم۔ خطیب کہنا ہے کہ یہ شخص سخت متعصب تھا۔ حافظ محمد بن طاهر قندی کا کہنا ہے کہ میں نے ہمدان میں اسماعیل بن ابی الفضل سے جو کراہل معرفت تھے، سنا کہ حفاظ الحدیث میں سے من آدمی مجھے اچھے نہیں لگتے۔ کیونکہ وہ سخت متعصب تھے۔ اور انصاف ان میں نام کا ہی تھا۔ ایک ابو نعیم، دوسرا ابو عبد اللہ الحاکم اور تیسرا ابو بکر الخطیب۔

روایت بالا میں ایک اور راوی عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان بھی ہے۔ اس کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے۔ (جو مجروح ہے۔ تیسرا راوی سالم بن عصام ہے ابو نعیم نے تاریخ اصہبان میں ذکر کیا کہ یہ شخص بکثرت احادیث روایت کرنے والا اور عجیب و غریب! میں نقل کرنے والا ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ و دارناد جو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف میں کہے۔ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ تمہیں بیش نظر رکھنے چاہئیں۔

خلاصہ کہ جناب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات، اور مقام علم پر بخفی کو کوئی ٹھوس دلیل نہ مل سکی۔ تو اس نے گھسی پٹی روایات کا سہارا لے کر اپنی آخرت برباد کرنے کی مزید کوشش کی۔ اور پھر ایسی روایات جن کا سبب یاق و سباق دیکھ لیا جاتا۔ ان کے راویوں کے حالات، پڑھ لیے جاتے۔ اور منسوب کردہ حضرات کے تعریفی کلمات ملاحظہ کر لیے جاتے۔ تو اس طرح کی ذلیل کی حرکت نہ ہوتی۔ خدا ہدایت عطا فرمائے۔



## تردید امر بنجم

”ابو حنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں،“ اس روایت کے صرف دو راوی ملتے ہیں۔ اور کتب اسمائے رجال کی رو سے دونوں ”مجهول“ ہیں۔ ایک کا نام ابوبن شارب بن یحییٰ اور دوسرے کا نام یزید بن ہارون ہے۔ اس روایت کا اصل راوی یزید بن ہارون ہے۔ اس نے مذکورہ الزام دھرتے ہوئے کوئی وجہ بیان نہیں کی اور بلا وجہ جرح یا اعتراض قابل اعتبار ہرگز نہیں ہوتا۔ لہذا اس روایت کے ناقابل عمل ہونے کی یہ دو وجوہات ہوئیں۔ اس لیے امام صاحب کے پیروکار ”ملزم“ نہیں بن سکتے۔

”نصاریٰ کی مشابہت“ کس امر میں ہے۔ اس کی وضاحت انہیں کی۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، کہتے ہیں۔ اگر یہ مشابہت کی وجہ بنائی جائے تو عائشہ و کلا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کوئی پیرو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام سے بڑھا دیا اسی طرح حنفی بھی امام ابو حنیفہ کو ان کے مقام سے بڑھا دیتے ہیں۔ تو یہ وجہ بھی پہلی وجہ سے بڑھا دیتے ہیں۔ نصاریٰ نے آتنا بڑھایا کہ ”ابن اللہ“ مان بیٹھے۔ لیکن کوئی حنفی امام ابو حنیفہ کو ”ابن اللہ“ گنجا پیغمبرانہ کے لیے بھی تیار نہیں۔ یا یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے مقابل میں کسی دوسرے پیغمبر کو ”برابر“ نہیں سمجھتے اگر یہ ثابت ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حنفی امام اعظم کے مقابل میں دوسرے ائمہ کی مساوات کے



قائل نہیں۔ تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس وجہ کے پیش نظر نجفی وغیرہ بھی نصاریٰ کے مشابہ ہو جائیں گے۔

مختصر یہ کہ تشبیہ میں کسی ایک امر کی مناسبت ہوتی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں تمام امور میں مماثلت اور مشابہت نہیں ہوتی۔ مثلاً بلی شیر کی طرح ہے۔ تو کیا تمام امور میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ بلی چوہے کا شکار کرتی ہے۔ دودھ پیتی ہے۔ قدمیں پست ہوتی ہے۔ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ کتے سے ڈرتی ہے۔ کیا شیر میں بھی یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا۔ کہ دو چیزیں اس وقت باہم مشابہ کہلائی ہیں جب ان میں کسی ایک امر میں اتحاد ہو۔ یزید بن ہارون نے ابو حنیفہ کے پیروکاروں کو نصاریٰ سے مشابہ قرار دیا۔ آخر کس بات میں؟ اس کی کچھ وضاحت ہم سطور بالا میں کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اس روایت سے شاگردانِ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں آتا

## تذید مرثم

”شاگردانِ امام اعظم میں سے کسی کی کتاب کو دیکھ کر امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے ۱۱۰ صفحات صحیح مسائل پر مشتمل ہیں“ سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کو جو عقیدت امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھی۔ اگر اس کی ایک آدھ جھلک نجفی ملاحظہ کر لیتا۔ تو اس قسم کی بے نیکی روایات امام شافعی کی طرف سے پیش کرتے وقت بار بار سوچتا ہم امام شافعی کے خیالات ذکر کرنے سے قبل روایت مذکورہ کے راویوں کا کچھ تذکرہ کیے دیتے ہیں تاکہ روایت کے میدان میں ان کی حیثیت متعین ہو جائے۔



تمہارے ائمہ نے ایسا جس جائز قرار دیا ہے۔ (حوالہ جات ملاحظہ ہوں)

### وسائل الشیعہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ  
مُوسَى عَلِيَّ بْنَ السَّلاَمِ عَنْ الرَّجُلِ يُقْبِلُ  
قَبْلَ إِمْسَاءَتِهِمْ قَالَ لَا بَأْسَ وَرَوَاهُ الشَّيْخُ  
بِإِسْنَادِهِ عَنْ مُعَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ مِثْلَهُ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۷۷)

(۲۔ فروع کافی کتاب النکاح باب

نوادر جلد پنجم ص ۲۹۷)

(۳۔ حلیۃ المتقین ص ۴۱ د ر آداب زفاف

مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

علی بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ رضا علیہ السلام  
سے پوچھا۔ اس آدمی کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی کی پیشاب گاہ  
کا بوسہ لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی غوف نہیں۔

نوٹ:

وسائل الشیعہ کے جس باب سے ہم نے یہ روایت ذکر کی ہے اس  
کے الفاظ مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

بَابُ جَوَازِ تَقْبِيلِ الرَّجُلِ قَبْلَ زَوْجَتِهِ



وَمُبَاشَرَتِهِ أَمْتَهُ بِأَيِّ حَضَرٍ كَانَ مِنْ بَدَنِهِ لِيَتَلَذَّ بِهِ  
لَا يَخْشَى بَدَنَهُ۔

اس باب میں وہ روایات ذکر کی جا رہی ہیں جن میں مذکور ہو گا کہ مہر اپنی بیوی کی شرم گاہ کو چومے تو یہ جائز ہے۔ اور ایسی روایات بھی ملج ہوں گی جن میں اس امر کی اجازت مذکور ہوگی کہ اپنی بیوی اور لونڈی کے ساتھ اپنے تمام اعضاء میں سے کسی عضو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ تاکہ اس سے زیادہ مزہ آئے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ ہاں اعضاء کے علاوہ کسی باہر کی شے سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

ان تین عدد حوالہ جات میں اور خاص کر وسائل الشیعہ میں نخعی کے مس کی پوری تشریح موجود ہے۔ بے چارہ کیا کرے بڑی کوشش کرتا ہے کہ ہماری مادات بھی سنی اپنائیں لیکن دال نہیں نکلتی۔ وسائل الشیعہ والے نے اس عجیب و غریب طریقوں کی علت بھی بیان کر دی یعنی اس کے طریقے اپنانے سے ”سواد چوکھا“ آتا ہے۔ واقعی شیعہ مرد جب اپنے امام کے اس قول پر عمل کرے گا۔ تو ان کے فوائد ضرور حاصل ہوں گے اور لذت ملے گی یعنی بوسہ لینے والے کے منہ میں اگر شربت بزوری چلا جائے۔ تو وہ لذت اُسے گی۔ جو شیر مادر میں بھی نہ تھی۔ اور اسی شیرینی کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر استہزاء کرنا آسان ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نخعی نے یہ کلمہ فتح کر لیا ہے۔ اور یہ منزل طے کر لی ہے اس لیے اس سے ”احیات“ کی بدولت اس پر وہ راز کھلتے ہیں۔ جو شیطان کو بھی نہ سوجھے۔ اور ایسی گندی زبان ہونا ظاہر ہے کہ اس زبان کا کسی شیعہ عورت کی شرم گاہ میں پھیرتے رہنے کا نتیجہ ہی ہے۔



# اعتراض نمبر ۵۲

جیسا ہوگا

جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا کہ جس کا پچھلا حصہ عورتوں اور پر والا حصہ مردوں

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المنثور

سنی فقہ میں ہے کہ جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا کہ نصفہم  
الاعلیٰ كالذکور والاسفل كالاتِجس  
کا اوپر والا اُدھا حصہ مردوں کی طرح ہوگا اور نیچے والا حصہ عورتوں کی  
طرح ہوگا۔ اور اہل جنت ان سے وطی فی الدہد کریں گے۔

(الرد المختار کتاب الحدود،

باب وطی۔ جلد دوم ص ۸۵)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے قربان یہ مذہب علمہ المشائخ کا اتنا رسیا ہے کہ فردوس بریں  
میں بھی یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کو یہ عادت پورا کرنے کے اسباب میسر ہوں.....  
سنی فقہ میں ہے کہ جب رات کو گھر میں کوئی میت ہو جائے۔ تو اسی رات بوی سے  
ہم بستر کی کرنا سنت حضرت عثمان ہے کیونکہ ہم کشتوم زوجہ عثمان نے جس رات پانی تو عثمان نے  
اسی رات اپنی دوسری بیوی سے بستر کی گئی تھی۔

نوٹ: (بخاری شریف کتاب الجنائز باب من یدخل قبر المسلم ۱۰۰)

جنے بنے بخاری شریف میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے کیا نیک عمل  
تعمد بڑا کیا ہے سنی بھائیوں کو چاہیے کہ اس عبادت سے کوتاہی نہ کریں۔ جب بھی



موقع آئے تو یہ عبادت ضرور سرانجام دیں۔ اور اس کا ثواب اپنی میت اور روح،  
عثمان کو ہدیہ کریں۔  
(حقیقت فقہ صغیرہ ص ۱۲۶)

## جواب:

نہجی نے اس ایک اعتراض میں دراصل دو اعتراض کیے ہیں۔ ایک یہ کہ سنی کہتے  
ہیں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق بنائے گا۔ جس کا اوپر والا دھڑ مردوں کا اور نیچلا  
عورتوں والا ہوگا۔ اور جنتی ان سے وطی فی الدبر کریں گے۔ اور اعتراض میں چالاکی یہ کی  
گئی ہے کہ دو مختلف عبارتوں کو جوڑ کر غلط مطلب نکالا گیا۔ ایسی مخلوق کے وہاں  
بنائے جانے کا تو ذکر ہے۔ لیکن ان سے جنتیوں کا وطی فی الدبر کرنا نہجی کا اختراع  
ہے۔ درمختار کی عبارت پیش خدمت ہے۔

## درمختار:

(وَلَا تَكُونُ) اللّٰوَاطِئَةُ (فِي الْجَنَّةِ عَلَى الصَّحِيحِ  
لَا نَهْ تَعَالَى إِسْتَقْبَحَهَا وَسَعَاَهَا خَبِيثَةً  
وَالْجَنَّةُ مَنَزَلَةٌ عَنْهَا فَتَحَ وَفِي الْأَشْبَاهِ:  
حُرْمَتُهَا عَقْلِيَّةٌ فَلَا وَجُوَ لَهَا فِي الْجَنَّةِ  
وَقِيلَ سَمْعِيَّةٌ فَتُوجَدُ. وَقِيلَ يَخْلُقُ اللَّهُ  
تَعَالَى طَائِفَةً يَصِفُهُمُ الْأَعْلَى كَالذُّكُورِ  
وَالْأَسْفَلِ كَالْأُنَاثِ.. وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ. وَفِي الْبُحُورِ  
حُرْمَتُهَا أَشَدُّ مِنَ الزَّيْنِ الْخُرْمَتِهَا عَسَلًا  
وَشَرُّ عَا وَطَبْعًا، وَالزَّيْنُ نَا لَيْسَ بِحَرَامٍ



طبعاً۔

ترجمہ:

قول صحیح یہی ہے۔ کہ جنت میں لواطت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبیح کہا۔ اور اس کو فضیلت بھی کہا۔ اور جنت خواستوں اور قباحتوں سے پاک جگہ ہے۔ ”اشباہ“ میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت عقلی ہے لہذا جنت میں اس کا پایا جانا ناممکن ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اس کی حرمت آیات و احادیث کے ذریعہ ہے۔ (عقلی نہیں بلکہ بھی ہے) لہذا جنت میں ہو سکتی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا۔ جن کے جسم کا اوپر والا آدھا حصہ مردوں کی طرح اور نیچے والا عورتوں کی طرح ہوگا۔ اور صحیح وہی قول قول ہے: ”بحر“ میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت زنا سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ (لواطت) عقلاً، شرعاً اور طبعاً حرام ہے۔ اور زنا، طبعاً نہیں۔ اس کی شرح ردالمحتار کے الفاظ یہ ہیں۔

ردالمحتار:

قَوْلُهُ وَقِيلَ يَخْلُقُ اللَّهُ تَعَالَى (الخ) هَذَا خَارِجٌ  
عَنْ مَحَلِّ الْإِذَاعِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الرِّثْيَانِ  
فِي الدُّبْرِ۔



یعنی صاحب درالمختار کا لواطت فی الجنہ کی بحث کرتے ہوئے یہ ذکر کرنا کہ وہاں اللہ تعالیٰ ایک گروہ پیدا فرمائے گا۔ اس کا اور پروا لادھڑ مردوں کا انہ اس کا بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ علامہ نے یہ اس لیے وضاحت کی کہ نخعی ایسے گندھے ذہن کے لوگ اس عبارت کا تعلق لواطت فی الدبر کے ساتھ ملا تے ہیں۔ اور معنی یہ کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے جنت میں وطی فی الدبر کا قول کیا ہے۔ اور اس کے وقوع کے قائل ہیں۔ وہ اس کا حل یہ بتلاتے ہیں کہ اس فعل کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گروہ پیدا کرے گا انہ اس گروہ کے افراد کے ساتھ لواطت کی جائے گی۔

صاحب درالمختار نے اس بارے میں فیصلہ صادر فرمایا کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی جنت میں یہ نصیث و قبیح فعل نہیں ہو سکتا۔ اس کی حرمت جب ہر طرح سے مکمل ہے۔ اور زنا سے بھی زیادہ جرم ہے۔ تو زنا جب نہیں ہوگا۔ اس کے امکانات کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ”قِیل“ سے ذکر کرنا خود کمزوری کی دلیل ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نخعی کا اہل سنت پر یہ بہتان ہے۔ اور امام قائم جب آئیں گے۔ تو ان عیسویوں کی خبر سب سے پہلے لیں گے۔

(رجال کشی ص ۲۰۳)

دوسرا اعتراض نخعی کا یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کرنے پر اسی انتقال کی رات اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی۔ لہذا سنیوں کو یہ سنت زندہ کر کے حضرت عثمان اور میت کو ثواب پہنچانا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق واقعہ کا تفصیلی جائزہ ہم تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۱۱۳ پر ملے چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کریں۔ تو اس اعتراض کا جواب مکمل طریقہ سے



آپ پائیں گے۔ یہاں سر درست ایک بات ذکر کر دیتے ہیں۔ کہ کبھی وغیرہ کو یہ پرا ناقلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی سیکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے شادی کیوں کی؟ اسی پریشانی کو کبھی یہ کہہ کر مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ام کلثوم اور رقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ایسے تھے جسے خواہ کچھ بھی ان دونوں صاحبزادیوں کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے نکاح کیا تھا۔ آپ کو مسلمان ”ذوالنورین“ اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حضرت عثمان سے پیار تھا۔ وہ شیعوں کے وادیا کرنے سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس پیار کی ایک جھلک تم اپنی کتاب سے بھی دیکھ لو۔

### المبسوط:

وَزَوْجَ بِنْتَيْهِ رُقَيْيَةَ وَأُمَّ كَلثُومَ حُثْمَانَ، لَمَّا  
مَاتَتِ الثَّانِيَةَ قَالَ كَوُكَّانَتْ ثَالِثَةً لَزَوْجَانَا  
إِيَّاهَا۔ رالمبسوط جلد چہارم ص ۵۹ اخلاص النبی  
فی النکاح۔ مطبوعہ حیدرہ قہرانی

ترجمہ:

آپ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں رقیہ ام کلثوم عثمان کے عقد میں دے  
دیں۔ جب دوسری فوت ہوئیں۔ تو فرمایا اگر تیسری ہوتی۔ تو میں اس  
کی شادی بھی عثمان سے کر دیتا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۵۵

نعمانی فقہ میں بکری اور بوی میں تمیز نہیں رکھی گئی

حقیقت فقہ حنفیہ: ہدایہ مع الدرایہ

وَالنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِلَفْظَةِ الْبَيْعِ۔

(ہدایہ مع الدرایہ کتاب النکاح جلد دوم ص ۳۰۵)

ترجمہ:

کہ نکاح لفظ بیعت کے ساتھ واقع ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

کیا کہنا فقہ نعمان کا کیونکہ بیعت کا معنی ہے میں نے بیپا گویا نعمانی فقہ میں بوی اور بکری میں تمیز نہیں رکھی گئی بیچی اور خریدی تو بکری جاتی ہے یا اس کے مثل دوسری اشیاء۔  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷-۱۲۸)

جواب:

لفظ بیع کے ساتھ جواز نکاح پر نجفی نے احناف پر جس طریقہ سے اعتراض کیا وہ ایک بھونڈی کوشش ہے۔ کہ ”بوی اور بکری میں تمیز نہ رہی“ یہ جملہ بددیانتی پر مشتمل ہوتے ہوئے ایک پھر اور بازاری انداز سے مذاق کے طور پر کہا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس انداز سے نجفی کی حماقت اور جہالت بھی ٹپک رہی ہے۔ وہ اس طرح کہ گذشتہ ادوار میں غلاموں اور لونڈیوں کا کاروبار ہوتا تھا کسی لونڈی کے خریدتے وقت خریدار اس



کی پوری شخصیت کا مالک بن جاتا ہے۔ یعنی اس کے تمام جسمانی اعضاء مملوکہ قرار پاتے ہیں۔ اسے فقہی اصطلاح میں ”ملک رقبہ“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ بات اسی قانون سے واضح ہے۔ کہ جہاں ملک رقبہ آئے گی۔ وہاں ملک بضع، بھی آجائے گی۔ یاد ہے کہ ”ملک بضع“ ایک آزاد عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی صورت میں اس کے خاوند کو جس عضو کی ملکیت از روئے شرعی ہے وہ عورت کی غلیظ شرمگاہ ہے۔ چونکہ لونڈی کے لین دین کے وقت لفظ بیع و شراء بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مال ہے۔ اسی طرح مجازی طور پر ملک بضع حاصل کرنے کے لیے اگر بیع کے لفظ سے اسے تعبیر کیا گیا۔ تو اس سے مجازاً عقد ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ یہ تھا۔ جسے جہالت اور بددیانتی سے نجفی نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔

یہ اسی طرح درست ہے۔ جس طرح لفظ ”ہبہ“ سے نکاح ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا۔ اِنْ وَهَبْتَ نَفْسَکَ لَیْلِی الخ۔ بیع کی طرح وہی تقریر لفظ ”ہبہ“ پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ”ہبہ“ تو بکری کی باقی ہے۔ اور ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ لہذا بقول نجفی اللہ تعالیٰ کے ہاں بکری اور بکری میں کوئی تمیز نہیں۔ والعیاذ باللہ

درحقیقت یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ”بیع“ کے ہم معنی الفاظ سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اس طرح مجازاً نکاح ہو جاتا ہے۔ ہر ایہ کی عبارت مع ماثیہ ملاحظہ ہو۔

الہدایہ

قَوْلُهُ هُوَ الصَّحِيحُ اخْتَارَ اَزْهَعَنْ قَوْلِ



أَيُّ بَكْرٍ الْأَعْمَشِ فَإِنَّهُ يَقُولُ لَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ  
لِأَنَّهُ خَاصٌّ لِتَمْدِيدِكَ مَالٍ وَالْمَمْلُوكُ بِالنِّكَاحِ  
لَيْسَ بِمَالٍ وَ لَكِنَّ الصَّحِيحَ هُوَ الْإِنْعِقَادُ لِأَنَّ  
الْبَيْعَ مَوْجِبٌ مِلْكًا هُوَ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْمُتَعَةِ  
فِي مَحَلِّهِ -

(ہدایہ مع الدرایہ جلد ۵ ص ۳۰۵)

### ترجمہ:

مصنف کا ہوا الصحيح کہنا دراصل ابو بکر اعش کے اس قول  
سے احتراز ہے۔ کہ جس میں انہوں نے کہا تھا۔ کہ لفظ بیع سے نکاح  
منعقد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ مان کے بدلہ مال کی تملیک کے لیے  
مخصوص ہے۔ اور جو چیز نکاح میں مملوک بنتی ہے۔ وہ مال نہیں ہے  
لیکن صحیح مسلم ہی ہے۔ کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے  
کیونکہ بیع کے ذریعہ ملکیت آتی ہے۔ اور یہی ملک متعہ کی اپنے محل میں  
ملکیت کا سبب بنتی ہے۔

اس استدلال سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ ”بیع“ بلا واسطہ نکاح میں استعمال نہیں

کیا گیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ لفظ حقیقت نکاح کے لیے نہیں ہے.....

لیکن ایک واسطہ سے نکاح کے مقصود کو شامل ہے۔ (یعنی ملکیت کی وجہ سے) اس  
لیے نکاح میں جب ملک بضع موجود ہے۔ تو اس اعتبار سے بطور مجاز اس سے نکاح ہو جائے گا۔  
بخفی کو چاہیے تھا۔ کہ اس اجتہاد پر گرفت کرتا اس استدلال کو کمزور کر کے دکھاتا۔ لیکن اس طرف کی اسے  
ہوا ہی نہیں لگی۔ اُسے بغض و عناد نے ایسا اندھا کر دیا ہے۔ کہ بس فقہ حنفی پر اعتراض کرنا ہے۔ چاہے  
اُس سے اس کی اپنی حماقت ٹپکتی ہو۔ اس کو پرواہ نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔



# اعتراض نمبر ۵۶

## سنی فقہ میں نکاح کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المختار

سنی فقہ میں ہے کہ نکاح ایک ایسی عبادت ہے جو آدم کے زمانہ سے شروع ہے۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔

(الدر المختار کتاب النکاح ص ۱)

نوٹ:

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ کتاب النکاح ص ۲۶ میں لکھا ہے کہ نکاح تمام عبادات سے افضل ہے۔ بنے بنے فقہ نعمان جس میں بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کا آنا ثواب ہے۔ جس طرح ایک کافر مارنے کا ثواب ہے۔ اور اگر کوئی شخص نامرد ہو یا بوڑھا ہو تو وہ پٹھان کی طرح اچس کی تیلی جلائے۔ اور کافروں کی پوری کالونی کو ہی آگ لگا دے۔ قیامت کے دن شخص بھی فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۰)

جواب:

نخعی نے اس عبارت میں دو باتیں قابل اعتراض بنائیں۔ اول یہ کہ نکاح ایسی عبادت ہے جو آدم سے شروع ہوئی۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔ اس میں غور طلب یہ بات ہے کہ کیا نخعی حضرت آدم کے نکاح کرنے کا منکر ہے؟ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر اپنے صلالی ہونے کا ثبوت کس طرح دے سکے گا۔ بلکہ کوئی بھی



اس اعتراض سے نہ بچ سکے گا۔ اور اگر نکاح آدم کو تو مانتا ہے لیکن جنت میں اس کا ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو اس سے قرآن کریم کی کئی ایک دفع آیات کا انکار لازم آتا ہے مختصر یہ کہ درمختار کی اصل عبارت ملاحظہ کریں۔ تو نجفی کا اعتراض تاہم منکبوت سے بھی گزرا نظر آئے گا۔ عبارت یہ ہے۔

لَيْسَ لَنَا عِبَادَةٌ شَرِيعَةٌ مِنْ عِنْدِ آدَمَ إِلَى الْآنَ ثُمَّ  
تَسْتَمِرُّ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَنَكَاحَ وَالْإِيمَانَ۔  
یعنی ہمارے ہاں کوئی ایسی عبادت نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے  
زمانہ سے لے کر اب تک چلی آ رہی ہو۔ اور پھر جنت میں بھی وہی جاری  
ہو مگر صرف دو عبادتیں صرف ایسی ہیں۔ ایک نکاح اور دوسرا  
ایمان۔

دوم اعتراض یہ کہ ”رحمۃ اللامۃ“ میں مذکور ہے۔ کہ نکاح ”وجہاد“ سے بھی بڑی  
عبادت ہے۔ نجفی نے اس مقام پر دھوکہ اور فریب دینا چاہا۔ کیونکہ جس کتاب  
کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں نکاح کی جہاد وغیرہ سے افضلیت ایک خاص حالت  
میں مذکور ہے لیکن نجفی نے اس خاص حالت کا ذکر نہ کر کے پرے درجے کی بددیانتی  
سے کام لیا ہے۔ وہ خاص حالت یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی مالی حالت اچھی ہوتے  
ہوئے جسمانی طور پر وہ اس قدر خواہشات رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ نکاح نہ کرے گا۔ تو بدکاری  
وغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ ایسے شخص کے لیے نکاح کر لینا فرض ہے۔ اور اس فرضیت  
کو نماز روزہ وغیرہ پر افضلیت ہے۔ رہا یہ کہ ہر شخص کے لیے نکاح کو فرض قرار دینا اور  
پھر جہاد وغیرہ فرائض سے اسے افضل قرار دینا تو یہ قطعاً خلافِ نقل و عقل ہے۔  
کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ کو وہ زمانہ کا ارتکاب کرنے سے بچ  
جائے۔ تو ایسے پرہیزگار کے لیے نکاح کرنا مستحب اور سنت کا درجہ رکھتا ہے



اس پر فرض نہیں کہ وہ ضرور نکاح کرے۔ فقہ حنفی کے اس مسئلہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اس فقہ میں نکاح کو جہالت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ایک واضح دھوکہ ہے۔ اور بددیانتی کا بڑی مثال ہے۔

## اہل تشیع کے ہاں نکاح کی شان

### وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ بَاءَ  
رَجُلٍ إِلَى أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ هَلْ  
لَكَ مِنْ زَوْجَةٍ قَالَ لَا فَقَالَ أَبِي مَا أَحَبُّ  
أَنْ لِيَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَأَنْ يَبْتَ لِي كَلَّةٌ  
وَلَيْسَتْ لِي زَوْجَةٌ ثُمَّ قَالَ الْكُلْعَتَانِ  
يُصَلِّيهِمَا رَجُلٌ مُتَزَوِّجٌ أَفْضَلُ مِنْ  
رَجُلٍ أَحْرَبَ يَقُومُ لِيْلَةٍ وَ يُصَوِّمُ  
فِيهَا ۝

وسائل الشیعہ جلد ۱۱ کتاب النکاح

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد امام باقر رضی اللہ عنہ  
کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے



کہنے لگا نہیں۔ اس پر میرے والد نے فرمایا۔ اگر مجھے دنیا اور اس کی تمام اشیاء دے دی جائیں۔ اور کہا جائے کہ ایک رات اسی طرح بغیر بیوی کے گزار دو۔ تو میں یہ بات ہرگز پسند نہ کروں گا۔ پھر فرمایا۔ دو رکعت نماز شادی شدہ مرد کی ادا کرنا اس شخص کی رات بھر کی عبادت اور دن کے روزہ سے بہتر ہے۔ جو کنوارا ہے۔

### وسائل الشیعہ:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَلَذُّذُ  
النَّاسِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بِأَذَى أَكْثَرَ  
لَهُمْ مِنْ لَذَّةِ النِّسَاءِ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ  
إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔ ثُمَّ قَالَ فَإِنَّ أَهْلَ  
الْجَنَّةِ مَا يَتَلَذَّذُونَ بِشَيْءٍ مِنَ الْجَنَّةِ أَشْهَى  
عِنْدَهُمْ مِنَ النِّكَاحِ لَا طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ۔  
(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰)

(کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لوگوں کے لیے سب سے زیادہ لذت والی بات عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ہم بستری کرنا ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس کے قول کا مطلب ہے۔ "لوگوں کے لیے عورتوں اور بچوں کی خواہشات



کی محبت بہت خوبصورت کر دی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ صنتی لوگ بہت سے کھانے پینے کی اشیاء استعمال کریں گے۔ ان تمام سے بڑھ کر لذت وہ نکاح میں پائیں گے۔

### وسائل الشیعہ:

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ يَقُولُ الْعَبْدُ كُلَّمَا أَذَاذًا لِلنِّسَاءِ  
حَبَّتْ أَذَاذًا فِي الْإِيمَانِ فَضْلًا۔

(وسائل الشیعہ جلد ملاص ۱۱)

### ترجمہ:

ابوالعباس کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کسی شخص کی جوں جوں عورتوں سے محبت بڑھتی ہے۔ اسی طرح اس کے ایمان میں بختگی اور فضیلت آجاتی ہے

### مفکر:

اہل سنت کی ایک کتاب سے مخصوص حالت میں نکاح کو جہاں سے افضل قرار دیا گیا۔ جس پر نبی کی ”ورگ تقویٰ“ پھڑکی اور اس پر اعتراض کر دیا۔ اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے۔

۱۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیا اور آخرت کی تمام اشیاء ایک طرف اور بیوی ایک طرف۔

۲۔ امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں عورت کی لذت بے مثل ہے۔



۲۔ امام جعفر صادق ہی فرماتے ہیں کہ جس قدر عورتوں سے محبت بڑھے گی۔ اتنا ایمان افضل و کامل ہوگا۔

ہم اس مقام پر صرف یہی پوچھتے ہیں۔ کہ وسائل الشیعہ میں مذکور اقوال ”دائمہ اہل بیت“ کے اقوال ہیں۔ یا نہیں؟ اگر ہیں۔ (جیسا کہ نحفی کا مسلک و مذہب ہے) تو پھر ایک جہاد کیا دنیا و آخرت کی کوئی نعمت بیوی کا مقابلہ نہ کر سکی یعنی بیوی کی تفصیل کلی ہے۔ نماز، روزہ، جہاد اور حج وغیرہ تمام ارکان اسلام اور فرائض سے بڑھ کر فریضہ نکاح ہے۔ فقہ حنفی تو پھر کہیں پیچھے رک گئی۔ تمہاری فقہ نے تو سب کچھ مات کر دیا۔ اب کروا اعتراض، اپنے اماموں پر۔ قارئین کرام یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں۔ بلکہ ان کی کتب کے مطابق ان کے ایسے امام بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے عمل طور پر یہ افضلیت حاصل کی۔

## جلد العیون

ابن شہر آشوب روایت کر دھست کہ حضرت امام حسن دولیت و پنجاہ زن برداریتی بمصد زن بنکاح خود در آورد۔

(جلد العیون جلد اول ص ۲۲۹ زندگانی امام مجتبیٰ)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ:

”ابن شہر آشوب روایت کرتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سوا اور ایک روایت کے مطابق تین سو عورتوں سے شادی کی۔“

فقہ یہ کہ نکاح واقعی ہر دور میں ایک عبادت رہا ہے۔ اور نفلی عبادات پر اس کو افضلیت حاصل ہے۔ اور بہت سے شہوانی خیالات سے۔



مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْأَشْعَثِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ أَصْلٌ  
يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ.

(لسان المیزان جلد سوم ص ۱۱)  
مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

سہل بن احمد مذکور فضل بن حباب سے روایت حدیث کرتا ہے اور رافضی  
وجھوٹا ہونے کا اس پر الزام ہے۔ یہ الزام لگانے والے امام زہری وغیرہ  
ہیں۔ ابن الفوارس کا کہنا ہے۔ کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ ہم نے اس سے محمد بن  
محمد بن الاشعث کی کتاب لکھی۔ اس کے پاس کوئی قابل اعتماد اصل نہ تھا۔  
(جس پر ہمیں بھروسہ ہوتا۔)

الزام لگانے والا کون تھا۔ آپ نے حقیقت حال معلوم کر لی۔ نجفی شیعہ کی نسل کا ایک  
پرلے درجے کا جھوٹا اور ذوالجناح کی لید کو تبرک سمجھ کر کھا جانے والا "سہل بن احمد" ہے۔ اس  
سے کیا توقع ہو سکتی تھی۔ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ  
رضی اللہ عنہ کا "حافظ الحدیث نہ ہونا عقلی طور پر ناممکن ہونے کے علاوہ ایک کذاب رافضی کی  
لید کو اس بھی ہے۔ جس سے نجفی شیعہ کے مقصد پر پانی پھر گیا ہے۔

نوٹ:

ممکن ہے۔ کوئی نجفی مبیا سر پھر ایہ کہدے۔ کہ کتب اسمائے الرجال میں جس آدمی  
کا نام سہل بن احمد رافضی مذکور ہے۔ وہ "دیباچی" نسبت رکھتا تھا۔ اور روایت مذکورہ میں  
اس کی نسبت واسطی، بیان ہوئی۔ لہذا وہ اور تھا یہ اور ہوگا۔ تو اس سلسلہ میں گزارش  
ہے۔ کہ اسمائے رجال کی کتابوں میں اس نام کا ایک ہی آدمی ملتا ہے۔ جس سے صاف



معلوم ہوا کہ یہ دونوں اسی ایک کی نسبتیں ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ فلاں جعفری زیدی، انا مشری ہے۔ اور اگر کوئی اصرار کرے۔ کہ یہ دو آدمی تھے۔ تو اس صورت میں ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ ”دیباچی“ کے حالات ہم نے ذکر کر دیئے۔ لیکن ”دواسطی“ کی نسبت والا کہیں نہیں تھا۔ لہذا مہول الحال ٹھہرا۔ ایسے کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر طعن بھری نہیں ہو سکتا۔

## تردید مرہم

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب شدہ قول کے مطابق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث میں معتبر نہیں تھے۔ یہ بھی گوشہ الزامات کی طرح بے اصل اور لغو الزام ہے۔ ایک وجہ وہی ہے۔ جو پچھلے امر کی تردید میں گزر چکی ہے۔ یعنی حدیث پاک میں غیر معتبر شخص کو ”فاقہ اناس“ کہنا عقلاً غلط ہے۔ کیونکہ فقہ کا ایک اہم ماخذ ”حدیث“ بھی ہے۔ کیونکہ یہ بات کچھ اس طرح ہو جائے گی۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کے عالم ہونے میں لاثانی تھے۔ ان کی فقہ قابل اعتبار ہے۔ لیکن وہ حدیث میں معتبر نہیں ہیں۔ اس کلام کو کون درست تسلیم کرے گا۔ دوسری وجہ اس الزام کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ کی سند میں یہ الفاظ ہیں۔

اخبرنا بر قاتی اخبرنا احمد بن سعید ابن

ابن سعد الغ

یعنی روایت مذکورہ بیان کرنے والا کوئی ”بر قاتی“ ہے ہم نے اس لقب و نسب والا راوی کتب اسمائے رجال میں بہت تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ جس کا یہی



مطلب ہے کہ یہ روایت ایک بھول الحال راوی کی ہے۔ ایسے راوی کی روایت کسی امر میں دلیل و حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ چہ جائیکہ کسی پر الزام دھرنے میں اس کو قابل قبول سمجھا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پچھلے الزامات کی طرح اس الزام سے بھی بری ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ اس سے نجفی شیعہ وغیرہ کی ذہنیت کا صاف پتہ چل جاتا ہے۔

خوٹا؟

اس الزام کے آخر میں نجفی شیعہ نے ”تونسوی صاحب“ کو جو طنزیہ طور پر کہا ہے کہ پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرہویں جلد سے اپنے امام کی شان دیکھ لیتے الخ۔ تاکس سلسلہ میں گزارش ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہونے کے اعتبار سے (نہ کہ تونسوی صاحب کے طرفدار ہونے کی وجہ سے) ہم نے تمہارے بے تکے اور لغو باطل الزامات کا ایک ایک کر کے دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور آئندہ بھی دیں گے۔ لیکن ہماری طرف سے اب تمہیں یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارے ”ائمہ اہل بیت“ پر ہم نے ”عقائد جعفریہ“ میں الزامات ذکر کیے ہیں۔ ان کو اگر پڑھو گے۔ تو نانی اماں یاد آجائے گی۔ عوام دونوں طرف کے الزامات پڑھیں گے۔ جب ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو پھر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہو جائیں گے۔

فاحتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۱

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر عیسائیوں کے پادری

حقیقت فقہ حنفیہ، ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کے معتبر کتابے تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۴۵۲۔

بشیر بن ابی اظہر نیشاپوری کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہے۔ اور اس پر سیاہ چادر ہے۔ اور اس کے ارد گرد عیسائیوں کے پادری تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ بتایا گیا کہ ابو حنیفہ کی میت ہے۔ میں نے یہ خواب ابو یوسف کو سنایا۔ اس نے کہا بھتیہ براہ مہربانی کسی اور کو نہ سنانا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۲)

## جواب:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے نجفی شیعہ نے ایسی باتوں کا سہارا لیا۔ جنہیں ذی عقل آدمی پیش کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ بشیر بن اظہر نے خواب میں



دیکھا۔ اس ناقل سے کوئی پرچھے۔ کہ خواب بھی کبھی حجت بنتا ہے؟ پھر امام الامامہ، فقہ الناس زہد و تقوا سے میں بے مثال شخصیت پر ایسے غلط خواب کے ذریعہ الزام لگانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ نجفی شیعہ بھی اس حقیقت سے آشنا ہو گا۔ کہ اس خواب سے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن و الزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ خواب دیکھنے والا بشیر بن اظہر نامی راوی اسمائے رجال کی کتابوں میں ”مجہول“ ہے۔ مجہول الحال ہونا اور پھر اس کا خواب یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو کر کیا طاقت پائیں گی۔ کہ قابل استدلال ہو سکیں؟

اسی روایت کا ایک اور راوی ”عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ“ بھی ہے۔ جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## میزان الاعتدال؛

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ دُرَسْتَوِيهِ الْفَارِسِيُّ  
النَّحْوِيُّ صَاحِبُ يَعْقُوبَ الْفَسْوَى قَالَ الْخَطِيبُ  
سَمِعْتُ الْإِسْكَانِيَّ ذَكَرَهُ وَضَعْفَهُ۔

رمیزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۷

حرف العین مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

يعقوب الفسوي کے صاحب عبد اللہ بن جعفر کے متعلق تاریخ بغداد کا مصنف خطیب بغدادی کہتا ہے کہ میں نے لاکائی سے سنا۔ اس نے اس کا ذکر کیا۔ اور اسے ضعیف کہا۔

روایت مذکورہ کا تیسرا راوی ”عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ مدینی“ ہے۔ اس کے متعلق خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے۔



## تاریخ بغداد:

علی بن محمد بن نصر قال سَمِعْتُ حَمَزَةَ  
 بْنَ يُونُسَ يَقُولُ سَأَلْتُ الدَّارِقُطَنِيَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنِ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدِينِيِّ رَوَى عَنْ أَبِيهِ كِتَابَ  
 الْعِلَلِ فَقَالَ إِنَّمَا أَخَذْتُ كُتُبَهُ وَرَوَى أَحْبَارُهُ  
 مُنَاوَلَةً قَالَ وَمَا سَمِعَ كَثِيرًا مِنْ أَبِيهِ قُلْتُ  
 لِمَ قَالَ لِأَنَّهُ مَا كَانَ يُمَكِّنُهُ مِنْ كُتُبِهِ قَالَ وَلَهُ  
 ابْنٌ آخَرُ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ  
 وَرَوَى وَهُوَ ثِقَةٌ.

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۱۰۹)

## ترجمہ:

علی بن محمد بن نصر کہتا ہے۔ کہ میں نے حمزہ بن یوسف کو کہتے ہوئے  
 سنا۔ کہ میں نے دارقطنی سے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ مدینی کے  
 بارے میں پوچھا۔ کہ اس نے اپنے باپ سے ”کتاب العلل“ روایت  
 کی ہے۔ تو جواباً مجھے انہوں نے کہا۔ کہ اس نے اپنے باپ کے  
 کتابیں حاصل کیں۔ اور اس کی احادیث کی روایت سند کے بغیر کی۔  
 لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس نے اکثر روایات اپنے باپ سے نہیں  
 سنیں۔ میں نے پوچھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ دارقطنی نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے  
 باپ کی کتابوں سے جس قدر ہو سکا۔ وہی کہتا رہا۔ پھر کہا کہ اس کا ایک  
 اور بھائی تھا۔ جس کا نام ”محمد“ تھا۔ اس نے اپنے والد سے حدیث کی



سماعت بھی کی اور پھر روایت بھی کی۔ وہ ثقہ تھا۔

## لمحذکرہ:

نحفی شعی نے روایت مذکورہ کے سہارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی شخصیت پر ایک خواب کے ذریعہ الزام لگانے کی بھونڈی کوشش کی۔ خواب ہونا ایک طرف رہا۔ اس کے راویوں میں سے ضعیف اور غیر ثقہ لوگ بھی ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ جو اپنے باپ کی اعاذیت کو اپنی طرف سے منسوب کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ایسی بھی روایات ہیں کہ جن کا وجود نہیں ملتا۔ کیا اس قسم کی روایت قابل حجت و دلیل بن سکتی ہے؟ تو معلوم ہوا کہ بشیر بن اظہر کا خواب اور اس خواب کے ضعیف اور قابل اعتبار راوی اس قدر اہمیت نہیں رکھتے۔ کہ نحفی کی امیدیں پوری کر سکیں۔ اور نہ ہی اس سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کوئی حرف اُسکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۱۱

ابو حنیفہ کا دعویٰ کہ اگر نبی کریم نہ ہوتے

قومیری پیروی کرتے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد ص ۴۰، جلد ۱۳

تاریخ بغداد:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَوْ أَدْرَكَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَدْرَكْتُهُ لَأَخَذَ بِكَثِيرٍ مِّنْ قَوْلِي -

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا تھا کہ اگر میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانے میں جمع  
ہوتے تو بہت سے مسئلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے فتوے  
کو لیتے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۵)

جواب:

تاریخ بغداد کے مصنف خلیب بغدادی سے روایت بالا کے الفاظ میں تصحیف



ہوئی ہے۔ اس تصنیف کا صراحت کے ساتھ اسی مقام پر محشی نے ذکر کیا ہے۔ واقعہ  
یوں ہے کہ خطیب بغدادی نے لفظ ”البتی“ جگہ ”البتی“ لکھ دیا۔ جس کی وجہ سے مفہوم  
اور مطلب میں تبدیلی ہو گئی۔ نجفی شیعہ اگر اس روایت کے ضمن میں مذکور حاشیہ پڑھ لیتا۔  
تو شاید اس الزام کو ذکر نہ کرتا لیکن بغض و حسد کی آگ جلانے سے کہاں چھوڑتی ہے۔ محشی  
کی عبارت ملاحظہ ہو۔

### حاشیہ تاریخ بغداد؛

قَالَ فِي جَامِعِ الْمَسَانِيدِ هَذَا تَصْغِيفٌ مِّنَ  
الْخَطِيبِ وَقَعَ مِنْهُ وَافْتَضَحَ لَهُ فَإِنَّ الرِّوَايَةَ  
الَّتِي يَرَوِيهَا أَبُو يُوسُفَ أَنَّكَ لَمَّا ظَهَرَ عُثْمَانُ  
الْبَتِّي بِالْبَصْرَةِ وَظَهَرَ مَذْهَبُهُ فِي الْأُصُولِ  
بَلَغَ ذَلِكَ أَبَا حَنِيفَةَ فَقَالَ لَوْ أَنَّ الْبَتِّيَّ رَأَى لَأَخَذَ  
بِكَثِيرٍ مِّنْ قَوْلِي وَأَنْتَ إِذَا أَحْطَطْتَ حِلْمًا لِمَا قَدْ مَنَّا  
لَكَ مِنَ الثُّورِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ اسْتِمْسَاكِ أَبِي حَنِيفَةَ  
بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تَعْلَمُ أَنَّ مَا نُسِبَ إِلَيْهِ مِنْ  
قَوْلِهِ وَهَلِ الدِّينُ إِلَّا الرَّأْيُ الْحَسَنُ  
كَذَبٌ مُّبِينٌ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳)

ص ۴۰، مطبوعہ السلفیہ المدینہ

(المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

”جامع المسانید میں ہے کہ یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔ جو



اس سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس سے وہ رسوا بھی ہوا۔ کیونکہ اس موضوع پر جو روایت امام ابو یوسف سے مروی ہے۔ وہ یوں ہے۔ ”جب عثمان البتی نامی شخص بصرہ میں مشہور ہوا۔ اور اس نے اصول فقہ میں اپنا مذہب ظاہر کیا۔ تو یہ خبر امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ اس کے مذہب اور اصول کو سن کر امام صاحب نے فرمایا۔ اگر عثمان البتی مجھے دیکھ پاتا۔ یعنی میرے اصول و قواعد سن لیتا تو بہت میرے اقوال سے استنباط کرتا۔ اور ان پر عمل پیرا ہوتا۔“

اے کتاب پڑھنے والے! جب گزشتہ اوراق میں امام ثوری رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ارشادات تو اچھی طرح مکمل طور پر جان لے گا۔ جو انہوں نے امام ابو حنیفہ کے کتاب اللہ اور سنت رسول سے تمکک کے متعلق کہے ہیں۔ تو پھر تجھے اس قول کا یقیناً صحیح علم ہو جائے گا۔ جو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ”کہ دین صرف اچھی رائے کا نام ہے۔“ یہ کتنا واضح جھوٹ ہے۔“

## لمحذکرہ:

خطیب بغدادی سے ایک لفظ غلطی سے کچھ اور لکھا گیا۔ جس کی تصحیح نہ ہو سکی۔ یعنی عثمان ”دا البتی“ کی جگہ البنی لکھا گیا۔ جس سے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اور نجفی نے اس کو غنیمت جانا۔ اور حسد و بغض کی عینک لگی ہونے کی وجہ سے ماحشیہ پر نظر نہ پڑ سکی۔ اور جلدی سے الزام نقل کر دیا۔ خطیب بغدادی نے تصحیف کی۔ اور اس پر پکھتایا۔ لیکن نجفی نے اس تصحیف کو قصداً سمجھا۔ اور بڑی دلیری سے اُسے اپنی تصحیف پر منتقل کر دیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بے بسی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو بھی معاف نہ کیا۔ کسی کی غلطی کو صحیح سمجھ کر، ہوش و حواس قائم ہوتے ہوئے اپنی کتاب



میں درج کر دیا۔ نہ خوفِ فدا نہ شرمِ پیغمبر۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ

## اعتراض نمبر ۱۲

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مومن کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۷۸  
سفیان ثوری اور شریک اور حسن بن صالح اور ابن ابی یعلیٰ نے مل کر کسی آدمی  
کو اس مسئلہ کی خاطر ابو حنیفہ کے پاس بھیجا۔

### تاریخ بغداد:

مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ قَتَلَ أَبَاهُ وَنَكَحَ أُمَّهُ وَشَرِبَ  
النَّعْمَرِ فِي رَأْسِ أَبِيهِ فَقَالَ مُؤْمِنٌ۔

(اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۷۸)

ترجمہ:

کہ اس مرد کے بارے میں تیرا کیا فتویٰ ہے۔ جو اپنے باپ کو قتل  
کرے اور اپنی ماں سے نکاح کرے اور اپنے باپ کی کھوپڑی



میں شراب پیئے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ کہ میرے نزدیک وہ مومن ہے۔  
 تونسوی صاحب آپ نے حقیقت فقہ جعفریہ پر رسالہ لکھ کر اپنے حنفی بھائیوں کی رسوائی  
 کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح  
 کرنے والا بھی مومن ہے۔ فقہ حنیفیہ تلے تلے جس میں باپ کا قاتل بھی مومن اور اس کے  
 سر کی کھوپڑی میں شراب پینے والا بھی مومن ہے۔ ایسی ذلیل فقہ سے ہماری تو  
 ہزار بار توبہ۔  
 (حقیقت فقہ حنیفیہ ص ۳۵-۳۶)

## جواب

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت اور اس کے علاوہ اسی قبیلہ  
 کی چار پانچ اور روایات سے لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ امام صاحب  
 کا تعلق ”فرقہ مرجئہ“ سے تھا۔ اس فرقہ کے عقائد میں سے ایک مشہور عقیدہ یہ ہے۔  
 اِنَّهُ لَا تَنْصُرُ مَعَ الْاِيْمَانِ مَعْصِيَةً كَمَا لَا تَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ  
 یعنی ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ (مومن کو) نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جس  
 طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بندگی (نیک کام) سودمند نہیں ہو سکتی۔ مرجئہ کہنا یہ  
 چاہتے ہیں۔ کہ ”مومن“ چاہے جتنا بڑا گناہ کرے۔ اس کے ایمان میں کوئی خرابی اور نقصان  
 نہیں آ سکتا۔ ”لوگ“ یہ ثابت کرنا چاہتے

ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے وہ شخص جس نے باپ کو قتل کیا۔ اس  
 کی کھوپڑی میں شراب پی اپنی والدہ سے نکاح کیا۔ یہ تمام گناہ اپنے مقام پر لیکن اس  
 کے مومن ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا  
 ایسے اس جگہ تاریخ بغداد کے حاشیہ پر نظر دوڑائیں۔



## حاشیہ تاریخ بغداد

هَذَا الْقَوْلُ افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ إِذَا أَصْحَابُهُ الَّذِينَ  
يَعْرِفُونَ قَوْلَهُ ذَكَرُوا عَنْهُ أَنَّهُ يَقُولُ  
إِنَّ مَرْتَكِبَ الْكَبِيرَةِ مُفَرَّضٌ أَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ  
تَعَالَى كَمَا يَقُولُ ذَلِكَ سَائِرُ أَهْلِ السُّنَّةِ  
وَالْجَمَاعَةِ بَلْ لَقَدْ جَاءَ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ لِإِمَامٍ  
مَانُصٍّ وَلَا نَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا تُضُرُّهُ الذُّنُوبُ  
وَلَا نَقُولُ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ النَّارَ -

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۷۸)

## ترجمہ:

یہ قول (کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مرجب ہیں) ان پر بہت بڑا بہتان ہے  
اس لیے کہ آپ کے ساتھی جو آپ کے قول کو جانتے ہیں! انہوں نے  
آپ کی طرف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں: ”کبیرہ گناہ  
کا مرتکب اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اس کا معاملہ بخوبی جانتا ہے۔“  
امام ابو حنیفہ کا یہ قول تمام اہل سنت و جماعت کے قول کی طرح ہی ہے  
بلکہ آپ کی تصنیف فقہ اکبر میں واضح طور پر آپ کی طرف سے یہ قول  
موجود ہے۔ ”ہم نہ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ مومن کو کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا  
سکتا۔ اور نہ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔“

اس سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ الزام امام ابو حنیفہ پر تب لگایا جاسکتا ہے جب  
آپ کو ”مرجب“ میں سے شمار کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کا اس فرقہ کے



اس عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک قول کبیرہ گناہ کے مرتکب کے بارے میں یوں مذکور ہے: "وَمَرْتَكِبُ كَبِيرَةٍ كَمَا مَعَالِدُ اللَّهِ تَعَالَى" کے سپرد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گناہ کرنے کی صحیح حیثیت ہم متعین نہیں کر سکتے۔ کہ اس نے گناہ کبیرہ اُسے جائز سمجھ کر کیا ہے یا غلطی سے ایسا ہو گیا؟ واضح بات ہے کہ ان دونوں حیثیتوں سے کبیرہ کا حکم مختلف ہوگا۔ اگر حلال و جائز سمجھ کر کیا تو دائرہ ایمان سے خارج اور اگر نفسانی خواہشات کے تحت کیا۔ تو اللہ کے سپرد وہ معاف کر دے یا نہ کرے۔ اس کے اختیار میں ہے۔

## جواب:

روایت مذکورہ اس قابل نہیں کہ اس کو حجت بنایا جائے۔ کیونکہ اس کی سند میں موجود ایک راوی "محمد بن جعفر آدمی" آدمی ہے۔ جسے فن اسمائے رجال والوں نے غیر معتبر کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

## میزان الاعتدال:

محمد بن جعفر ابن فضالة ابو بكر  
الادمي القاري البغدادي الشاهد صاحب  
المصنوت المطرب قال ابن أبي الفوارس غلط  
فِيمَا حَدَّثَ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَارْبَعِينَ وَثَلَاثِمِائَةٍ

راميزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصر طبع قدیم

(۲) لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۸ احرف المیم مطبوعہ

بیروت طبع جدید



ترجمہ:

محمد بن جعفر آدمی قاری بغدادی ایک گانے والا آدمی تھا۔ ابن فوارس نے کہا۔ اس نے اپنی ہر روایت میں غلطی کی۔ ۳۲۸ھ میں فوت ہوا۔ ”میزان الاعتدال“ کے اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ روایت مذکورہ کا راوی ”محمد بن جعفر آدمی“ ایک گوتیا ہونے اور اپنی روایات میں گڑبڑ کرنے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہے۔ لہذا ایسے راوی کی روایت سے امام ابو حنیفہ کی شخصیت پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ روایت غلط طریقہ سے امام صاحب کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

### جواب ۳:

نخعی شعی مذکورہ الزام ذکر کرتے ہوئے خوب کھل کھلایا ہوگا۔ اور اس کے آخری الفاظ اس کیفیت کے ترجمان ”آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح کرنے والا بھی مومن ہے الخ ایسی ذیل فقہ سے ہماری تو ہزار بار توبہ“ یعنی فقہ حنفیہ میں بقول معترض چونکہ اپنی ماں سے نکاح جائز ہے۔ اس لیے یہ فقہ ذلیل ٹھہری۔ اور اسی وجہ سے نخعی نے ہزار بار توبہ کی۔ چلو اس طرح شاید نخعی کا دل مطمئن ہو گیا ہوگا۔ اور اپنے خیال میں ناظرین کے لیے ایک بہت بڑا اعتراض کھڑا کر دیا۔ لیکن اگر اسی طرح کے ذلت والا مسئلہ اور ہزار مرتبہ توبہ کرنے کا سبب ہم ان شیعہ لوگوں کی کتابوں سے دکھائیں تو پھر نخعی کی حالت دیدنی ہوگی۔ دل تھام کر حوالہ ملاحظہ کریں۔



تمام محرم عورتوں سے نکاح کرنا  
 حلال اور کسی ناجائز کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔  
 (عقیدہ اہل تشیع)

### فرق الشیعہ:

وَ كَانَ حَمْزَةُ ابْنِ عَمَّارَةَ تُكِيحُ ابْنَتَهُ وَ أَحَلَّ  
 جَمِيعَ الْمَحَارِمِ وَ قَالَ مَنْ عَرَفَ الْإِمَامَ فَلْيَصْنَعْ  
 مَا شَاءَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ -

(فرق الشیعہ ص ۲۸ مطبوعہ نجف اشرف  
 طبع جدید)

### ترجمہ:

حمزہ ابن عمارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کی۔ اور تمام محرم عورتوں سے  
 نکاح کو جائز و حلال کر دیا۔ (یعنی ماں، بیٹی، بہن، بھانجی وغیرہ)  
 اوطاس کا قول ہے کہ جس نے امام کو پہچان لیا۔ اس کے لیے  
 جو چاہے کرے۔ رکھ لی چھٹی ہے۔ کسی قسم کا کوئی رد چھوٹا  
 بڑا گناہ نہیں ہوگا۔



# اہل تشیع مبارک ہو!

## مزے ہی مزے اور وہ بھی مفت میں

”فرق الشیعہ“ میں سے جو آپ نے پڑھا۔ وہ ایک شرط سے مشروط تھا بشرط  
یہ تھی کہ امام کو ماننے والا ہو۔ جیسا کہ بدیہی بات ہے کہ اہل تشیع ایک نہیں بارہ کو امام مانتے  
ہیں۔ لہذا ہر شیعہ میں وہ شرط موجود ہے اب مشروط کی طرف۔ اُسیے جس کا راستہ حمزہ  
بن عمار نے صاف کر دیا۔ امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب قول سے اُن کی ذات پر الزام  
دے کرنے والو! تمہاری کتاب کے بقول تمہارے ایک بڑے نے تو اپنی بیٹی سے  
شادی رچائی۔ اور دوسری محرم عورتوں کے لیے اجازت دے گیا۔ شاید اس وقت  
صرف اسی کی بیٹی ہی زندہ ہو گئی۔ ورنہ ماں، نانی، دادی، ہمشیرہ، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی  
الغرض جو محرم عورت بھی زندہ ہوتی تو امام کی معرفت کے ہمارے مزے کر کے دکھاتا  
اور علی کا محب، حسین کا فدائی، اہل بیت کا شہیدائی اور کربلا والوں کا غم خوار یہ سب کچھ  
گزر نے پر بھی ”گناہ گار“ نہ ہوتا۔ امام ابو حنیفہ نے تو پھر بھی گناہ گار کہہ دیا۔ تم نے یہ بھی  
گوارا نہ کیا۔ مزے ہوں تو ایسے۔ مذمبجے تو ایسا، فقہ ہو تو ایسی کہ جس میں سب کچھ کو  
گُزرو ”مومن“ ہی رہو۔ تھوڑی سی کسر باقی تھی۔ وہ ”رمتہ کی پیداوار“ محمد بن نصیر فیری  
نے پوری کر دی۔ بڑا ہمدرد تھا۔ اُن ”غیر شادی شدہ“ یا ”نڈو سے لوگوں“ کا بھی اس  
کو خیال تھا۔ جن کی ”کوئی“ نہیں۔ اگر وہ عجز و انکساری کی سیڑھی چڑھنا چاہیں۔ اور اپنی  
طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیں۔ تو ایک دوسرے کی دُبرا استعمال کریں۔ قوم ٹوٹ



کے طریقے پر عمل کر کے دوزخ کا ایندھن بنیں۔ دن میں ایک کی باری، رات بھر دوسرے کی۔ اس عجز و انکساری سے ایسا مرتبہ ملے گا۔ کہ قوم لوط بھی اس سے محروم ہوگی۔ دیکھا کیسی فقہ دکھلائی۔ فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ شاید اس لیے تھی۔ کہ اس میں کبیرہ کے مرتکب پر سختی کی گئی۔ کیونکہ فقہ شیعہ میں ایسی سختی ممنوع ہے۔ اسے مومارم کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے مومنو! اسے قوم لوط کے طریقہ پر چلنے والو اہل بیت کے خادمو! اسے اماموں کے نام لے کر اپنی خواہشات نفسانیہ کو تسکین پہنچانے والے مجتو! اگر فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ ہے۔ تو فقہ شیعہ سے کروڑ بار توبہ۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ





## اعتراف نمبر ۱۲

ابو حنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۲۷۵۔ یحییٰ بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص خدا کی خاطر کسی جوتے کو پوجے تو کوئی گناہ نہیں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۶)

جواب :

تاریخ بغداد میں ”ابو حنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا، پر دو عدد روایات ذکر ہیں۔ ان دونوں کا نمبر بالترتیب سات اور بارہ ہے۔ اول الزکریٰ یعنی سات نمبر والی روایت کی اسناد میں ایک راوی ”عبد اللہ بن جعفر درستی“ ہے۔ اس کے متعلق گزر چکا کہ یہ ضعیف راوی ہے۔ مؤخر الذکر روایت میں ”قاسم بن صبیح“ راوی ہے۔ ابن مبین نے اس کے متعلق ”لا شئی“ کہا ہے۔ لہذا از روئے اسناد ان دونوں روایات میں کوئی دم خم نہیں کہ کسی پر حجت بنائی جائیں۔

علاوہ ازیں یہ روایات محض اپنے مضمون کے اعتبار سے غیر معقول اور غیر مقبول ہیں



آئیے اس کی تفصیل و تحقیق کے لیے روایات مذکورہ کے حاشیہ کو دیکھ لیں۔

## حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي الرَّوَايَةِ الْأُولَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دُرَسْتُوَيْهِ حَكَى  
الْخَطِيبُ نَفْسَهُ فِيهِ عَنِ الْبَرْقَانِيِّ تَضْعِيفُهُ  
..... وَفِي الرَّوَايَةِ الثَّانِيَةِ عَشْرَةَ الْقَاسِمُ  
بْنُ حَبِيبٍ قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ ابْنُ مَعِينٍ لَأَشَى  
عَلَى أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ فِي ذَاتِهِ غَيْرُ مَعْقُولٍ صَدُورُهُ  
عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ بَلْ لَا يَعْقِلُ صَدُورُهُ عَنْ هَذَا قَلَّ  
فِي الْفِقْهِ وَالتَّقْوَى فَإِنَّ هَذَا لَا يَقُولُهُ إِلَّا جَاهِلٌ  
بِالْأَصُولِ الْأَوَّلِيَّةِ لِلدَّيْنِ بَلْ مَنْ لَيْسَ يَعْرِفُ  
شَيْئًا مِنَ الدِّينِ وَهَذَا اخِلَافٌ مَا تَرَاهُ عَنِ الثِّقَاتِ  
مِنْ عِوَارِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ  
وَالْجَمَاعَةِ مِنْ إِمَامَتِهِ فِي الدِّينِ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۱)

ص ۳۷۴ تا ۳۷۵)

## ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی عبداللہ بن جعفر بن درستیہ ہے۔ اس  
کے بارے میں خطیب بغدادی نے خود برقانی سے حکایت کرتے  
ہوئے کہا کہ یہ ضعیف راوی ہے۔ ..... اور بارہوی روایت  
میں قاسم بن حبیب ہے۔ اس کے متعلق ابن معین کے حوالہ سے ابن



ابی حاتم نے کہا۔ یہ ”لاشی“ ہے اسناد میں جرح کو چھوڑ کر اس قول میں باعتبار اس کے مفہوم اور ذات کے غیر معقولیت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کا صدور از روئے عقل درست نہیں۔ بلکہ ایسا قول تو وہ شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔ جو امام ابوحنیفہ سے فتوے اور تقویٰ میں کم درجہ کا ہو۔ ایسا قول تو وہی کہے گا۔ جو دین کے بنیادی اور ابتدائی اصول سے ناواقف ہوگا۔ بلکہ جو دین کی کسی بات کو بھی نہ جانتا ہو۔ اور یہ کہنا کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اصول دین اور دینیات سے ناواقف تھے۔ ان ثقہ لوگوں کی مخالفت ہوگا۔ جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے علم کو بالتواتر ذکر کیا۔ اور اس لیے بھی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دین میں امامت و پیشوائی تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک اجماعی بات ہے۔

## الحکمہ مکریہ:

حضرات قارئین! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے ”بناوٹی حجت الاسلام“ نے روایت مذکورہ کے سہارے جو کوشش کی۔ آپ نے اس کی حقیقت معلوم کر لی۔ ذرا سوچئے۔ کہ جس شخصیت کو حضرات ائمہ کرام ”امام الفقہ“ مانیں۔ جس کے تقویٰ و زہد کے بے مثل ہونے کی شہادت دیں۔ جس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد مرتبہ امامت پر فائز ہوں۔ شرق و غرب میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اس کے پیروکار ہوں ہزاروں لاکھوں اولیاء کاملین جس کے علم و فقہ کے خوشہ چین ہوں۔ اُس سے غیر اللہ کی پوجا (اور وہ بھی جوتی کی) کس طرح منقول ہو سکتی ہے۔ نجفی بھی جانتا ہے۔ کہ اس کے پاس پڑھنے والے ابجد کے طلباء بھی اس قول سے براہت کرتے ہیں۔ جب اس قول کی یہ کیفیت ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس کا قائل ہونا گوارا نہیں کرتا۔ تو یہ



کیونکر ممکن ہے کہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایسا قول کریں۔ تو معلوم ہوا کہ روایا مذکورہ نہ تو میدان تحقیق میں اس پایہ کی ہیں۔ کہ کسی پر حجت بن سکیں۔ کیونکہ ضعیف اور لاشعری راوی کی روایت ایسی ہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عقل و دیانت بھی اس قول کی نسبت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے سے مانع ہے۔ ایسے اقوال کی نسبت کرنے والا اہل اناس ہو سکتا ہے۔ اور یہ ہے بھی نفس الامر میں درست کیونکہ وجہ الاسلام، وغیرہ کوئی لقب رکھ لو۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتے ہیں۔ کہ اے اللہ! بے عقل لوگوں کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور بغض و حسد کے ماروں کو عدل و انصاف کے توفیق دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۱۲

ابو حنیفہ کا ابو بکر کے ایمان کے متعلق فتوے

حقیقت فقہ حنفیہ: (ثبوت ملاحظہ ہو)

تاریخ بغداد:

أَبَا إِسْحَاقَ الْفَزَارِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ  
إِيمَانُ أَجْرٍ بِكُرِّ الصَّدِيقِ وَإِيمَانُ ابْلِيسَ  
وَاجِدٌ۔

راہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد ادخلہ

(ص ۳۷۶)

ترجمہ:

ابا اسحاق کہتا ہے۔ میں نے ابو حنیفہ سے سنا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ ابو بکر  
صدیق کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔

نوٹ:

اہل سنت کے مناظر اعظم تونسوی صاحب! آپ نے فقہ جعفریہ کی مذمت میں



رسالہ لکھ کر تمام اہل سنت کو شرمندہ کرنے کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ نے حقیقتِ فقہ جعفریہ کی مذمت میں رسالہ لکھ کر غریب شیعوں کی غیرت کو لٹکا رہے۔ شیعوں نے غیرت نہ تھی۔ کہ چپ بیٹھے رہتے۔ پس ہم نے دفاعی کارروائی کی خاطر قلم اٹھایا ہے۔ اور آپ کی فتہ اور آپ کے اماموں کے کچھ پول کھول دیئے ہیں۔ اور ائمہ کے لیے انتظار کریں۔ علامہ صاحبِ دراصل آپ کو جو دردِ زہ شروع ہوا ہے۔ وہ مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہے گا۔ اور آپ کی کھلی کے لیے کسی افلح کی ضرورت ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کیا ہے۔ ورنہ شیعوں نے علماء نے باہم یہ طے کیا تھا۔ کہ یہ دونوں مذاہب اپنی اپنی فقہ پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔ لیکن آپ ابھی شریعتِ عوام نے دونوں مذاہبوں کو آپس میں لڑانا خدمتِ دین اسلام سمجھ رکھا ہے۔ افسوس ہے تمہاری ناکام کوشش پر۔

آپ نے اپنے رسالہ میں شیعوں کو لڑائی پر تنقید کر کے یہ سوچا کہ بس ہم نے شیعوں کو تحقیق کی چکی میں پیس ڈالا ہے لیکن ہم نے آپ کے مایہ ناز امام اعظم نعمان بن ثابت کوئی کے وہ پول کھول دیئے ہیں۔ کہ اگر آپ میں کچھ شرم و حیا ہو تو ڈوب کر مر جائے۔ اگر ہمت ہے تو ایسے میدانِ تحریر میں ابو حنیفہ کی صفائی پیش کریں۔ لیکن آپ کیا صفائی پیش کریں گے۔

تن ہمہ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی۔ (حقیقتِ فقہ حنفیہ ص ۳۶، ۳۷)

## جواب:

”ابو بکر صدیق اور ابوبکر صدیق کا ایمان ایک ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرہ منسوب کرنے سے پہلے نجفی شیعہ اگر اس کے راوی کے متعلق جان لیتا۔ کہ وہ کس درجہ کا ہے۔ تو پھر یہ خرافہ نہ نقل کرتا۔ تاریخ بغداد میں اس مضمون کی دو روایات مذکور ہیں



اور دونوں میں ”ابو اسحاق فزاری“ نامی راوی ہے۔ یہ صاحب ”منکر الحدیث“ تھے ان دونوں روایات کے تحت محشی کا قول ملاحظہ ہو۔

### حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي السِّرِّ وَالْأَوَّلِ مَعْبُودٌ بْنُ مُوسَى الْإِنْطَاقِيٍّ  
وَلَهُ حِكَايَاتٌ تَأْلَفُ عَنْ الْفَزَارِيِّ وَعَنْ لَيْسَ  
قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَا يَلْتَفَتُ إِلَى حِكَايَاتِهِ الْآمِنُ  
كِتَابٍ فِي السِّرِّ وَابْنَيْنِ أَبُو اسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ  
وَهُوَ مُتَكِرُّ الْحَدِيثِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۷۶)

### ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی ”محبوب ابن موسیٰ“ ہے۔ اس نے فزاری وغیرہ سے فضول روایات بیان کیں۔ ابو داؤد کا کہنا ہے کہ اس کی روایات کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔ دونوں روایتوں میں ابو اسحاق فزاری ہے۔ اور وہ منکر الحدیث تھا۔ کیوں نخفی صاحب اتونسوی نے آپ کی غیرت کو ملکا رہا ہے لیکن بقول آپ کے ”شیعہ بے غیرت نہ تھے کہ چپ بیٹھے رہتے تھے، خوب چپ توڑی۔ ایک منکر الحدیث کی روایت ہے کہ اس پر پھولے نہیں سماتے۔ جیسی چپ ویسی گشت گرد دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوا۔ کہ منکر الحدیث راوی کی روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض والزام کا کام نہیں دے سکتی۔ علاوہ ازیں دوسری روایات کی طرح اس روایت کے حاشیہ کی طرف سے نخفی کی تسلی نہیں کہ ایسا قول امام اعظم اسی شخصیت کی طرف سے متوقع نہیں ہو سکتا۔



## حاشیہ تاریخ بغداد:

وَتَشْبِيهِ إِيْمَانِ آدَمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
بِمَعْرِفَةِ إِبْلِيسَ الَّذِي نَصَّ الْكِتَابُ الْكَرِيمُ  
عَلَى أَنَّهُ رَأَى وَأَسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ  
لَا يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ مِنْ عِبَارَاتِ أَبِي حَنِيفَةَ الَّذِي  
يَقَرُّ بِهِ أَنَّ أَيْ اسْتَحْذَفَ بِأَيْ حَكَمَ  
مِنَ أَحْكَامِ الدِّينِ كُفْرًا وَهَذِهِ سَدُّكَ مُبْنِيَّةٌ  
عَلَى الْقَوْلِ بِالْإِرْجَاءِ وَسَ تَعْلَمُ قَرِيبًا بِرَأْيِ أَبِي  
حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

رحاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳

صفحہ ۱۳۷۶

## ترجمہ:

حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے  
ایمان کو ابلیس کی معرفت کے ساتھ تشبیہ دینا (یعنی یوں کہنا کہ  
ابو بکر صدیق کا ایمان ابلیس کے ایمان جیسا تھا۔) حضرت امام ابو حنیفہ  
رضی اللہ عنہ کی عبارات .... اس کے امکان کی نفی کرتی ہیں۔ کیونکہ  
ابلیس وہ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم کی نص موجود  
ہے۔ ”واللہ کا حکم ماننے سے اس نے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔ اور  
وہ کافر تھا (اللہ کے علم میں)“ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے  
کہ دین کے کسی حکم کو ہلکا اور بے وقعت جاننا ”وکفر“ ہے۔ درحقیقت



یہ مسئلہ (ایمان ابلیس اور ایمان ابوبکر کی مساوات) مرحبہ کے نظریہ پر ہے  
(جس کا عقیدہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اور اسے قارئین! تم  
بہت جلد اگلے صفحات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس عقیدہ اور فرقہ  
سے بیزاری معلوم کر لو گے۔

## لمحذکرہ:

تاریخ بغداد کے حاشیہ سے اس امر کی صاف تردید معلوم ہوئی۔ کہ امام اعظم  
رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ یا قول ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ مرحبہ فرقہ کا ہے۔ اور امام صاحب  
اس سے بری ہیں۔ اور ان کی براہت زبانی نہیں۔ بلکہ بادل ہے۔ یعنی آپ کا مشرب  
وہ ہے۔ کہ جس میں ایک حکم دین کا استخفاف بھی کفر ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند یہ کہتا ہے  
کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ابلیس کے کفر کے بارے میں خاموش یا مدہانت پسند ہیں۔  
جس کے کفر کی نص قرآن کریم میں موجود ہے۔؟ یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔  
کوئی ”بناوٹی محب اہل بیت“ اور نام نہاد دہمومن ”نہیں۔ جو ایسے میں ”تقیہ“ ایسی  
لعون بات پر ہمارا کرے گا۔ سمجھے معنی صاحب؟

حجۃ الاسلام! یہ تھا وہ پول جو آپ نے بڑے طمطراق سے کھولا تھا۔ یہ تو  
ڈھول کا پول نکلا۔ اس میں کچھ دم ختم نہیں۔ البتہ اب ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ  
پر تاریخ بغداد سے لگائے گئے تمام الزامات کو صحیح ثابت کر دو کھاؤ۔ اور جو ان پر جرح  
ہوئی اس کا جواب دو اور ہمت ہے۔ تو دعوت قبول کرو میدان تحقیق میں آؤ میدان  
تحریر میں آنا کوئی بہادری نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۱۵

امام اعظم کا چالیس سالہ وضو

## حقیقت فقہ حنفیہ

اہل سنت کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص ۱۰۷ میں لکھا ہے۔

أَبُو حَنِيفَةَ مَكَثَ أَرْبَعِينَ سَنَةً يُصَلِّي  
الصُّبْحَ بِرُضْوَاءِ الْعِشَاءِ۔ کہ امام اعظم چالیس سال تک صبح  
کی نماز عشاء کے وضو کے ساتھ پڑھتے رہے۔ کیا بات ہے واللہ!  
اس چالیس سال کے عرصہ میں امام صاحب کی اولاد کیسے پیدا ہوئی۔ یا اس  
عرصہ میں جو اولاد ہوئی ہے۔ وہ دوپہر کے وقت کی کاشت کاری اور  
تخم ریزی ہے۔ یہ واقع تاریخ خمیس ص ۳۲۸ جلد دوم میں لکھا ہے۔  
نیز تاریخ خمیس ص ۳۲۷ جلد دوم میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابو حنیفہ نے  
خواب میں کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودنے کی ناپاک  
کوشش کی ہے۔ اور نعمان کے چچوں نے اس کی یہ تعبیر فرمائی۔ کہ آپ  
دولت علم سے مالا مال ہوں گے۔ کیا گندہ خواب اور کیا گندی تعبیر ہے  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸)



## جواب :

اعتراض مذکورہ دراصل دو الزامات پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد رات کی بجائے دن کی کاشت کاری ہے۔ دوم یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب میں بارہا قبر پیغمبر کو کھودنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ہم انشاء اللہ ان دونوں اعتراضات کا جواب دیں گے۔ جواب سے قبل اتنا ضرور کہیں گے کہ جو زبان اس اعتراض میں نجفی شیعہ نے استعمال کی۔ وہ دد اس بازار، کے بایوں کی ہے۔ جو اس ”وجہ الاسلام“ کے رشتہ دار اور ہم مسلک ہیں اس لیے ہماری کوشش ہوگی۔ کہ ہر اعتراض کا مثل جواب بہر صورت پیش کریں۔ اور اگر جوابات کے ساتھ ”مرجع مصلحہ“ کی ضرورت ہوئی۔ تو اسے بھی بروئے کار لائیں گے۔

## الزام اول کا جواب :

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طہارت اور صفائی کے ضمن میں آپ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے جمع کی نماز ادا کرنا۔ ”خبر متواتر“ کی طرح اتنی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ ان کی تکذیب ممکن نہیں ہے۔ نجفی نے صرف دو کتب کا حوالہ پیش کیا ہے۔ ہر حال جہاں تک اس کے ثبوت کا تعلق ہے۔ تو اس قدر کتب میں اور اس قدر ناقلین سے نقل اس کے لیے کافی ہے۔ لہذا آپ کی یہ کرامت و طہارت اتوار سے ثابت ہے۔ اور اس کا انکار وہی کرے گا۔ جو عقل و دانش سے غالی ہے۔ اور تحقیق میں وہ بے بس ہو۔ اب اس پر وہ الزام یا دد اس بازار کی زبان میں کلام۔ جو نجفی



ضمی نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان چالیس سالوں میں آپ کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد دن کی کاشت ہوئی۔

اس سلسلہ میں نجفی اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہم کھلی دعوت دیتے ہیں۔ کہ تم اپنی فقہ کی کسی کتاب میں ڈکھلا دو۔ کہ دن کے کسی حصہ میں اپنی بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنے سے منع ہیں۔ کسی ایک کتاب سے کسی ایک امام کا قول ہے۔ تو پیش کرو۔ اور منہ مانگا انعام حاصل کرو اگر کثرت عبادت کو یہ رنگ دیا جائے جو تم نے دیا ہے۔ اور اس سے ایک غلط تاثر پھیلانے کی حماقت کی جائے۔ تو پھر کان کھول کر سنو۔ اور حوش و حواس قائم رکھتے ہوئے ذرا مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھ کر وہی نتیجہ نکالنا۔

### ارشاد شیخ مفید:

عَنْ جَابِرِ جُعْفِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ  
دَعَانَا مَوْلَانَا بَنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَنَّا نَصَلِّي  
فِي الْبُيُوتِ وَاللَّيْلَةِ أَلْفَ رَكَعَاتٍ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۵۶ مطبوعہ قمر،

خیابان، ارم، طبع جدید)

### ترجمہ:

جعفر جعفری حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) جو بیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت (نفل) پڑھتے تھے۔

### چہار دہ معصوم:

حضرت علی کی اولاد میں سے حضرت علی کی مثل سوائے زین العابدین کے



دوسرے ائمہ میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔

حضرت باقرؑ و زیدؑ علی بن الحسین در ہر شبانہ روزی ہزار رکعت نماز  
میخواند۔

(چہار دہ معصوم جلد دوم ص ۱۶ مناقب حضرت سجاد  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت باقرؑ نے فرمایا کہ میرے باپ علی بن حسین ہر دن رات میں  
ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اول الذکر روایت کے مطابق امام زین العابدین تقریباً پانچ سو رکعت بعد نماز عشاء  
تا طلوع صبح صادق روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری روایت کے پیش نظر ہر رات ایک ہزار  
نفل پڑھتے تھے۔ اور اسی دوسری روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
ہر رات ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کی نماز جس خشوع و خضوع  
کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا ساری رات ان دونوں  
حضرات کی نماز میں بسر ہوتی تھی۔ اور امام زین العابدین کا دن بھی تقریباً اسی طرح گزرتا  
تھا۔ اب اوٰ انہی الفاظ کی طرف جو نجفی صاحب تم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شب بیداری  
کے متعلق کہے تھے۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھئے۔ اور زبان پر وہی کلمات ان دو بزرگ  
شخصیات کے متعلق بھی کہہ دو۔ کیونکہ معاملہ ان کا بھی ویسا ہی ہے۔ اولاد ان کی بھی  
تھی۔ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زویہ مقدسہ و مطہرہ  
حضرت فاطمہ بنت جنت بھی تو شب بیدار تھیں۔ ذرا سوچو۔ کیا کہا تھا۔ اور اب کیا کہنا  
پڑ گیا؟ اگر گنگ نہیں ہو گئی زبان تو اسے حرکت دیجئے۔ اگر انصاف و عدل کے  
دلدادہ ہو تو کچھ بولے۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب تم شرم کی بجائے رات بھر ہی پکے ہو۔



تو پھر ان پاکیزہ شخصیات کے بارے میں بھی بے شرم زبان اور بے حیاء کلام کرنے سے نہیں شرمناؤ گے اگر وہ محب اہل بیت، ہو۔ اور کہتے ہیں ناکر محبت اور دشمنی میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اپنی بیوی سے دن یا رات کے کسی حق میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی کسی امام سے کوئی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ اب اگر دن کے وقت اس فعل کو بری نیت سے دیکھا جائے۔ اور اس کو مذاق و مسخر کاری کا پہنا یا جائے۔ اور اس کے متعلق ایسے الفاظ کا استعمال کیے جائیں۔ جن سے اس فعل کی ممانعت نظر آتی ہو۔ تو او ذرا اپنے دامن میں بھی تمہیں دیکھنے اور جھانکنے کی دعوت دیں۔ اور ایک ”عظیم عبادت“ کی نشاندہی کریں۔ اور ”عین شریعت“ پر پابند ہونے کی ترکیب بتائیں۔ نیچے!

### جلۃ المتقین:

در حدیث صحیح از حضرت امام محمد باقر منقولست کہ زنی آمد بخد مت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ چیست حق شوہر بر زن فرمود لازم است کہ اطاعت شوہر بکند و نافرمانی او نکند و از خانه او بے رخصت او تصدق نکند و روزہ سنت بے رخصت او ندارد و ہر وقت کہ ارادہ نزدیکی او کند مضائقہ نکند اگر چہ بر پشت پالا سے شتر باشد۔

(علیۃ المتقین ص ۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت صحیحہ منقول ہے۔



کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اور پوچھا  
یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں۔ آپ نے  
فرمایا۔ کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی اطاعت لازم ہے۔  
اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر  
صدقہ و خیرات ادا نہ کرے۔ اور نفلی روزہ بھی اس کی مرضی کے بغیر  
نہ رکھے۔ اور جس وقت بھی وہ اس کے نزدیک آنے کا ارادہ کرے  
(یعنی ہم بستری کرنا چاہے) تو عورت کو دل تنگ نہ ہونا چاہیے۔ وہ  
اگرچہ یہ فعل اونٹ کے پالان پر ہی کرنا چاہے۔

## حلیۃ المتقین:

حضرت امام موسیٰ پر سید نہ اگر کسی فرج زن را بوسہ چوں است؟  
فرمود باکی نیست۔ و از حضرت صادق پر سید نہ۔ اگر کسی زن خود را  
عریاں کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی از ایں بہتری  
باشد۔ در پر سید نہ کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کتیز خود بازی  
کند چوں است؟ فرمود باکی نیست۔ اما بغیر اجزائے بدن خود چیز دیگر  
در آنجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص  
عورت کی شہ زنگاہ کو جو مہرے تو کیا ہے۔؟ فرمایا کوئی خطہ دل بات  
نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر



کوئی شخص اپنی بیوی کو ننگا کر کے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید ایسا کرنے سے لذت بڑھ جائے گی۔ اور لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ اور انگلی کے ساتھ عورت اور اپنی لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے اجزاء کے بغیر کوئی دوسری چیز اس جگہ (عورت کی شرمگاہ) میں نہ ڈالے۔

## دونوں حوالہ جات سے من ثابت ہوا کہ

- ۱۔ عورت کی شرمگاہ کو چومنا جائز ہے۔
- ۲۔ اپنی عورت کو بالکل ننگا کر کے جی بھر کے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ نیز اس سے لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ اپنی لونڈی اور بیوی کی شرمگاہ کے ساتھ ہاتھ اور انگلی سے ”نماش کرنا“ جائز ہے۔
- ۴۔ عورت کو نفلی روزہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر رکھنا جائز ہے۔
- ۵۔ جس وقت بھی اپنی عورت سے جماع کا ارادہ کرے۔ عورت کو اس کی اطاعت لازم ہے۔ اگرچہ وہ اونٹ کے پالان پر ہی بلائے۔

تبصرہ:

نجفی شیعہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بلکہ اتہام دھرا۔ کہ آپ کی اولاد دن کے لطفہ کی پیداوار ہے۔ گویا دن کے وقت اپنی عورت سے وطی کرنا نجفی کے



نزدیک ناجائز ہے۔ نجفی کے اس نظریے کو ایک طرف رکھیے۔ اور دوسری طرف امروم چہارم اور پنجم پر ایک مرتبہ پھر نظر دوڑالیں۔ چلو مان لیا۔ کہ امروم میں دو احتمال موجود ہیں۔ اگرچہ دوسرا قوی نہیں۔ یعنی اپنی عورت کو شنگا کر کے اس کی طرف نظریں جما کر دیکھنا۔ اگرچہ رات کو بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن اندھیرے میں کیا نظر آئے گا۔ اور پھر اس کا ”ثواب“ لذت میں اضافہ کیونکر حاصل ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ روشنی کا بندوبست کر لیا جائے۔ بلب جلتا ہو۔ (چراغ اور لالٹین کا زمانہ گزر گیا) تو وہ بھی ہزار دلوں کا ہو۔ تاکہ لذت میں اضافہ ہو۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں بیوی کے گھر ”شام غریباں“، منائی جا رہی ہو۔ اس لیے یہ احتمال ضعیف ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مفید اور نظر کی کمزوری کا واحد علاج دن کے وقت کیا جائے۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا ہی نسخہ اپنے شیعوں کو نہیں بتلایا۔ بلکہ ”لذت میں اضافہ“ کا لفظ فرما کر نجفی کے نظریے پر پانی پھیر دیا۔ لذت کسی اور اس میں اضافہ کیونکر؟ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کے قائل اور مجوز ہیں۔

امر چہارم میں حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اجازت و رخصت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

نجفی صاحب! سوچا ہے کہ ایسا حکم کیوں دیا گیا۔ روزہ سبھی جانتے ہیں دن کا ہوتا ہے۔ آخر اس عبادت سے روک کر کسی بہتر عبادت کی طرف رہنمائی کی گئی ہو گی۔ بلکہ اگر نفلی روزہ خاوند توڑنے کو کہے۔ تو رکھا ہو اور روزہ اس کے کہنے پر عورت کو توڑنا پڑے گا۔ بصورت دیگر وہ گناہ گار ہو گی۔ کیا یہ اجازت اور اطاعت خاوند اس اعتراض کے لیے تھی۔ جو آپ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات میں نظر آیا۔ اسی طرح امر پنجم میں وقت کو مطلقاً ذکر کر دیا گیا۔ (یعنی خاوند جس وقت بھی اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے) کیا اس لفظ وقت میں ”دن“ شامل نہیں؟



”علیہ السلام“ کے حوالہ جات سے ایک طرف تو یہ امر ثابت ہوا کہ اپنی بیوی کے ساتھ جب بھی جماع کرنا چاہے۔ وہ کر سکتا ہے۔ ماسوا ان صورتوں کے کہ جن میں شریعت نے منع فرمایا۔ لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں آتا۔ دوسری طرف نجفی شیعہ کے مذہب میں ”شرم و حیا“ کا معیار بھی آپ نے دیکھا چونکہ یہ باتیں ان کے مذہب کی ہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجفی صاحب! اپنی بیوی کی شرم گاہ چوما کر۔ ہاتھ اور انگلیوں کے ساتھ اس میں تماشہ کیا کر۔ اور اونٹ کے پالان (جو دستیاب ہونا مشکل ہے۔ ہاں اس کی بجائے تانگے، رٹرے، گڈ اور ٹرک وغیرہ) پر اس جائز امر کو کر کے شاباش حاصل کر۔

یہ چند سطروں میں نے نجفی کے گستاخانہ کلام کی وجہ سے لکھیں۔ ایسے سر بستہ راز اور رسوائیاں گاہے بگاہے آپ ملاحظہ کریں گے۔

## الزام دوم کا جواب:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خواب کو نجفی نے تمسخر اور مذاق کا نشانہ بنایا اور اس کی تعبیر بتانے والے کو دو نعمان کے چمپے، کہا۔ خواب جیسا کہ واضح ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اور اس کی تعبیر بتلانے والے محمد بن سیرین ہیں۔ خواب اور اس کی تعبیر ایک علم ہے۔ اور اس بارے میں احادیث مقدسہ میں کئی مرتبہ امور مذکور ہیں بلکہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر اور پھر جناب یوسف کے ساتھ زندان میں دو قیدیوں کا خواب اور آپ کا ان کی تعبیر بتلانا صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ نجفی شیعہ کا بس چلتا تو یہاں بھی گندی زبان کھول دیتا۔ آخر چاند سورج اور ستاروں کے سجدے سے بھائیوں کی اطاعت وغیرہ کا کیا تعلق ہے اور اسی طرح گائے کا قحط سالی سے کیا جوڑ۔ لیکن اس بے چارے کو اس باغ کی سیر ہی



نصیب نہ ہوئی۔ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض مقصود تھا۔ وہ بنایا۔ اب ذرا عنان تحریر ان کے گھر کی طرف پھیرتے ہیں۔ پھر پوچھیں گے کہ اب کیا کہتے ہو۔

## ذبح عظیم:

ام الفضل زوہر حضرت عباس نے خواب میں یہ دیکھا۔ کہ ان کی گود میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا کٹ کر گر رہا ہے۔ تو انہوں نے اس خواب کو برا جانا مگر آپ نے فرمایا۔ کہ یہ خواب تو تمہارا نیک ہے۔ میری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کی تم اپنی گود میں پرورش کرو گی۔ ام الفضل کا بیان ہے کہ ایسے ہی ہوا۔

(ذبح عظیم ص ۱۰ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت شریہ  
لمع جدید)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں قبر کھودنا اور آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا کٹ کر اپنی گود میں گرا ہوا دیکھنا ان دونوں میں زیادہ برا خواب دوسرا ہے۔ کیونکہ پہلے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بلا واسطہ تعلق نہیں ہے لیکن دوسرے میں آپ کے جسم اطہر کے متعلق بلا واسطہ خواب ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ام الفضل نے اس کو برا جانا۔

لیکن سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جو تعبیر بیان فرمائی۔ وہ اس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ خواب سے بُرائی نہیں بلکہ خوش خبری ہے۔ اور وہ بقول ام الفضل



ہو کر رہی۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ ابن سیرین نے اس کی جو تعبیر بتائی۔ ویسے ہی ہوا۔ اب ہم غبنی سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ خواب دونوں بظاہر گندے اور بُرے ہیں۔ اور تعبیریں دونوں کی اچھی ہیں۔ اور واقعہ تعبیریں وہی ہوئیں جو تیلانے والوں نے بتلائیں۔ لہذا ابو حنیفہ کا خواب ”گندہ خواب“ اور اس کی تعبیر ”گندی تعبیر“ کہتے ہو۔ تو پھر حضرت ام الفضل کے خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کیا کہو گے۔ اور ابو حنیفہ کے چچوں نے گندے خواب کی گندی تعبیر کی۔ کیا یہی بجواس حضرت ام الفضل کے خواب پر بھی کر دو گے؟

## فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اور آپ کے علم و فقاہت وغیرہ پر نجفی شعی نے تاریخ بغداد سے حوالہ جات پیش کیے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ صاحب تاریخ بغداد خطیب بغدادی نے ایسی روایات قبل اس امر کی واضح نشاندہی اور مراحت کر دی ہے۔ کہ میں نے لوگوں کے اعتراضات من وعن نقل کر دیئے ہیں۔ ان کی تصحیح کا ذمہ نہیں لیتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ روایت ذکر کردوں گا لیکن اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کے لیے میرا کھدینا کافی نہیں۔ اور میری کتاب میں ایسی باتوں کا آجانا کوئی دلیل و حجت نہیں بن جائے گا۔ نجفی شعی نے خطیب بغدادی کے یہ الفاظ سامنے نہ رکھے اور ان روایات کو اس ڈھٹائی سے پیش کیا کہ جیسے قرآن کریم کی آیت پیش کر رہا ہو۔ اور بڑے دعوے کے ساتھ یہ کہا۔ کہ اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد میں یہ ہے۔ اور وہ ہے اس سے آپ قارئین اس کی بددیانتی اور حق کو چھپانے کی عادت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ہم نے یہ سوچا



کہ اسی تاریخ بغداد سے چند وہ روایات بھی نقل کر دیں۔ جن میں مصنف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں۔ اس میں عجیب بات آپ دیکھیں گے۔ کہ ان روایات کے راوی اکثر وہی ہیں۔ جن سے وہ روایات نجفی نے ذکر کیں۔ جن میں امام اعظم کی ذات پر الزامات تھے۔ یہ اس لیے ضروری سمجھا۔ تاکہ قارئین کرام تصویر کے دونوں رخ دیکھ سکیں اور نجفی کے فراڈ اور بددیانتی پر آگاہی پاسکیں۔

ۛ



## فصل دوم

## امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیر اور فضائل و مناقب

تاریخ بغداد کے آئینہ میں

۱۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب:

تاریخ بغداد:

عبید اللہ شاذان المروزی قال حَدَّثَنِي  
 أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ سَمِعْتُ إِسْمَاعِيلَ بْنَ حَقَّادٍ  
 بْنَ أَبِي حَنِيفَةَ يَقُولُ أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَمَّادٍ  
 بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمُرْزَبَانِ  
 مِنْ أَبْنَاءِ الْفَارِسِ الْأَحْزَارِ وَاللَّهُ مَا وَقَعَ  
 عَلَيْنَا رِقٌّ غَطُّ وَلِدَ جَدِّي فِي سَنَةِ ثَمَانِينَ  
 وَذُهِبَ ثَابِتٌ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهُوَ صَغِيرٌ  
 فَدَعَا لَهُ بِالْبُرُكَةِ فِيهِ وَفِي ذُرِّيَّتِهِ وَنَحْنُ  
 نَرْجُو مِنَ اللَّهِ أَنْ يَكُونُ قَدْ اسْتَجَابَ اللَّهُ ذَلِكَ  
 لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِيمَا قَالَ وَالنُّعْمَانُ بْنُ  
 الْمُرْزَبَانِ أَبُو ثَابِتٍ هُوَ الَّذِي أَهْدَى لِعَلِيِّ بْنِ



ابنِ طالبِ الفاوِ ذِجِ فی یومِ النبیروزِ۔

تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۲ مطبوعہ

السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید

ص ۲۲۵ تا ۳۲۶

ترجمہ:

عبید اللہ شاذان المرزوی کہتے ہیں کہ میرے والد اور انہوں نے میرے  
دادا سے بیان کیا کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا  
کہنے لگے۔ میں اسماعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان المرزبان  
ایرانی نسل کا ہوں اور ہم شروع سے ہی آزاد رہے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم  
پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا ستر میں پیدا ہوئے۔ (یعنی  
امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) ان کے والد جناب ثابت کو حضرت  
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بچپن میں لے جایا گیا۔ جناب  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان میں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ سے  
نزول برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے امید  
رکھتے ہیں کہ اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمارے  
حق میں مانگی ہوئی دعا قبول فرمائی ہے۔ پھر اسماعیل کہتے ہیں کہ  
نعمان بن مرزبان جو جناب ثابت کے والد ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت  
شخص ہیں کہ جنہوں نے یوم نیروز کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
کے ہاں بطور ہدیہ فالودہ بھیجا تھا۔



# امام اعظم رضی عنہ کی شخصیت

(۲)

تاریخ بغداد:

قَالَ أَبُو نَعِيمٍ وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ حَسَنَ الرَّجَاءِ  
حَسَنَ الثِّيَابِ طَيِّبَ الرَّيْحِ حَسَنَ الْمَجْلِسِ  
شَدِيدَ الْكَرَمِ... حَسَنَ الْمَوَاسَاةِ  
لِأَخْوَانِهِ -

(تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۲۲۰)

ترجمہ:

ابو نعیم کا کہنا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خوش شکل تھے۔ کپڑے  
بہت اچھے پہنتے، خوشبو لگاتے۔ مجلس کے اعتبار سے بہت حسن  
تھے۔ کرم و سخاوت میں خوب تھے۔ اور اپنے دوستوں بھائیوں  
کے ساتھ سلوک میں بہت اچھے تھے

۵



## ۳) امام اعظم کی فتاہیت اور خدا و صلاحت

### تاریخ بغداد:

قَالَ خَارِجَةُ دَعَا أَبُوجَعْفَرًا بِأَحَنِيفَةَ إِلَى الْقَضَاءِ فَأَجَبَ عَلَيْهِ فَحَبَسَهُ ثُمَّ دَعَا بِهِ يَوْمَ مَا فَقَالَ أَتَرْغَبُ عَمَّا نَحْنُ فِيهِ قَالَ أَصْلَحَ اللَّهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا أَصْلَحُ لِلْقَضَاءِ فَقَالَ لَهُ كَذَبْتَ ثُمَّ عَرَضَ عَلَيْهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ قَدْ حَكَمَ عَلَيَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنِّي لَا أَصْلَحُ لِلْقَضَاءِ لِأَنَّهُ يَنْسُبُنِي إِلَى الْكُذِبِ فَإِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَلَا أَصْلَحُ وَإِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَقَدْ أَخْبَرْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنِّي لَا أَصْلَحُ قَالَ فَرَدَّهُ إِلَى الْحَبِيسِ -

در تاریخ بغداد جلد ۵ ص ۳۲۸

ترجمہ:

خارجہ نے کہا کہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی۔ امام اعظم نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے آپ کو زندان میں ڈال دیا۔ پھر ایک دن بلوایا۔ اور پوچھا۔ اے ابو حنیفہ



کیا تم ہماری پیش کش میں کچھ رغبت رکھتے ہو۔ امام موصوف نے جواب دیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اے امیر المؤمنین! میں قضاہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ پھر تیسری مرتبہ عہدہ قضاہ پیش کیا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ نے میرے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ میں عہدہ قضاہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ کیونکہ آپ نے مجھے جھوٹا کہا ہے۔ لہذا اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو صلاحیت ختم اور اگر میں سچا ہوں۔ تو میں نے امیر المؤمنین کو کہہ دیا ہے۔ کہ میں اس عہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہ سن کر خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو دوبارہ حیل بھیج دیا۔

### تاریخ بغداد:

محمد بن عبد الرحمن قال كان رجلاً  
بالكوفة يقول عثمان بن عفان كان يهودياً  
فأتاه أبو حنيفة فقال أتيتك خاطباً قال  
لمن قال لا بنتك رجل شريف غني بالمال  
حافظ لكتاب الله سخي يقوم الليل في ركعة  
كثيراً ليلاً من خوف الله قال في دؤن  
هذا أمقنع يا أبا حنيفة قال ألا إن فيه خصلة  
قال وما هي قال يهودي قال سبحان الله تلمزني  
أن أزوجه ابنتي من يهودي؟ قال لا تفعل



قَالَ لَا قَالَ خَالِئِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوْجَ  
ابْنَتِيهِ مِنْ يَهُودِيٍّ؟ قَالَ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِنِّي  
تَائِبٌ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۳۶۴)

ترجمہ :

محمد بن عبدالرحمان کہتے ہیں۔ کہ کوفریں ایک شخص حضرت عثمان بن عفان  
رضی اللہ عنہ کو یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس  
کے پاس آئے۔ اور کہا کہ میں تیرے پاس ایک آدمی کی طرف سے اس  
لیے آیا ہوں۔ کہ تیری بیٹی کا وہ خواستگار ہے۔ آدمی شریف، غنی،  
حافظ القرآن اور سخی ہونے کے علاوہ ایک رکعت میں ساری رات  
گزار دینے والا ہے۔ اللہ کے خوف سے بہت رونے والا ہے  
اس نے یسین کر کہا۔ کہ میں اس سے کم خوبیوں والے پر بھی اکتفا کر  
سکتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ نے کہا اس میں ایک اور خصلت بھی ہے  
پوچھا وہ کون سی؟ کہا کہ وہ یہودی ہے۔ کہنے لگا۔ سبحان اللہ! تو مجھے  
ایک یہودی سے اپنی بیٹی بیاہنے کو کہتا ہے۔؟ پوچھا۔ اچھا پھر تو  
ایسا نہیں کرے گا۔ کہنے لگا ہرزہ نہیں۔ اس پر امام صاحب نے کہا  
کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں یہودی کے نکاح میں دی  
تھیں۔؟ یسین کہ اس نے استغفار کی۔ اور کہنے لگا۔ میں اللہ عزوجل  
کے ہاں تائب ہوتا ہوں۔



## ۴ اپ کے اساتذہ کرام

### تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي أَوَّلِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ الرَّبِيعَ  
 بْنَ يُونُسَ يَقُولُ دَخَلَ أَبُو حَنِيفَةَ يَوْمَ مَا عَلَى  
 الْمَنْصُورِ وَعِنْدَهُ عِيسَى بْنُ مُوسَى فَقَالَ  
 لِلْمَنْصُورِ هَذَا عَالِمُ الدُّنْيَا الْيَوْمَ فَقَالَ لَهُ يَا  
 نَعْمَانُ عَمَّنْ أَخَذْتَ الْعِلْمَ قَالَ عَنْ أَصْحَابِ  
 عُمَرَ وَعَنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ وَعَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ  
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَمَا كَانَ فِي وَقْتِ ابْنِ عَبَّاسٍ  
 عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَعْلَمُ مِنْهُ قَالَ لَقَدْ  
 اسْتَوْثَنْتَ لِنَفْسِكَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۳۲)

### ترجمہ:

ابن ابی اویس نے ہمیں بتایا کہ میں نے ربیع بن یونس سے  
 سنا کہ ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خلیفہ منصور کے ہاں تشریف  
 لے گئے۔ اس وقت وہاں عیسیٰ بن موسیٰ بھی تشریف فرما تھے



انہوں (عیسیٰ بن موسیٰ) نے منصور سے کہا کہ یہ شخص (ابو حنیفہ) اس وقت کا عالم یکتا ہے منصور نے آپ سے پوچھا اسے ابو حنیفہ! تم نے کن حضرات سے حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عمر کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عمر کا علم، حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھیوں سے حضرت علی کا علم اور حضرت عبداللہ بن عباس کے ساتھیوں سے ان کا علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس جس دور میں تھے۔ اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہ تھا۔ یہ سن کر منصور نے کہا پھر تو تم نے اپنی ذات کو باوثوق بنالیا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی اجمالاً پڑھے۔ گویا آپ کی شخصیت میں علم فاروق اعظم، علم مرتضیٰ اور علم ابن عباس جمع تھا۔ یہی جامعیت تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کو کہنا پڑا۔ کُلُّ فَحْقِيهِ عِيَالٌ لَا بِي حَيْفَةً تمام فقہاء اسلام حضرت امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔ نجفی شیعہ وغیرہ جو اپنے آپ کو محبان علی اور عاشقان اہل بیت کہتے ہیں۔ انہیں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس کے فرزند ارجمند جناب عبداللہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ لیکن انہیں بغض و حسد نے کہیں کانہ چھوڑا۔



# ۵، امام اعظم حضور ﷺ کی

پیش گوئی کا مظہر

تاریخ بغداد:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي أُمَّتِي رَجُلًا وَفِي حَدِيثِ الْقُصْرَى يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ اسْمُهُ نَعْمَانُ وَكُنْيَتُهُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي.

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۳۵)

ترجمہ:

ابو سلمہ نے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد ہوگا۔ اور حدیث القصری کے الفاظ کے مطابق فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد نعمان نامی ہوگا۔ اس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔



# ۴۔ قیامت کے قبل امام ابو حنیفہؒ کے علم

کا ظہور ہوگا۔

تاریخ بغداد:

محمد بن حفص عن الحسن ابن سلیمان  
أنه قال في تفسير الحديث لا تقوم الساعة  
حتى يظهر العلم قال هو علم أبي حنيفة وتفسيره  
الآثار۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۴۳۶)

ترجمہ:

محمد بن حفص جناب حسن بن سلیمان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ  
انہوں نے حدیث لا تقوم الساعة (قیامت اس وقت  
تمک نہیں ائے گی۔ جب تک علم ظاہر نہ ہوگا) کی تفسیر بیان کرتے  
ہوئے کہا۔ کہ اس علم سے مراد "علم ابی حنیفہ" ہے۔ اور آثار صحابہ کرام  
کی جو انہوں نے تفسیر کی ہے۔ وہ مراد ہے۔

ۛ



۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ آپ کے صحابہ کرام اور انہوں نے تابعین اور انہوں نے ابو حنیفہ کو منتقل کیا۔

تاریخ بغداد

قَالَ حَنْفُ بْنُ أَبِي يُوْبٍ صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَارَ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ صَارَ إِلَى التَّابِعِينَ ثُمَّ صَارَ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْخَطْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

حنف ابن ابی یوب کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اور اصحاب پیغمبر نے تابعین کرام کو علم منتقل کیا اور یہ پھر علم امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ سو یہ سن کر جو چاہے خوش ہو۔ اور جس کی مرضی ناراض ہو جائے۔



## الحکم مکریمہ:

ان روایات سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ "سراج امت محمدیہ" ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو چند واسطوں سے ان کو عطاء فرمایا۔ اس پر بغض و حسد والے (بغضی اینڈ براڈرز) اگر ناراض ہوتے ہیں۔ تو ان کی اپنی بد بختی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعاء کا صدقہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی برکت ہے۔

۸۔ مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ

کا حوصلہ اور بردباری

تاریخ بغداد: (چونکہ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔ اس لیے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ:

حمائی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابن المبارک کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر بادقار ہوا کرتی تھی۔ فقہاء کرام سے ملتی بولتی تھی۔ خود امام ابو حنیفہ شکل و صورت کے اعتبار سے خوبصورت تھے۔ کپڑے اجلے اجلے پہنا کرتے تھے۔ ہم ایک دن مسجد جامع میں ان کی مجلس میں تھے۔ اچانک آپ کی گود میں اوپر سے ایک سانپ اگرا۔ آپ کے سوا تمام حاضرین بھاگ نکلتے۔ میں نے صرف اتنا دیکھا۔



کہ امام ابوحنیفہ نے صرف اس کو اپنی گود سے جھار دیا۔ لیکن اپنی سے آپ اوجھڑ رہے ہرگز نہیں ہوئے

نوٹ: یہی عبداللہ بن مبارک ہیں۔ کہ جن کی طرف نجفی شیعہ نے ایک ایسی بات کی نسبت کر دی۔ جس سے امام اعظم پر اعتراض و طعن ثابت کرنا پڑا۔ اس کی تفصیل گزشتہ ادراک میں گزر چکی ہے۔

۹۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ان کے ہم عصر علماء کے نزدیک

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ أَبَا يَحْيَى الْحَمَّانِي يَقُولُ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا  
قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ..... سَمِعْتُ  
أَبَا بَكْرٍ بَنْ عِيَّاشٍ يَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ أَفْضَلُ أَهْلِ  
زَمَانِهِ..... قَالَ قَيْلٌ لِلْقَاسِمِ بْنِ مَعْرُوفِ بْنِ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ تَرَى ضَى  
أَنْ تَكُونَ مِنْ عِلْمَانِ أَبِي حَنِيفَةَ  
فَلَمْ يَجْلَسِ النَّاسُ إِلَى اسْدِائِنَعٍ مِنْ مَجَالِسِهِ  
أَبِي حَنِيفَةَ

تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۲

ص ۳۷۴



## ترجمہ:

د علی بن سالم عامری سامری کا کہنا ہے کہ میں نے ابو یحییٰ حمانی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابو حنیفہ سے بہتر کوئی دوسرا آدمی ہرگز نہیں دیکھا منجانب سے کہا۔ میں نے ابو بکر بن عیاش کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ابو حنیفہ اپنے دور کے تمام علماء سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ قاسم بن مہن سے پوچھا گیا کہ کیا تم ابو حنیفہ کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کرنے میں راضی ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہ کی سی نفع بخش مجلس لوگوں کو دوسرے کے ہاں کیسے ملے گی۔ (یعنی میں ابو حنیفہ کے عثمان میں داخل ہونا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کی مجلس دیگر تمام مجالس سے زیادہ نفع بخش ہے)

۱۰۔ امام اوزاعی کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاثرات

## تاریخ بغداد:

قِيلَ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، هَلْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيفَةَ  
قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلًا لَمْ تَرَ كَلِمَةً فِيهِ مِنْ  
السَّيِّئَاتِ أَنْ يَجْعَلَ مَا ذُكِرَ مِنْهُ بِحُجَّتِهِ.....  
تَمَّا سَمِعْتُ أَبَا عَثَمَةَ بْنَ سَعْدٍ وَنَ بْنَ أَبِي  
الطُّوسِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ



يَقْرَأُ قَدْ دِمَّتِ الشَّامُ عَلَى الْأَوْزَاعِ فَرَأَى يَتَهُ  
بَبِيرُوتَ فَتَقَالُ لِي يَا خَرَّاسَانِي مَنْ هَذَا  
الْمُبْتَدِعُ الَّذِي خَرَجَ بِالْكُوفَةِ يَكْنِي  
أَبَا حَنِيفَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي فَأَقْبَلْتُ عَلَى  
كُتُبِ أَبِي حَنِيفَةَ فَأَخْرَجْتُ مِنْهَا مَسَائِلَ  
مِنْ جِيَادِ الْمَسَائِلِ وَبَقِيَتْ فِي ذَلِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ  
فَجِئْتُ يَوْمَ الثَّلَاثِ وَهُوَ مُؤَذِّنٌ بِمَسْجِدِهِمْ  
وَأَمَّا مَلِكُ الْكِتَابِ فِي يَدَيَّ فَقَالَ أَتَى شَيْءٌ  
هَذَا الْكِتَابُ فَنَآوَلْتُهُ فَنَظَرْتُ فِي مَسْئَلَةٍ  
مِنْهَا رَقَعْتُ عَلَيْهَا قَالَ النُّعْمَانُ فَمَا زَالَ  
قَائِمًا بَعْدَ مَا أَذِنَ حَتَّى قَرَأَ صَدْرَ الْكِتَابِ  
ثُمَّ وَضَعَ فِي كُمِهِ ثُمَّ أَقَامَ وَصَلَّى ثُمَّ أَخْرَجَ  
الْكِتَابَ حَتَّى أَتَى عَلَيْهَا فَقَالَ لِي يَا خَرَّاسَانِي مَنْ  
النُّعْمَانُ ابْنُ الْكِتَابِ هَذَا قُلْتُ شَيْخُ  
لَقِيَّتُهُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هَذَا نَبِيلٌ مِنَ الْمَشَائِخِ  
إِذْ هَبَ فَاسْتَكْثَرُ مِنْهُ قُلْتُ هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ  
الَّذِي نَهَيْتَ عَنْهُ

در تاریخ بغداد جلد ۱۳

ص ۲۳۸

ترجمہ:

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے



فرمایا۔ ہاں۔ ایک ایسا آدمی پایا۔ کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے۔ (لیکن وہ سونے کا ہونہ) تو اپنی قوت فقہیت و حجت سے اسے سونے کا ثابت کر دکھائے گا۔۔۔۔۔ فضل بن عبد الجبار کہتا ہے کہ میں نے ابو عثمان حمدون بن ابی الطوسی کو کہتے سنا۔ انہوں نے جناب عبد اللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا۔ کہ میں ایک مرتبہ شام گیا۔ اور بیروت کے شہر میں میری ملاقات امام اوزاعی سے ہوئی۔ دوران گفتگو انہوں نے پوچھا۔ اے خراسانی! ابو حنیفہ کنیت کا ایک شخص کوفہ میں کچھ نئی باتیں کر رہا ہے۔ یہ بدعتی کون ہے۔؟ امام اوزاعی کی یہ بات سن کر میں (عبد اللہ بن مبارک) اپنے گھر آ گیا۔ جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ گھر اکر میں نے امام ابو حنیفہ کے بیان کردہ مسائل میں سے چند اچھے مسئلے منتخب کئے۔ اور تین دن کے بعد پھر امام اوزاعی کو دیئے۔ امام اوزاعی وہاں ایک مسجد کے مؤذن اور امام تھے۔ میرے ہاتھوں میں کچھ اوراق تھے۔ دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیسی کتاب ہے؟ میں نے وہ کاغذ اوزاعی کو دیئے۔ انہوں نے اس میں سے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی۔ جس پر یہ الفاظ تحریر تھے۔ قال النعمان۔ اذان دینے کے بعد کھڑے کھڑے انہوں نے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا۔ پھر تھیلے میں کتاب ڈالی اور نماز ادا فرمائی نماز سے فارغ ہونے پر پھر اُسے پڑھنا شروع کیا۔ بالآخر پوچھنے لگے۔ اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں کہا۔ ایک شیخ (استاد) ہیں۔ میں انہیں عراق ملا تھا۔ تو امام اوزاعی نے فرمایا۔ کہ یہ شخص مشائخ کرام میں بڑا ذی علم اور صاحب عزم و ہمت ہے۔ اس سے جا کر اور بھی پڑھنا۔ اور کسب فیض کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ وہی ابو حنیفہ



کہ جس سے آپ نے منع کیا تھا۔

# امام اعظم کو وسیلہ بنانے والے پر خوف نہیں رہتا

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابو عثمان کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل سے سنا۔ انہوں نے کہا۔  
کہ نعمان بن ثابت بہترین آدمی تھے۔ ہر وہ حدیث جس میں فقہ کا  
کوئی تعلق تھا۔ اس کا حافظ امام موصوف سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا۔ اس  
میں بہت زیادہ غور و خوض کرنے اور فقہی مسائل کا استنباط کرنے  
والا ان سے زیادہ عالم و فقیہ کوئی نہ تھا۔ انہوں نے حضرت حماد  
رضی اللہ عنہ سے علم سیکھا۔ اور اسے احسن طریقہ سے یاد کیا۔ امام موصوف  
کے زمانہ کے امراء و وزراء اور خلفاء ان کی بہت زیادہ تکریم و اکرام کرتے  
تھے۔ فقہ فی الدین کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کو کسی مسئلے میں  
غور و فکر کرتے دیکھتا۔ تو آپ کا فریقتہ ہو جاتا۔ اور مسعر بن کدام کا کہنا  
ہے۔ جس نے ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنایا۔ مجھے  
امید ہے۔ کہ وہ خوفِ حشر سے بچ جائے گا۔

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۳۹)



# حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام اعظم اللہ عنہ کو

۱۲

## خراج عقیدت

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ جناب ابو بکر بن عیاش سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سفیان ثوری کا بھائی جب فوت ہوا۔ تو ہم چند لوگ اس کی تعزیت کے لیے گئے۔ بہت سے لوگ تعزیت کے لیے پہلے سے موجود تھے۔ ان میں ایک عبداللہ بن ادریس بھی تھے کچھ دیر بعد امام ابو حنیفہ صلی اللہ علیہ وسلم چند افراد وہاں تشریف لائے۔ جناب ثوری رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اور اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔ میری غصہ کے آثار دیکھ کر ابن ادریس نے مجھے کہا۔ افسوس ہے تم پر۔ مختصر یہ کہ ہم وہاں بیٹھے رہے۔ تعزیت کو آنے والے جب تقریباً سبھی جا چکے۔ تو میں (ابو بکر بن عیاش) نے عبداللہ بن ادریس کو رکنے کے لیے کہا۔ وہ رکنے لگے۔ بالآخر ہم نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ابو حنیفہ کی اس تعظیم کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تمہیں غصہ کیوں آیا۔ اور میرا ایسا کرنا ناپسند کیوں کیا



هَذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَإِنْ لَمْ أَقْمُرْ لِسِنِهِ قُمْتُ  
لِفِقْهِهِ وَإِنْ لَمْ أَقْمُرْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ دُونَ رَجُلٍ فَأَحْبَبْتَنِي  
فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ۔

یعنی یہ وہ مرد ہے۔ کہ اس کا علم میں ایک خاص مقام ہے۔ اگر علم کی وجہ  
سے میں نہ اٹھتا تو میں ان کی عمر کی وجہ سے تعظیم کرتا۔ (کیونکہ وہ مجھ سے عمر  
میں بڑے ہیں) اگر عمر کو بھی چھوڑ دیں۔ تو میں ان کی نقابست کے پیش نظر  
ان کی تعظیم کرتا۔ یہ بھی نہ سہی تو میں ان کے تقوٰے کی خاطر قیام کرتا۔ یہ کہہ  
کر سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے لاجواب کر دیا۔

(جلد ۱۷ ص ۳۴۱)

## بے مثال فقیہ

۱۳۔

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

محمد بن مزاحم کہتے ہیں۔ میں نے جناب عبداللہ بن مبارک کو کہتے  
سنا کہ میں نے سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا پرہیزگار، سب سے  
بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے: ”سب سے بڑا عابد،“  
عبدالعزیز بن ابی رواد، سب سے بڑا پرہیزگار فضیل بن عیاض،  
سب سے بڑا عالم سفیان ثوری اور سب سے بڑا فقیہ ابو حنیفہ ہیں۔  
میں نے ان تمام حضرات کی زیارت کی ہے (جلد ۱۷ ص ۳۴۲، ۳۴۳)



## ۱۴۔ پسندیدہ رائے والا

تاریخ بغداد؛  
ترجمہ:

یحییٰ بن معین کا کہنا ہے۔ کہ یحییٰ بن سعید قطان کہا کرتے تھے۔ ”وہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔“

## ۱۵۔ تمام فقہاء کرام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے

عیال ہیں

تاریخ بغداد؛  
ترجمہ:

زیچ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سنا۔ وہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ ”میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقہیہ نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے۔ اس کے لیے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔“



## ۱۶۔ بہت بڑے متقی اور فقیہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہ نہیں دیکھا۔ (جلد ۱۲ ص ۳۲۷)

## ۱۷۔ خوفِ خدا کے آثار والا چہرہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

یحییٰ بن سید قطان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! ہم نے امام ابو حنیفہ کی مجلس کی۔ اُن سے سماعت کی۔ بخدا! جب بھی دیکھا۔ تو مجھے ان کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کے خوف کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔

لمحذکرہ:

روایات بالا سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم الناس، افقہ الناس شیخ المشائخ اور محرم و معظّم ہونا ثابت ہے۔ وہ زہد و ورع کے پیکر تھے۔ اور امام الائمہ تھے۔ ان تمام صفات کے پیش نظر اگر کوئی ان کی ذات پر طعن کرتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر بے بصیرت، اور کور باطن کون ہو سکتا ہے؟ ان پر لعنت بھیجنے والا خود ملعون ہے۔

فَاخْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## ۱۸۔ دنیا کو ٹھکرا دینے والے

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَحْمَدَ خُزَاعِي قَالَ سَمِعْتُ  
اَبِيْ يَقُوْلَ سَمِعْتُ سَمِيْلَ بْنَ مَزَاحِمٍ يَقُوْلُ  
بَذَلْتُ اِلَى ذُنَيْيْلِ ابْنِ حَنِيفَةَ فَذَكَرَ يَرِدُهُ وَضُرِبَ  
عَلَيْهَا بِالْبَسَاطِ فَلَمْ يَتَبَلَّهَا۔

(جلد ۱۳ ص ۳۳۷)

ترجمہ:

ابراہیم بن احمد خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ  
کرہیل بن مزاحم کہتے تھے۔ دنیا ابو حنیفہ کے سامنے پیش کر دی گئی لیکن  
انہوں نے اس کے قبول کرنے کا ارادہ نہ کیا۔ اور اس کی خاطر  
آپ کو درے لگائے گئے۔ پھر بھی قبول نہ کیا۔

وضاحت:

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے محض اپنی شہرت کی خاطر  
اجتہاد میں غلو کیا۔ اُن کے لیے یہ روایت کافی ہے۔ آپ کو دنیا پیش کی گئی لیکن  
ٹھکرا دیا۔ غلیظہ منصور نے آپ کو دنیاوی بڑا ہمدرد قاضی پیش کیا۔ آپ نے اس سے  
جس طرح پہلو ہتی کی۔ اسی کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ شہرت تلاش کرنے والا تو ایسے مواقع



ڈھونڈتا ہے۔ نہ یہ کہ ان مواقع کو ٹھکراتا ہے۔

## ۱۹۔ امام ابو حنیفہ کا زہد و تقویٰ

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كَانَ  
أَبُو حَنِيفَةَ يُحْيِي اللَّيْلَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ  
فِي نَحْوِ ثَلَاثِينَ سَنَةً.

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۵۲)

ترجمہ:

ہمیں حفص بن عبدالرحمن نے بتلایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تیس سال  
تک ایک رکعت، دو نفل، میں پورا قرآن کریم پڑھتے رہے۔ آپ  
کی شب بیداری کا یہ عالم تھا۔

۳ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے  
صبح کی نماز ادا فرمائی

تاریخ بغداد:

حماد بن قریش کا کہنا ہے کہ میں نے اسد بن عمر سے سنا کہ  
امام ابو حنیفہ کے متعلق مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے چالیس سال



مواثر عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ اور رات کو خوفِ خدا سے اس قدر روتے۔ کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ پر ترس اُجاتا۔

(جلد ۱۲ ص ۳۵۲)

۲۱۔ ایک روایت کے مطابق پینتالیس سال تک  
ایک وضوء سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

منصور بن ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں قادسیہ میں جناب عبداللہ بن مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک آدمی کوفہ سے وہاں آیا۔ اور اس نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں تازیبا الفاظ کہنے شروع کر دیئے۔ اس پر عبداللہ بن مبارک نے اُسے کہا۔ تو برباد ہو جائے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ جس نے پینتالیس سال تک پانچوں نمازیں ایک وضوء سے ادا کیں۔ اور دو رکعتوں میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتا ہے۔ اور میں نے تمام فقہ اسی سے سیکھی۔ جو تم میرے اندر دیکھ رہے ہو۔

(جلد ۱۲ ص ۳۵۵)



## ۲۲۔ شب بیداری میں آپ کا مقام

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہیں جا رہے تھے کہ دو آدمیوں کی گفتگو ہم نے سنی۔ اُن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو وہ ابو حنیفہ جا رہا ہے۔ جو رات کو نہیں سوتا۔ یہ سن کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میری طرف سے ایسی کوئی بات لوگوں میں نہ بیان کی جائے۔ جو میرے اندر نہیں ہے۔ حالانکہ آپ واقعی پوری پوری رات نماز اور گریہ و زاری میں گزار دیا کرتے تھے..... ابو جریہ کا کہنا ہے کہ مجھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر رہی اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سے بہتر شب بیداری والا کوئی بھی میں نے نہیں دیکھا۔ کئی مہینے گزر گئے لیکن میں نے انہیں زمین سے پہلو لگائے نہ دیکھا۔ (یعنی سوتا ہوا نہ دیکھا)



## ۲۲ آپ کی عبادت اور تدریسی مصروفیت

تاریخ بغداد:

ترجمہ :

جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسجد میں آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ فارغ ہوئے۔ تو علم پڑھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے عصر تک پڑھایا۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ یہ شخص سارا دن درس و تدریس میں گزار دیتا ہے۔ صرف فرضی نماز ادا کرتا ہے۔ رات کو اس سے عبادت نہیں ہوتی ہوگی۔ کیونکہ تھک جاتا ہوگا۔ لہذا میں اس خیال کی تسلی چاہتا تھا۔ عشاء کے بعد جب اکتساب علم کرنے والے چلے گئے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابوحنیفہ مسجد میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس قدر قیام الیل فرمایا۔ کہ صبح ہو گئی۔ نماز صبح سے تھوڑا سا پہلے گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور پھر وہی کل والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دن دو دن تین دن اور تین راتیں گزر گئیں اب ان حالات کے پیش نظر میں نے اپنے دل سے معاہدہ کر لیا۔ کہ اس شخص کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس انتقال کر



جاؤں۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کی مسجد میں آپ کے ساتھ رہنے کا استلزام کر لیا۔

تاریخ بغداد:

قَالَ ابْنُ أَجْبٍ مُعَاذِ فَبَلَغَنِي أَنَّ مُسْعِرًا مَاتَ فِي  
مَسْجِدِ أَبِي حَنِيفَةَ فِي سَجُودِهِ۔

دُتَارِیخ بغداد جلد ۱ ص ۳۵۶

ترجمہ:

ابن ابی معاذ کہتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ  
کا انتقال امام ابو حنیفہ کی مسجد میں بحالت سجدہ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سنت کا امام عظیم  
کے ہاں مرتبہ و مقام

۲۴

تاریخ بغداد:

وَ كَانَ إِذَا أُوْرِدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيهَا حَدِيثٌ  
صَحِيحٌ إِتْبَعَهُ وَإِنْ كَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ  
وَإِلَّا قَاسَ وَ أَحْسَنَ الْقِيَاسَ ..... حَدَّثَنَا بَشَرُ  
بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ يَقُولُ  
مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِتَفْسِيرِ الْحَدِيثِ وَمَوْضِعِ



النُّكْتِ الْتِي فِيهِ مِنَ الْفَقْهِ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ -

(جلد ۳۰ ص ۳۲۰)

ترجمہ :

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کے ہاں کوئی مسئلہ پیش ہوتا اور اگر کوئی صحیح حدیث اس بارے میں مل جاتی۔ تو اس کی اتباع کرتے۔ اور اگر صحابہ کرام اور تابعین سے اس بارے میں کچھ مل جاتا۔ تو بھی اسی کی اتباع کرتے بصورت دیگر قیاس فرماتے۔ اور آپ کا قیاس بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا۔۔۔۔۔ بشر بن الولید نے کہا۔ کہ میں نے امام ابو یوسف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے حدیث کی تشریح و تفسیر اور اس میں فہمی باریکیاں جاننے والا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

## ۱۲۵ امام اعظم کی خداداد صلاحیت

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ مَعْلَسٍ قَالَ  
سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَمَاعَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ  
أَبَا يُوسُفَ يَقُولُ مَا خَالَفتُ أَبَا حَنِيفَةَ فِي شَيْءٍ  
قَطُّ فَتَدْبُرْتُه إِذْ رَأَيْتُ مَذْهَبَهُ الَّذِي ذَهَبَ  
إِلَيْهِ أَنْجَى فِي الْأَخِرَةِ وَكُنْتُ رُبَّمَا مِلْتُ إِلَى



الْحَدِيثُ وَكَانَ مُرَآبُصَرًا بِالْحَدِيثِ  
الْمُصَحِّحِ مِتْنِي.

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۲۰)

ترجمہ:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی  
مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قول کیا۔ پھر میں نے اس  
میں خوب غور و خوض کیا۔ تو مجھے یہی نظر آیا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب  
ہی ایسا ہے۔ جو آخرت میں زیادہ نجات دہندہ ہے۔ اور یوں بھی کئی  
مرتبہ ہوا کہ میں کسی حدیث کی طرف مائل ہوا۔ لیکن حال یہ تھا کہ امام  
صاحب صحیح حدیث کی جان پہچان میں مجھ سے بہت اگے تھے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کا

۲۶

مقام و مرتبہ

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ يَقُولُ لَا نَكْذِبُ  
اللَّهَ رَبَّ مَا أَخَذَ بِالشَّيْءِ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ  
..... يَقُولُ لَا نَكْذِبُ اللَّهَ مَا سَمِعْنَا أَحْسَنَ  
مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَتَذْأَخْذُنَا بِأَكْثَرِ



أَقْوَالِهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِينٍ وَكَانَ يَحْيَى بْنُ  
سَعِيدٍ يَذْهَبُ بِهِ فِي الْفَتْوَى إِلَى قَوْلِ  
الْكُوفِيِّينَ.

(تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۲۵)

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ایسا  
بارہا ہوا کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا۔ ایک اور جگہ  
کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے رائے کے اعتبار  
سے امام اعظم سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ ہم ان  
کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن  
سعید فتویٰ دینے میں اہل کوفہ کا مذہب اختیار کرتے تھے۔

لحجہ مکریہ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہیت اور حدیث دانی  
کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اس کے قائل تھے کہ بروز  
آخر آپ کی فقہ کو نجات دہندہ کہہ رہے ہیں۔ اور پھر یحییٰ بن سعید القطان ایسا ناقد  
محدث بھی آپ کے اقوال کو اپنا مذہب بنا رہا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں معلوم  
ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قیاس اس اور آپ کی رائے قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ  
میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایسے نابغہ روزگار پر الزامات دھرنابے عقلی کی دلیل نہیں تو اور  
کیا ہے؟



## ۲۷ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

### تاریخ بغداد:

الحسن ابن زیاد قال رأى ابو حنيفة على بعض جلسائه ثيابا بارئمة فامر به فجلس حتى تفرق الناس وبقى وحده فقال له ارفع المصلى وكان تعبه الله درهم فقال له خذ هذه الدارهم فغير بها من حالك.

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۱۳ ص ۳۶۱)

### ترجمہ:

حسن ابن زیاد کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو اس کو فرمایا۔ بیٹھے رہنا۔ جب حاضرین چلے گئے۔ اور وہ اکیلا رہ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرا مصلی اٹھاؤ۔ اور اس کے نیچے سے جو کچھ ملے۔ لے لو۔ اس شخص نے مصلی اٹھایا اور دیکھا کہ اس کے نیچے ایک ہزار درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لے جاؤ۔ اور اپنی حالت کو ذرا بہتر بنا لو۔



## ۲۸ ضرورت مندوں کا خیال

تاریخ بغداد:

سعيد الغمی قال سمعت حفص بن حمزة القرشي يقول كان  
ابو حنيفة ر بما مر به الزجل فيجلس  
اليه بغیر قصد ولا مجالسة فاذا قام  
سال عنه فان كانت به فاقة وصلة وان  
مرض عاده حتى يجزه الى مواصليته وكان  
اكرم الناس مجالسة.

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۰)

ترجمہ:

سعید لغمی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حفص بن حمزہ قریشی سے سنا۔ کہ امام ابو  
حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کے قریب سے اگر کوئی آدمی گزرتا۔ اور ہلارادہ  
وہاں بیٹھ جاتا۔ تو آپ فارغ ہونے پر اس سے پوچھتے۔ اگر وہ اپنی  
تنگدستی اور فاقہ زدگی بیان کرتا۔ تو آپ اس کی مدد فرماتے۔ اور اگر بیماری  
کا اظہار کرتا۔ تو اس کی عیادت فرماتے۔ پھر آپ دیر تک ان لوگوں کو  
عطیات پہنچاتے رہتے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس سے زیادہ کرم و  
بخشش کی مجلس ہوتی۔



## ۲۹۔ احسان و حاجت روائی

تاریخ بغداد:

اسماعیل بن یوسف سنمیری قال  
 سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ  
 لَا يَكَادُ يُسْأَلُ حَاجَةً إِلَّا قَضَاهَا فَبِإِذْنِهِ رَجُلٌ فَقَالَ  
 لَهُ إِنَّ لِفُلَانٍ عَلَى خَمْسُمِائَةٍ دِرْهَمٌ وَأَنَا ضَيِّقٌ  
 فَسَلِّهِ يَصْبِرُ عَنِّي وَيُرْخِرُنِي بِهَا فَكَلَّمَ أَبُورَ  
 حَنِيفَةَ صَاحِبَ الْمَالِ فَقَالَ صَاحِبُ الْمَالِ  
 هِيَ لَهُ قَدْ أَبْرَأْتُكَ مِنْهَا فَقَالَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ  
 لَا حَاجَةَ لِي فِيهَا فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَيْسَ الْحَاجَةُ  
 لَكَ وَإِنَّا الْحَاجَةُ لِي قَضَيْتُ.

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۱۲۶)

ترجمہ:

اسماعیل بن یوسف سنمیری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ  
 سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی۔  
 کہ جب بھی کوئی آپ سے سوال کرتا تو آپ پورا فرما دیتے۔ اسی طرح  
 ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر  
 پانچ سو درہم قرضہ ہے۔ لیکن میں تنگ دست ہوں۔ ابھی ادا نہیں کر سکتا



اُپ اُس سے کہیں۔ کہ ابھی مجھ سے زمانے گئے۔ اور کچھ مہلت دیدے۔ یہ سن کر امام اعظم اُس قرض دینے والے کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اس سے گفتگو کی۔ وہ کہنے لگا۔ میں نے وہ پانچ صد درہم اُسے بخش دیئے۔ میں نے قرض سے اس کو بے باک کر دیا۔ یہ سن کر مقروض نے کہا۔ مجھے اس بخشش کی ضرورت نہیں۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا اگرچہ تمہیں ضرورت نہیں۔ مگر میں مجھے تو ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر اُپ نے اس کی طرف سے رقم ادا کر دی۔

## ۲۰۔ خوف خدا سے رونا اور دوزخ سے

بچاؤ کی دعائیں

### تاریخ بغداد:

یزید بن الکلیت کہتے ہیں۔ (جو بہترین آدمی تھے) کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ علی ابن حسین نے ایک دن ہمیں نماز عشاء پڑھائی۔ اور اس میں سورت اذا زلزلت الارض کی تلاوت کی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ جب نماز ادا ہو چکی۔ اور لوگ مسجد سے نکل گئے تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابو حنیفہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے اس سورت کی آیات میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ اور سانس پھولی ہوئی ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر دل میں کہا۔ کہ مجھے اب یہاں سے چلے جانا چاہیئے۔



تا کہ میری وجہ سے ان کا دل پریشان نہ ہو۔ لہذا میں نکل گیا۔ اس وقت  
 ۱۔ قندیل روشن تھی۔ اور اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ میں دوبارہ طلوع فجر کے  
 وقت آیا۔ تو دیکھا۔ کہ امام اعظم کھڑے ہیں۔ اپنے اپنی داڑھی اپنے  
 ہاتھ سے پکڑی ہوئی ہے۔ اور کہہ رہے ہیں۔ ”اے وہ ذات !  
 جو ایک ایک ذرہ نیکی کی جزا دے گی۔ اور ایک ایک ذرہ برائی  
 کی سزا دے گی۔ اپنے بندے نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچا  
 لے۔“ (جلد ۱۲ ص ۲۵۷)

## خشوع و خضوع کی ایک جھلک

۳۱

تاریخ بغداد:

قال حدثني قاسم بن معين انك ابا حنيفة  
 قار كيلة بهذه الآية ربّل الساعة موعدهم  
 والساعة اذهى وامر (يرددها ويبيكي ويتضرع  
 تاريخ بغداد جلد ۱۲ ص ۳۵۷)

ترجمہ:

قاسم بن معین کہتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ رات بھر کھڑے اس  
 ایک آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ اسے بار بار پڑھتے اور  
 روتے اور عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے رہے۔ آیت یہ ہے  
 بل الساعة موعدهم الخ بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے۔



اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے  
تاریخ بغداد سے چند اقتباسات پیش کر کے ہم اپنے مضمون کو آگے چلاتے  
ہیں۔ لیکن ان اقتباسات کے آخر میں چند باتیں ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس  
لیے اب چند گزارشات ملاحظہ ہوں۔

## الحاصل:

”تاریخ بغداد“ میں سے ہم نے پچیس کے قریب وہ حوالہ جات نقل کئے  
ہیں۔ جن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تقریباً بیان کیا  
گیا ہے۔ ان حوالہ جات سے قبل ہم نے نجفی شیعہ کے وہ اعتراض والزام جو اسی  
کتاب سے نقل کیے گئے۔ اُن کے جواب تحریر کیے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ قارئین کرام  
تصویر کے دونوں رخ دیکھ کر کسی فیصلہ پر پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے  
بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اعتراض والی جو روایات ذکر  
کیں۔ اُن کی توثیق و تصدیق کا بیڑا نہیں اٹھایا۔ اس امر کی تصریح خطیب بغدادی نے  
اپنے قلم سے اسی کتاب میں کر دی ہے۔ جب خطیب بغدادی خود ایسی روایات  
کا ذمہ نہیں لیتے۔ تو پھر نجفی شیعہ کو کیا حق تھا۔ کہ ان روایات کا ہمارے کرامام اعظم ابو حنیفہ  
رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتا۔ اگر نجفی میں کچھ بھی عدل و انصاف ہوتا۔ تو ان روایات  
کے ساتھ اُن روایات کا بھی ذکر کر دیتا۔ جو خطیب بغدادی نے مختلف حضرات کرامام اعظم  
رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ذکر کیے۔ لیکن ایسا جان بوجھ کر نہ کیا گیا۔ کیونکہ نجفی کو بخوبی معلوم تھا  
کہ اگر میں نے وہ روایات بھی ذکر کر دیں۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی تعریف کی گئی ہے  
تو بجائے اس کے کہ میں قارئین کو اُن میں سے متنفر کرنا چاہوں۔ اُلٹے وہ امام ابو حنیفہ  
کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ اس حسد و بغض کی آگ نے اس کی آنکھیں چندھیادیں اور



حتیٰ بنی سے محروم رکھا۔ چلو اگر وہ تعریفی روایات نہ بھی ذکر کرتا۔ تو کم از کم ان اعتراض والی روایات کے متعلق جو محشی نے لکھا تھا۔ وہی ساتھ بیان کر دیتا۔ انصاف دیانت کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن یہ دولت ”حجۃ الاسلام“ کو کہاں نصیب۔

ہم ذرا اور نرم لہجہ میں یوں بھی کہہ لیتے ہیں۔ کہ وہ ایسی روایات ذکر نہ ہی کرتا۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی مدح و تعریف تھی۔ اور نہ ان الزامات والی روایات کا حاشیہ ہی نقل کرتا۔ کم از کم اپنے الزام کو سختہ کر کے یہ ان الزامی روایات کے راویوں کے کتب اسمائے رجال میں حالات پڑھ کر ان کی حیثیت تو بتلا دیتا۔ تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا۔ لیکن تحقیق نام کی کوئی چیز بھی تو بے چارے نجفی کے پاس نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر جرح کرنے تو بیٹھ گیا۔ لیکن بدحواسی اور حسد کا یہ عالم ہے۔ کہ اصل بھی یاد نہ رہا۔ یعنی یہ کہ کسی پر جرح دلیل کے بغیر ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ آخر میں ہم اس سلسلہ میں خطیب بغدادی کی تصنیف ”الکفایہ فی علم الروایہ“ سے جرح اور تنقید کے متعلق اس کا اپنا نظریہ ذکر کرتے ہیں۔

### الکفایۃ فی علم الروایۃ:

کتاب مذکورہ میں خطیب بغدادی نے امام مالک بن انس، سفیان ثوری سے یحییٰ بن مسین تک کے حضرات کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ استقامتِ حال، بلندیِ ذکر اور صداقت و بصیرت میں ان لوگوں کی طرح ہوں۔ ان کے عادل ہونے کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ان کے مذکورہ حالات ہی ان کی عدالت پر گواہ ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ



میں ایک دو واقعہ بھی نقل کیے ہیں مثلاً لکھا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی نے جناب اسحاق بن راہویہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ از روئے روایت کس درجہ کے تھے۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کیا اسحاق بن راہویہ کی شان رکھنے والے شخص کے بارے میں ایسے سوالات کیے جاسکتے ہیں؟ ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کے متعلق ابو عبیدہ کا بیان کیا۔ (الکفایہ ص ۱۱۳، ۱۱۴) اس کے بعد لکھا کہ جرح وہی قبول ہوگی۔ جو وضاحت اور تشریح کے ساتھ ہو اور ایسی ہی جرح کو ائمہ حدیث کے نزدیک مسلم کہا۔ اس ضمن میں امام مسلم وغیرہما کے احتجاج کی مثالیں بھی دیں۔

(دیکھو ص ۱۲۲ نسخہ قلمی)

خطیب بغدادی نے اس کتاب میں دو باتیں بطور خاص ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام مالک بن انس وغیرہ ایسی شہرت رکھنے والا عادل ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جرح بغیر تشریح و تفصیل سے حضرات ائمہ حدیث کے ہاں غیر مستم ہوتی ہے اب ان دونوں باتوں کو سامنے رکھیے۔ اور امام ابو حنیفہ کی شخصیت کو ان کے ساتھ منسلک کیجئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضل و علم، زہد و تقویٰ، عبادت و تقفہ اور کرم و سخاوت کا کیا عالم تھا۔ اس کی ایک جھلک گزشتہ حوالہ جات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ خطیب بغدادی کے اس ضابطہ کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ عادل اور قبیح سنت سمجھتے تھے۔ لیکن جو روایات امام اعظم پر وجہ اعتراض بنتی تھیں۔ وہ بموجب عہد ذکر کر دیں۔ امام اعظم کی اچھی شہرت کا نقشہ صاحب ”المغنی“ نے یوں کھینچا ہے۔

المغنی (ترجمہ)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کے مطابق لاکھوں کروڑوں مسلمان



اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ کر رہے ہیں۔ اور ان کی رائے پر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد عمل پیرا ہے۔ اس کثرت سے ان کی فقہ اور رائے کا معمول بہ ہونا ”دلیل صحت“ ہے۔ بلکہ اول درجہ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ ابو جعفر طحاوی نے ایک کتاب مستی ”عقیدہ ابو حنیفہ“ لکھی ہے۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کے بہت زیادہ افہام کرنے والوں میں سے ہیں۔ لکھا ہے کہ یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے۔ خاکسار شروانی بھی کہتا ہے۔ کہ یہ عقائد نسفی میں اس بات کی تصدیق و تائید میں پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے۔ کہ فی زمانہ عقائد کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ ان عقائد میں سے اس کتاب میں ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں۔ جو ”تاریخ بغداد“ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ عقیدہ ابو حنیفہ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نشاندہی کی ہے کہ لوگوں نے اس قسم کے عقائد امام ابو حنیفہ کی طرف کیوں منسوب کیے ہمیں ان کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ کی ذات جس مرتبہ و مقام کی ہے۔ اور اسلام میں اللہ تعالیٰ نے جو انہیں شہرت و دام عطا فرمائی ہے۔ وہ اس کی محتاج نہیں ہے۔ کہ ان کی طرف سے معذرت کی جائے

(المغنی ص ۲۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی)

الکفایہ اور المغنی کی ان شہادتوں سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس شہرت کی مالک ہے۔ کہ لوگوں نے ان پر جو الزامات لگائے۔ وہ خود ہی نابود ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے امام صاحب کی شخصیت اور ابھر کر



سامنے آتی ہے۔ نجفی شیعہ کو چاہیے تھا۔ کہ اگر اپنی فہمی لن ترانیوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ تو کھیانی بی کارویہ نہ اپناتا۔ کوئی معقول بات پیش کر کے "امام اعظم" پر الزام لگاتا لیکن وہ ماں مر گئی۔ جس کے گھر میں ایسا بچہ پیدا ہو جو ابو حنیفہ کی ذات پر الزام لگا کر ثابت کر دکھائے۔ بہت سے اے گزر گئے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدائے  
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا !

فاعتبروا یا اولی الابصار



امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کتب شریفہ

فضائل و مناقب اور سیرت

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابا و کرام

الامام الصادق:

يَقُولُ الْأَسَدُ أَذُ السَّيِّدِ حَفِيفِي عَنْهُ ذِكْرُ لُؤَالِدِ  
 أَبِي حَنِيفَةَ ثُمَّ ثَابِتُ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ الْمَرْزَبَانِ  
 وَمَكَانُ ثَابِتٍ هَذَا يَرْجِعُ إِلَى دِينٍ وَعَقْلٍ وَمَرْوَمَةٍ  
 تَصَدَّرُ عَنْ جَدِّ فَقَدْ رَوَى أَنَّهُ كَانَ فِي شَبَابِهِ  
 وَرَعَا زَاهِدًا وَكَانَ يَوْمَهُ لَا يَتَوَضَّأُ مِنْ بَدْوٍ  
 فَجَاءَتْ تَفَاحَةٌ فِي الْمَاءِ فَأَمْسَكَهَا وَآكَلَهَا  
 بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْوَضْوِئِ ثُمَّ بَصَقَ قَرَى بُصَاقَهُ  
 دَمَا فَنَالَ فِي نَفْسِهِ لَعَلَّ مَا أَكَلْتُهُ حَرَامٌ وَإِلَّا  
 لَمَا تَغَيَّرَ بُصَاقِي فَتَبِعَ رَأْسَ الْجَبَدِيِّ فَوَجَدَ  
 شَجَرَةً تَفَاحُهَا مِثْلُ مَا أَكَلَ فَطَلَبَ صَاحِبَهَا



وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَأَعْطَاهُ دُرَّهُمَا وَقَالَ  
 اجْعَلْهُمَا فِي حِلٍّ فَلَمَّا رَأَى صَاحِبُ التَّفَاحَةِ  
 دُرَّ عَاهُ وَمَلَابَتَهُ فِي دَيْنِهِ أَحَبَّهُ وَقَالَ  
 لَا أَرْضَى بِدُرِّ هِيرٍ وَلَا بِأَلْفِ دُرِّ هِيرٍ وَلَا بِكَتَرٍ  
 فَقَالَ ثَابِتٌ جِئِمَ تَرْضَى قَالَ إِنَّ لِي ابْنَةً لَا تَرَى  
 وَلَا تَنْطِقُ وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تَشْتِي فَإِنْ تَزَوَّجْتَهُمَا  
 اجْعَلْهُمَا فِي حِلٍّ وَإِلَّا أَخَاصِمُكَ يَوْمَ السُّوَالِ  
 وَالْحِسَابِ فَلَبِثَ ثَابِتٌ فِي التَّفَكُّرِ سَاعَةً  
 ثُمَّ قَالَ فِي نَفْسِهِ عَذَابُ الدُّنْيَا أَسْهَلُ وَيَقْفَى  
 وَعَذَابُ الْآخِرَةِ

أَشَدُّ وَأَبْقَى وَتَزَوَّجَ بِهِمَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا  
 تَقَبَّلَتْهُ بِقُبُولٍ حَسَنٍ فَأَشْتَبَهَ عَلَى ثَابِتٍ  
 الْأَمْرَ لِأَنَّهُ وَجَدَهَا حَسَنَاءَ سَمِيعَةٍ بِصَايَةِ  
 نَاطِقَةٍ فَقَالَتْ لَهُ أَنَا زَوْجَتُكَ بِذَتْ فُلَانٍ  
 قَالَ وَجَدْتُكَ عَلَى خِلَافٍ مَا وَصَفَكَ الْبُوكُ  
 قَالَتْ نَعَمْ فَإِنِّي كُنْتُ مِنْ سَيِّئِينَ لَمْ أَطَا خَارِجَ  
 الْبَيْتِ وَلَمْ أَنْظُرْ إِلَّا جَانِبَ وَلَمْ أَسْمَعْ كَلَامَهُمْ  
 وَلَمْ يُسْمَعُوا كَلَامِي فَعَرَفْتُ ثَابِتُ الْحَالِ وَقَالَ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ  
 رَبَّنَا الْغَفُورُ شَكُورٌ



## ترجمہ

استاد سید عقیلی حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا ذکر کرتے وقت کہتا تھا۔ کہ ان کا نام ثابت بن النعمان بن المرزبان تھا۔ اور یہ ثابت بہت بڑے دیندار اور عقلمند اور صاحبِ مروت تھے۔ یہ سب خوبیاں انہیں اپنے دادا سے ملی تھیں۔ روایت ہے۔ کہ یہ جوانی میں ہی پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ اچانک تیرا ہوا ایک سیب آیا۔ انہوں نے وضو کے بعد اسے پکڑ کر کھالیا۔ پھر جب تھوکا۔ تو تھوک میں خون ملا ہوا تھا۔ دل میں سوچا۔ شاید جو سیب میں نے کھالیا۔ وہ حرام کھالیا۔ اس لیے تھوک خون آلود ہو گیا۔ یہ سوچ کر نہر کے کنارے چل پڑے۔ حتیٰ کہ ایک درخت نظر آیا جس کے سیب اسی سیب سے ملتے جلتے تھے۔ جو انہوں نے نہر سے نکال کر کھالیا تھا۔ اس درخت کے مالک کو تلاش کیا۔ اسے سارا قصہ بیان کر کے ایک درہم دیا۔ اور اس سے درخواست کی کہ وہ سیب اس درہم کے بدلے مجھے ملال کر دو۔ جب سیب کے مالک نے ان کا تقوٰے اور دینی مضبوطی دیکھی۔ تو ان کو چاہنے لگ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک چھوڑ ہزار درہم بھی دیں۔ میں پھر بھی راضی نہیں ہوں گا۔ جناب ثنابت نے پوچھا۔ اچھا پھر کیسے راضی ہو گے؟ کہنے لگا۔ دیکھو! میری ایک بیٹی ہے۔ جو دیکھتی، سنتی اور بولتی نہیں۔ اگر اس سے شادی کر لو۔ تو میں وہ سیب تم کو جائز و مباح کر دوں گا ورنہ بروز قیامت میرا تمہارا فیصلہ ہو گا۔ یہ سن کر جناب ثنابت کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دل میں کہا۔ دنیا کا عذاب



تو اُسان اور ختم ہو جانے والا ہے۔ اور عذابِ آخرتِ سخت اور نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس لڑکی سے شادی کر لی۔ جب دونوں نے ایک دوسرے کو علیحدہ مکان میں دیکھا۔ تو اس لڑکی نے جنابِ ثابت کو بڑے اچھے طریقے سے خوش آمدید کہا۔ جنابِ ثابت اُسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کیونکہ وہ نہایت خوبصورت، دیکھنے سننے والی اور گفتگو کرنے والی تھی۔ لڑکی بولی۔ جناب! میں آپ کی بیوی ہوں۔ فلاں کی بیٹی ہوں۔ گھبرائیے نہیں۔ آپ نے کہا۔ تمہارے باپ نے جو تیسکراوصاف مجھے بیان کیے تھے۔ تجھ میں تو ان میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ معاملہ بالکل اُلٹ ہے۔ کہنے لگی۔ ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ کئی سال گزر گئے۔ میں نے اپنے گھر سے قدم تک باہر نہ رکھا۔ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا۔ نہ کسی غیر کی گفتگو سنی۔ اور نہ ہی غیر محرموں نے میرا کلام سنا۔ جب لڑکی نے اپنے متعلق۔۔۔ یہ بیان کیا۔ تو جنابِ ثابت کہتے ہیں۔ کہ مجھے حقیقتِ حال معلوم ہو گئی۔ اور میں نے کہا۔ الحمد للہ الذی الہم۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جو ہم سے حزن و پریشانی دور کرے گیا۔ یقیناً ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔

”الامام الصادقؑ“ کے حوالہ سے ہم نے ایک شعبی مصنف استاذِ عینی کا قول نقل کیا۔ اس میں عینی نے۔۔۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آباد کراہم کی پرہیزگاری اور دینداری میں ایک خاص واقعہ درج کیا۔ اس واقعہ کے اندراج کے بعد یہی مصنف یعنی سیدِ عینی اس پر اپنا خیال اور تبصرہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔



## الامام الصادق:

استاذ السید عفی فی الحاصی یقول ہیئات  
 لا یأتی الزمان بمثل ثابت ولا بمثل صاحبته  
 فلا عجب ان یتولد منها ولد فی صوره  
 الانسان وسیره الملی ویحیی اللہ یدہ دینہ  
 القویم ویشیع مذهبہ فی الاقطار وعلیہ  
 فی الامصار ویقول من هذا الولد النور  
 الزاہد وھذه الام لطاہرۃ ولید الامام  
 الاعظم ابو حنیفۃ النعمان فی مدینۃ  
 الکوفۃ فی سنۃ ۸۰ من الهجرة النبویۃ  
 فی عصر الدولۃ الامویۃ فی خلافتہ  
 عبد الملک بن مروان ویقول بعد  
 ذلک ان اسمنہ النعمان وھو منقول من اسم  
 جنس وقیل انہ الدم وقیل انہ الروح  
 فیسون اتفاقا حسنا لان اباحنیفۃ روح  
 الفیقہ وقوامہ ومنہ منشأہ ونظامہ

والامام الصادق جلد اول ص ۲۸۳

مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

استاد سید عفی کا کہنا ہے کہ اسے زمانہ ثابت ایسا شخص نہ پیش کر



لے گا۔ اور نہ ہی ان کی بیوی ایسی کوئی عورت اُسے گی۔ لہذا ان دونوں شخصیتوں سے اگر ایک بچہ شکل و صورت انسانی اور بصیرت فرشتہ پیدا ہو تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اور پھر اس بچہ کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے دین قریم کو زندگی و تازگی عطاء فرمائے۔ اس کے مذہب کو چار دانگ عالم میں پھیلائے اور اس کلمہ کو شہر بشہر عام کر دے۔ تو یہ بھی تعجب والی بات نہیں۔

استاذ عینی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اس متقی اور زاہد مرد اور ایسی پاکیزہ ماں سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے یہ دور بنی امیہ کا دور تھا۔ اور ان دنوں عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا۔ اس کے بعد ہی عینی مزید کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کا نام نعمان تھا۔ جو اسم جنس سے منقول ہے۔ اور کہا گیا کہ اس کا معنی خون یا روح ہے۔ تو دیکھئے کیا اچھا اتفاق ہوا۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ اپنے نام کی مناسبت سے فقہ کی روح اور قوام ہوئے۔ اور انہی سے فقہ نے نشوونما پائی۔ اور انہی سے اس کو نظم و نسق حاصل ہوا۔

الحکم کریم:

شیخہ مصنف استاذ عینی نے واقعہ کے ضمن میں جو تبصرہ اور نتیجہ ذکر کیا۔ وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ بلکہ حقیقت کی ترجمانی کر کے استاد مذکور نے عناد و تعصب کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ نجفی شیعہ بھی بغض و حسد کی عینک اتار چسکتا۔ اور حقائق کو دیکھنے اور قبول کرنے کی توفیق پاتا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والدین و اباؤ اجداد اور خود امام صاحب کی سیرت کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب آئیے ذرا



ایک اور گوشہ سیرت پر نظر ڈال لیں۔

امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام و بصیرت دراصل حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر ہے

الامام الصادق:

وَيَقُولُونَ إِنَّ زَوْطِي حَبَّةُ أَهْدَى لِإِمَامٍ عَلِيٍّ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَالْوَدَّ جَا يَوْمَ الثَّيْرُوزِ وَكَانَ  
ثَابِتًا صَغِيرًا فَدَعَى لَهُ إِمَامٌ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
بِالْبُرْكَهَ أَمَّا أُمُّهُ فَلَمْ يَتَعَرَّضِ الشَّارِيحُ  
لِذِكْرِهَا بِالتَّفْصِيلِ۔

(الامام الصادق جلد اول ص ۲۸۲)

(مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے داد جناب زوطی رحمۃ اللہ علیہ  
نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور ہدیہ نوروز کو فالودہ بھیجا۔ ان  
دونوں ابو حنیفہ کے والد جناب ثابت چھوٹے بچے تھے۔ حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی  
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا تذکرہ کتب تاریخ میں تفصیل سے نہیں ملتا



امام ابو عقیفہ رضی اللہ عنہ نے علوم ظاہری و  
باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے اخذ کیے۔

### الامام الصادق:

اسْتَمَرَ عَلَى حَلَقَةٍ تَدْرِيسٍ وَافَادَاتِ  
جَعْفَرٍ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ  
أَبُو حَنِيفَةَ وَاسْتَفَادَ مِنْهُ أَكْثَرُ الْمَعَارِفِ  
الظَّاهِرِيَّةِ وَالْبَاطِنِيَّةِ۔

الامام الصادق ص ۷۷ مطبوعہ بیروت

### ترجمہ:

زمانہ دراز تک امام ابو عقیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق  
رضی اللہ عنہ کے حلقہ تدریس میں بیٹھتے رہے۔ اور ان سے آپ  
ابتداءً معارف ظاہریہ اور باطنیہ سے مستفید ہوئے۔



امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان دو سالوں پر فخر کرتے  
تھے۔ جو آپ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
کی خدمت میں بسر کیے

### الامام الصادق:

قَوْلَا السَّنَتَانِ لَهْلَكَ نَعْمَانُ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
يَقُولُ الْأَلُوْسِيُّ هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ وَهُوَ مِنْ  
أَهْلِ السُّنَّةِ يَفْتَخِرُ وَيَقُولُ بِإِقْصَحِ لِسَانٍ  
قَوْلَا السَّنَتَانِ لَهْلَكَ نَعْمَانُ يَعْنِي السَّنَتَيْنِ  
الَّتَيْنِ جَلَسَ فِيهِمَا لَا خُذِ الْعِلْمَ عَنِ الْإِمَامِ جَعْفَرِ  
صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(الامام الصادق ص ۵۸ مطبوعہ بیروت)

### ترجمہ:

اگر دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو گیا تھا۔ اوسے کہتا ہے کہ یہ  
ابو حنیفہ نے کہا۔ جو اہل سنت میں سے ہیں۔ اور فخر یہ کہا کرتے تھے اور  
فیصلح طور پر کہا ہے کہ اگر دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا۔ ان



دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں۔ جو انہوں نے علم حاصل کرنے کے لیے  
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گزارے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق  
کو اُمت محمدیہ کا بہت بڑا عالم سمجھتے تھے

### الامام الصادق

وَكَانَ الْمَنْصُورُ يَأْمُلُ بِالْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ عِنْدَ  
مَا رَعَاهُ بِعِنَايَتِهِ وَنَصْرِهِ وَقَدَمَهُ عَلَى كَثِيرٍ  
مِنَ الْفُقَهَاءِ أَنْ يُوجِبَ مِنْهُ شَخْصِيَّةَ عِلْمِيَّةٍ  
تَقِفُ إِمَامًا إِنْ تَشَارَ مَذْهَبُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَكِنَّهُ قَدْ خَابَ أَمَلُهُ فَلِذَا الْإِمَامُ  
أَبُو حَنِيفَةَ يَصْرَحُ لِلْمَلَاءِ بِأَنَّهُ مَا رَأَى أَعْلَمَ  
مِنَ جَعْفَرِ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَنَّهُ  
أَعْلَمُ الْأُمَّةِ۔

(الامام الصادق ص ۲۲۳ تا ۲۲۴)

(مطبوعہ مطبوعہ)

ترجمہ:

غلیف منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت سی رعایت



کی۔ ان کی مدد کی۔ اور بہت سے فقہا پر ان کو اولیت و تقدیم دی۔ یہ سب کچھ اُس نے اس لیے کیا۔ کہ خلیفہ یا امید لگائے بیٹھا تھا۔ کہ ان سے کوئی ایسی علمی شخصیت پیدا ہو۔ جو امام جعفر بن محمد کے مذہب کے پھیلنے میں روکاؤٹ بن کر کھڑی ہو سکے۔ لیکن خلیفہ کی یہ امید پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں علی الاعلان بارہا کہا تھا۔ کہ حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ امت کے سب سے بڑے عالم یہی ہیں۔

## لمحہ مکریہ:

روایت مذکورہ اس امر کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ وقت کا خلیفہ منصور جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مذہب کو پھولتا پھلتا دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اُس نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دنیوی لالچ اور خلیفہ کے رعب و دباب کی پرواہ کیے بغیر عوام میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت کا کلمہ کھلا پرچار کیا۔ اور بیانگِ دہل یہ کہا۔ کہ لوگو! امت میں اس وقت امام جعفر رضی اللہ عنہ جیسا عالم کوئی بھی نہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابو حنیفہ بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان کے علم کو بے مثل سمجھتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان کے شیخ اور استاذ تھے۔ کاش جتنی عقیدت و محبت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو تھی اس سے ادھی بھی نجفی شیعہ کے دل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہوتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## وضاحت:

جیسا کہ ہم اہل تشیع کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھنے سے مائل ہوئے۔ اور خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

اس مجلس پر فخر بھی فرمایا کرتے تھے۔ تو اس بات کی وجہ سے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب شاگرد اور مرید ہوئے۔ تو اہل سنت کو امام ابوحنیفہ کی بجائے ان کے پیروں اور شاگردوں کی تقلید کرنا چاہیے تھی کیا امام ابوحنیفہ کی تقلید کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ چونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ اور سنیوں کو اہل بیت سے محبت نہیں۔ اس لیے انہیں چھوڑ کر ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب ہم اسی بحث کے آخر میں انشاء اللہ دیں گے۔ سر دست اس کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے۔

رجال کثی وغیرہ معتبر کتب شیعہ میں یہ بات اصرار سے ساتھ موجود ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

”ہم اہل بیت کے ائمہ سے مروی روایات و احادیث کو بیان کرنے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو من گھڑت احادیث بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم سے مروی کسی روایت پر اعتبار نہ رہا لہذا میں (امام جعفر صادق) کہتا ہوں۔ کہ ہم سے مروی روایت و حدیث جب تک قرآن کریم کے مضامین کے مطابق نہ ہو۔ اس پر عمل کرنا منع ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ایک مسلم امر ہے۔



لیکن مسئلہ تقلید میں آپ کی روایات وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب بقول امام موصوف ان روایات پر اعتبار ہی نہیں۔ تو تقلید کس طرح کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عظمت و احترام کو مانتے ہوئے ان کی طرف سے غیر معتبر اور مسخ شدہ روایات کی تقلید نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصواب



امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امام جعفر رضی اللہ عنہ  
سے گفتگو کرتے تو یا ابن رسول اللہ سے  
خطاب کرتے

### الامام الصادق:

رَوَايَاتُهُ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَمِثْلُهُ لَا مِثْلَ الْبَيْتِ وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِمَّنْ يَخْتَلِفُ عَنِ الْإِمَامِ  
الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَسْأَلُهُ عَنْ كَثِيرٍ  
مِنَ الْمَسَائِلِ مَعَ آدَبٍ وَاحْتِرَامٍ وَلَا يَخَاطِبُهُ  
إِلَّا بِقَوْلِهِ جَعَلْتُ فِي ذَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ  
وَقَدْ رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَدَّثَ عَنْهُ وَالصَّلَاحُ فِي  
السَّيْنَةِ مَدَّةٌ مِنَ الزَّمَنِ ..... وَعَلَى  
أَيِّ حَالٍ فَإِنَّ لِابْنِ حَنِيفَةَ صَلَاحًا مَعَ  
أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ يَنْتَصِرُ لَهُمُ



رَیُّوْا زُرَّهٖ فِی جَمِیْعٍ مَّرَاقِیْہِمْ۔

الامام الصادق ص ۳۱۷ مطبوعہ

بیروت)

ترجمہ:

امام ابو حنیفہ کی اکثر روایات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ اور ان کو اہل بیتؑ بہت محبت تھی۔ ابو حنیفہ وہ ہیں جن کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں بکثرت آنا جانا تھا۔ ان سے بہت سے مسائل پر چھا کرتے تھے۔ اور نہایت ادب و احترام سے گفتگو کرتے جب بھی مخاطب کرتے تو ان الفاظ سے مخاطب کرتے۔ ”یہی آپ پر قربان اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی۔ اور ان کے ساتھ مدینہ میں ایک مدت تک قیام بھی کیا۔

بہر حال امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ گہرا تعلق اور لگاؤ تھا۔ ان کی کڑے وقت میں ہر ممکن مدد کیا کرتے تھے۔ اور ان کے بوجھلکے کیا کرتے تھے۔ گریا ہر مقام میں ان کی خدمت کے لیے ہمہ تن حاضر تھے۔

قابل غور:

”الامام الامام صادق“ کے مصنف اسد حیدر نے دو ٹوک بات کہہ دی کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے بے پناہ محبت تھی۔ اور اس تعلق کی وجہ سے ان کی ہر طرح خدمت کی۔ ایک شخص جب حضرات اہل بیت کے ساتھ اس قدر مخلص اور ان کا اتنا محب اور اڑے وقت میں کام آنے والا



ہو۔ تو ایسے شخص کے متعلق حضرات اہل بیت کا کیا رویہ ہوگا؟ جو شخص اہل بیت کی سیرت و اسوہ سے آشنا ہے۔ وہ یہی کہے گا کہ ”ہل جزاء الاحسان الا الاحسان“ کے مصداق اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہاں امام ابوحنیفہ کی بھی خاص قدر و منزلت ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام ابوحنیفہؒ ان کی خدمت کریں۔ اور وہ ان کی مذمت کریں۔ نجفی شیعہ کو کم از کم اپنے ہم مسلک لوگوں کی بات تسلیم کر لینی چاہیے تھی۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مخالف کہہ رہا ہے۔ اور وہ امام موصوف کو ان کا فادم اور غلام ثابت کر رہے ہیں

## امام ابوحنیفہ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ

### کے اقوال کا مقام

#### الامام الصادق:

كَيْفَ رَأَيْتُمُ الْمَذَاهِبِ أَنْفُسُهُمْ قَدْ أَخَذُوا  
عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَجَعَلُوا ذَاكَ فَخْرًا لَهُمْ وَ  
سَبَبًا لِنَجَاحِهِمْ فَلِذَا الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَأْخُذُ بِأَقْوَالِ عَلِيٍّ .....  
عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى جَعَلُوا ذَاكَ مِنْ مَرْتَبَاتِ  
مَذْهَبِهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنْ الْمَذَاهِبِ  
لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا  
مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ذَكَرَ ذَلِكَ



الْمُقَدَّ سَيِّ فِي أَحْسَنِ التَّقَاسِيمِ وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ  
يَفْتَخِرُ بِالْأَخْذِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَقُولُ  
كَوْلَا السَّنَتَانِ لِلْمَلِكِ النُّعْمَانِ

والامام الصادق ص ۲۳۲ مطبوعہ

بایروت

ترجمہ:

مذاہب کے اماموں نے بذاتِ خود حضرات اہل بیت سے علم حاصل کیا۔ اور اس کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھا۔ اور سببِ نجات گردانا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال پر عمل کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اقوال کو اپنے مذہب کے لیے باعثِ ترجیح قرار دیتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان کے سامنے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ المقدسی نے یہ بات احسن التقاسیم میں ذکر کی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور کہا کرتے تھے۔ وہ اگر دو سال نہ ہوتے تو نہمان ہلاک ہو جاتا (یعنی وہ دو سال جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شرفِ تلمیذ میں بسر کئے اگر نہ ہوتے تو فقہی مسائل میں ٹھوکر کھا جانے کا اندیشہ تھا)



امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہانیت

مکالمہ مابین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زنادقہ

نسخ التواریخ،

در زینت المجالس مسطور است کہ روزی ابو حنیفہ در مسجد شہداء بود  
جماعتی از زنادقہ بیرون آمدند و آہنگ تباہی اورا داشتند گفت از من یک  
مسئلہ بشنوید بعد از آن اختیار شمارا است گفتند بگوی گفت کشتی پُر از بار بدیدم  
بدوں ای کجہ کشتی بان محافظت ال را نماید بروئی دریا میرفت تا بمقصد،  
پیوست آنجماعت گفتند محال است کشتی بان بر یک لُصق تواند بود  
ابو حنیفہ گفت سبحان اللہ چوں روانہ شد کہ سفینہ بے مدبر نگہبان بنظام  
حرکت نماید چگونه روادیدارید کہ سائر افلاک و کواکب و نظام عالم بالا و پستی  
بی وجود ہستی مدبر و انا و مقتدر توانا صورت پذیرد چوں ملاحظہ این سخن بشنید  
بیشتر از ایشان مسلمانان گرفتند۔

(نسخ التواریخ زندگانی امام جعفر صادق جلد چہارم)

ص ۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)



## ترجمہ:

زینت المجالس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ایک دن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بے دینوں کی ایک جماعت اس ارادے سے باہر نکلی۔ کہ آپ کا کام تمام کر دے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے ایک مسئلہ سن لو۔ بعد میں جو تمہارے دل میں اُٹے کر لینا۔ انہوں نے کہا۔ بتلائیے کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے ایک کشتی سامان سے لدی ہوئی دیکھی۔ جو دریا میں بغیر محافظ اور کشتی چلانے والے کے چل رہی تھی۔ اور بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گئی۔ یہ سن کر وہ جماعت بولی۔ کشتی کا بغیر محافظ اور کشتی بان کے ایک ہی طریقہ اور کیفیت پر رہنا محال ہے۔ امام ابو حنیفہ بولے۔ سبحان اللہ! جب کشتی کا بغیر محافظ کے درست چلنا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ تمام آسمان، سیارے اور کائنات کا نظام کسی مدبر اور قادر و قیوم کے بغیر چل رہا ہو۔ جب اُن بے دینوں نے آپ کی بات سنی۔ تو اُن میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا۔

## لمحذکرہ:

قارئین کرام! ان روایات میں آپ نے جو کچھ ملاحظہ کیا۔ اس سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیت آپ پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے انہیں وہ ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ کہ عقلی دلائل سے آپ نے بہت سے بے دینوں کو مشرف باسلام کیا۔ ایسی صلاحیت اور استعداد والا شخص خود بے دین اور گمراہ (معاذ اللہ) کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بخفی شعی کو بھی



حق سمجھنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرمائے۔

## حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کی اولاد کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقیدہ

الامام الصادق؛

وَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَرَى أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ  
عَلَى الْحَقِّ فِي قِتَالِهِ لِأَهْلِ الْجَمَلِ وَغَيْرِهِ  
وَ يَتَضَخُّ ذَلِكَ مِنْ أَقْوَالِهِ فِي عِدَّةِ مَوَاطِنَ  
مِنْهَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ يَوْمِ الْجَمَلِ فَقَالَ سَارَ  
عَلِيٌّ فِيهِ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ أَعْلَمُ الْمُسْلِمِينَ فِي  
قِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ۔

وَقَوْلُهُ: مَا قَاتَلَ أَحَدٌ عَلِيًّا إِلَّا وَعَلَى أَوْلى  
بِالْحَقِّ مِنْهُ.....

وَقَوْلُهُ: إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا إِنَّمَا قَاتَلَ  
طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ أَنْ بَايَعَاهُ وَخَالَفَا۔  
وَقَالَ يَوْمَ مَا لِأَصْحَابِهِمُ اتَّذَرُونَا لِمُيْبِغِضُنَا  
أَهْلُ الشَّامِ قَاتُوا لَا قَالَ إِلَّا نَا نَوْشِيهِدُ نَاعِسُكَ  
عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَمَعَا وَبِهِ لَكُمَا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ



أَتَدْرُونَ لِمَ يَبْغَضُنَا أَهْلُ الْحَدِيثِ؟ قَالُوا لَا  
 قَالَ لَا نَأْيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَنَقَرُ بِفَضْلِ يُلِيهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ  
 أَنَّهُ قَالَ أَتَدْرُونَ لِمَ يَبْغَضُنَا أَهْلُ الْحَدِيثِ؟  
 قَالُوا لَا - قَالَ لَا نَأْيُحِبُّ خِلَافَةَ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 وَهُمْ لَا يُشِيرُونَ.

(الامام الصادق ص ۳۱۸ تا ۳۱۹)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

### ترجمہ:

حضرت امام ابو صنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ اہل جمل کے ساتھ لڑائی کرنے میں حق بجانب تھے۔ آپ  
 کی یہ رائے بہت سے اقوال سے ثابت ہوتی ہے۔ ان میں  
 سے ایک یہ کہ آپ سے جنگ جمل کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو  
 جواب دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں عدل  
 پر چلے۔ اور آپ باغیوں سے لڑائی کرنے کے مسئلہ کو تمام مسلمانوں  
 سے زیادہ جانتے تھے۔ دوسرا یہ کہ ابو صنیفہ کا قول ہے۔ کہ حضرت علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کے زیادہ مستحق تھے۔ تیسرا یہ کہ انہوں نے فرمایا  
 ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما  
 سے لڑائی اس لیے کی۔ کہ انہوں نے بیعت کر لینے کے بعد خلافت  
 کیا تھا“ امام اعظم ابو صنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے



فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ شامی لوگ ہمیں برا کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ ان کے بغض کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم اگر حضرت علی اور معاویہ کے مابین ہونے والی جنگ میں شریک ہوتے۔ تو ہم یقیناً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفدار ہوتے۔ پھر ایک اور سوال پوچھا۔ کہ کیا جانتے ہو کہ اہل حدیث ہم سے ناراض کیوں ہیں؟ اصحاب نے پھر عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا اس لیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کی تعظیم و احترام کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اصحاب سے دریافت فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے دہا اہل الحدیث کیوں بغض رکھتے ہیں۔ اصحاب نے عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں۔

## لمحہ فکریہ:

”والامام الصادق“ کی مذکورہ عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اصحاب سے بغض و عناد رکھنے والے دو گروہ پیش پیش تھے۔ ایک شامی اور دوسرا اہل حدیث (جو خارجی تھے) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کے بغض و عناد کی وجہ بیان فرمادی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھنا اور اہل بیت سے محبت کرنا یہ دو سبب تھے۔



جہاں تک جنگ جمل وغیرہ کا معاملہ ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کا نظریہ بھی وہی ہے۔ جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس کے مخالف لوگ ”دخارجی“ ہیں نجفی شیعہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے کن لوگوں کی طرفداری کی۔ اور کن کا کردار اپنایا۔؟ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب (حنفی حضرات) کی مخالفت کرنے والے شامی اور خارجی تھے۔ تو معلوم ہوا کہ نجفی کا تخم بھی کہیں ان کی طرف سے آیا ہے۔ اسی لیے اُن کا سا پھل دے رہا ہے۔ اور اسی سے اس بات کا بھانڈا بھی پھوٹ گیا۔ کہ ”محب اہل بیت“ کون ہے؟ یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے دراصل اہل بیت کے مخالف اور حضرت علی المرتضیٰ کو باطل پر سمجھنے والے تھے۔ انہی مخالفین اہل بیت اور حضرت علی المرتضیٰ کے دشمنوں کے سیرت نجفی نے اپنائی۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس شامی اور خارجی نے ”محب اہل بیت“ کا روپ دھار رکھا ہے۔ ادھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے محبت کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ آپ اس قدر ان کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کی عزت آپ کے دل میں اس قدر جاگزیں تھی۔ کہ مرتے دم تک یہ جُذرانہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔

## الامام الصادق:

وَعَلَىٰ أَيْ حَالٍ شَانَ لَا بِي حَنِيفَةً صَلَٰةٌ مَّعَ  
 أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ يَنْتَصِرُ  
 لَهُمْ وَيُؤَارِيهِمْ فِي جَمِيعِ مَوَاقِفِهِمْ  
 لَقَدْ نَاصَرَ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ وَ سَاهَمَ فِي الدَّعْوَةِ  
 إِلَى الْخُرُوجِ مَعَهُ وَكَانَ يَقُولُ ضَاہَا



خُرُوجٌ زَيْدٍ خُرُوجٌ دَسُوْلٍ اللّٰهُ يَوْمَ بَدْرٍ  
فَقِيْلَ لَهُ لِمَ تَخْلَفْتَعَنْهُ؟ قَالَ حَسِبْتَنِي  
وَدَائِعُ النَّاسِ عَرَضَتْهَا عَلَيَّ ابْنُ اَبِي لَيْلَى فَلَمْ  
يَقْبَلْ۔

(الامام الصادق ص، ۳۱ جلد اول)

ترجمہ:

بہر حال امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور  
خبر گیری ایک واضح امر تھا۔ تمام مواقع پر ان کی مدد کرنا اور ان کا بوجھ بٹانا  
آپ کا شیوہ تھا۔

زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے خروج میں امام ابو حنیفہ نے ان کا ساتھ دیا  
اور اس خروج کے متعلق آپ کہا کرتے تھے۔ کہ زید بن علی کا خروج  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر سے ملتا جلتا ہے۔ کسی نے  
آپ سے پوچھا۔ اگر آپ کے نزدیک خروج زید کی حقیقت یہی ہے  
تو آپ نے عملی طور پر ان کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں  
کی میرے پاس امانتیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے علی بن ابی لیلیٰ سے  
کہا۔ کہ میری طرف سے یہ امانتیں تم آٹھپے پاس رکھو۔ (کیونکہ میں زید  
بن علی کے ساتھ خروج میں شریک ہونا چاہتا ہوں) لیکن میری پیشکش  
اُس نے قبول نہ کی۔ (لہذا مجھے ان امانتوں کی وجہ سے پیچھے رہنا پڑ گیا)



## اسباب قتل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ

الامام الصادق،

وَآخَرُونَ يَرَوْنَ أَنَّ الْمَنْصُورَ إِنَّمَا اسْتَقْدَمَهُ  
مِنَ الْكُوفَةِ لِأَنَّهُ لَقِيَ بِالشَّيْعِ لِإِبْرَاهِيمَ  
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ فَإِنَّهُ أَعْلَنَ الْإِضْمَامَ  
لِجَانِبِ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ وَابْرَاهِيمَ وَافْتَى  
بِوُجُوبِ الْخُرُوجِ مَعَ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُنَا  
أَبُو الْفَرَجِ الْأَصْفَهَانِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِدْرِيسَ  
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى دَرَجَتِهِ  
وَرَجُلَانِ يَسْتَفْتِيَانِهِ فِي الْخُرُوجِ مَعَ  
إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَقُولُ اخْرُجَا وَإِنَّهُ كَتَبَ  
إِلَى إِبْرَاهِيمَ يُشِيرُ عَلَيْهِ أَنْ يَقْصِدَ الْكُوفَةَ  
وَيَدْخُلَهَا سِرًّا فَإِنْ مَنَّ فِيهَا مِنْ شِيعَتِكُمْ  
يُبَيِّتُونَ أَبَا جَعْفَرٍ فَيَقْتُلُونَهُ أَوْ يَأْخُذُونَ  
بِرَقَبَتِهِ فَيَأْتُونَكُمْ بِهِ وَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا  
الْخَرَّ فَنَظَرَ أَبُو جَعْفَرٍ بِيَتَابِهِ فَسَأَلَهُ  
وَبَعَثَ إِلَيْهِ فَاشْخَصَهُ وَسَقَاهُ



## شَرْبَةُ فَمَاتَ مِثْلًا۔

- (۱۔ الامام الصادق ص ۳۱۹ تذکرہ اسباب  
قتل ابی عنیفہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)  
(۲۔ مقاتل الطالبین ص ۳۶۵ تا ۳۶۷  
تذکرہ تسمیہ من خرج مع ابراہیم الخ - مطبوعہ  
بیروت طبع جدید)

## ترجمہ:

حضرت امام ابو عنیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بارے میں ایک روایت  
یہ ہے کہ غلیفہ کے کہنے پر انہوں نے عہدہ قضاء قبول نہ کیا تھا۔ جس  
کی بنا پر اس نے آپ کو مروادیا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے  
یوں روایت کی ہے کہ امام ابو عنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ جناب محمد  
اور ابراہیم کے ساتھ محبت رکھنے میں متہمس تھے۔ اس لیے منصور نے کوفہ  
سے آپ کو بلوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ امام اعظم نے ان دونوں  
کی دعوت کے ساتھ مل جانے کا اعلان بھی کر رکھا تھا۔ اور یہ فتویٰ  
بھی دیا تھا کہ ابراہیم کے ساتھ خروج میں شریک ہونا واجب ہے  
ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کو...  
یہ کہتے سنا کہ ایک دفعہ امام ابو عنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی سیڑھیوں  
پر کھڑے تھے۔ آپ سے دو آدمیوں نے سوال کیا کہ ابراہیم کے  
ساتھ خروج میں شریک ہونا کیسا ہے؟ امام ابو عنیفہ نے انہیں کہا  
کہ تم خروج کرو آپ نے امام ابراہیم کی طرف ایک خط لکھا۔ جس  
میں تحریر تھا کہ تم کوفہ میں خفیہ طور پر آ جاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارے ،



پاہنے والے کافی تعداد میں ہیں۔ ابو جعفر دوانقی کے ہاں رات بسر کریں  
اور اسے قتل کر دیں۔ یا اسے پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئیں۔  
پھر ایک اور خط تحریر کیا۔ لیکن اس خط کی ابو جعفر دوانقی کو اطلاع ہو گئی  
خط پھڑا گیا۔ اس کے بعد امام اعظم کو گرفتار کیا گیا اور کوفہ سے بغداد  
منگوایا۔ یہاں پہنچنے پر انہیں مکالیف دیں۔ اور زہریلا شربت آپ  
کو پلا کر شہید کروا دیا گیا۔

### الامام الصادق:

وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ  
جَمَلَةِ الْفُقَهَاءِ الْمُتَصَرِّفِينَ لِمَحَمَّدٍ  
وَإِبْرَاهِيمَ كَمَا لَكَ بِنِ الْأَسْرِ وَالْأَعْمَاشِ  
وَمُسَجِرِ بْنِ كُذَامٍ وَعِبَادَةَ بْنِ الْعَوَّامِ  
وَحُمُرَانَ ابْنَ دَاوُدَ التَّقَطَّانَ وَشُعْبَةَ بْنَ  
الْحَجَّاجِ وَغَيْرِهِمْ وَكَانَ بَعْضُهُمْ حَضَرَ  
حَرَبَةَ وَكَانُوا يُعَدُّونَ شَهَدَاءَ  
وَقَعَتِهِ كَشَهَادَةِ بَدْرِ وَيُسَمُّونَهَا بَدْرَ  
الصُّغُرَى وَقَدْ رَأَيْنَا الْمَنْصُورَ يَغْضُ عَنْ  
مَوْأَخَذَةٍ أَوْلِيكَ الْفُقَهَاءِ لِأَنَّهُ بِحَاجَةِ  
مَاسَةٍ لِبَقَائِهِمْ وَالْمَعَاوَنَةِ مَعَهُمْ وَبِذَلِكَ  
يَتَصَدَّدُ إِيجَادَ مَجْمُوعَةٍ مِنْهُمْ لِتَخْفِيفِ  
خَطَرِ انْتِشَارِ ذِكْرِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَقْطَارِ



فَقَدْ كَانَ هُوَ الشَّيْخُ الْمُعْتَرِضُ فِي  
 خَلْقِهِ وَمِنَ الْحَقِّ وَالْإِنْصَافِ أَنْ نَقُولَ  
 إِنَّ مَوْقِفَ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 لَيْسَ كَمَرْقِفِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَإِنَّ مَالِكَ  
 لَمَّا عُوِّقَ لِأَجْلِ فَتْوَاهُ بِالْخُرُوجِ مَعَ مُحَمَّدٍ  
 أَخْلَصَ بَعْدَ ذَلِكَ لِلْمَنْصُورِ وَتَغَيَّرَ مَوْقِفُهُ  
 حَتَّى كَانَ يَظْهَرُ أَنَّ لَأَفْضَلَ لِعَلِيِّ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الصَّعَابَةِ بَلْ هُوَ كَسَائِرِ  
 النَّاسِ أَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ فَكَمْ يَتَغَيَّرُ مَرْقِفُهُ  
 (۱- الامام الصادق ص ۳۲ مطبوعہ

بیروت جدید)

(۲- مقاتل الطالبین ص ۳۶۴ مطبوعہ

بیروت جدید)

ترجمہ:

امام محمد اور ابراہیم کے معادین فقہاء کرام میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ  
 بھی تھے۔ آپ کے علاوہ جناب مالک بن انس، عیسیٰ، مسعر بن کدام  
 عبادۃ بن عوام، عمران بن داؤد قطان، شعبہ بن الحجاج اور دوسرے  
 حضرات بھی تھے۔ ان میں سے بعض

نے تو ان کی لڑائی میں شرکت بھی کی۔ اور اس میں مرے والوں کو  
 شہید کہتے تھے۔ اور اس لڑائی کو بدر سے مناسبت کی وجہ سے "بدر الصغریٰ"  
 کہتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ خلیفہ منصور ان فقہاء کرام سے مواخذہ



کرنے میں چشم پوشی کرتا تھا۔ کیونکہ اُسے ان فقہاء کرام سے کچھ کام لینا تھا۔ اور ان کی مدد کی اُسے ضرورت تھی۔ لہذا وہ ان کی خاطر تواضع بھی کیا کرتا تھا۔ تاکہ اس طرح جناب جعفر بن محمد کا ذکر پھیلنے سے رک جائے۔ جناب جعفر کا ذکر دراصل منصور کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی بن چکا تھا۔ حق و انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت مالک بن انس کے موقف سے کہیں مضبوط تھا کیونکہ امام مالک بن انس نے جب امام محمد کے حق میں خروج کرنے کے متعلق ایک فتویٰ دیا۔ کہ یہ جائز ہے۔ تو اس فتویٰ پر انہیں خلیفہ کی طرف سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر انہوں نے منصور کے حق میں اپنا، خلوص ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اپنا موقف تبدیل کر لیا تھا۔ یہاں تک وہ ظاہراً کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ وہ بھی عام لوگوں کی طرح ہی ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تادم آخریں اپنا موقف تبدیل نہ کیا۔

### ناسخ التواریخ:

بالجملہ ابراہیم در شب دوشنبہ غزہ شہر رمضان در سال یک صد و چہل و پنج ہجری در بصرہ دعوت خویش را آشکار ساخت تا مسلمانان با او بیعت کردند مانند بشیر الرجال و اعلمش بن مہران و عباد ابن منصور قاضی صاحب مسجد عباد در بصرہ و مفضل ابن محمد و سعید الحافظ و اشال ایشال و ابوحنیفہ را در حق محمد و ابراہیم عقیدتی استوار بود۔ گویند عباد



قتل ابراہیم زنی بنزد ابوحنیفہ آمد و گفت تو فتویٰ کردی کہ پسر من با ابراہیم،  
خروج کند برفت و مقتول گشت در مینی تو اورا بقتل گاہ فرستادی  
فَقَالَ لَهَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ ابْنِكَ - گفت کاش من  
بجائے پسر تو بودم و در رکاب ابراہیم شہید می شدم۔

رنا سخ التواریخ جلد دوم در حالات امام حسن  
ذکر ابراہیم بن عبد اللہ - ص ۲۹۹ مطبوعہ تہران  
طبع جدید

ترجمہ:

مختصر یہ کہ جناب ابراہیم نے ۱۲۵ھ رمضان المبارک کی ابتدائی  
تاریخوں میں بروز پیر اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ بہت سے مسلمانوں نے  
اُن کی بیعت کر لی۔ جن میں بشیر الرجال، اعش بن مہران، عباد بن  
منصور، بصرہ کی مسجد کے قاضی، مفضل ابن محمد، سعید الحافظ اور ان  
علیے بہت سے مسلمانوں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت  
امام محمد کے بارے میں بہت مضبوط تھی۔ بیان کرتے تھے کہ امام  
ابراہیم کے قتل ہو جانے کے بعد ایک عورت امام ابوحنیفہ کے  
پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ تم نے فتویٰ دیا۔ اور میرا بیٹا امام ابراہیم  
کا طرفدار بن کر مخالفوں سے لڑتے ہوئے مر گیا۔ درحقیقت تم  
نے اسے ابوحنیفہ اُسے مارا ہے۔ یہ سن کر امام موصوف نے فرمایا۔  
کاش کہ تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا۔ اور ابراہیم کی رکاب تھامے  
ہوئے شہید ہوتا۔



## کتاب شیعہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور شیر کا مختصر خاکہ

۱۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شاگردی نصیب ہے اور دَوَّ لَا السَّيِّئَاتِ لَهْلَكَ النُّعْمَانُ (اگر وہ دو سال میری زندگی میں شامل نہ ہوتے۔ جن میں مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ کر علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کا موقع ملا۔ تو میں ہلاک ہو جاتا۔) کا جملہ بدیعہ اس پر شاہد ہے۔

۲۔ آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔  
۳۔ آپ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے بھی تھے۔ اس کے ثبوت کے لیے حوالہ یہ ہے۔

### مناقب آل ابی طالب:

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَعْدَنِي فِي «رَأْيِ أَفْزَانِي»  
إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ مِنْ تَلَامِيذِهِ وَإِنَّ أُمَّهُ كَانَتْ  
فِي سَبَإِ لِهَ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

(مناقب آل ابی طالب تصنیف ابن شہر

آشوب جلد ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ قم جدید)



## ترجمہ:

رامش افزائے نامی کتاب میں ابو عبد اللہ محدث نے لکھا ہے کہ  
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگردوں  
میں سے تھے۔ اور ان (ابو حنیفہ) کی والدہ امام موصوف کے عقد  
میں تھیں۔

- ۴۔ آپ اہل بیت رسول کے بہت زیادہ معاون تھے۔ ان کی محبت سے  
سرشار تھے۔ حتیٰ کہ جناب محمد و ابراہیم بن عبد اللہ المحض زید بن علی رحمۃ اللہ علیہم  
کی محبت اور طہناری کی وجہ سے خلیفہ وقت منصور نے انہیں قتل کروا دیا۔  
۵۔ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال کو اپنے مذہب میں ترجیح  
دیا کرتے تھے۔

۶۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فد اک یا ابن رسول اللہ کے الفاظ سے  
مخاطب کرتے تھے۔

۷۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ائمتہ محمدیہ کا اپنے دور میں سب سے بڑا عالم  
سمجھتے تھے۔

۸۔ ابو حنیفہ کا فقہ میں جو بھی مقام و مرتبہ ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
کا فیضان ہے۔

۹۔ آپ انتہائی ذہین، فقیہ اور عابد و زاہد تھے۔

۱۰۔ آپ کے والدین بھی نہایت پارسا اور بندگانِ خدا تھے۔

۱۱۔ محبت اہل بیت کی وجہ سے خارجی انہیں بغض و حسد سے دیکھتے تھے۔  
اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حق بجانب کہنے کی وجہ سے شامیوں  
نے آپ کی مخالفت کی۔



یہ مختصر سا خاکہ تھا۔ جو ہم نے کتب شیعہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں ذکر کیا۔ اور ایسا اس لیے کیا۔ تاکہ نجفی شیعہ کو معلوم ہو سکے۔ کہ امام ابوحنیفہ کی شخصیت وہ ہے۔ جسے اس کے بڑے بھی بڑے ادب و احترام سے دیکھتے تھے۔ اگر ایک یہ نافرمان نکل آیا۔ تو اس سے ابوحنیفہ کے سورج کی روشنی کب ماند پڑ سکتی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ان کے ہاں کتنا تھا۔ آپ وہ بھی ملاحظہ کر چکے۔ اس قدر احترام کرنے والے اور سوتیلا بیٹا و مرید ہو کر پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسائل میں مناظرہ کرنے کھڑا ہو جائے کون اسے تسلیم کرے گا؟ یہ صرف اور صرف بناوٹی ووجہ الاسلام، کی حجت بازی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ بغض و عداوت کی آگ میں جلنے والا آخر کسی کی خوبی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مجاہدے اور مناظرے جو اہل شیعہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے جیتنے کے بارے میں گھڑے ہیں۔ بالکل بے اصل اور لغو ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نجفی شیعہ نے ”تاریخ بغداد“ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند حوارجات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ امام ابوحنیفہ اس قابل نہیں تھے۔ جتنا کہ حنفیوں نے انہیں بنادیا۔ حالانکہ ان روایات کو اگر روئے عقل و درایت اور باعتبار حالات رواۃ اگر دیکھا جاتا۔ تو اس مرتبہ کے ہرگز نہیں کہ ان سے کسی پر حجت قائم کی جاسکے۔ اور پھر خود صاحب تاریخ بغداد نے صرف ان کے ذکر کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ ان کے صحیح و ثابت ہونے کا استلزام نہیں کیا۔ اور علاوہ ازیں محشی نے ان روایات کا جواب بھی وہیں درج کر دیا۔ لیکن ان میں سے کچھ بھی نجفی شیعہ کو نظر نہ آیا۔ ان روایات کے جوابات کے بعد کتب شیعہ سے ہم نے امام ابوحنیفہ کے فضائل و مناقب



بیان کر دیئے۔ تاکہ کسی شیعہ کو امام صاحب کی ذات اور ان کی فقہیت پر اعتراض باقی نہ رہے۔ لہذا اگر کوئی بغض و حسد کا مارا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تحقیر کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ ”جولہا“ استعمال کرتا ہے۔ تو ایسے ”شام غریباں“ کی پیداوار سے ہم پرچھو سکتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایسے جولہا ہے کی والدہ سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایسے کوشاگرد اور مرید بنانے میں کیوں کوشش کی؟ حقیقت وہی ہے۔ جو شیعوں کا استاد ضعیفی بیان کر گیا کہ ”ابو حنیفہ کے والدین جیسے کسی کے والدین ہوں۔ تو ان کے ہاں اسی طرح کا بیٹا پیدا ہوگا۔ جو شکل و صورت میں انسان ہو گا۔ لیکن سیرت و کردار میں فرشتہ ہوگا۔“

(خاعتبر وایا اولی الابصار)

تنبیہ:

نجفی شعی نے اپنی تصنیف فقہ حنفیہ میں ص ۳۸ تک پندرہ عدد ایسے اعتراضات و الزامات ذکر کیے ہیں۔ جن کا تعلق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات سے تھا۔ ہم نے ان تمام کا ایک ایک کر کے دندان شکن جواب دے دیا۔ ”فقہ حنفیہ“ کے ص ۳۹ سے ص ۸۰ تک خواہ مخواہ ورق سیاہ کیے گئے ہیں۔ اُن میں کوئی قابل ذکر بات نہیں۔ ”سنی فقہ میں شانِ خدا تعالیٰ تاریخ بغداد کے حوالہ سے“ سنی فقہ میں نبوت کی شان، ”یہ دو موضوع ان صفحات پر تحریر ہیں۔ ان موضوعات کے ثبوت کے لیے تفسیر کبیر اور تاریخ بغداد سے حوالہ بات پیش کیے۔ علم سے تہی ”حجۃ الاسلام“ کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ دونوں کتابیں ”فقہ“ کی ہیں؟ بہر حال ان صفحات پر پھیلے ہوئی بکواسات اور یا وہ گویوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ اور اس سے ملتے جلتے اعتراضات و الزامات کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور



قرآن کریم کی تحریف کی بحث میں ہم دسے چکے ہیں۔ اگر تحقیق و تہقیق کی ضرورت ہو۔  
تو ان کتب و مضامین کی طرف رجوع کریں۔

”حقیقت فقہ حنفیہ“ کے ص ۲۹ تا ص ۸۰ تک فقہ حنفی کے متعلق جملہ اعتراضات  
کا جواب ہم الشاد اللہ دے رہے ہیں ان اعتراضات کو بالترتیب بقیید صفحہ درج  
کرتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک کا تسلی بخش جواب پیش ہے۔







# باب سوم

فقہ حنفی پر

حنفی کی طرف سے اٹھائے گئے

اعتراضات کے جوابات





## باب سوم:

فقہ حنفی پر نجفی کی طرف سے  
اٹھائے گئے اعتراضات اور ان  
کا بالترتیب جواب

”سنی فقہ میں نشان و تکرار پاک“

اعتراض نمبر ۱

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ ہے۔ کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے۔ اور وہ شفا حاصل کرنے کی نیت سے قرآن پاک کو کتو کتب بالبول او بالدم او علی جلد المیتہ لا بائس بہ۔ پیشاب کے ساتھ یا خون کے ساتھ لکھے یا مردار کی کھال پر لکھے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ (فتاویٰ قاضی محمد خان جلد ۵ ص ۷۸۰)

نوٹ:

فقہ نعمان نے قرآن پاک کا تو جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ مذکورہ تینوں چیزیں نجس ہیں۔ اگر ان نجس چیزوں سے قرآن پاک لکھنا جائز ہے۔ تو پھر اور کون سی نجاست ہے جس سے قرآن نہیں لکھا جاسکتا۔ نعمان صاحب نے معاملہ کچھ الٹ ہی کر دیا ہے۔



پیشاب سے بکھنے کے قابل تر بخاری شریف تھی لیکن بخاری کو چھوڑ کر فتویٰ قرآن کے بارے میں صادر فرما دیا ہے۔ کیا ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمانؓ کی تعلیمات یہی ہیں۔ اور کیا فقہ نعمان یہی ہیں کہ قرآن کی ہتک کی جائے۔ جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَسْتَدُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔ بغیر طہارت کے قرآن کو مس بھی نہ کرو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۳)

## جواب اول:

جیسا کہ ہر صاحب عقل شعور جانتا ہے کہ دفعہ حنفی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور فروعی مسائل کا نام ہے۔ کسی حنفی کی تحریر ”فقہ حنفی“ کا درجہ نہیں رکھتی۔ جب تک وہ ان اصول و قواعد کے مطابق نہ ہو۔ جو ”فقہ حنفی“ کے مدون ہیں۔ صاحب ہدایہ نے نکمیر کے موضوع پر مسائل کے ضمن میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکمیر کے بند کرنے کے لیے بطور علاج و دوا اگر کوئی شخص بول سے فاتحہ شریف لکھتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان کا یہ لکھ دینا دفعہ حنفی، نہیں بن جاتا۔ حنفی ان کے مقلد نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ حرام اشیاء کا استعمال بطور دوا اور بہ نیت شفاء بھی جائز نہیں ہے۔ اس فتویٰ کی تصریح درمختار میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔

وَلَا يَشْرَبُ بَرْلَهُ أَصْلًا لِلسَّهَادَةِ وَلَا لِغَيْرِهِ  
عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔

(در مختار جلد اول ص ۲۱۰)

ترجمہ:

یعنی حلال جانوروں کا بول نہ دوا کے طور پر اور نہ کسی دوسری غرض کے



پیش نظر پینا درست ہے۔

لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر مذکورہ اعتراض وارد نہ ہو نہیں سکتا۔

## جواب دوم:

نخعی شیعہ نے الزام کو سنوارنے کے لیے جس بات کو مرکزی طور پر پیش کیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں (بول۔ خون اور مردار کا چمڑا) نجس ہیں۔ اس لیے نجس اشیاء اللہ کے کلام کو لکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے الخ۔ دریافت طلب یا وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ ان تین اشیاء میں سے ”بول“ سے مراد کس کا بول ہے۔ در مختار میں اس جگہ جو اصل مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ وہ ایک مخصوص بول کے بارے میں ہے۔ کتاب مذکور کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَبَوْلُ مَا كُوِّلَ اللَّحْمَ نَجَسٌ نَجَاسَةٌ  
مُخَفَّفَةٌ وَطَلَرُهُ مَحْمَدٌ وَلَا يَشْرَبُ بَوْلُهُ  
أَصْلًا لَا لَشَدَّ وَائِي وَلَا لِغَيْرِهِ عِنْدَهُ آيٍ  
حَنِيفَةٍ۔

(ص ۲۱۰ جلد اول)

ترجمہ:

ان جانوروں کا بول کہ جن کا گوشت (حلال ہونے کی بنا پر) کھایا جاتا ہے۔ نجس ہے۔ لیکن اس میں نجاست خفیفہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پاک کہا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو نہ تو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کام کے لیے۔



صاحب در مختار نے اس بول کے بارے میں دو اقوال ذکر کیے (نجاست خفیفہ اور طہارت) امام اعظم اس کو ناپاک اور امام محمد اس کو پاک کہتے ہیں۔ بیجا کہ اسی عبارت میں صراحت ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو بطور دوا یا بطور شفا یا بی استعمال میں لانا درست نہیں۔ تو وہ اعتراض والزام امام اعظم پر کس طرح وارد ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک پیشاب سے سورہ فاتحہ لکھنا جائز ہے۔ لہذا نجفی کا یہ تحریر کرنا ”نعمان صاحب نے معاملہ الٹ کر دیا ہے“ فریب اور دھوکہ دینے کی حماقت ہے۔ نعمان صاحب کا فتویٰ ہم نے ذکر کر دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اعتراض میں ذکر کردہ فتویٰ کس نعمان کا ہے؟

اور اگر بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بول کو پاک سمجھا جائے۔ تو درنہیں چیزوں سے قرآن لکھنا، کس طرح ثابت ہوگا۔

یہ تو پاک چیز سے قرآن لکھنا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ ان جانوروں کا پیشاب پاک ہونا صرف امام محمد کا قول ہو۔ اور حنفی ہونے کے ناطے سے اس قول کی وجہ سے ”فقہ حنفی“ مورد الزام بن جائے۔ تو سنئے۔ نجفی صاحب! آپ کی فقہ بھی ان جانوروں کے بول کو پاک کہتی ہے۔ اور ان کے ساتھ دوا کرنا جائز بتلاتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تحفۃ العوام؛

جانوران ملال گوشت کا بول و براز پاک ہے۔ بشرطیکہ نجاست خارجی ان سے ملحق نہ ہو۔ (حصہ اول ص ۱۰)

المبسوط:

وَمَا أَكَلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ وَرَوْثِهِ



وَذَرْقِهِ إِلَّا ذَرْقًا لَدُجَاجٍ خَاصَّةً وَمَا يُكْرَهُ  
لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَرِّهِ وَرَوْشِهِ مِثْلَ  
الْبَغَالِ وَالْحَمِيرِ۔

دام بسرط فی فقہ الامامیہ  
ابو جعفر طوسی شیعہ جلد اول  
ص ۲۶ کتاب الطہارت مطبوعہ  
حیدر قمران

ترجمہ:

جس جانور کا گوشت اکھیا جاتا ہے۔ اس کا پیشاب، گوبر اور مینکیاں  
پاک ہیں۔ صرف مرغ کی بیٹ پاک نہیں ہے۔ اور وہ جانور جن کا گوشت  
کھانا مکروہ ہے۔ ان کے پیشاب اور گوبر میں کوئی گناہ نہیں۔  
جیسا کہ غجر اور گدھے۔

نہی صاحب! ہوش ٹھکانے لگا۔ صرف پیشاب ہی نہیں گوبر اور لید وغیرہ بھی  
پاک ہے۔ اب کسی پاک چیز سے قرآنی آیات تحریر کرنے میں آپ کو بھی ہچکچاہٹ  
نہیں ہونی چاہیئے۔ امام اعظم تو ان اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نجس ہونے  
کے باعث منع فرماتے ہیں۔ اور آپ کی فقہ نے ان کی پاکیزگی ثابت کر کے بطور دوا  
ان کا استعمال ہائز کر دیا۔ کیا خیال ہے۔ کبھی ان مرغین اور خوشبودار اشیاء کا ناشتہ  
کرنے کے لیے تشریف لائیں۔ اطلاع پہلے سے ہو جائے تو کافی مقدار آپ کی  
تواضع کے لیے منگوالیں۔ ”ذوالجناح“ کے ”اگے پیچھے“ تھیلے اسی لیے کس کر  
باندھے جاتے ہیں۔ کہ اس سے گرنے والی کستوری اور عنبر جمع رہے۔ اور روحانی و  
جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ایک ادھ قطرہ دیگ وغیرہ ہیں ڈال کر شفاء



حاصل کی جائے۔ جب یہ اتنی متبرک اشیاء ہیں۔ تو عین ممکن ہے کہ ”مصلح اربعہ“ وغیرہ اسی کی سیباہی سے تحریر شدہ ہوں۔

## جواب سوم:

بصورتِ تسلیم کہ فقہاء کرام نے خون سے سورۃ فاتحہ تحریر کرنے کی اجازت دی۔ لیکن یہ اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ شرائط اس حوالہ میں درج ہیں۔ اور اس کی دلیل بھی ساتھ ہی مذکور ہے۔

## رَدُّ الْمُحْتَارِ:

إِذَا سَأَلَ الدَّمُ مِنَ الْفَنِائِشَانِ وَلَا يَنْقَطِعُ  
حَتَّى يَخْشَى عَلَيْهِ الْمَوْتَ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ كَوْنُ  
كَتَبَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ أَوْ إِخْلَاصَ بِذَلِكَ  
الدَّمُ عَلَى جَبْهَتِهِ يَنْقَطِعُ فَلَا يُرَخَّصُ لَهُ  
فِيهِ وَقِيلَ يُرَخَّصُ كَمَا رَخَّصَ فِي شَرْبِ  
الْخَمْرِ لِلنَّطْشَانِ وَأَكْلِ الْمَيْتَةِ فِي  
الْمَحْمَصَةِ۔

رجلہ اول ص ۲۱۰ مطبوعہ مصر

طبع جدید

ترجمہ:

جب کسی آدمی کی نکمیر پھوٹے۔ اور رکتی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اُسے مر جانے کا خوف ہو۔ اور اُسے یہ ظن غالب ہو کہ اگر سورۃ فاتحہ یا اظہار



اُس خون سے اپنی پیشانی پر لکھے گا۔ تو تکمیر بند ہو جائے گی۔ تو اُسے ایسا کرنے کی رخصت نہیں دی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے کہ اُسے رخصت ہو فی چاہیے۔ جیسا کہ سخت پیاسے کو شراب پینے اور بھوک سے مرنے کو مردار کھانے کی ہے۔

عبارت مذکورہ میں مفتے بہ قول یہی مذکور ہے۔ کہ تکمیر بند کرنے کے لیے اُسی خون سے قرآنی آیات لکھنا جائز نہیں۔ لیکن ایک ضعیف قول اس کے جواز پر بھی ہے۔ اُس رخصت کو کیوں روار کھا گیا۔ صاحب ردالمحتار اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

لَا نَ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةً عِنْدَ الْإِسْتِشْفَاءِ  
وَحَلَّ الْخَمْرُ وَالْمَيْتَةُ لِلْعَطَشَانِ  
وَالْجَائِعِ۔

کیونکہ شفا یابی کے لیے (خون کی) حرمت ختم ہو گئی۔ اور پیاسے کے لیے شراب پی لینا اور بھوکے کے لیے مردار کھا لینا حلال ہو گیا۔

موردت مذکورہ میں خون تکمیر سے سورۃ الحمد یا افلاص کو لکھنے کی شرائط یہ ٹھہریں۔

۱۔ اس مرنے سے موت کا خطرہ پیدا ہو جائے۔

۲۔ کسی مسلمان حکیم یا ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہو۔ کہ اس علاج کے سوا کوئی دوسرا طریقہ شفا نہیں۔

جب ان دونوں شرائط کی وجہ سے شراب اور مردار کا استعمال جائز ہو گیا۔ بلکہ خود قرآن کہتا ہے۔ فَمَنْ اضْطُرَّ عَلَى بَإِخٍ وَلَا عَادِ



فَلَا تَشْرَعُ عَلَيْهِ۔ جو شخص حالتِ مجبوری میں بغاوت اور زیادتی سے ہٹ کر حرام  
اشیاء کو استعمال کر لیتا ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نظریہ کے مطابق  
اُن جانوروں کا بول نجس ہے۔ اور اسے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن  
نجاستِ خفیفہ تھی۔ ادھر شراب اور مردار از نجس ہیں۔ نجاست غلیظ رکھتے ہیں۔  
بامر مجبوری ان کو حلال کر دیا گیا۔ تو کیا بامر مجبوری دھون کی نجاست، طہارت میں  
تبدیل نہ ہو جائے گی؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شرائط مذکورہ کی وجہ سے خون، بول وغیرہ  
نجس اشیاء سے نجاست اٹھ جائے گی۔ اور پاک اشیاء کے حکم میں آجائیں گی۔  
اس لیے ان سے قرآنی آیات لکھنا اور نجس اشیاء سے لکھنے، کے ضمن میں ہرگز  
نہ آئے گا۔ جب نجفی شیعہ کی فقہ بول، گوبر اور لید کو پاک کہتی ہے۔ تو پھر فقہ حنفی پر  
اعتراض کس منہ سے کیا جا رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعتراف نمبر ۲

فقہ حنفی میں قرآن مجید کا یوسر لینا بدعت ہے

سنی فقہ میں کسی ملوانے کا ہاتھ چومنا یا کسی بادشاہ کا ہاتھ چومنا تو ٹھیک ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن تَقْبِيلُ الْمُصَلِّ بِدَعَةِ قُرْآنِ پاک کا چومنا بدعت ہے۔

(الدر المختار کتاب المحظور ص ۵۵ جلد چہارم)

## نوٹ:

کیا خرافات ہے فقہ نعمان۔ ملوانے کا ہاتھ دن میں کئی مرتبہ پیشاب و پاخانہ کے مقامات پر پھرتا رہتا ہے۔ اس کا چومنا تو کوئی گناہ نہیں۔ اللہ پاک کا قرآن چومنا بدعت ہے۔ حنفیوں کو چاہیے کہ ملوانوں کے ہاتھوں کی بجائے ان کے خستین بھی چومیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۴)

## جواب اول:

جب آدمی بے ایمانی پر آجائے۔ تو اسے کون روکے لیکن بے ایمانی جب دوسروں تک پہنچ رہی ہو۔ تو دوسروں کو گمراہی سے بچانے کے لیے خفائی سامنے لانے چاہئیں۔ نجفی شیعہ تو ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ کہ سنی فقہ کو کسی کسی طرح لوگوں میں بدنام کیا جائے۔ انہی کوششوں میں سے ایک کوشش اس اعتراف



میں بھی کی گئی ہے اہل سنت و جماعت کا یہ مسئلہ اتفاق و اجماعی ہے۔ کہ قرآن کریم کو چونا جائز ہے۔ صاحب در مختار نے مذکورہ بالا قول نقل کرتے وقت ”قیل“ سے شروع کیا ہے۔ اور اس لفظ سے کسی بات کو شروع کرنا ہر اہل علم جانتا ہے۔ کہ آگے ذکر ہونے والی بات کمزور اور مرجوح ہے۔ بے ایمانی کا یہ عالم کہ نجفی نے یہ لفظ سے اڑا دیا اور بات اس انداز میں ذکر کر دی۔ .... کہ پڑھنے والے واقعی وہ مفہوم مان لیں۔ جو وہ منوانا چاہتا ہے۔ صاحب در مختار نے اسی قول کے فوراً بعد حضرات صحابہ کرام کا اس بارے میں عمل نقل کیا۔ یعنی یہ کہ وہ قرآن کریم کو چوما کرتے تھے۔ اگر قول مذکور اتنا مضبوط ہوتا۔ تو اس کے خلاف عمل صحابہ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا کہ صاحب در مختار نے اس طریقہ کو اپنا کر اس قول کے ضعیف ہونے کی توثیق کر دی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

## الدرا المختار:

قُلْتُ وَ تَقَدَّمَ فِي الْحَجِّ تَقْيِيلُ عَتَبَةَ  
الْكُتَيْبَةِ وَ فِي الْقُنْيَةِ فِي بَابِ مَا يَتَعَلَّقُ  
بِالْمَقَابِرِ تَقْيِيلُ الْمُصْحَفِ قِيلَ بِدُعَاةِ  
لَكِنْ رَوَى عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ  
الْمُصْحَفَ كُلَّ غَدَاةٍ وَ يَقْبِلُهُ وَ يَقْرَأُ عَلَيْهِ  
رَبِّي وَ مَشْتُورٌ رَجِي عَزَّ وَ حَبَلٌ وَ كَانَ  
عَثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُقْبِلُ الْمُصْحَفَ وَيَسْعُهُ  
عَلَى وَجْهِهِ

(الدرا المختار جلد ۶ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر جدید)



## ترجمہ:

(صاحب در مختار بوسہ کی اقسام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-)  
 میں کہتا ہوں کہ مسائل حج میں گزر چکا ہے۔ کہ کعبہ پاک کی دہلیز کو بوسہ  
 دیا جاتا ہے۔ ”ثنیہ“ میں قبرستان کے متعلق مسائل کے باب  
 میں لکھا ہے۔ کہ قرآن کریم کو چومنا بدعت کہا گیا ہے۔ لیکن حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ آپ ہر صبح قرآن کریم کو ہاتھ  
 میں لے کر پہلے اُسے چومتے اور پھر کہتے کہ یہ میرے رب کا عہد اور مشور  
 ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی قرآن کریم کو چومتے تھے۔ اور  
 اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔

اب آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ کہ صاحب در مختار اس قول میں  
 پہلے تو مدقیل کے ساتھ کمزوری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور پھر صحابہ کرام کے عمل  
 سے اس کمزوری کو مزید واضح کر رہے ہیں۔ لیکن مدوہ بیتے کو تنکے کا ہمارا، کے مصداق  
 نجفی شیعہ کو یہ تمام باتیں یکسر نظر آئیں۔ اور اہل سنت پر الزام دھرنے بیٹھ گیا بغض و  
 حسد کا کرشمہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

## جواب دوم:

اگر نجفی اینڈ کمپنی کو اصرار ہو۔ کہ مدقیل سے ذکر کیا گیا قول مضبوط ہوتا ہے۔  
 (ہذا یہ قول بھی مضبوط ہے) تو اس پر کتب شیعہ سے صرف ایک قول پیش کرتے ہیں۔  
 پھر جو کچھ ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔

المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ صَلَٰةٌ ظَاهِرَةٌ فِي



حَالِ حَيَاتِهِ وَلَمْ يَسْتَشْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيرَ  
قَالَ إِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ  
وَالْمَوْتِ -

را المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹ مطبوعہ

تہران جدید

ترجمہ:

بعض شیعہ مجتہد کہتے ہیں۔ کہ ہر حیوان مکمل طور پر پاک ہوتا ہے۔  
جب تک وہ زندہ ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے ان مجتہدوں نے  
نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو..... اور کہا ہے۔ خنزیر اور کتا  
دو صورتوں میں ناپاک ہوتے ہیں۔ قتل ہونے یا مرنے سے۔  
زندہ کتے اور سور کو پاک کہنے والے کون ہیں؟ کبھی ان کی بھی مانی ہے؟ پوچھتے  
ہیں۔ ان ”حلال و پاک جانوروں“ کا گوشت کیسا ہے۔؟ ذرا بتلاؤ تو سی؟  
ان جوابات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ قرآن کریم کا چرمن اہل سنت کے  
نزدیک ہرگز بدعت نہیں ہے۔ جس طرح بزرگوں کے ہاتھ چرمنے جائز ہیں۔ اسی طرح  
قرآن کریم کو بوسہ دینا یقیناً درست اور جائز ہے۔ جواب تو یہ ہیں تک تھا۔ اعتراض کے  
آخر میں نجفی نے جو ”تبصرہ“ لکھا۔ اس میں حنفیوں کو ملوانوں کے خستین چرمنے کا مشورہ  
دیا۔ جہاں تک اس مشورہ کے جواب کا معاملہ ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس فعل کے  
جواز کا کوئی حنفی بھی قائل نہیں۔ لہذا اس بات کا اعتراض کے ساتھ کوئی تعلق نہیں البتہ  
اتنی بات ضرور ہے۔ کہ از قبیلہ خرافات نجفی یہ مشورہ ایک نمونہ ہے۔ ہم حنفیوں کو ایسا  
مشورہ دینا زریع نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کا ثبوت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی  
اس کے جواز کا قائل ہے۔ البتہ نجفی اور اس کے ہم مشرب لوگوں کو ہم ایک بادل



اور باثرت مشورہ دے رہے ہیں۔ مَنیے!

از حضرت امام موسیٰ پر سیدند کہ اگر کسی فرج زن را بوسد چوں است  
فرمود باکی نیست۔

علیہ التقدیس ص ۱۳۲ در فضیلت تزویج

ترجمہ:

لوگوں نے امام موسیٰ کاظم سے دریافت کیا۔ یا حضرت! اگر کوئی شخص  
عورت کی شرمگاہ کو چوم لیتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی خطرہ کی بات  
نہیں۔

ذرا فرمائیے تو۔ اپنے امام کے قول وارشاد پر عمل کرتے ہو؟ اگر  
عمل نصیب ہے۔ تو اس بوسہ بازی سے ہفت طبق روشن ہو جاتے ہوں گے۔ ایسا ذائقہ اور  
مٹھاس شاید تمہیں شہد میں بھی نہ ملے۔ ہمارا یہ مشورہ نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنے امام کی باتیں جانیں  
جو کبھی آپ کی کتابوں میں ہیں۔ اگر یہ کہیں۔ کہ پوچھنے والے نے تو امام سے اپنی عورت  
کہہ کر سوال نہیں کیا۔ (اگر یہی سوال ہوتا تو ”فرج زن خود را، کے الفاظ ہوتے) بلکہ ”فرج  
زن“ کہہ کر دریافت کیا۔ جس کا معنی یہ ہے۔ کہ کسی عورت کی شرمگاہ چومے۔ تو پھر  
کھلی باگ ہو گئی۔ جب بھی کام و دہن کا ذائقہ خراب ہوا۔ اپنے امام کا نسخہ استعمال کیا۔ نہ  
اپنی دیکھی نہ کسی دوسرے کی۔

نوٹ:

عاشا و کلا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ ایسی گری ہوئی بات فرمائیں۔  
یہ پاکیزہ شخصیات ان باتوں سے مستزاد ہیں۔ یا لوگوں نے محض اپنی تماش بینی کے لیے  
ان پاکیزہ شخصیات کا سہارا لیا۔ جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے اپنا



الوسیدہ کرنے بیٹھ گئے۔ نہ وہ ان کے امام اور نہ یہ ان کے چاہنے والے۔ اس قسم کی باتیں کرنے والا کوئی اور موسیٰ نامی شخص ہو گا۔ اس در فرضی امام موسیٰ کے لیے تم نے امام کے لفظ استعمال کیے۔  
 - ورنہ سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی ادنیٰ توہین بھی ناقابلِ برداشت ہے۔ ہم اہل سنت کا تو یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اہل بیتؑ اور ائمہ عظام کی سچی اور حقیقی محبت سے نوازے۔  
 آمین

دفاعۃ برّ وایا اولی الانصار



## اعتراف نمبر ۲

## قرآن مجید کا نرم کدبانو حل

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

(زاد المعاد لابن قیم باب: اسیرۃ النبی ص ۱۰۰)  
(مع ازواج)

نوٹ:

فقہ نعمان کے دارے دارے جاواں۔ تلاوت قرآن مجید کے لیے نرم و نازک رمل تجویز کیا ہے۔ رانوں کو چاہیے کہ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کریں۔ اور شبینوں میں بیویوں کو مسجد میں لے جائیں اور ان کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن شریف پڑھیں اور تراویح شریف کے لیے بھی یہی رمل مناسب رہے گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۵۷)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ران پر سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم کرنے میں کونسا عیب ہے جو غیبی کو نظر آیا۔ اس کے خبث باطنی کو ملاحظہ کریں۔ کہ رانوں پر کوہ "رانوں میں" تبدیل کر کے بے حیائی کا ریکارڈ توڑ دیا۔



اور وہیں،، کے ذریعہ یہ یاد رکھانے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم اقدس برہنہ تھا۔ اور ایسے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سر رکھ کر قرآن پڑھا۔ حاشا وکلا۔ روایت مذکورہ کا یہ خبیث مفہوم نجفی کے سوا کبھی کسی نے نہیں کیا۔ جہاں تک اس روایت کا مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے کہ سر کا ردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی۔ کبھار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم فرمایا کرتے تھے۔ ایسا کرنے میں کون سی قباحت ہے؟

روایت کے مفہوم کو اپنے مطلب کے مطابق بنا کر پھر ”نوٹ“ لکھ کر نجفی نے سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی گود میں نرم و نازک رِعل سے تشبیہ دی۔ گویا ازراہ تمسخر اور استہزاء یہ حاشیہ آرائی کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مقدسہ کے ساتھ مذاق اڑانا کس قدر باعثِ گمراہی اور غضبِ الہی کا سبب ہے؟ اسی نجفی کے ایک گروہ کی زبانی سنئے۔

## منہج الصادقین:

مَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَرَّبَتْ مِنْهُ قُبُلْتُ تَوْبَتَهُ  
إِلَّا مَنْ خَاصَّ فِي أَمْرِ عَاجِزَةٍ - یعنی ہر گاہ کسی گناہی کتہ ازاں  
توبہ نماید توبہ مقبول است مگر اُس کس در امر عائشہ خوض کردہ۔

(منہج الصادقین جلد ۱ ص ۲۶۸)

سورہ نور۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

جب بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرتا ہے۔ اور پھر توبہ کر لیتا ہے۔ تو اس کی توبہ مقبول ہوتی ہے۔ مگر اس شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جس



نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عیب جوئی کی

## جواب:

روایت مذکورہ میں اگر اِدھر دُھر کچھ لکھ کر کوئی بات قابل اعتراض بنتی ہے۔ تو یہ کہ ایسا کرنا تہذیب سے گرا ہوا فعل ہے۔ یعنی اس فعل کو غیر مہذب کہہ کر پھر حاشیہ آرائی کی گئی آئیے! اہل تشیع کی معتبر کتاب سے ایک حوالہ پڑھ لیں۔

## تہذیب المتین:

الفقہ حضرت امیر فرماتے ہیں۔ کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی۔ میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک چادر میں لپٹے تھے۔ جب ہم نے حضرت کی گفتگو حضرت اسماء کے ساتھ سنی۔ تو چاہا کہ اٹھ کر علیحدہ ہو جائیں حضرت نے اپنے حق کی قسم دی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ ناچار ہم اسی طرح لپٹے رہے۔ مگر اٹھ کر حضرت اگر ہمارے سر ہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے نیچے پھیلا دیئے۔ داہنا پاؤں میں نے اپنی چھاتی سے اور بایاں پاؤں فاطمہ نے اپنی چھاتی سے لگایا۔ کہ ختنکی ان کی دور ہو۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیئے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو شب زفاف فرمایا۔ کہ کوئی کام نہ کرنا تا وقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آؤں۔ اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو بڑے مبارک الزام کے درمیان دراز کیے۔ اور وہ بچپونے پر لیٹے ہوئے تھے

(تہذیب المتین جلد اول ص ۸۲ مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)



نوٹ:

نخعی وغیرہ اہل تشیع کے ہاں حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنا اور رکھنا ایک عام معمول ہے۔ لیکن اہل بیت کرام کے متعلق ہم ان (اہل تشیع) کے رویہ کے پیش نظر کبھی بھی یہ جرات نہیں کرتے۔ اس لیے ”تہذیب المتین“ کے مصنف مولوی سید مظہر حسین نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لکھا کہ آپ فرماتے ہیں ”ملاں کام میں غیرت نہیں چاہیے“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا دونوں ایک چادر میں لیٹے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے ایک پاؤں علی المرتضیٰ کی چھاتی اور دوسرا جنابہ فاطمہ کی چھاتی پر رکھا الخ۔ گویا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس واقعہ کے درست ہونے کی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول اہل تشیع اگر حضرت شیر خدا اور خاتونِ جنت کی شبِ زفاف سے فراغت پر جبکہ دونوں ایک ہی بستر میں تھے۔ اپنے پاؤں ان دونوں کی چھاتیوں پر رکھنا جائز ہے۔ تو قرآن کریم کی تلاوت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر کرنا کس قدر قبیح ہوا؟ وہی مائشہ یا واقعہ کے مطابق ادھر ادھر کی بکواسات ”تہذیب المتین“ کی عبارت پر بھی کی جاسکتی ہیں۔ لیکن نخعی کی بے غیرتی اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے تمسخر کے باوجود ہم ان مقدس حضرات کے متعلق وہ سوچنا بھی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ اور خاتونِ جنت ان کے نہیں ہمارے محبوب اور پیشوا ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## جواب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم پڑھنا اسی لیے نبی کو کھٹکا ہو گا۔ کہ ایسا کرنے میں قرآن کریم کی عزت و ادب نہ رہا۔ تو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ حیران کن صورت تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَلَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى حَالِ الْغَايَةِ إِلَّا آيَةَ الْكُرْسِيِّ

(المبسوط جلد اول ص ۱۸)

(مطبوعہ ایران جدید)

ترجمہ:

پافانہ کرتے وقت قرآن نہ پڑھا جائے۔ مگر آیت الکرسی (کے تلاوت کی جائے)

اس حوالہ پر ہم تبصرہ نہیں کرتے۔ بس اُسی ذہن سے جو چاہیں۔ کہ لیں۔ ہم نے صرف الزامی جواب دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود اور بیت الخلا مان میں کیا مناسبت ہے۔ لیکن یہ جائز اور وہ قابل اعتراض؟

✽



## اعتراض نمبر ۴

حقیقت فقہ حنفیہ: فقہ حنفی میں نجاست چاٹنا جائز ہے۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اِذَا أَصَابَتْ النِّجَاسَةُ بَعْضَ أَعْضَائِهِ  
وَلَحِيسَ بِلِسَانِهِ حَتَّى ذَهَبَ أَثَرُهَا۔ جب انسان کے کسی  
بھی عضو پر کوئی نجاست لگ جائے۔ اور آدمی اس کو چاٹ لے۔  
یہاں تک کہ اس نجاست کا نشان ختم ہو جائے۔ تو وہ عضو پاک ہے  
(فتاویٰ قاضی خان کتاب الطہارۃ ص ۱۱)

نوٹ:

حضرت نعمان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ شاد نے کیا  
پھلجھڑی جھوڑی ہے۔ نعمان کے مذکورہ فتویٰ کا یہ مطلب ہوا کہ اگر  
کسی کے آلہ تناسل پر منی یا پیشاب لگ جائے۔ اور وہ خود تکلیف  
کر کے اسے پاٹ لے یا کسی حنفی بھائی سے چٹوالے تو آلہ تناسل  
پاک ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۱)

جواب:

اعتراض کے جواب سے قبل اس معاملہ کی وضاحت ضروری ہے۔ تاکہ  
حقیقتِ احوال سامنے آجائے۔ نجاست دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جرمی دوسری  
غیر جرمی۔ جرمی وہ جس کا وجود نظر آئے۔ اور دور کرنے سے دور ہو جائے جیسا کہ



پاخانہ، گوبر اور خون غیر جرمی اس کے غلاف جیسا کہ پیشاب اور نجس پانی۔ قانون یہ ہے کہ احناف کے ہاں نجاست جرمی کی وجہ سے ناپاک چیز اس وقت پاک ہو جاتی ہے۔ جب اس نجاست کے وجود کو کسی طریقہ سے ختم کر دیا۔ اور اس چیز پر دیکھنے میں نظر نہ آتی ہو۔ اسی قانون کی روشنی میں اگر پانی وغیرہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں کہ جن سے وہ نجاست زائل کی جا سکے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ پر لگی ہوئی اس نجاست کو زبان سے پاٹ کر صاف کر دیتا ہے۔ (اور تھوکتے بہر حال وہ پھینک ہی دے گا) تو وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا۔ مسئلہ اس قدر تھا۔ اب اس کو مذاق میں ڈال دینا اس میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ نجفی نے پلید ذہن اور نجس سوچ سے نجاست کو منی، پر محمول کیا۔ اور عضو سے مراد آلات تناسل لے لیا۔ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ احناف کے اس قانون پر کوئی اعتراض کرتا۔ اور اسے قرآن و سنت کی تعلیمات کے غلاف قرار دیتا۔ لیکن اس کی بجائے بے حیائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب ہم کیا دیں۔ کچھ اسی قسم کے مسائل حضرات امثال بیت کے اقوال سے بھی ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہوں۔

### من لا یحضرہ الفقیہ:

وَسَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَعْدٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنِّي رُبَّمَا بُلْتُ فَلَا أَقْدِرُ  
عَلَى الْمَاءِ وَيُشْتَدُّ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا بُلْتَ  
وَتَمَسَّحْتَ فَاْمَسْحُ ذَكَرَكَ بِرِيقِكَ فَإِنْ وَجَدْتَ  
شَيْئًا فَقُلْ هَذَا مِنْ ذَاكَ -

(دمن لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۱ مطبوعہ تہران جدیدہ - ۲ - ص ۲۱ مطبوعہ مکتبہ قدیم)



## ترجمہ:

حنان بن سدید نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں بعض دفعہ پیشاب کرنے کے بعد پانی کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس سے استنجا کروں (مجھ پر یہ بات بہت دشوار گزرتی ہے۔ تو ایسی موت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟) امام موصوف نے فرمایا۔ تو جب پیشاب کر چکے۔ اور ذکر کو ادھر ادھر کی چیز سے پونچھ لے۔ تو پھر بھی اپنے تھوک کو ہاتھ پر لگا کر اس کے ذریعہ اسے صاف کر لیا کر۔ (یعنی تھوک سے پانی کا کام لے کر استنجا کر لیا کر) اگر اَلِ تَنَاسُل پر تھوک لگانے کے بعد کچھ (تری وغیرہ) معلوم ہو۔ تو یہ سمجھ لیا کر۔ کہ یہ تری وغیرہ تھوک ہی ہے (کوئی دوسری چیز نہیں یعنی پیشاب یا منی)

نخعی صاحب! احناف کے قانون کے تحت ایک فرضی جُز تھی۔ جس پر تمہیں پھبتی کئے کا موقع ملا۔ اب اپنے گھر کی ایک ایسی جُز کو بھی دیکھو۔ جو جناب حنان بن سدید کو کئی مرتبہ پیش آئی۔ اور اس کے جواب پانے پر بھی ایسا واقعہ بارہا آیا ہو گا اَلِ تَنَاسُل پر تھوک لگاؤ۔ اور پھر جو کچھ نکلے وہ تھوک ہی سمجھو۔ اور اگر تھوک لگاتے وقت اس نے ”عَلَم“ بلند کر دیا۔ اور سفید پانی کی بارش شروع ہو گئی۔ تو پھر بھی پرواہ نہیں۔ بڑا سستا اور لاجواب نسخہ ہے۔

اگر اس فرضی جُز میں قباحت یہ نظر آئی۔ کہ اس طرح نجاست تھوک کے ذریعہ منہ میں چلی جائے گی۔ (جب کہ تھوک پھینکا نہ جائے۔ اور اگر پھینک دیا جائے۔ تو یہ خدشہ بھی موجود نہیں ہے) اور منہ نجس و ناپاک ہو جائے گا۔ تو یہاں تو صرف ایک احتمال ہے۔ ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔ کہ ہر مرنے والا شیعہ منہ اور آنکھ میں ڈھیروں منی لیے ہوئے مرتا ہے۔ جس کو صاف کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا۔



## من لا یحضرہ الفقیہ:

وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَئِي عَلَيْهِ يَغْسِلُ  
الْمَيِّتَ قَالَ تَخْرُجُ مِنْهُ النُّطْفَةُ الَّتِي خُلِقَ  
مِنْهَا تَخْرُجُ مِنْ عَيْنِهِ أَوْ مِنْ فِيهِ-

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول

ص ۸۴ فی غسل المیت مطبوع

تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۲۱۴

مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ مردہ کو  
غسل کیوں دیا جاتا ہے؟ (اس کی علت کیا ہے) فرمایا اس لیے کہ وہ  
نطفہ کہ جس سے وہ مرنے والا پیدا ہوا تھا۔ اب مرتے وقت اس  
کی آنکھ یا اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ (جس کی وجہ سے اسے  
غسل دیا جاتا ہے۔

نجفی شیعہ ذرا بتلاؤ۔ اس فرضی جز پر مذاق اڑایا ہے۔ تو یہ کیسی فقہ ہے کہ  
جس میں ہر مرنے والے (شیعہ) کے منہ میں منی آجاتی ہے۔ آنکھوں میں اس کا جلوہ  
ہوتا ہے۔ شاید اس لیے کہ مرنے والا شیعہ ساری زندگی حضرات صحابہ کرام کو جس  
زبان سے بُرا بھلا کہتا رہا۔ وہ زبان مرتے وقت اسی لائق ہے کہ اسے منی  
میں نہلایا جائے۔ اور وہ آنکھ جو حق بینی سے اندھی ہو جایا کرتی تھی۔ اس کا سرمہ



اُس پمید چیز کو بنایا جائے۔ جس سے ہر ذی شعور متغیر ہوتا ہے۔ پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ مُردے کو غسل دیتے وقت اُس کے منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا اور اس کی آنکھوں میں پانی ڈال کر طہارت کرنا خود ان شیعہ لوگوں کے نزدیک بھی درست نہیں ہے۔ اب کیا صورت بنے گی۔ کہ مرنے والا تو مر گیا۔ لیکن خود نہ کلی نہ کر سکتا ہے۔ نہ آنکھیں پاک کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کے غسل دینے والے ان دونوں کو پاک کرنے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ صرف روئی سے صاف کیا جاسکتا ہے۔

حیرت پر حیرت یہ ہے۔ کہ شیعہ کو مرتے وقت کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہونا بھی نصیب ہوتا نظر نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ کہ اپنے مُردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ بوقت مرگ منہ اور آنکھوں میں منی کا ہونا کس طرف تشریف لے جانے کا اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حجۃ الاسلام کے ذہن میں اور قلب و روع میں یہ ایسی سمائی ہوئی ہے۔ کہ تحریر میں اسی کا تذکرہ ہوتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراف نمبر ۵ فقہ حنفی میں پیشاب کے قطرے پاک ہیں حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے کہ پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات پاک ہیں۔  
(فتاویٰ عبدالحی ص ۱۰۵)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۱)

### جواب:

اعتراف مذکورہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ ”پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات“ اور دوسری بات ”پاک ہیں“ فتاویٰ عبدالحی کہ جس کا نجس شیمی نے حوالہ دیا۔ اس میں ان دونوں باتوں کا ذکر نہیں پہلے الفاظ کی جگہ یہ لفظ ہے۔ ”نہیں چھینٹے“ اور دوسرے کی جگہ ”معاف ہیں“ مذکور ہے۔ ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اور سوال و جواب میں ان کی حیثیت علیحدہ علیحدہ کیفیت کی حامل ہوتی ہے۔ فتاویٰ مذکورہ میں یہ الفاظ ایک سوال کے جواب کے طور پر مرقوم ہیں۔

### فتاویٰ عبدالحی:

(سوال) پیشاب کے ننھے ننھے چھینٹے اگر بدن پر پڑ جائیں۔ تو کیا حکم ہے؟  
(جواب) معاف ہیں۔ صحیح بخاری کی شروع میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری پیشاب کرتے وقت اس لحاظ سے کہ چھینٹے اگر بدن پر نہ پڑیں۔ ٹیشے کے اندر



پیشاب کرتے تھے۔ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ ایسا نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا تادمہ پیشاب کرنے دیکھا ہے۔ جس میں پھینٹیں پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔  
(فتاویٰ عبدالحی جلد اول ص ۱۵۷ مطبوعہ)

سید کبیری کراچی)

فتاویٰ کی اصل عبارت (جو سوال و جواب کی صورت میں ہے) آپ نے ملاحظہ کی۔ سوال ننھے چھینٹوں کے بارے میں تھا۔ اور جواب میں۔ ”معاف میں، کے الفاظ ہیں ہم نے فتاویٰ کی عبارت اس لیے نقل کی۔ تاکہ نجفی کی بے ایمانی اور عبارت میں اس کی بددیانتی اور خیانت، آپ پر واضح ہو جائے۔

## وَضَاحَتُ:

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر چند مرتبہ پیشاب فرمایا۔ جس سے حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ اس طرح جسم یا کپڑوں پر چھوٹی چھوٹی پھینٹیں پڑنے (بہ نسبت پیشاب کرنے کے) کا زیادہ احتمال ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو تکلیف سے منع کر دیا۔ اس حدیث اور اس سے مولانا عبدالحی کا استہشاد اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ایسے ننھے ننھے چھینٹوں سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ لہذا اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی جسم پر پڑنے کی صورت میں جسم کو دھو کر پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عموم بلوی کے طور پر یہ معاف نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ چھوٹے چھوٹے چھینٹے پاک ہیں۔ پیشاب کی چھینٹ اور پھر پاک ہو یہ کون کہہ سکتا ہے۔ لیکن نجفی شیعہ نے کمال چالاکی سے یہ لکھ دیا۔ کہ سنی فقہ میں وہ چھینٹے ”پاک“ ہیں۔ اگر مطلب یہی لیا جائے۔ تو تمہاری



فتہ کے مطابق بقدر درہم نجاست لگی ہو۔ تودہ پاک ہے۔ ہم نے بقول نجفی پیشاب کی چھوٹی سی نظر آنے والی پھینٹ کو در پاک کر دیا لیکن فتہ شیعہ نے تودہ بھر خون کو پاں کہہ دیا۔  
حوالہ ملاحظہ ہو۔

### الروضة البلیة فی شرح اللمعة الدمشقیة :

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ  
لَا بَأْسَ أَنْ يُسَلَّى الرَّجُلُ فِي الشَّرْبِ بِرَذِيهِ الدَّمُ  
مَمْفَرٍ قَائِمٌ بِهِ التَّمَجُّجُ وَإِنْ كَانَ فَدَرَاهِمًا  
صَاحِبُهُ فَبَلَدًا فَكَفَلًا بَأْسٌ بِهِ مَا لَمْ يَكُنْ  
مُجْتَمِعًا قَدْ رَدَّ هَمِيرًا

(۱) الروضة البلیة الغرہ الاول

ص ۶۰ مطبوعہ قسطنطنیہ

(۲) الموسائل جلد چہارم ص ۲۰

باب النجاسات

### ترجمہ :

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کے کپڑے پر خون لگا ہوا ہو۔ اور وہ ایک  
جگہ جمع نہ ہو۔ بلکہ متفرق ہو۔ تو اس کے دھوئے بغیر اس کپڑے کو  
پینے ہوئے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ اگرچہ اس شخص نے نماز سے  
قبل وہ خون دیکھ بھی لیا ہو۔ پھر بھی کوئی حرج نہیں۔



## لمحکریہ:

فتاویٰ عبدالحی میں چھوٹے چھوٹے پیشاب کے چھینٹوں کو معاف کہا گیا۔ اسی طرح دو اماموں نے خون کے قطرات متفرقہ کو معاف کہا۔ اور ان کو دھوئے بغیر نماز درست فرمائی۔ لہذا نماز کا درست ہونا۔ اگر ہمارے مسلک میں چھینٹوں کے پاک ہونے کے مترادف تھا۔ تو بعینہ اسی قاعدہ سے امام جعفر و امام باقر رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کے مطابق خون کے متفرق قطرات پاک ہوں گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! دونوں اماموں کا فتویٰ اگر درست ہے۔ تو تم نے بکواس کی۔ اور اگر وہ غلط ہیں۔ اور تو سچا ہے۔ تو پھر جھوٹوں کی امامت کون تسلیم کرے گا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امین کا فتویٰ درست ہے۔ لیکن نجفی اُن کا پیروکار نہیں۔ بلکہ یہ حسد و بغض اور عداوت کا بندہ ہے۔ جو وہ کہتی ہیں۔ وہی لکھتا ہے۔ اور اگر نجفی کی منطق یہ کہتی ہو۔ کہ پیشاب کے تھپٹیں جس چیز پر پڑ جائیں۔ اُسے نجس کر دیتی ہیں۔ وہ پانی ہو یا کپڑا اس کا استعمال درست نہیں رہتا۔ تو ہم ان کی کتب سے یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ یہ منطق بالکل غلط ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

## فروع کافی:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اسْلَمَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا حَبِّدٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ السَّائِرِ الَّذِي يَقُولُ فِيهِ الذَّوَابُّ  
وَتَلَعُ فِيهِ الْكِلَابُ وَيَخْتَلِلُ فِيهِ الْجَنْبُ قَالَ إِذَا كَانَ  
الْمَاءُ قَدْ رَكُزَ لَهُ يَنْجَسُهُ شَيْءٌ -

(۱) فروع کافی جلد سوم ص ۲ مطبوعہ تہران بدیع

(۲) تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۱۷



## ترجمہ

محمد بن اسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں دریافت کیا۔ جس میں چار پائے پیشاب بھی کرتے ہیں۔ کتے اس میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ضعیفی آدمی اس میں غسل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جب یہ پانی ”وگڑ“ کے برابر ہو۔ تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔ لفظ ”وگڑ“ سے کتنی مقدار مراد ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:-

## فروع کافی:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال الکَرُّ  
مِنَ الْمَاءِ نَحْوُ جَبَّتِي هَذَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى  
إِلَى حُتٍّ مِنْ تِلْكَ الْحُبَابِ الَّتِي تَكُونُ بِالْمَدِينَةِ

(فروع کافی جلد سوم ص ۳)

مطبوعہ قہران طبع جدید

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”وگڑ“ میرے اس ٹکے میں پڑے پانی کی مقدار کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرماتے وقت ایک ٹکے کی طرف اشارہ کیا۔ جو مدینہ منورہ میں پائے جاتے تھے۔



## تبصرہ:

اہل تشیع کے پاس ایک مٹکا بھر پانی ہو۔ اور اس میں کتے بٹے داخل ہو کر نکلتے رہیں۔ گھوڑے گدھے پیشاب کریں۔ اور جنبی مرد و عورت اور اس میں غسل کرتے رہیں اس کا باوجود وہ ناپاک ہونے کا نام تک نہیں لیتا۔ اس سے وضو بھی جائز اور اس وضو سے نماز بھی درست۔ اور یہ فتویٰ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ہے کسی معمولی آدمی کا نہیں۔ اور اس طرف چھوٹے چھوٹے چھینٹے ہوتے ہوئے نماز کے جواز پر اعتراض کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کہاں کی منطق اور دانشمندی ہے۔؟ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

## من لا یحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ أَصَابَ قَلَسُوءَةً أَوْ عَمَامَةً أَوْ تَكْتَةً  
أَوْ حَبْرَ رَبَةٍ أَوْ خُفًّا مِثْلًا أَوْ بَوْلًا أَوْ دَمًا أَوْ  
خَائِطًا فَلَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِيهِ وَذَلِكَ لِأَنَّ الصَّلَاةَ  
لَا تَقْتَضِي شَيْئًا مِنْ هَذَا وَحَدَّثَ -

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول)

ص ۴۲ مطبوعہ تلہران طبع جدید

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول)

ص ۴۲ طبع قدیم لکھنؤ

ترجمہ:

جس کی ٹوپی، پگڑی، چادر اور تہبند جرابوں پر اگر منی، خون، پیشاب



پاخانہ لگ جائے۔ تو ان کو پہلے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے۔ کیونکہ ان کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کو تنہا پہن کر نماز مکمل نہیں ہوتی ان حوالہ جات کی روشنی میں نجفی شیعہ کی تسلی ہو جانی چاہیے۔ کیونکہ بول کے نہ معمولی چھینٹے اسے کیوں کھٹکتے تھے۔ اور انہیں اعتراض کرنے کے لیے اڑا لیکن یہ نظر نہ آیا۔ کہ اپنی فقہ نے توحید کر دی ہے۔ ٹٹی سے بھرا تہبند، خون سے بھری چادر پیشاب میں بھگی ہوئی ٹوپی ان کے ساتھ بھی نماز ادا کی جا رہی ہے۔ اور فرقہ نہیں پڑتا۔

مختصر یہ کہ اب نجفی کو فیصلہ کرنے پر ہم مجبور کریں گے۔ کہ اگر وہ حضرات ائمہ اہلبیت کا پیرو کار کہلاتا ہے۔ تو اسے ان سے مروی روایات کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر ان کی پیروی اسے منظور نہیں۔ تو پھر معاملہ ختم اس کی راہ اور ہمارے راہ اور۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعترض منبر

فقہ مالکیہ میں خنزیر وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

رحمۃ اللامہ فی اختلاف الائمہ:

سنی فقہ میں ہے۔ قَالَ مَالِكٌ بَطْلَانَةُ السُّورِ مُطْلَقَةٌ۔

ترجمہ:

ام مالک کہتا ہے۔ کہ کتے اور خنزیر کا جھوٹا بلکہ ہر شئی کا جھوٹا پاک سمجھتا ہے۔

(رحمۃ اللامہ فی اختلاف الائمہ ص ۱۰ برعاشیہ میزان)

نوٹ:

سنی فقہ بتے بتے اگر کتے اور خنزیر کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ تو پھر مزارا تو بت ہے کہ پہلے کچھ دودھ کتے کو پلا دیا جائے۔ اور پھر اس کا بچا ہو اس کو لانے کو پلا یا جائے جو کتے کا جھوٹا پاک سمجھتا ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)

**جواب:**

ہم اس سے پہلے گزارش کر چکے ہیں۔ کہ ہم اُن اعتراضات و الزامات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو ”فقہ حنفی“ پر وارد ہوتے ہیں۔ اور جن کا تعلق



ہماری فقہ سے نہیں ان کا جواب ہمارے ذمہ نہیں جس کتاب سے نجفی شیعہ نے مذکورہ حوالہ تحریر کیا ہے۔ وہ ”فقہ حنفی“ کی کتاب نہیں۔ ہم پر اعتراض تب ہوتا کہ کوئی حوالہ ایسا پیش کیا جاتا۔ جس میں امام ابو حنیفہ یا ان کے شاگردوں کی زبانی یہ تحریر ہوتا۔ کہ کتا اور خنزیر کا جھوٹا پاک ہے۔ مذکورہ مسئلہ فقہ مالکی کا ہے۔ جیسا کہ ”قال مالک“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس مسئلہ کا کتاب کے نام سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ چونکہ شیعہ نہیں۔ بلکہ سنی ہیں۔ اس لیے ان کا یہ نظریہ بھی ”شیعی“ کو تنگ کر گیا۔ لہذا اس اعتبار سے ہم ان کی طرف سے اس اعتراض کے بارے میں کچھ کہہ دیتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کتے اور خنزیر کے جھوٹے کو پاک کہا۔ اور نجفی کے پیٹ میں وردا اٹھا۔ لیکن اس کے بڑے کتے بے اور خنزیر کی ذات کو بھی پاک قرار دیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْخَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِي حَالِ  
حَيَاتِهِ وَلَمْ يَسْتَشْنِ الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيرُ قَالَ  
إِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ  
وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ صفحہ ۲۷۹)

کتاب الاطعمه الخ مطبوعہ قلیان

طبع جدید)

ترجمہ:

بعض شیعہ علماء کہتے ہیں۔ کہ تمام حیوان پاک ہیں۔ جب تک وہ زندہ



ہیں۔ ان علماء نے کتا اور خنزیر کو بھی اس حکم سے نہیں نکالا۔ اور یہ بھی کہا۔  
کہ کتا اور خنزیر یا تو قتل کرنے سے یا مرنے سے نجس ہوتا ہے۔

## تبصرہ:

جس طرح اہل سنت میں سے مالکی ”بعض“ ہیں۔ اسی طرح اہل تشیع میں  
بے ”بعض“ کا قول ہم نے بسوط کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ  
نے تمام جانوروں کے جھوٹے کو پاک کہا۔ لیکن ان بعض شیعوں نے کتے اور خنزیر کے  
جھوٹے نہیں بلکہ ان کی ذات کو طامہر کہا۔ تو جس کی ذات طامہر اس کا جھوٹا بھی پاک ہے  
جیسا کہ نجفی کی ذات اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔ اسی طرح کتا، بٹا اور سور بھی پاک اور ان کا  
جھوٹا بھی پاک ہے۔ لہذا از روئے مذاق ہم بھی جواباً کہہ سکتے ہیں۔ کہ کارپوریشن والوں  
کو دوائی کھلا کر کتے مارنے سے قبل نجفی اینڈ برادرز سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ تاکہ ان  
کو ٹھکانے لگانے کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑے۔ ادھر سوروں کو تلف کرنے  
کی بجائے اگر ان کے پیچھے شیعوں کو چھوڑ دیا جائے۔ تو ہم خراب و ہم ثواب کے مصداق  
حکومت کا خرچہ بھی بچے گا۔ اور مفت میں پلے ہوئے جانوروں سے عزاداروں کے مزے  
بھی ہو جائیں گے۔ یہ تو مفت میں گوشت اور وہ بھی موٹے تازے جانوروں کا مل گیا۔  
اب ذرا ہاضمہ درست رکھنے کے لیے چٹنی بھی تیار ہے۔

## فروع کافی:

عَنْ زَرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
إِنْ سَأَلَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْءٌ مِنْ مَذِيٍّ أَوْ دِيٍّ  
وَأَنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَنْقَطِعِ الصَّلَاةَ



وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ حَقِيبَكَ فَإِنَّمَا  
ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ النَّخَامَةِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۹ باب المذی والمذی  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اگر تیرے  
آلہ تناسل سے نماز پڑھنے کے دوران مذی یا ودی نکل آئے۔ تو  
اسے مت دھو۔ اور نہ نماز کو توڑو۔ اور نہ ہی اس سے وضو ٹوٹتا ہے  
اگرچہ وہ مزی یا ودی تیری ایڑیوں تک بہہ کر پہنچ جائے۔ وہ یقیناً  
بلغمی تھوک کی طرح ہے۔

نخفی صاحب اور دیگر اماموں کو چاہیے کہ ایسے وقت میں کوئی پلیٹ پاس  
رکھا کریں۔ اور اسے پاؤں کے نیچے لے لیا کریں۔ تاکہ آلہ تناسل سے گزرنے والی  
دودھیا چٹنی اس گوشت کو ہضم کرنے کے کام آ سکے۔ جو ابھی اوپر سطور میں ان کے لیے  
تجویز کیا گیا۔ اس خوراک سے وہ عقدرے کھلیں گے۔ جو عز ازیل پر بھی مخفی ہیں۔

فاحتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر

حقیقت فقہ حنفیہ:

”سنی فقہ میں وضو کی شان“

بخاری شریف:

قَالَ الزَّهْرِيُّ إِذَا وُلِّغَ فِي إِثَاءِ لَيْسَ  
لَهُ رَضْوٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ -

(بخاری شریف کے کتاب الوضوء

جلد اول ص ۴۱)

ترجمہ:

کہ جب کتاب کسی برتن میں پانی چاٹے اور دوسرا پانی بھی موجود نہ  
ہو۔ تو اس پانی سے وضو کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ:

بخاری شریف بتے بتے اور سنیوں کا امام زہری بھی بتے بتے کہ جنہوں نے کتے  
کے جھوٹے پانی سے وضو کو جائز قرار دیا۔ اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دیا۔ ایسے وضو  
سے پڑھی ہوئی نماز اولیں فرصت میں قبول ہوگی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)



## جواب:

بسیا کہ ہم گزشتہ اعتراض کے جواب میں تحریر کر چکے ہیں کہ ہم ان اعتراضات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو فقہ حنفی پر وارد ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اعتراض چونکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اس لیے فقہ حنفی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اعتراض سابق کی طرح ایک سنی ہونے کے رشتہ سے ہم اس کی صفائی میں کچھ پیش کرنا چاہیں گے۔ امام زہری نے نوکتے کے جھوٹے سے وضو نہ کرنا جائز کہا۔ اور وہ بھی اس وقت جب اس جھوٹے پانی کے سرا اور کوئی صاف پانی نہ ملتا ہو۔ جیسا کہ نحفی نے ترجمہ کرتے وقت بھی اسے تسلیم کیا۔ گویا حالت اضطراری اور بامجبوری ایسا کرنا جائز کہا۔ لیکن فقہ جعفریہ کے قربان کہ اس نے تو ایک ایسا مٹکا پانی کا جس میں کتے پیشاب کرتے ہوں۔ آدمی اپنی منی دھوئیں۔ اس سے بھی وضو جائز کر دیا۔ اور وہ بھی کسی اضطرار اور مجبوری کے بغیر۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## فروع کافی:

(اعتراض ۵) کے جواب میں چونکہ اصل عبارت تحریر ہو چکی ہے اس لیے یہاں ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ وہ پانی جس میں کتا بلا خنزیر وغیرہ جانور پیشاب کرتے ہوں۔ کتے اس میں گھس کر غسل کر کے پیتے ہوں



جنابت والے اس میں نہائیں۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے۔ یا نہیں؟  
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ پانی ایک ٹکے کے پانی  
کے برابر ہو۔ تو اُسے کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی۔

۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۲ باب الماء۔  
الذی لا ینجسہ الخ مطبوعہ تہران جدید  
۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول  
ص ۸ مطبوعہ تہران جدید

## بخاری شریف کی روایت کی توضیح

قارئین کرام! بخاری شریف سے ذکر کردہ روایت کی توضیح بھی اسی کے  
ساتھ موجود ہے لیکن اس کو نجفی شیعہ جان بوجھ کر مبہم کر گیا۔ امام ذہری کے قول کو پیش  
کرنے کے بعد اس کی وضاحت یوں درج ہے۔

### بخاری شریف:

وَقَالَ سُفْيَانُ هَذَا الْفَقَّهُ بِعَيْنِهِ لِقَوْلِ اللَّهِ  
عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا وَهَذَا  
مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَنَعَّمُ  
(بخاری شریف جلد اول ص ۲۹ کتاب الوضوء مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی)



## ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زہری کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اس آیت کے مطابق ہے۔ فلم یجدوا الخ۔ جب انہیں پانی نہ ملے۔ تو یتیم کرلو۔ اور یہ پانی ہے۔ (یعنی جس پانی میں سے کتے نے پی لیا، ہو وہ بقیہ پانی) لیکن اس کے متعلق دل میں کچھ کھٹکاسا آتا ہے۔ لہذا اس کراہت کے پیش نظر پانی موجود ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس وضو کیا جائے گا۔ اور شک کی وجہ سے بعد میں تیمم بھی کرنا چاہیئے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی دلیل یوں بنی کہ اللہ تعالیٰ نے پاک پانی موجود ہوتے ہوئے اور اس پر قدرت استعمال ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت نہیں دی۔ یہ پانی کہ جس کو کتے نے منہ مار کر مشکوک کر دیا۔ دو حالتوں والا ہو گیا۔ ایک یہ کہ ”پانی“ ہے۔ اس جہت سے اس کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں اور دوسری حالت یہ کہ پانی تو ہے۔ لیکن علی الاطلاق طاهر نہیں۔ اس لیے نہ ہونے کے برابر ہو گیا۔ لہذا تیمم روا ہوا۔ ان دونوں جہتوں کے پیش نظر جناب سفیان ثوری نے امام زہری کے قول کی توجیہ کر دی۔ کہ اس پانی سے وضو بھی کیا جائے۔ اور تیمم بھی۔

مسئلہ کی اصلیت اپنے مقام پر تھی۔ اور اس کی وضاحت بھی ساتھ ہی مذکور تھی۔ اب اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے نجفی کا امام بخاری اور امام زہری کو بتاتے اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دینے والا کہہ کر مذاق اڑانا قابل نفرت امر ہے۔ اگر کتے کا جھوٹا وضو کے قابل کہنے پر بخاری شریف قابل طعن، امام زہری قابل گرفت اور دین و اسلام کی خرابی لازم آتی ہے۔

تر پھر اسٹکے کے پانی سے دک جس میں شستے بنے پیشاب کریں غیل جنت



اس میں کیا جائے۔ وضوء کرنے کے فتویٰ پر کیا کہو گے۔ جبکہ اس وضوء بعد تیمم کا بھی کوئی ذکر نہیں امام زہری نے تو احتیاطاً وضوء اور تیمم دونوں کرنے کو کہا۔ اور تمہارے ائمہ نے تو صرف وضوء پر ہی اکتفا کیا۔ کتے کے جھوٹے سے عداوت اور پانی میں ملے ہوئے اس کے پیشاب سے منہ دھونا کلی کرنا نجفی کے لیے باعث فخر ہے۔ اگر یہ محبت قابل ستائش ہے تو وہ عداوت قابل دید ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعترض نمبر ۸

تحقیقت فقہ حنفیہ: ہمنے سے وضو باطل

سنی فقہ میں موجود ہے کہ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَ أَصْحَابُهُ  
تَنْقُضُ الْوُضُوءَ بِالْقَلَمِ الْفَلَقِ

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامة)

ص ۱۲ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ:

ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کہتے ہیں کہ جو زور سے ہمنے اس کا وضو  
باطل ہے۔

نوٹ:

یہ نعمانی گھسلا ہے۔ اور اس کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہیں۔

جواب:

اعترض مذکور میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔  
اس سلسلہ میں ہم کہتے ہیں کہ اگر نفس حدیث کا انکار کیا گیا۔ تو یہ حماقت اور احماد  
سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کی تاویل یہ کی جائے کہ امام حدیث تو  
موجود ہیں۔ لیکن تہمت لگانے سے وضو کا ٹوٹنا عقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ وضو  
کے ٹوٹنے میں اصل یہ ہے کہ سبیلین سے کسی چیز کا خروج ہونا چاہیے۔



اور قبہ اس فہرست میں نہیں آتا۔ اگر نفس حدیث کا انکار ہے۔ تو ہم سر دستین حدیث  
امادیت پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت واضح ہو جائے۔

## حدیث اول: فتح القدیر:

عَنْ مَعْبُدِ بْنِ أَبِي مَعْبُدٍ الْخَزَاعِيِّ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ إِذْ أَقْبَلَ  
أَحْمَلِي يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَوَقَعَ فِي زُبَيْسَةٍ  
فَأَسْتَضَعَكَ الْقَوْمَ فَقَلَقَهُمْ أَفَلَمَّا انْصَرَفَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ  
مِنْكُمْ قَلَقَهُ فَلْيُحِدِ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

فتح القدیر جلد اول ص ۳۵

باب نواقض الوضوء مطبوعہ

مصر قدیم

## ترجمہ:

معبد بن ابی معبد خزاعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے  
ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے  
کہ ایک نابینا آیا۔ اور وہ نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن نابینا ہونے کی وجہ  
سے وہ ایک حوض میں گر گیا۔ اس کے گرنے کی وجہ سے لوگوں نے  
زور سے ہنسا شروع کر دیا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نماز مکمل کر چکے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو بھی قبہ لگا  
کر ہنسا ہے۔ اُسے وضو دوبارہ کرنا چاہیے۔ اور نماز کا بھی اعادہ



کرنا چاہیئے۔

## حدیث سوم: فتح القدير:

حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ مَالِكٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَلَّ قَلْبُهُ فِي الصَّلَاةِ  
قَلْبَةً شَدِيدَةً فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ وَالصَّلَاةُ

رفتہ القدير جلد اول ص ۳۵

مطبوعہ مصر طبع

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نماز میں زور سے ہنسنے لگے وہ  
بھی دوبارہ کرنا پڑے گا۔ اور نماز بھی لوٹانی پڑے گی۔

## حدیث سوم: فتح القدير:

عَنْ ابْنِ حُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ قَلْبَتْهُ فِي الصَّلَاةِ قَلْبَةً فَلْيَعِدْ  
الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

رفتہ القدير جلد اول ص ۳۵

مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے



ارشاد فرمایا۔ جس نے نماز میں زور سے قہقہہ لگایا۔ اُسے وضو اور نماز دونوں لوٹانی چاہئیں۔

ان تین عدد احادیث سے وہ مسئلہ صراحت سے ثابت ہے۔ جس کے بارے میں نجفی نے یہ کہا تھا۔ کہ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب حدیث میں کوئی ایک حدیث بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعہ کا ایسا کہنا یا تو دھوکہ پر مبنی ہے۔ یا حدیث سے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

اب ہم دوسری طرف آتے ہیں۔ کہ مسئلہ ہذا از روئے عقل درست نہیں۔ کیونکہ ”سبیلین سے نکلنا“ اس میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ناپاک چیز کا وقوع ہوا۔ تو اس اعتراض کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح وضو کے توڑنے کے لیے کسی چیز کا ”سبیلین سے نکلنا“ از روئے عقل درست ہے۔ اس کے سوا کوئی چیز وضو کو توڑے تو عقلاً درست نہیں۔ اسی طرح جھوٹ بولنا بھی چونکہ ان چیزوں میں سے نہیں۔ لہذا اس سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ لیکن مزے کی بات ہے۔ کہ یہ خلاف عقل بات کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ:

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ يَقُولُ الْكَذِبَةُ تَقْضِي الْوُضُوءَ۔

وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۲۰ باب

وجوب امساك الصائم عن الكذب

مطبوعہ تہران طبع جدید



## ترجمہ:

ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جھوٹ“ وضو کو توڑ دیتا ہے۔

واضح بات ہے کہ جس طرح قبہ فقہ کا تعلق ”سبیلین“ سے نہیں۔ اسی طرح جھوٹ کا بھی اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ جب قبہ فقہ سے وضو ٹوٹنے پر اعتراض ہے۔ تو جھوٹ سے ٹوٹنے پر خاموشی کیوں؟

## وضاحت:

چونکہ قبہ فقہ سے وضو کا ٹوٹ جانا واقعی خلافت عقل ہے لیکن احادیث میں اس سے وضو ٹوٹنے کی تصریحات موجود ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس سے وضو ٹوٹنے پر بھی ائمہ کا اتفاق ہے لیکن اس کو اصل بنا کر مزید اور کسی چیز کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ سدا اسی قدر رہے گا۔ اسی لیے ائمہ کو اُن قبہ فقہ کی صورت میں وضو ٹوٹنے کی ان احادیث کی روشنی میں چند شرائط رکھی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ قبہ لگانے والا نماز باجماعت میں شامل ہو۔

۲۔ نماز بھی وہ ہو جس میں رکوع و سجود ہوں۔

۳۔ قبہ لگانے والا نابالغ بھی نہ ہو۔

چونکہ حضرات صحابہ کرام کہ جن سے یہ فعل سدا رز د ہوا تھا۔ اُن کی اس حالت کے ہمیشہ نظر وہی امور شرائط قرار دیئے گئے۔ بہر حال خلافت عقل و قیاس ضرور ہے لیکن اس بار سے میں احادیث ایک نہیں کئی موجود ہیں۔ لیکن نجی کو اپنی فقہ کی وجہ نظر آئی۔ جو خلافت قیاس اور خلافت احادیث ہے۔ وہ یہ ہے کہ دوران نماز اگر



کسی نمازی کی ہوا خارج ہو جائے۔ تو جب تک اس کی آواز نہ سننے میں آئے۔ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## فروع کافی:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفُخُ فِي  
دُبْرِ الْإِنْسَانِ يَحْيِلُ يَحْيِلُ إِلَيْهِ أَنْتَ خَرَجَ  
مِنْهُ رِيحٌ فَلَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ إِلَّا رِيحٌ تَسْمَعُهَا  
أَوْ تَحِيدُ رِيحَهَا

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۶)

(کتاب الطہارت)

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کی دہریں شیطان پھونکتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو خیال نہ آتا ہے کہ اس کو ہوا خارج ہو گئی۔ سو سن رکھو۔ وضو صرف اس ہوا کے خارج ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ جس کی آواز نہ سنی دے۔ یا بدبو محسوس ہو۔

لہذا جب تک رانی توپ کا گود نہ چلے۔ اس وقت تک نمازیں ڈالے رہو۔ اس سے کم اگر کچھ خیال شریف میں آئے۔ تو سمجھو کہ شیطان کی شرارت اٹھی۔ اور اگر توپ نہ چلے۔ تو دوسری صورت یہ ہے۔ کہ گٹر کا منہ کھل جائے۔ اور بدبو سارے امام باڑے کو گھیرے۔ کتنا آرام دہ مسلک ہے۔ جب یہ کیفیت طاری ہو۔ تو دوزخ کے دروازہ کو خوب مغبوطی سے بند رکھو۔ تاکہ بے چاری ہوا ادھ موٹی ہو کر سسکیاں



بھرتی نکلے۔ اور کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اور حجۃ الاسلام کی ناک بدبو کے لیے ترستی رہے۔ بس ساری زندگی وضو دلوٹنے کا نام تک نہ ہوگا۔ فدا بہتر جانتا ہے کہ شیعوں کی گانڈ سے شیطان کو اتنا پیار کیوں ہے۔ وہ ان کے سوراخ سے کھیلتا ہے۔ زندگی میں اُس نے اسے مورچہ بنائے رکھا۔ اور جب دنیا سے اُٹھ گئے۔ تو لمبا سر پاؤں سے کیا۔ تاکہ غسل سے قبل رہتی کسر بھی نکل جائے۔ دوستی ہو تو ایسی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۹ گدھے کی کھال پر مسح

حقیقت فقہ حنبلیہ

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ گدھے کی کھال پر جبکہ اس سے بنا ہوا جو تا پاؤں  
میں ہو مسح کرنا جائز ہے۔ اور آدمی کے چمڑے پر بھی مسح کرنا جائز ہے  
(بخاری شریف کتاب الوضوء جلد اول ص ۲۸) (حقیقت فقہ حنبلیہ ص ۸۲)

جواب:

بخاری شریف کے باب المسح میں اس نام کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ لہذا اس  
کے جواب کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن اس مقام پر ایک بات نجفی سے پوچھی جاسکتی  
ہے۔ کہ گدھا تمہارے مسلک میں نجس نہیں۔ بلکہ ”طاهر“ ہے۔ جس کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے  
اور خنزیر کو فقہ جعفریہ نے نجس العین بھی کہا ہے۔ اس نجس العین کے چمڑے سے بنا ہوا  
ڈول ہو۔ تو آپ کے مذہب میں اس سے پانی نکالنا جائز ہے۔ یعنی ایسے ڈول سے کنواں  
بھی پاک ہی رہے گا۔ اور اس ڈول کا پانی پینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح سور کے بالوں سے  
بٹی ہوئی رسی سے بھی تمہارے نظریہ کے مطابق پانی نکالنا درست ہے۔ آخر کیا وجہ ہے  
کہ خنزیر سے اتنا پیارا اور گدھے سے اتنی دشمنی؟

فاختہ بروایا اولی الا بصار



## اعتراف نمبر ۱

## گردن کے مسح کا جائز استجاب

## حقیقت فقہ حنفیہ

فتاویٰ قاضی خان ص ۱۱، جلد اول ذکر و ضرور میں لکھا ہے۔ کہ گردن کا مسح کرنا نہ ہی سنت ہے۔ اور نہ ہی آداب میں ہے۔ پس سنی علوانوں سے کوئی پرچھے۔ کہ جب یہ نہ سنت ہے۔ اور نہ ہی کوئی آداب۔ بلکہ بدعت ہے۔ تو پھر اسی بدعت میں آپ نے بیچاری عوام کو کیوں پھنسا یا ہوا ہے۔  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

## جواب:

اس اعتراف کا جواب فتاویٰ قاضی خان میں خود موجود ہے۔ اگر نجفی اس کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تو ہر پڑھنے والے کو اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اور اعتراف کی گنجائش نہ رہتی۔ فتاویٰ کی مکمل عبارت یوں ہے۔

## فتاویٰ قاضی خان:

وَأَمَّا مَسْحُ الرَّقَبَةِ لَيْسَ بِأَدَبٍ وَلَا سُنَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ سُنَّةٌ وَعِنْدَ اخْتِلَافِ الْأَقْوَامِ يَلِ حَكَانَ فَعَدَلَهُ







## اعتراض نمبر ۱۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں استنجا کی شان

رحمۃ الامۃ:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فَإِنْ صَلَّى وَلَمْ يَسْتَنْجِ  
صَحَّتْ صَلَاتُهُ۔

(رحمۃ الامۃ ص ۵۵ فصل فی الامۃ تنجاء)

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص استنجا نہ کرے۔ یعنی مقام پاخانہ کو  
پانی سے نہ دھوئے اور نماز پڑھے۔ تو اس کی نماز صحیح ہے۔

نوٹ:

حنفیوں کو موسم سرما میں بڑے مزے ہیں۔ نازک جگہ پر کون ٹھنڈا پانی ڈالے  
بغیر کانڈ دھوئے نماز پڑھیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)



## جواب:

استنجا کی تفصیل فقہ شیعہ اور فقہ حنفی میں کچھ اس طرح ہے۔ بول و براز سے فراغت کے بعد اگر کوئی شخص صرف ڈھیلے استعمال کرتا ہے۔ اور نجاست دور کر لیتا ہے۔ تو یہ طریقہ بھی درست ہے۔ اس کے بعد پانی سے استنجا کرنا صرف بہتر ہے۔ ضروری نہیں اور اگر ڈھیلے استعمال کرنے کی بجائے ابتدا میں ہی پانی سے صفائی کرتا ہے۔ تو بھی درست ہے مقصد یہ ہے۔ کہ نجاست دور ہونی چاہیے صرف ڈھیلے استعمال کرنے سے یا پہلے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرنے سے یا صرف پانی ہی کے استعمال کرنے سے۔ ان تین صورتوں میں ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال بہتر اور افضل ہے کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

## المبسوط:

وَإِذَا ارَادَ الِاسْتِنْجَاءَ مِنْ مَخْرَجِ النَّجْوِ  
كَانَ مَخْطِئًا بَيْنَ الِاسْتِنْجَاءِ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ  
وَإِنَّمَا اتَّخَذَ بِالنَّجْوِ وَالتَّجَمُّعِ بَيْنَهُمَا أَفْضَلُ  
يَبْدَأُ بِالْحِجَارِ ثُمَّ يَخْطِئُ بِالنَّجْوِ وَالتَّجَمُّعِ  
عَلَى الْمَاءِ أَفْضَلُ مِنْهُ عَلَى الْأَحْجَارِ

(المبسوط جلد اول ص ۱۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب کوئی شخص بول و براز کے بعد استنجا کرنا چاہے۔ تو اسے اختیار



ہے۔ کہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اپنا لے۔ پہلا یہ کہ تین پتھر استعمال کر کے صفائی کر لے۔ دوسرا یہ کہ صرف پانی کو استعمال میں لائے تیسرا یہ کہ دونوں کو کام میں لائے۔ اور یہ تیسرا طریقہ پہلے دونوں طریقوں سے افضل ہے۔ دونوں کو اکٹھا کر کے استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر استعمال کرے۔ پھر پانی سے دھو ڈالے۔ اور صرف پانی سے دھونا صرف پتھر استعمال کرنے سے افضل ہے۔

## لمحہ مکریہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ سے مسئلہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ کا مسئلہ دونوں ایک سے ہیں۔ کیونکہ شیعہ فقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ غلطی کے ضمن میں جو نجفی نے جو اساتذہ کبار کیوں۔ وہی بعینہ ان کے مسلک پر ہو سکتی ہیں۔ نجفی شیعہ کو اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دینا چاہیے۔ کہ گروہ شیعہ ان علی! تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شکر یہ بجا لاؤ۔ جنہوں نے تمہیں سردیوں میں نرم و نازک..... کانڈ بغیر دھوئے منلا پڑھنے کی اجازت دی۔ اور تمہیں تلا کو بھی دعائیں دو کر جس نے ہم اہل سنت پر کچھڑا چھال کر انہیں مجھوکیا کہ بھی تمہاری گانڈ کی کچھ خبریں

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۱۲

### استنجاء کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ یَجِبُ إِلَّا سِتْبَرَاءُ بِالسَّيِّئِ  
التَّذْنِیْخِ وَقِيلَ یُکْتَنَى بِمَسْحِ الذِّکْرِ وَاجْتَرَاہُ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

رفتاری عبدالحی ص ۲۰۸ باب الاستنجاء  
نیز غنیۃ الطالبین

ترجمہ:

پیشاب کے بعد استبراء کرنا واجب ہے۔ اور وہ چند قدم چلنے سے  
یا کھانسنے سے یا آلہ تناسل نچوڑنے سے ہو۔ اور تین مرتبہ پھر آلہ تناسل  
کو کھینچے۔

نوٹ:

اگر حنفی احباب استبراء کے لیے آلہ تناسل کو ہر روز کھینچتے رہے۔ تو پھر کسی کے  
استعمال طلام کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے آلہ تناسل آخر  
عمر تک گھوڑے کے آلہ تناسل کے برابر ہو جائے گا۔

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۸۶)



جواب ۱

پیشاب کے بعد استبراء کے مختلف طریقوں کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ اور اس ضمن میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر دشنام طرازی کی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا جواب ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی بہر حال درست نہیں۔ جہاں تک استبراء کا مسئلہ ہے۔ تو اس کی مختلف صورتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ ان میں زیادہ کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ أَرَادَ الْإِسْتِنجَاءَ فَلْيَمْسَحْ بِإِصْبَعِهِ مِنْ  
عِنْدِ الْمُقْعَدَةِ إِلَى الْأَنْثَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ  
يَنْتَرُ ذَكَرَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۱ مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۹ کتاب الطہارت الخ  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص استنجا کرنے کا ارادہ کرے۔ اسے چاہیئے کہ تین دفعہ اس طرح  
کرے۔ کہ اپنی انگلی سے گانڈ کی طرف ذکر کو پکڑ کر خستین پر سے کھینچے  
اس روایت میں ومنتراً کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی فروع کافی کے حاشیہ پر  
یوں مذکور ہے۔

الَّتِي تَرْجُذُ الشَّيْءَ بِشِدَّةٍ وَ مَدُّهُ يَنْتَرُ الْكَرَّ



فِی الْمَسْتَبْرَاءِ۔

یعنی کسی چیز کو پوری طاقت سے کھینچنا ”منتزاع“ کہلاتا ہے۔ اور اسی سے استبراء میں ”منتزاع“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی آلہ تناسل کو زور سے کھینچنا۔

## لمحذکرہ:

قارئین کرام! شیعہ فقہ کی کتاب سے باحوالہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ استبراء کا طریقہ جو احناف کے ہاں تحریر ہے۔ وہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی فقہ میں موجود ہے۔ احناف نے تو یہ کہا ہے کہ آلہ تناسل کو چوڑ کر قطرات دھویے جائیں۔ لیکن شیعہ فقہ نے یہ طریقہ بتلایا ہے۔ کہ آلہ تناسل کو خستین کی طرف سے انگلی سے پکڑا جائے۔ اور پوری طاقت سے انگلی کو آلہ تناسل کے سرے تک کھینچا جائے۔ اور عمل تین دفعہ کیا جائے۔

جیسا کہ خود شیعہ لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی فقہ کا ہر مسئلہ کسی نہ کسی امام سے ثابت اور منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ طریقہ اس لیے ایجاد کیا ہوگا۔ (بقول نجفی) کہ طلاء کی ضرورت نہ پڑے۔ اور آلہ تناسل میں لمبائی بھی آجائے۔ (معاذ اللہ) نجفی شیعہ کی اس یا وہ گوئی نے کیا رنگ دکھلایا۔ حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ رہا نجفی کا یہ کہنا۔ کہ حنفی اگر ساری عمر ایسا کرتے رہے۔ تو آلہ تناسل گھوڑے کی طرح لمبا ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو اپنے بڑوں کے استبراء کرنے سے بخوبی اس امر کا مشاہدہ ہے۔ کہ آلہ تناسل بڑا ہو جاتا ہے لمبائی میں گھوڑے سے تشبیہ نے بھی کیسا کل کھلایا۔ گھوڑے کا آلہ تناسل تو نجفی وغیرہ



کاپہ ندیدہ منظر ہے۔ آخر ذوالجناح جو بتاتا ہے اور بوقت جلوس اس کو لفافے چڑھا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ان کی دوشیزائیں جب اس کے نیچے سے گزر کر ”جنت“ میں جانے کے لیے رختِ سفر باندھیں۔ تو کہیں یہ روکاؤٹ نہ بن جائے اور اُسے کھلا دیکھ کر اپنے خاوندوں سے منہ نہ موڑ لیں اور دبا با جی، کی نہ ہو جائیں۔ لیکن مردوں کے لیے یہ پابندی اور پردہ کیسا؟ بہر حال اس قسم کے غلیظ خیالات یا تو بھڑوں کو آتے ہیں۔ یا قوم لوط کے پسندیدہ افراد کو۔ ہم یہ فیصلہ کرنے کے حق میں نہیں۔ کہ نجفی شعی ان دونوں میں سے کس گروہ کا فرد ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعتراض نمبر ۱۳

حقیقت فقہ حلفیہ

”سنی فقہ میں غسل کی شان“

ابو سلمہ اور عائشہ کا بھائی کہتا ہے کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔  
عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بھائی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کس طرح کرتے  
تھے۔

بخاری شریف:

فَدَعَتْ بِأَنَاءٍ نَحَرَ مِنْ صَاعٍ شَاعَتْ سَلَتْ وَأَخَاضَتْ  
عَلَى رَأْسِهَا۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۶)

ترجمہ:

پس بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع تقریباً تین سیر کی مقدار  
پانی منگوایا۔ اور سر پر بہایا۔ اور غسل کر کے دکھایا۔

نوٹ: مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ



کی سخت ترین ثابت ہوتی ہے۔ اور ابوسلمی راوی کی اور امام بخاری کی بے شرمی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غسل جنابت سیکھنے کے لیے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی اسے بتانی نہیں ملتی تھی۔ فقہ حنفیہ تیسرے صدقے جاواں عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں۔ یہ سنت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور فقہ حنفیہ کا مایہ ناز سلب ہے۔  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۶)

## جواب:

بخاری شریف کی مذکورہ روایت میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ پھر اعتراض کی حقیقت آپ سمجھ جائیں گے۔ اس واقعہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے والے دو اشخاص کون تھے؟ ان میں سے ایک ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو رشتہ میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں۔ یہ دونوں آپ کے محرم ہیں۔ لہذا ان کو عام صحابی کے درجہ میں رکھنا بے وقوفی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا کہ ”عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں“ نجس کی بجائے ہے۔

اس واقعہ میں نجسیتیں نے جث باطنی کے پیش نظر تائید دینے کی کوشش کی۔ کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو برہنہ حالت میں غسل کر کے دکھایا۔۔۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ بلکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پانی منگوایا۔ اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ اور اپنا سر مبارک دھو۔۔۔ تے ہوئے انہیں اس کی کینٹ سکھائی اور از روئے شرع محرم مردوں سے ہاتھ پاؤں اور سر کا ڈھانپنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جن اعضا کا سر فرض ہوتا ہے۔ ان کو اگر دکھایا جاتا۔ تو قابل اعتراض بات نہ ہوتی۔



وَأَنشَأَتْ سَلَى رَأْسَهَا - کے الفاظ اسی امر کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ صرف سر دھوتے دکھانا کجا برہنہ ہو کر غسل کرتے دکھانا کجا۔

علاوہ ازیں از روئے عقل بھی یہ بات غلط ہے۔ کہ ایک بھانجہ اور دوسرا رضائی بھائی اور پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ جرات کریں۔ کہ سر کا ردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں ان کے گھر جائیں۔ اور آپ کی زوجہ مقدسہ کو یہ عرض کریں۔ کہ آپ ہمیں برہنہ ہو کر ایک صاع سے غسل کر کے دکھائیں اور پھر ان کی اس ناممکن جرات پر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا ان کی فرمائش ان کی خواہشات کے مطابق پوری کر دکھلائیں لہذا وہ مقصد اور مطلب جو نجفی شیعہ نکالنا چاہتا ہے۔ وہ کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس کا یہ لکھنا کہ ”مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی بی مائشہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین ثابت ہوتی ہے“ خود اس پر فٹ آتا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثر دنیا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق بدتہذیب الفاظ ذکر کرنا ان کی توہین نہیں تو اور کیا ہے۔ اور پھر اس طرح یہ ابو بکر صدیق اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بن گئی۔ دونوں صحابی (جو محرم تھے) ایک مسئلہ سیکنے کے لیے حاضر ہو گئے۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے باوجود غسل کی ضرورت نہ ہونے کے بھی ایک صاع پانی سے غسل کر کے دکھایا۔ اس سے تو مائی صاحبہ کی تبلیغی خدمات اور تعلیمی برداری نظر آتی ہے۔ گویا اس طرح اس روایت میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان ہو رہی ہے۔ لیکن نجفی نے اسے مذاق و مسخر کار نگہ دیا۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ”استانی“ کا نام دے دیا۔

نظر آتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ مائی صاحبہ نے سر دھو کر دکھلایا۔ اور اس کا جواب ہم کچھ چکے ہیں۔

اب ذرا فتنہ جعفریہ کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر دونوں واقعات



کابا ہم مقابلہ کریں واقعوں سے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ كَانَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلَى فِي الْحَمَامِ  
فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْحُورَةِ قَالَ لِذِي يُطْلَى شَيْخٌ ثُمَّ  
يُطْلَى هُوَ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ أَطْلَعَ فَلَا بَأْسَ  
أَنْ يُلْقَى الشَّرْعَنَةُ لِأَنَّ الشَّرْعَةَ سَتْرٌ وَ دَخَلَ  
صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ  
الْحَمَامِ نُخْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفُهُ  
الْمُسُودَةُ وَ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمَرَافِقِيِّ قَالَ  
دَخَلْتُ حَمَامًا بِالسَّيْنَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ  
وَهُوَ قَيْمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخَ الْحَمَامِ  
هَذَا الْحَمَامُ فَقَالَ لِابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ  
عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ  
كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيُطْلَى عَانَتُهُ وَ مَا  
يَلِيهَا ثُمَّ يَلْتَمِسُ إِنْ أَرَادَ عَلَى الطَّرَافِ أَحْمِلُهُ رِيدُ  
عُورَتِي نَاطِلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَرُمَا  
مِنْ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُهُ إِنْ رَأَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ قَالَ  
كَلَّا إِنَّ النَّوْرَةَ سَتْرَةٌ.

(۱) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۳ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ نور قدیم

(۲) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۳ ص ۵۵ مطبوعہ تہران مطبع جدید



## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں طلا لگاتے تھے۔ جب شرمگاہ تک پہنچتے۔ تو طلا کرنے والے کو کہتے۔ یہی طلا کرنے کی جگہ ہے اور جو اس تک پہنچ پائے۔ اُسے کوئی گناہ نہیں کہ پردہ اتار پھینکے کیونکہ چونا خود پردہ بن جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حمام میں گئے۔ آپ کو دیکھ کر حمام کے مالک نے کہا۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو آپ کے سوا تمام لوگوں سے حمام خالی کر دیں۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن کو زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ عبید اللہ مرافقی سے روایت ہے۔ کہ میں ایک دفعہ مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ وہاں مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نظر آیا۔ اور وہ اتفاق سے اُس حمام کا منیجر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس میں تشریف لاتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ وہ یہاں کس طرح طلا وغیرہ کرتے ہیں۔ کہنے لگا وہ آتے ہی اپنی شرمگاہ کا طلا لگاتے ہیں۔ اور شرمگاہ کے متصل حصہ پر بھی پھر تہبند اپنے آلات ناسل کے ارد گرد پیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہو کر اُن کے تمام جسم پر طلا لگاتا ہوں۔ میں نے ایک دن اُن سے عرض کیا۔ کیا حضرت! اس جگہ کو کہ جس کا دیکھنا کسی دوسرے کے لیے آپ بُرا سمجھتے ہیں۔ میں اُسے بوقت طلا دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس پر لگا ہوا چونا اس کا ستر ہے

لمحہ فکریہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نیچے سر کو وہ محارم کے سامنے



دھونے کی صورت میں نجفی کو توہین نظر آئی۔ اور مافی صاحبہ کا خیر خواہ بن کر یہ "قریبی" بیویوں پر اعتراض کرنے بیٹھ گیا۔ ذرا اس واقعہ کو بھی ملاحظہ کیا ہوتا۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو تم نے کس طرح کھلونا بنایا۔ انہیں حمام میں نہنگا کر دیا۔ اور اجنبی لوگوں کے سامنے اجنبی آئینہ تال اور اس کے ارگرد طلاؤں گواٹی۔ طلاؤں لگانے والا یہ جانتا ہے۔ کہ جسم کا یہ حصہ کسی کو نہیں دکھانا چاہیے۔ لیکن شیعوں نے امام کی طرف یہ قول منسوب کر دیا۔ کہ کوئی حرج نہیں۔ چونکہ اور طلاؤں ہی اس کا پردہ بن جاتے ہیں۔ بے چارہ چونکہ لگانے والا بہتار ہا حضور! مجھے آپ کا وہ..... نظر آ رہا ہے۔ اس پر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے۔ لیکن امام نے فرمایا۔ پرواہ نہ کرو۔ تم دیکھتے بھی رہو۔ اور کام بھی کرتے جاؤ۔ گناہ ہوا تو میرا ذمہ ہے۔ کیوں صاحب! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہی صلہ تھا۔ ان سے پیار کا یہی تقاضا تھا؟

مزید یہ کہ اہل تشیع مرد و عورت کی صرف اگلی شرمگاہ کو قابل ستر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے حصے پردہ میں شامل نہیں۔ اور اس ایک عضو پر بھی اگر کوئی ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## فروع کافی،

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَاضِي الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
الْعَوْرَةُ حُدْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالذُّبُرُ قَامَا الدُّبُرُ  
مُسْتَوْرًا بِالْأَلْيَتَيْنِ فَإِذَا اسْتَرَّتَ الْقَضِيبَ  
وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَتَرَتِ الْعَوْرَةَ وَقَالَ  
فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرْتَهُ  
الْأَلْيَتَانِ وَأَمَّا الْقَبْلُ فَاُسْتُرَّ بِبَيْدِكَ.

(فروع کافی جلد ۱ ص ۵۰ طبع تہران جدید) (وسائل الشیوع جلد ۱ ص ۲۸ طبع جدید تہران)



## ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قابل ستر و چیزیں میں مرد عورت کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ۔ بہر حال دُبر تو دونوں چوڑوں میں چھپی ہوتی ہے۔ (لہذا اس کا پردہ قدرتنا ہو گیا) سو جب تو نے اَلِ تناسل اور دونوں گولیوں کا پردہ کر لیا۔ تو تیری شرم گاہ کا پردہ ہو گیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ دُبر کو تو دونوں چوڑوں کا پچھلا حصہ لیتے ہیں۔ (اس لیے اُس کے پردے کا انتظام موجود ہی ہے۔) اور اَلِ تناسل پر اگر تو نے ہاتھ رکھ دیا۔ تو اُس کا بھی پردہ ہو گیا

مؤمنین! آپ کے امام نے مزے بنا دیئے۔ دُبر چیزیں پردہ کرنے کی قابل تھیں ایک کا از خود انتظام کر دیا گیا۔ اور دوسری پر ہاتھ رکھ لو۔ تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ایک امام نے ہاتھ رکھوا کر بے شرمی سے بچایا۔ اور دوسرے نے اُدھر چوڑا لگوا کر حیا دار بنا دیا۔ فقہ جعفریہ کا امتیازی پردہ مبارک ہو۔ مجلس تعزیر، جلوس دسویں محرم الحرام اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں واجبی پردہ کر کے اُنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ آخر تمہاری فقہ اور تمہارے ائمہ کے اقوال پر تم عمل نہ کرو گے۔ تو اور کون عمل کرے گا۔ اور اگر تم سٹ پٹاؤ۔ کہ دوسروں کو دکھانے کے لیے یہ مسئلہ نہیں ہے۔ یا دوسرے نہ دیکھیں۔ تو اس کی دلیل پیش کرو۔ کیونکہ پڑھ تو غیروں سے ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنوں سے نہیں۔ اپنوں سے پردہ کی کیا حد ہے؟ ملاحظہ ہو۔

## توضیح المسائل:

مرد و زن کہ با یک دیگر محرم اند اگر قصد لذت نہ داشتہ باشند می  
توانند غیر از عورت تمام بدن یک دیگر نگاہ کنند۔

(توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۲۴۳ (ص ۲۶۶))



ترجمہ:

ایسے مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہوں۔ اگر لذت کا قصد نہ رکھتے ہوں۔ تو شرمگاہ کے سوا تمام جسم ایک دوسرے کا دیکھ سکتے ہیں۔ اگر تمہاری فقہ پر جائیں۔ تو سرے سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر کوئی اعتراض آتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں محابی آپ کے محرم تھے۔ لیکن ہم اس بے شرمی کے قائل نہیں اس لیے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ذات ان تمام خدشات سے پاک ہے۔ جو نجی کو روایت مذکورہ میں نظر آئے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۱۲

انزال کے بغیر غسل واجب نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ہے کہ قَالَ دَاوُدُ وَجَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّعَابَةِ -  
بِهِ بَانَ الْغُسْلُ لَا يَجِبُ إِلَّا بِالْأَنْزَالِ -

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰)

ترجمہ:

ملاں داؤد اور صحابہ کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے کہ غسل جنابت منی  
نکلتے کے بغیر واجب نہیں ہے۔

نوٹ:

سنی لوگوں کے بڑے مزے ہیں۔ بے شک ہم بستری کرتے رہیں۔ اگر منی  
فارغ نہ ہو۔ تو صبح بغیر غسل کے نماز پڑھیں۔ اور صحابہ کرام کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ  
یاد کریں۔ مذکورہ فتویٰ شرع پاک کے خلاف ہے۔ کیونکہ دخول یا انزال ان  
دونوں صورتوں میں غسل جنابت واجب ہے۔

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ہے کہ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ  
فِي وَطْئِ الْبَهِيمَةِ إِلَّا بِالْأَنْزَالِ -

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰)



ترجمہ :

الضعیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چوپائے سے بدھلی کرے۔ تو اس پر  
غسل بغیر انزال کے واجب نہیں۔ (حقیقت فقہ ضعیفہ ص ۸۶، ۸۷)

جواب :

ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں کہ فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینا ہم اپنے ذمہ  
لیتے ہیں۔ یہ اعتراض حنفی فقہ پر نہیں کیونکہ ”میزان الکبریٰ“ شافعی مذاہب کی ہے  
لیکن سنی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ عرض  
ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے درج کرنے میں نخعی نے دیوبند دینا انتی کا ارتکاب کیا ہے  
میزان الکبریٰ کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ مکمل عبارت  
ملاحظہ ہو۔

میزان الکبریٰ :

وَأَمَّا مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ فَمِنْ ذَلِكَ إِتِّفَاقُ  
الْأَيُّمَةِ الْأَرْبَعَةِ عَلَى وَجُوبِ  
الْغُسْلِ مِنْ جِزْئِ التِّقَاءِ الْخَتَانَيْنِ وَإِنْ لَمْ  
يَحْضُرْ إِنْزَالٌ مَعَ قَوْلِ دَاوُدَ وَجَمَاعَةٍ مِنَ  
الصَّعَابَةِ بِأَنَّ الْغُسْلَ لَا يَجِبُ إِلَّا بِالْإِنْزَالِ  
إِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسْخُ ذَلِكَ.

میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۲

باب الغسل۔ مطبوعہ



## ترجمہ:

البتہ حواہوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس اسی سے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس شخص پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جو التقائے ختائین کا مرتکب ہو۔ اگرچہ اس صورت میں انزال نہ بھی ہو۔ داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے کہ اس صورت میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نسخ ثابت نہ ہو۔

## توضیح:

حضرات ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرد وزن کی شرمگاہ کا بلا پردہ ملاپ ہو جائے۔ اور حشفہ بھی غائب ہو جائے۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔ اس اجتماعی قول کے خلاف داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ جو اس کیفیت کے ساتھ انزال کی بھی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے منسوخ ہے۔ جس میں آپ نے التقائے ختائین سے غسل کے وجوب کا ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں اگر منسوخ نہ ہوتا۔ تو ان دونوں (داؤد اور ایک جماعت صحابہ) پر اعتراض تھا۔ لیکن نجفی نے تو یہ اعتراض سنی فقہ پر کیا۔ اور اس کے ضمن میں حنفی فقہ پر الزام دے مارا۔ میزان الجبرائی کی پوری عبارت سے بات واضح ہو گئی کہ جن کا قول نجفی نے ذکر کیا۔ وہ منسوخ ہے۔ ایسے قول سے اعتراض کرنا کب عقلمندی ہے عبارت میں خیانت روارکھنے کے علاوہ نجفی شیعی نے حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت کا مذاق اڑایا۔ اس منسوخ قول پر یہ مذاق اور اپنے ہاں اس سے بڑھ کر مذموم مسئلہ پر خاموشی افزکیوں؟

المیسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَتَى حُلَّ ذَكَرَهُ فِي دُبُرِ الْمَرْأَةِ اَوِ الْغُلَامِ



فَلَا صَحَابَنَا فِيهِ رَوَايَاتٍ إِحْدَاهُمَا يَجِبُ الْغُسْلُ  
عَلَيْهِمَا وَالْثَانِيَّةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا فَإِنْ أَنْزَلَ  
وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ لِمَكَانِ  
الْإِنْزَالِ فَأَمَّا إِذَا ادْخَلَ ذَكَرَهُ فِي فَرْجٍ  
بِهَيْمَلَةٍ أَوْ حَيَوَانٍ آخَرَ فَلَا نَصْرَ فِيهِ فَيَنْبَغِي  
أَنْ يَكُونَ الْمَذْهَبُ أَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهِ غُسْلٌ لِعَدَمِ  
الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ

(المبسوط في فقه الامامية تصنيف  
ابو جعفر طوسي شيعي جلد اول  
ص ۲۸، ۲۷ كتاب الطهارة مطبوعه  
تهران طبع جديد)

ترجمہ:

”البتہ اگر کوئی (شیعہ) اپنا آلہ تناسل عورت کی گانڈ میں داخل کرتا ہے  
یا کسی لونڈے کے ساتھ دخول کرتا ہے۔ تو۔ ہمارے اصحاب کے  
اس بارے میں دو فتوے ہیں۔ ایک یہ کہ ان دونوں پر غسل واجب  
ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کسی پر بھی غسل واجب نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں  
میں سے کسی ایک کو انزال ہو گیا۔ تو اس پر اس لیے غسل کرنا واجب  
ہے کہ چونکہ انزال ہو گیا۔ البتہ اگر کسی (شیعہ) نے کسی چار پیادہ دوسرے  
حیوان کی گانڈ میں آلہ تناسل داخل کر دیا۔ تو اس بارے میں ہمارے  
اصحاب سے کوئی تصریح نہیں۔ اس لیے اس بارے میں شیعہ  
مذہب یہی ہونا چاہیے کہ اس طرح کرنے سے غسل ہرگز واجب



نہیں۔ جو کہ منسوخ قول ہے۔ اور دوسرا قول ۱۰ امام اعظم ابوحنیفہ کا تھا۔ کہ چوپایہ کے ساتھ  
 وٹلی کرنے کے بعد جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا۔ یعنی شیعہ کو دونوں مسئلے  
 برے لگے۔ اور سنی فقہ پر اعتراض کر دیا۔ لیکن اس کے اپنے گھر کا حال جو ہم نے پیش کر دیا  
 ہے۔ اس کی خبر نہ لی۔ وہاں انزال کے بغیر غسل کرنا لازم نہ تھا۔ یہاں انزال کے بعد بھی غسل  
 کرنا واجب نہیں۔ مزے یہاں ہیں یا وہاں۔ اور پھر منڈے بازی اور عورت سے  
 لواطت تو شیعہ فقہ کا طرہ امتیاز ہے۔ کیونکہ یہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ البسوط کے مذکورہ  
 حوالہ میں ایک انوکھی بات آپ کو دکھائیں تو۔ آپ اس کے مصنف کو داد دیں گے۔  
 یہ کہ کوئی انسان عورت کی ڈبر یا لونڈے کی ڈبر میں آلات ناسل داخل کرے۔ پھر دونوں  
 میں سے کسی کو انزال ہو جائے۔ ”دونوں میں سے کسی ایک کو انزال“ کیا خوب سوچا  
 کیا عورت اور لونڈے کو بھی انزال ہونے کا احتمال ہے۔ مالاںکہ دخول ان کی ڈبر  
 میں کیا جا رہا ہے۔ ”دو ڈبر سے انزال“ شیعہ فقہ کی انوکھی پیش کش ہے۔

بہر حال شیعوں کے وارے نیارے۔ اپنی بیوی اگر ادھر سے نزدیک نہ آنے دے  
 تو ادھر سے ہی رہی۔ اور اگر پھر بھی دولتی جھاڑے تو لونڈے کو نشانہ ہو س بنا کر قوم لوط  
 کی سنت بھی زندہ کرو۔ اور سردی گرمی میں نہانے کے عذاب سے بھی تھوڑا۔ اور اگر  
 لونڈا بھی کھسک پھسک کرے۔ تو گدھی اور کتے آخر کب کام آئے گی۔ نہ حق مہر، نہ نان و  
 نفقہ اور نہ رہائش کی مصیبت۔ کیوں جناب ایک تیر سے کتنے شکار ہو گئے۔ شاباش  
 اے شیعہ فقہ شاباش۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا یاد نہ رہا۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ گئے۔ تَعَرَّضَ كَرَّ اَنَّهُ جُذِبَ پھر یاد آیا مجھے غسل جنابت کرنا ہے پھر واپس آگئے۔ اور غسل کر کے آئے۔

(بخاری شریف کتاب الغسل جلد اول ص ۵۹)

نوٹ:

بخاری شریف تیسرے صدقے جاواں کیا شان رسالت بتائی ہے۔ جس بندے کو یہ بات بھی یاد نہ رہتی ہو۔ کہ آج اس نے ہم بستی کی ہے۔ اور اسے غسل بھی کرنا ہے۔ اور پھر ناز پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو اگر نبوت مل جائے۔ تو وہ دینِ خدا پہنچانے میں بھی گھپلا مارے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۷)

جواب:

نجی شیعہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”گھپلا مارنے والا“ کہہ کر ارتکاب کفر کیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ واقعہ موجود ہے۔ اور اس کی حکمت ہم ابھی چند سطور آگے شیعہ کتب سے ہی پیش کریں گے تفصیلی جواب سے قبل اس مسئلہ کے متعلق ایک نظریہ بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات انبیاء کرام کو نہ بیان ہوتا تھا یا نہیں۔ اور کیوں؟



حضرات انبیائے کرام کو نسیان لاحق ہونے کی علماء نے دو صورتیں لکھی ہوئی  
ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد اس میں نسیان ہو جائے۔ نسیان کی  
یہ صورت ممکن نہیں۔ اور معیوب بھی ہے۔ کیونکہ اگر وحی الہی میں نسیان ہوتا ہوگا۔ تو قرآنی  
آیات و احکامات میں اس کا اثر ہوگا۔ یوں قرآن کریم کے محفوظ اور احکامات کے مکمل ہونے  
پر زور آئے گی۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ تبلیغ میں سہو و نسیان  
نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ احکام کی ادائیگی میں سہو و نسیان ہو جائے  
تو یہ قسم موجود ہے۔ اور اس کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ مفوضہ اور غلاۃ کی طرح  
ملعون ہوگا۔

اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ ان کے بہت بڑے  
مجتہد شیخ صدوق نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں ذکر کی۔

### مَنْ لَا يَحْضُرُ الْفَقِيهَ

قَالَ مُصَنِّفُ هَذَا الْكِتَابِ إِنَّ الْغُلَاةَ وَالْفَرِضَةَ  
لَعَنْهُمْ اللَّهُ يُكْرَهُنَّ سَهْوًا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَرَلُّونَ كَرَجًا ذَا أَنْ يَسْهَوْا عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ جَازًا أَنْ يَسْهَوْا فِي التَّبْلِيغِ  
لِأَنَّ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَرِيضَةٌ كَمَا أَنَّ التَّبْلِيغَ  
عَلَيْهِ فَرِيضَةٌ وَهَذَا لَا يَلْزِمُنَا..... رَدَّ إِلَيْكَ  
لِأَنَّ جَمِيعَ الْأَحْوَالِ الْمُشْتَرَكَةِ يَقَعُ عَلَى النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِمَامِ فِيهَا مَا يَقَعُ عَلَى  
غَيْرِهِ وَهُوَ مَتَّعِبٌ فِي الصَّلَاةِ كَغَيْرِهِ مِمَّنْ



لَيْسَ بِنَبِيِّ وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ سَرَاهُ بِنَبِيِّ كَمَا  
فَالْحَالَةُ الَّتِي اخْتَصَّ بِهَا هِيَ التَّبَوُّعُ وَالتَّبْلِيغُ  
مِنْ شَرِّهَا ..... وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ  
فِي التَّبْلِيغِ مَا يَقَعَ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ  
مَخْصُوصَةٌ وَالصَّلَاةُ عِبَادَةٌ مُشْتَرَكَةٌ .....  
وَلَيْسَ سَلَامُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَلَامِنَا  
لِأَنَّ سَلَامَهُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّمَا اسْمُهَا  
لِيَعْلَمَ أَنَّ بَشَرًا مَخْلُوقًا فَلَا يُتَّخَذُ مَعْبُودًا  
دُونَهُ وَلِيَعْلَمَ النَّاسُ بِسَلَامِهِ حُكْمَ السَّلَامِ مَتَى  
سَلَامُوا ..... وَكَانَ شَيْخُنَا مُحَمَّدُ بْنُ

الحسن بن أحمد بن الوليد رحمه الله عليه  
يَقُولُ أَوَّلُ دَرَجَةٍ فِي الْغُلُوفِ فِي السَّلَامِ عَلَى  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَرَجَاءُ أَنْ تَرَدَّ  
الْأَخْبَارُ الْوَارِدَةُ فِي هَذَا الْمَعْنَى لِحَاجَاتِ نَرَدِّ  
جَمِيعِ الْأَخْبَارِ وَفِي رَدِّهَا إِبْطَالُ الدِّينِ وَالشَّرِيعَةِ  
وَأَنَا أَحْسِبُ الْأَجْرَ فِي تَصْيِيفِ كِتَابٍ مُتَفَرِّدٍ  
فِي اثْبَاتِ سَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالرَّدِّ عَلَى مُنْكَرِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

(من لا يحضره الفقيه جلد اول)

ص ۲۳۲، ۲۳۵ مطبوعه طهران

طبع جدید







ہوئیں ہیں۔ تو پھر تمام اخبار کار و کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔  
 اور ایسا کرنے میں دین و شریعت کا ابطال ہو جائے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان کے موضوع پر مستقل کتاب لکھے۔ تو اس کو اجر ملے گا۔ اور اس کتاب میں منکرین کا رد بھی ہو۔ تو انشاء اللہ وہ ثواب پائے گا۔

## لمحذکرہ:

نجفی شیعہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سہو و نسیان کا ذکر تھا۔ گویا نجفی کے نزدیک نسیان واقع نہیں ہوا۔ اور یوں وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے محفوظ و مامون ہیں۔ لیکن ان کی صحاح اربعہ میں سے من لایحضرہ الفقیہ کا مصنف شیخ صدوق یہ کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کا منکر یا موقوفہ ہے۔ یا غالی لوگوں میں سے ہے۔ اور ان دونوں پر خدا کی پھٹکا اب جبکہ نجفی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ تو یہ بھی موقوفہ یا غلو کرنے والوں میں سے ہوا۔ اور اس پر بھی شیخ صدوق کی طرف سے خدا کی لعنت۔

اس کے ساتھ شیخ صدوق یہ بھی کہتا ہے کہ (نجفی) ایسے ملعون شخص کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان پر اگر کوئی مستقل کتاب لکھے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ ہم تو شیخ صدوق کے کہنے پر ثواب کے امیدوار نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ماننے والوں کو میدان میں آنا چاہیے۔ اور انہیں اس منکر نجفی شیعہ کی تردید کر کے یہ موقع گنونا نہیں چاہیے۔

”و بقول شیخ صدوق“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولتے نہیں۔ بلکہ بھلائے جاتے



ہیں۔ اس میں دو حکمتیں اس نے ذکر کیں۔ ایک یہ کہ اس سے بشر اور مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر لوگ ایسے شخص کو معبود بنانے سے رک جائیں گے۔ دوسری حکمت یہ کہ لوگوں کو اپنے ہر وسیان کے مسائل معلوم نہ ہوتے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت سے دوچار نہ ہوتے لیکن یہ کچھ جانتے ہوئے بھی نجفی نے کوشش یہ کی کہ بھولے بھالے سینوں کو یہ دکھا کر بھڑکایا جائے کہ سنی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں سنی تو فریب میں نہ آ سکے۔ البتہ نجفی کو شیخ صدوق کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ضرور مل گیا۔ اور وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت یہ تو شیخ صدوق کا تحفہ تھا۔ لیکن اس کم بخت نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وسیان کا انکار کر کے آپ کا نبی ہونا بھی نہ مانا۔ صاف لکھ دیا کہ اگر ایسے شخص کو نبوت مل جائے تو وہ یعنی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی سہو ہوا۔ تو نجفی کے نزدیک ایسا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کر کے مردود ٹھہرا۔ اور پھر دو گھپلا مارنا، کہنا واضح کفر یہ عبارت ہے۔ اس طرح کئی وجوہات سے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ ایسے کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔  
 پلٹے۔ ترجمہ: یقیناً ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتے ہیں۔ یہ لعنت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا رسوا کن مذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعتراف نمبر ۱۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں میت کی مثال

سنی فقہ میں شہید پانچ ہیں۔

(۱) جو طاعون کی بیماری میں مرے (۲) (الابہال) جو (دستوں) کے  
اور ہمیشہ کی بیماری میں مرے (۳) جو غرق ہو کر مرے (۴) جو دیوار کے  
نیچے اکمرے۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۲۸)

نوٹ:

سنی بھائیوں کی بخاری شریف نے تو دین اسلام پر جبر لو پھیر دیا ہے  
اور شہادت اتنی سستی کر دی کہ اگر کسی موانے کو جمال گونا گویاں دے کر مار ڈالا جائے  
یا وہ زیادہ صلاکھا کر دستوں کی بیماری میں مر جائے۔ تو وہ شہید ہے۔ اسی کا نام ہے  
کم خرچ اور بالانشیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۸۸)



## جواب:

نہجی شیعہ نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اس اعتراض میں شہداء کا تمسخر ٹرایا۔ اور حدیث پاک کی کتاب کے متعلق تہذیب سے گرسے ہوئے الفاظ کہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شہید کی اقسام ان پانچ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور خود شہید کتاب میں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ اور خود شہید کی از روئے احکام دو اقسام ہیں۔ ایک وہ کہ جس کو شہادت کے بعد غسل و کفن نہیں دیا جاتا۔ اور دوسرا وہ جو شہید تو ہوتا ہے۔ لیکن اُسے عام مرنے والے مسلمان کی طرح غسل و کفن دیا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے شہداء کو پہلے شہداء کے ساتھ ثواب پانے میں برابری کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ اہل تشیع کی کتب میں پانچ سے زائد شہداء کی اقسام ملاحظہ ہوں۔

## اللمعة المشقیہ:

وَمَنْ خَرَجَ عَمَّا ذَكَرْنَاهُ يَجِبُ تَغْيِيلُهُ  
وَ تَكْفِينُهُ، وَإِنْ أُطْلِقَ عَلَيْهِ اسْمُ الشَّهِيدِ وَالنَّفْسَاءُ  
فِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ كَالْمَطْعُونِ وَالْمَبْطُونِ  
وَالْغَرِيقِ وَالْمَهْدُومِ عَلَيْهِ وَالنَّفْسَاءِ  
وَالْمَقْتُولِ دُونَ مَالِهِ وَأَهْلِهِ مِنْ قَطَاعِ  
الطَّرِيقِ وَغَيْرِهِمْ۔

داللمعة الدمشقیہ جلد اول

ص ۱۲۷ مطبوعہ قمر طبع جدید



## ترجمہ:

وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو شہید ہیں۔ ان کو غسل دینا اور کفن دینا واجب ہے۔ اگرچہ ان پر شہید کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار میں ہے۔ کہ طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، مکان یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا نفاس میں مرنے والی عورتیں اور اپنے مال و اہل کا دفاع کرتے ہوئے مرنے والا یہ سب شہید ہیں انہیں ردفاع کرنے والوں کو ڈاکو ماریں۔ یا کوئی اور۔ اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے صاحب روضہ لکھتا ہے۔

## روضۃ البھیة:

فَالْمَعْنَى حِينَئِذٍ أَنَّ غَيْرَ مَنْ ذِكْرٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ  
مِمَّنْ أُطْلِقَ عَلَيْهِ لَفْظُ الشَّهِيدِ فِي الْأَخْبَارِ  
قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَاتَ غَيْرَ يُبًا مَاتَ شَهِيدًا  
فِي طَلَبِ الْعِلْمِ مَاتَ شَهِيدًا مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ شَهِيدًا مَنْ مَاتَ  
فَلَهُمْ كَالشَّهَدَاءِ فِي الثَّوَابِ وَالْفَضْلِ  
لَا إِلَهَ كَالشَّهَدَاءِ حَقِيقَةً فِي الْأَحْكَامِ كَالْفُضْلِ  
وَالْتَكْفِيَيْنِ۔

روضۃ البھیة جلد اول ص ۲۰ مطبوعہ قمر

طبع جدید



ترجمہ:

لمعۃ و مشقیہ کی عبارت کا معنی یہ ہے۔ کہ حقیقی شہداء کے علاوہ جن دوسرے شہیدوں کا ذکر کیا گیا۔ اور ان پر لفظ شہید بولا گیا اور انہیں یہ نام اخبار میں دیا گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ جو پردیس میں مرادہ بھی شہید، جو علم دین کی تلاش میں مرادہ بھی شہید اور جمعہ کے دن مرادہ بھی شہید ہوا۔ یہ لوگ ثواب اور فضیلت میں شہیدوں کی طرح ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی شہداء کی طرح ان کا غسل و کفن نہ ہوگا۔

الحکم کر یہ:

نجفی شیعہ نے پیٹ کی بیماری سے مرنے والے کی شہادت پر مذاق اڑایا (حالانکہ خردان کی کتب میں بھی اس کو شہید تسلیم کیا گیا) یہ مذاق اس شخص سے نہیں دراصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استہزاء اور تمسخر کیا گیا ہے۔ اور از روئے قرآن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والا پکا کافر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

وَلَبِئْسَ مَا سَأَلْتَهُمْ لِيَقُولُوا إِنَّمَا كُنَّا نَخُوِّضُ وَ  
نَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ  
تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ  
إِيمَانِكُمْ - (پ ۷ ع)

ترجمہ:

اور اگر تم ان سے پوچھو۔ تو وہ ہی کہیں گے۔ ہم تو ویسے ہی مذاق اور ہنسی کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ کیا تم اللہ، اس کے رسول اور اس کی



آیات سے مذاق کرتے رہے ہو۔ اب تم کوئی عذر نہ کرو۔ تم نے یقیناً ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کے ارشادات سے استہزاء اور مذاق کرنے والے کو قطعی کافر قرار دیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نبی نے جانتے بوجھتے ہوئے کہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا رسول اللہ کی نظریں شہید ہے۔ پھر اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس وجہ سے وہ اگر مومن تھا۔ تو اب نہیں رہا۔ اللہ کے حبیب کے ارشادات سے مذاق کرنے پر اسے اللہ کی طرف سے بھی انعام ملنا چاہیے تھا۔ جو مل گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراف نمبر ۱

## میت کی دبر میں روٹی ڈالی جائے

### حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے کہ آدمی جب مر جائے تو کچھ مقدار روٹی اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاویٰ قاضی خان باب غسل میت

جلد اول ص ۹)

نوٹ:

معلوم ہوا کہ سنی لوگ اپنی میت کو گانڈ گزرتے ہیں کہ پھر چونکہ پاخانہ کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روٹی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ اتنے بے شرم ہیں کہ اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مردے کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق برا ہے۔ روٹی داخل کرنے کا معاملہ ناک اور کان کے متعلق ضرور موجود ہے۔ نبی نے فتاویٰ قاضی خان کی عبارت لکھنے میں بددیانتی اور خیانت سے کام لیا ہے۔ میت کی گانڈ میں روٹی ٹھونسنے کے متعلق صاحب فتاویٰ نے اسے



فعل قبیح کہا ہے لیکن نجفی کو اس سے کیا غرض اُسے کوئی ٹوٹا پھوٹا جملہ چاہیے۔ فتاویٰ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

## فتاویٰ قاضی خان

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ أَنَّهُ يُجْعَلُ  
الْقُطْنُ الْمَخْلُوجُ فِي مَنَخَرِيهِ وَفِيهِ وَ  
بَعْضُهُمْ قَالُوا يُجْعَلُ فِي صِبَاخٍ أَوْ نَبِيهِ أَيْضًا  
وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُجْعَلُ فِي دُبُرِهِ أَيْضًا وَ  
هُوَ قَبِيحٌ۔

رفتاوی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۷۳

مطبوعہ مصر طبع قدیم

## ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خالص روئی مردے کے ناک کے سوراخوں اور منہ میں رکھی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ کانوں کے سوراخوں میں بھی رکھی جائے۔ کچھ نے کہا۔ دُبر میں بھی رکھنی چاہیے۔ لیکن یہ قول قبیح ہے۔

قارئین کرام! فتاویٰ قاضی خان کی عبارت مع ترجمہ آپسے ملاحظہ کی۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہ جس کا معنی یہ ہو کہ سنی مردے کی گانڈ میں گز کرتے ہیں۔ خود نجفی نے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی ایک لفظ ایسا نہیں، ”گزارنا“ تو کہاں صرف گز کا بھی لفظ نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کے بعد نوٹ، ”میں گانڈ گز کرتے ہیں“ ذکر کیا۔ اور پھر اسی پر بقیہ ماشیہ آرائی کی ہے۔ صاحب فتاویٰ نے وضاحت



کردی۔ کہ اگر اس بار سے میں کوئی قول ملتا ہے۔ تو وہ یہ کہ مردے کی دُبر میں بعض نے روئی رکھنے کا کہا۔ لیکن ساتھ ہی لکھ دیا۔ کہ یہ قول فعل تبیع ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہرگز نہیں۔ نجفی نے ایک غلط مفہوم بنایا۔ اور اس سے اہل سنت کی توہین کی۔ اُن کا مذاق اڑایا۔

## اہل تشیع کا اپنی میت کے ساتھ سلوک

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی میں میت کی دُبر میں روئی ڈالنے والی بات تبیع ہے۔ اور اس پر کسی کا عمل نہیں ہے۔ اس تبیع اور غیر معمول بہ فعل کو نجفی نے ”گانڈ“ گز کرنا، لکھا ہے۔ آئیے گانڈ گز کرنے کو ہم نے تو تبیع قرار دیا ہے۔ لیکن کتب شیواس سے بھری پڑی ہیں۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تسلیم شدہ قول ان میں موجود ہے۔ جس کو کسی نے بھی تبیع نہیں کہا۔ لہذا اس پر نجفی کی تعریف صادق آتی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

وَاعْتَدِ الْقُطْنَ فَزَرَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حَنْوُطٍ  
وَصَعَّهُ عَلَى فَرْجِهِ قُبْلًا وَدُبْرًا وَاحْشِ  
الْقُطْنَ فِي دُبْرِهِ لِئَلَّا يُخْرِجَ مِنْهُ شَيْءٌ۔

۱۲۲

فروع کافی جلد سوم صفحہ ۱۲۲

کتاب الجنائز مطبوعہ تھران



ترجمہ:

اور غسل دینے والے کو روئی کے کمر اس پر تھوڑا سا حنوط چھڑک لینا  
چاہیئے۔ پھر اس روئی کو میت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پر رکھ دینا  
چاہیئے۔ اور تھوڑی سی روئی مرنے کی گانڈ میں اٹل کر دینی چاہیئے تاکہ اس کوئی چیز نہ نکلے۔

من لا يحضره الفقيه:

ثُمَّ يَضَعُ الْمَيْتَ فِي أَكْفَانِهِ وَ يُجْعَلُ  
الْجَرِيدَ تَيْنَ مَعَ إِحْدَاهُمَا مِنْ عِنْدِ  
الْثُّقُورَةِ يَلصِقُهَا بِجِلْدِهِ وَ يَمْدُ  
عَلَيْهِ قَمِيصَهُ مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ وَالْجَرِيدَةَ  
الْأُخْرَى عِنْدَ وَرْكَهِ مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ  
مَعَ بَيْنِ الْقَمِيصِ وَالْأَزَارِ۔

(من لا يحضره الفقيه جلد اول

ص ۹۱ باب غسل الميت مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر میت کو اس کے کفن میں رکھے۔ اور لکڑیاں بھی اس کے ساتھ  
رکھے۔ ان میں سے ایک لکڑی گردن کے پاس میت کے چترے  
سے ملا کر ہو۔ اور اس پر قمیص کو دائیں طرف سے کھینچے اور دوسری  
لکڑی چوتھڑوں کے پاس قمیص اور چادر کی بائیں طرف رکھے۔



## من لا یحضرہ الفقیہ:

وَسَالَحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
عَنِ الْجَبْرِيدَةِ الَّتِي تَكُونُ مَعَ الْمَيِّتِ فَقَالَ تَنْفَعُ  
الْمُؤْمِنَ وَالْكَافِرَ.

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۹)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن زیاد نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس لکڑی  
کے متعلق پوچھا جو (شیعہ) میت کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ آپ  
نے فرمایا۔ اس لکڑی کا مومن اور کافر دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

## لمحذکرہ:

نجفی شہی نے تو ایک قول قبیح کو اپنے معنی پہنائے۔ جس کی تردید بھی ہو چکی ہے  
ہم نے جو حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کیے۔ ان میں صاف الفاظ میں مذکور ہے  
کہ شیعہ میت مرد ہو تو اس کی گانڈ میں روٹی ٹھونسو۔ اور اگر عورت ہو تو آگے پیچھے دونوں  
سوراخوں کو خوب بند کرو۔ پھر اس صراحت کے ساتھ ان امور کی نہ تردید موجود اور نہ ہی  
انہیں قبیح کہا گیا ہے۔ لہذا اگر نجفی کے قانون کو مد نظر رکھتے ہوئے اس فعل کو ”گانڈ گز“  
کہا جائے۔ تو وجہ معلوم ہے۔ یہی حقیقت تھی جو نجفی کے دل میں کھٹکی اور اس نے اپنی  
فقہ سے اتار کر نجفی فقرچسپاں کرنے کی کوشش کی۔ وہ عبارت ملاحظہ ہو۔ ”اپنی  
میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر قہو پ دیتے ہیں“



ناظرین! آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ التزام کس پر تھوپا۔ اور "میت کا گز"، کون کرتے ہیں؟ حسن بن زیاد والی آخری روایت میں میت کے ساتھ رکھی گئی لکڑی کا فائدہ بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مومن اور کافر دونوں کو مفید ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کافر کا فائدہ کیسے ہوا۔ یعنی اس کو اس لکڑی سے کیا فائدہ ملا۔ کیا عذاب قبر میں تخفیف ہو گئی؟ مشکوٰۃ کے سوال آسان ہو گئے؟ دہشت اور اندھیرا کافر ہو گیا؟ سب کا عقیدہ ہے کہ کافر میت کو کسی امر کا عالم برزخ و عقبے میں کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ لہذا یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تو ہرگز ہرگز ہو نہیں سکتا۔ ہاں آپ کی طرف منسوب ضرور کر دیا گیا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ "مومن"، کو فائدہ اور نہ ہی یہ تو ہو گا۔ کہ اس "بے چارے" کے مرنے کے بعد دُبر کا سوارِخ تنگ اور سخت ہو گیا ہو گا۔ اُس میں روئی ٹھونسنے کے لیے انگلی کون استعمال کرے گا۔ ایسے اڑے وقت وقت میں وہی لکڑی دگڑا کام آئے گی۔ روئی دُبر کی سوارِخ پر رکھی۔ اور لکڑی سے خانہ پری کر دی۔ ناظرین ہی تو گاند گز تھا۔ جس کا بوجھ نجفی اتارنا چاہتا تھا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۱۸

## جنازہ میں نول تکبیریں

**حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ**

سنی فقہ میں ہے۔ کہ میت پر پانچ تکبیر نماز جنازہ بلکہ سات تکبیر اور  
نو تکبیر نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ بلکہ امام محمد ابن سیرین کے قول پر  
تین تکبیریں بھی جائز ہیں۔

(میزان الکبریٰ کتاب الجنائز ص ۲۲۴)

**نوٹ:**

فقہ نعمان تیرے صدقے جاواں جنازے کے بارے میں سنی فقہ میں  
بھانت بھانت کے فتوے موجود ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

**جواب:**

مرکاری اور فریب دہی ہر جگہ کارفرما ہے۔ نفی کی کتاب کا نام ”حقیقت فقہ حنفیہ“  
جس میں اس کا وعدہ یا التزام تھا۔ کہ اس کتاب میں حنفیوں پر اعتراض ہوں گے ان  
کے پول کھولوں گا۔ لیکن بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر فقہ حنفی میں سے کوئی بات نہ مل  
سکی۔ یا کسی دوسری فقہ کا مسئلہ ہوا۔ تو اسے ”سنی فقہ نعمان“ کہہ کر احناف  
پر اعتراض کر مارا۔ اس اعتراض اور اس سے ملتے جلتے اعتراض کی عبارت کو ملاحظہ  
کریں۔ ”سنی فقہ میں ہے“ ”پھرنوٹ“، ”میں“ ”فقہ نعمان“ کا نام لکھ دیا۔ گویا



فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل ”فقہ نعمان“ کے مسائل ہو گئے۔ اگر یہی استدلال اور طریقہ ہے۔ تو شیعہ بھی بیسیوں فرقے میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم بھی ان میں سے کسی شیعہ فرقہ غرابیہ کا کوئی مسئلہ ذکر کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ”فقہ جعفری“ میں یہ ہے وہ ہے۔ مثلاً انہی کا ایک پچھڑا ہوا ساقی فرقہ غرابیہ کہلاتا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اس طرح تھی۔ جس طرح کتے کی کتے سے ہوتی ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے جبریل علیہ السلام دھوکہ کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے۔ حالانکہ وہ آئے علی المرتضیٰ کی طرف تھے۔ ”انوار نعمانیہ“ کی جلد ۱ میں ان کے عقائد و افکار کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسا امامیہ شیعہ ہیں ویسے ہی غرابیہ بھی ہیں اب اگر کوئی امامیہ شیعہ کو یہ کہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم ایسی مشابہت مانتے ہیں جیسا کتے کو کتے سے ہوتی ہے۔ امامی فوراً بول پڑے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ یہ غرابیہ کا ہے۔ جب تمہارا یہ جواب ہے۔ تو پھر فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کو ”فقہ حنفی“ کون مانے گا۔ یہ فریب دیا گیا ہے اور عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ کا باہم مسائل میں اختلاف ہے۔ ہر ایک کے اپنے دلائل ہیں۔ کسی فقہ پر اعتراض کا جواب اُسی فقہ والے کو دینا چاہیے۔ ہم تو فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ ”میزان الکبریٰ“ ہماری فقہ کی کتاب نہیں۔ بلکہ فقہ شافعی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کتاب کا حوالہ پیش کرتے وقت۔ بھی نجفی نے مکاری اور روباہی کا سہارا لیا۔ کتاب مذکور میں نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں مختلف اقوال درج ہیں۔ ہر ایک کی اپنی دلیل ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک ہی ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ تین پانچ اور سات تکبیروں کے اقوال دوسرے حضرات کے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔



## میزان الکبریٰ :

قَوْلُ الْأَيْمَةِ الْأَرْبَعَةِ بِأَنَّ تَكْبِيرَاتِ الصَّلَاةِ  
عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعٌ مَعَ قَوْلِ مُحَمَّدٍ ابْنِ  
سِيرِينَ إِنَّهُنَّ ثَلَاثٌ الْخ.

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۲)

## ترجمہ :

چاروں اماموں کا قول ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ اس  
کے ساتھ محمد بن سیرین کا قول تین کا بھی ہے۔۔۔

معلوم ہوا کہ احناد کے نزدیک بلکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تکبیرات نماز جنازہ  
میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے اسے ”بھانت بھانت“ کے فتوے، کہنا نری  
حمایت ہے۔ اگر مختلف اقوال کسی مسئلہ میں ہونا قابل اعتراض ہے۔ تو یہ بات  
ائمہ اہل بیت سے بھی کتب شیعہ میں منقول ہے۔ اور ان کو بھی وہی لفظ نفی کہے  
جو ”فقہ نعمان“ کو کہے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## اصول کافی :

عَنْ زُرَّارَةَ ابْنِ أَعْيَنَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ سَأَلْتُ عَنْ سَأَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ  
رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي  
ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَهُ  
رَابِعٌ مِنْ أَجِبِي فَلَمْ أَخْرِجِ الرَّجُلَانِ



قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَجُلَانِ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شَيْعَتَيْكُمْ قَدْ دَنَا  
يَسْتَلَانِ فَأَجَبْتَهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْغَيْرِ  
مَا أَجَبْتَ صَاحِبَهُ فَقَالَ بَا زَرَارَةُ إِنَّ هَذَا خَيْرٌ  
لَنَا وَأَبْقَى لَنَا وَلَكُمْ وَلَوْ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ  
وَاحِدٍ لَصَدَقَكُمْ النَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكَانَ أَقَلُّ  
لِبَقَائِنَا وَبَقَايُكُمْ.

(اصول کافی جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ)

(تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔  
اُس نے جواب مرحمت فرمایا پھر ایک شخص آیا اور اس نے  
بھی وہی مسئلہ پوچھا لیکن امام نے اس کو میرے جواب کے خلاف  
جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔  
امام نے اس کو ہم دونوں کے جواب سے علیحدہ جواب دیا۔ جب وہ  
دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ رسول اللہ  
کے فرزند! دونوں آدمی عراق سے اُسے تھے۔ اور آپ کے شیعہ  
تھے لیکن ان کے ایک ہی سوال کے آپ نے علیحدہ علیحدہ جواب  
دیئے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا۔ اسے زرارہ! یہی ہمارے  
لیے بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری اور تمہاری بقیابی ہے۔ اگر تم ایک  
ہی بات پر جمع ہو گئے۔ تو مخالف تم کو اپنی مجلس سے نکال دیں گے



اور پھر ہم ہمارے پاس کہتے آؤ گے۔ کہ خروج کیجئے۔ اس طرح ہمارا  
اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔

دیکھا نجفی صاحب! آپ کے امام صاحب نے ایک ہی مسئلہ کے بیک وقت  
تین جواب عطا فرمائے۔ یہاں مسئلہ بھی ایک اور جواب دینے والے بھی ایک۔ ادھر  
اعتراض میں مسئلہ تو ایک ہے۔ لیکن جواب دینے والے مختلف ہیں۔ اس کے  
باوجود ان کے اقوال بھانت بھانت کے فتوے قرار پائے۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ  
کے فتوے اس بات کے مصداق کیونکر نہیں بنتے۔؟

خود ط:

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ تین مختلف جواب دیئے  
تو یہ بالکل غلط اور اہتمام ہے۔ اول یہ کہ تقیہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں خطرہ ہو۔ ان تینوں  
سے امام کو کب خطرہ تھا۔ دوم یہ کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں تقیہ ختم ہو گیا تھا۔ اب اس  
کا وجود کہاں سے آگیا۔ اپنی تحریر دیکھو۔

اصل و اصول شیعہ:

عہد زریں

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی  
تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے واقعہ جات رہے تھے۔ بابرایی دینی  
ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں۔ اور روشنی کی طرے پھیل  
گئیں۔ خوف و خطر سے کسے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا  
موافق ہو گئی۔ اور راہیں ہموار امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات دن ایک کر دیئے۔



ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق امام تھا اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو شیعہ کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوئے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود بھی سیر ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی بھی پیاس بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن و شار میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ حدیث جعفر بن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

راصل و اصول شیعہ ص ۲۵ تصنیف حجتہ الاسلام محمد حسین آل

کاشف الغطاء مطبوعہ رضا کاربک ڈپو لاہور

قارئین کرام! خود اہل شیعہ کی زبانی آپ نے سن لیا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لہذا امام باقر رضی اللہ عنہ کے تین مختلف فتوے اس لیے نہ تھے۔ کہ وہ اس وقت "تقیہ" کی منزل میں تھے۔ اس لیے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال ہونا کوئی محبوب اور قابل اعتراض بات نہیں۔ اس لیے نجفی شیعہ کا میزان الکبریٰ والی عبارت کو مورد طعن و اعتراض بتانا اس کی اپنی اجتہادی کوشش ہے۔ اور یہی اجتہاد خود اس کے مذہب کا دیوالیہ بھی نکال رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراف نمبر ۱۹

## شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان

**حقیقت فقہ حنفیہ: رحمت الامۃ:**

سُئِيَ فَقِيْرٌ بِـ. وَ السُّنَّةُ فِي الْقَبْرِ الشَّطِیْعُ وَ قَالَ  
اَبُو حَنِیْفَةَ السَّیِّئُ اَوْ لِيْ لِاَنَّ الشَّطِیْعَ صَارَ  
شِعَارَ الشَّیْعَةِ وَ الزَّوْافِیْضِ۔

رحمت الامۃ ص ۸۹ کتاب الجنائز

(میزان الكبرى ص ۲۲۷)

**ترجمہ:**

قبر کو اوپر سے ہموار بنانا سنت ہے۔ اور امام شافعی کا بھی یہی فتویٰ  
ہے۔ لیکن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ چونکہ قبر کو ہموار بنانا شیعوں  
کی علامت بن گئی ہے۔ لہذا اسے شیعوں کو قبر کا کوہان بناؤ۔

(حقیقہ فتہ حنفیہ ص ۹۰)

**جواب:**

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بجا ہے۔ اور قبر کو ہموار کرنے کو بجائے  
اسے اونٹ کی کوہان کی طرح بنانے کو فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہموار  
کرنا چاہئے شیعوں اور منافقین کی علامت ہے۔ اس لیے ہمیں ان کی مخالفت کرنی چاہیے



شیعوں در رافضیوں کی مخالفت آخر کیوں؟ وجہ یہی ہے کہ یہ فرقہ حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا گستاخ ہے۔ آپ نے اس فرقہ کے شعار اور علامت کو بیان فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کرنا ائمہ اہل بیت کا شعار ہے۔ تاکہ آپ کی تعلیمات کو ائمہ اہل بیت کے خلاف بھڑکانے کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ صحابہ کرام کی مخالفت ان شیعوں کی کتب سے عیاں اور ائمہ اہل بیت کی طرف من گھڑت روایات کا انتساب ان کا ایمان ہے۔ نہ اعتبار اُسے۔ تو رجال کشی کے ص ۱۹۵ زیر تذکرہ مغیرہ بن سعید میں ملاحظہ کر لیں۔

اگر کوئی بغی کا ساتھی یہ کہے کہ ابو حنیفہ نے محض رافضیوں کی مخالفت کو بہانہ بنالیا ہے اور انہوں نے حق و باطل کو سامنے نہیں رکھا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو بہت سے ائمہ کے اقوال و فتوے ایسے ملتے ہیں۔ جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### اصول کافی کا ترجمہ الشافی:

راوی نے کہا۔ اگر آپ دونوں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو حدیثیں مشہور ہوں اور ثقہ حضرات نے ان دونوں کی روایت بھی کی ہو۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے۔ کہ کوئی حدیث قرآن و سنت کے مطابق اور رائے عامہ کے خلاف ہے۔ جو موافق قرآن و سنت ہوگی۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور ترک کیا جائے گا۔ اس حدیث کو جو قرآن و سنت کے خلاف ہوگی۔ اور رائے عامہ کے موافق راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ اگر دو فقیہ اس حدیث کے حکم کو کتاب و سنت سے حاصل کریں۔ ہم ان میں سے ایک کو عام لوگوں کے موافق پائیں اور دوسری کو مخالفت تو کس خبر پر عمل کریں۔ فرمایا۔ جو عامہ کے خلاف ہوگی ہدایت اس میں ہوگی میں نے کہا اگر مخالفوں کے دو گروہ دونوں خبروں کے موافق ہوں۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے گا۔ کہ ان کے احکام اور تقاضی کس خبر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس کو



تھوڑا دوسرے پر عمل کیا جائے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۵)

اللمعة الدمشقية:

وتسطيحه لا يجعل له في ظهيره ستمراً لا ثمة من

شعائر الناصية - (اللمعة الدمشقية جلد اول ص ۱۲۸)

ترجمہ:

قبر کو وہاں کی شکل پر نہ بنایا جائے۔ کیونکہ ایہ مکرنا سنیوں کی علامت ہے  
قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ بقول سائل امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما  
دونوں نے حق و باطل کا خیال نہ رکھا۔ بلکہ صاف فرمایا کہ وہ کرو۔ جس میں سنیوں کی مخالفت  
ہو۔ لہذا یہاں بھی وہی بات ہوئی۔ جو نجفی کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں نظر آئی۔ لیکن  
حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے اقوال نہیں کہہ سکتے۔ یہ سب  
کچھ اہل تشیع کا کیا دھرا ہے۔ اور منسوب ائمہ اہل بیت کی طرف کر دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# استرالیئم نمبر ۲۰

بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سُئِيَ فَقِيْمٌ هُوَ - قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ يُؤْذَنَ  
عَلٰى غَيْرِ وَضْوٍ -

بخاری شریف باب الاذان جلد

اول ص ۱۲۵

ترجمہ:

”ابراہیم کہتا ہے کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔“

نوٹ:

بخاری شریف نے سنی بھائیوں کے مزے بنادے کہ ہوا بھی خارج کرتے  
رہیں۔ اور اذان بھی دیتے رہیں۔ کیا یہی سیرت شیعین ہے اور فقہ نعمان ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۱)

**جواب:**

نجفی شیعہ نے صرف رت تمغراڑا ہے۔ مسئلہ کو خلاف سنت یا نامقول  
ثابت کرنے کی جسارت نہیں کی۔ بے وضو اذان دینا اور بات ہے۔ اور  
اذان دیتے وقت ہوا خارج کرنا دوسری بات ہے۔ نجفی نے بے وضو اذان  
دینے پر یہ مذاق کہا ہے۔ جس کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہی ہے تو نجفی



کو اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کتب شیعوں میں اس سے بھی زیادہ موجود ہو۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ  
تَوُذَّنَ رَاكِبًا أَوْ مَا شِئَا أَوْ عَلَى غَيْرِ وَضْرٍ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۲ مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۴ مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سوار ہو کر، پیدل  
چلتے ہوئے یا بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

## وسائل الشیعہ:

قَالَ إِنْ كُنَ الْحَدَّثُ فِي الْأَذَانِ فَلَا  
بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۲۸)

## ترجمہ:

فرمایا۔ اگر اذان دیتے دیتے وضو ٹوٹ جائے۔ تو کوئی حرج  
نہیں ہے۔



## من لا یحضرہ الفقیہہ:

وَكَانَ عَلَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا بَأْسَ أَنْ  
يُؤْذَنَ الْغُلَامُ قَبْلَ أَنْ يَحْتَلِمَ وَلَا بَأْسَ  
أَنْ يَأْذَنَ الْمُؤْذِنُ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يُقِيمُ  
حَتَّى يَغْتَسِلَ.

ر من لا یحضرہ الفقیہہ جلد اول

(ص ۱۸۸)

## ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے  
سے پہلے اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور مؤذن کا حالت  
جنابت میں اذان دینا بھی جائز ہے۔ لیکن غسل کیے بغیر وہ اقامت  
نہ کیے۔

## فروع کافی:

عن الحلبي عن أبي عبد الله عليه السلام قال  
قلت له يؤذن الرجل وهو على غير القبلة؟  
قال إذا كان التشهد مستقبلاً القبلة  
فلا بأس.

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۵ مطبوعہ)

(تہران طبع جدید)



## ترجمہ:

علی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی شخص قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر شہادت (اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمد الخ) قبلہ رخ کہہ دے۔ تو درست ہے۔

## الحکم کریم:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مذاق کا نشانہ نبھی نے اس لیے بنایا کہ ان کی تصنیف میں ”اذان بغیر وضو“ کہنے کا جواز تھا۔ اور پھر کمال بے حیائی سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے تمسخر کیا۔ اب ذرا اپنے گھر کو دیکھیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو منہ ہی کو اذان دینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ چلتے پھرتے اذان دینا درست فرما رہے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دینے کے جواز کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ اس پر اگر اس طرح حاشیہ آرائی کی جائے۔ نور بادقی نہ ہوگی۔ کہ ذاکرین و مجتہدین کو ان کے اماموں نے یہ اجازت دے دی۔ کہ بیوی کے ساتھ جماع بھی کرتے رہو۔ اور اذان کا غلغلہ بھی بلند کرتے رہو۔ کیونکہ قبلہ رخ ہو کر اذان نہ دینا حضرت امام جعفر صادق نے جائز کر دیا۔ لہذا جدھر بیوی کہے اُدھر ہی منہ رکھو۔ اور اذان کہتے رہو وہ تو سیرت شیخین نہ تھی۔ لیکن یہ تو فرمانِ ائمہ اہل بیت ہے (معاذ اللہ)

فَاعْتَابِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۲۱

یحییٰ علی خیر العمل کو اذان سننے کا لانا اور الصلوٰۃ خیر من النوم  
کے اجراء کی بدعت

سنی فقہ میں ہے۔ کہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ أَحَدُ ثَلَاثٍ  
عُمَرُ فَقَالَ ابْنُ دُبْعَةَ۔

مذکورہ کلمہ اذان میں عمر نے جاری کیا۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ نے ان کی  
ڈٹ کر مناسبت کی ہے۔ افسوس سنیوں بھائیوں پر ہے۔ کہ اس بدعت  
کو مانتے بھی ہیں۔ اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ

حَتَّىٰ عَلَىٰ خَيْرِ الْعَمَلِ اذان میں عبداللہ بن عمر فرماتے تھے۔  
اور امراہل بیت میں سے امام علی بن الحسین مذکورہ کلمہ اذان میں فرماتے  
تھے۔ اور انجناب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یہی پہلی اذان ہے۔  
(سنن الکبریٰ باب ما روی فی خیر العمل جلد اول)

ص ۴۲۴

نوٹ:

سینوں بھائی کا دعویٰ ہے۔ کہ آل رسول کو مانتے ہیں۔ اور آل رسول کا مسک  
یہ ہے۔ کہ مذکورہ حکم (حی علی خیر العمل) اذان میں کہا جائے۔ لیکن سنی بھائی اذان  
میں جو بدعت عمر ہے۔ اس کو تو کرتے ہیں۔ اور جو آل رسول کا طریقہ ہے۔ اس سے



انہیں نفرت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آلِ رسول کے پیروکار نہیں ہیں۔ (حقیقت فقہ ضعیف ص ۹۲)

## جواب :

نخعی شعی کے مذکورہ اعتراض میں دو امور ہیں۔ ایک یہ ”وَالصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہیں۔ اور اس ایجاد پر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اسے بدعت جانتے تھے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ”حَسْبِيَ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ“ کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کہا کرتے تھے۔ ان دونوں امور کے ثبوت کے لیے ”سنن الکبریٰ“ کا حوالہ دیا گیا۔ ہم نے اس کتاب میں بہت تلاش کیا۔ کہ کہیں کوئی حدیث ایسی مل جائے۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خود اُن کے تحت جگہ مخالفت کرتے نظر آئیں۔ لہذا مخالفت کا یہ اعتراض ایک دھوکہ جھوٹ اور فریب ہے۔ اس کے برعکس اسی کتاب حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں الصلوة خیر من النوم پڑھا کرتے تھے۔

## بیہقی شریف :

عَنِ الثَّوْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ ابْنِ عَسَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ  
حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ  
مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ  
مَرَّتَيْنِ يَعْني فِي الصُّبْحِ۔

ربیہقی شریف جلد اول ص ۲۲۳ کتاب

الصلوة مطبوعہ مکہ مکرمہ مطبع جدید



## ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما حسی علی الفلاح کے بعد اذان صبح میں دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔

بہیقی شریف کی اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ خود پڑھاتے تھے۔

بقول نجفی شیعہ اگر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کو بدعت قرار دیتے تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے۔ تو پھر ان کو اذان میں پسند فرمانا۔ اور خود پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ”حسی علی خیر العمل“ کے الفاظ اذان میں کہا کرتے تھے۔ جو اہل تشیع کی اذان کا حصہ ہیں۔ اس بارے میں تحقیق یہ ہے۔ کہ ابن عمر نے یہ الفاظ کہے ضرور تھے۔ لیکن آپ کا معمول نہ تھا۔ چند مرتبہ یہ کہے۔ اور وہ بھی دوران سفر میں اس کے برخلاف آپ کا معمول ”حسی علی الفلاح“ کہنے کا تھا۔ نبوت کیے حوالہ ملاحظہ ہو۔

## بہیقی شریف:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُؤْذَنُ فِي



سَفَرِهِ وَكَانَ يَقُولُ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ وَاحْيَانًا  
يَقُولُ حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ -

ر بیہقی شریف جلد اول ص ۲۲۴  
کتاب الصلوٰۃ

ترجمہ:

جناب نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دورانِ سفر اذان نہیں کہتے تھے۔ بلکہ صرف (حی علی الفلاح) کہا کرتے تھے۔ اور گاہے۔ حی علی خیر العمل کہتے تھے۔

اسی بیہقی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

بیہقی شریف:

عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ كَانَ يُنَادِي بِالصُّبْحِ فَيَقُولُ  
حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ فَأَدْرَاهُ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا  
الْمَلَوَةَ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ وَتَرَكَ حَتَّى عَلَى خَيْرِ  
الْعَمَلِ -

ر بیہقی شریف جلد اول ص ۲۲۵

ترجمہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ اذان فجر میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے۔ پھر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم



نے ارشاد فرمایا کہ ان کلمات کی جگہ یہ کہا کرو الصلوۃ خیر من  
النوم۔ حضور کے ارشاد پر انہوں نے حسی علی خیر العمل  
کہنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روایت سے دونوں امور کے جوابات سامنے آ گئے۔ پہلا یہ امر کہ الصلوۃ  
خیر من النوم کے الفاظ... حضرت فاروق اعظم کی ایجاد ہیں۔ اور دوسرا  
یہ کہ ”حسی علی خیر العمل“ اذان میں اہل بیت کہا کرتے تھے۔ اس  
روایت میں حضرت بلال کے متعلق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الصلوۃ  
خیر من النوم انہیں پڑھنے کو فرمایا۔ یہی شریف میں ایک اور روایت کے  
مطابق آپ نے یہ الفاظ ایک دوسرے صحابی کو پڑھنے کے لیے فرمایا۔

### یہی شریف:

أُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ عَنْ أَبِي  
مَحْذُورَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَحْوَهُ وَفِيهِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأَوَّلِ  
مِنَ الصَّبْحِ۔

(یہی شریف جلد اول ص ۲۲۲)

### ترجمہ:

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی اذان کی  
روایت کرتے ہیں۔ اس میں دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم  
کا اول صبح کی اذان میں کہنا موجود ہے۔



”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“

[پڑھنے کا امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے حکم دیا ہے]

وسائل الشیعہ

عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال اذ كنت في اذان الذبح فقل الف مرة خَيْرٌ مِنَ الشَّرِّ بَعْدَ... حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ مِنَ النَّوْمِ وَلَا تَقُلْ فِي الْإِقَاءَةِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ إِنَّمَا هَذَا فِي الْإِذَاانِ -

وسائل الشیعہ جلد چہارم

ص ۶۵۲ طبع مبران طبع جدید

ترجمہ:

عبد اللہ بن سفیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام موصوف نے فرمایا جب تو اذان فجر کہے تو سی علی خیر العمل کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھ۔ لیکن یہ الفاظ اقامت میں نہیں پڑھنے چاہیے۔ یہ صرف



اذان کے لیے ہیں۔

نوٹ:

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب ہے۔ کہ انہوں نے صبح کی اذان میں ”الصلوۃ خیر من النوم“ بطور تقیہ کہنے کی اجازت دی۔ روایت یہ ہے۔

### من لایحضرہ الفقیہ:

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَتَأَلَّ فِي صَلَوةِ الْإِدَاةِ عَلَى  
مَرَحَتِي عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ الْمَلُوءِ خَيْرٌ مِنَ  
النَّوْمِ مَبْرَرَتَيْنِ لِلتَّقِيَّةِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول

ص ۱۸۸)

رو۔ اہل تشیعہ جلد ۵ ص ۶۲۵

ترجمہ:

صبح کی اذان میں حتیٰ علیٰ خیر العمل کے بعد دو مرتبہ  
الصلوۃ خیر من النوم بطور تقیہ پڑھ لیجئے جائیں۔ تو کوئی  
حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ اور من لایحضرہ الفقیہ کے مذکورہ حوالہ میں حضرت امام صادق  
رضی اللہ عنہ کی طرف بطور تقیہ یہ الفاظ کہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ  
امام موصوف نے ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ یہ شیعوں کی چالاکی اور بچاؤ کی تدبیر ہے  
ورد شیخ صدوق کے بقول کچھ ہی اوراق پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق



یہ طریقہ تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت بات دوڑک کرنے کا وقت تھا۔ آپ یا یہ فرماتے کہ اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ انہیں ٹپا اور ان دونوں میں سے ایک سابقہ روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان ان الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ وہاں دو تقیہ، کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ لفظ کسی مجتہد یا ذاکر نے اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے روایت میں جڑ دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلدان اعنی و  
نیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی ص ۱۱۳ جلد دوم۔

تاریخ ابن خلدان:

ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ عَلَى مَا يُجَرِّزُ أَبُو حَنِيفَةَ  
فَلَيْسَ جِلْدَ كُلِّ مَذْبُوحًا ثَمَرًا لَطَخَ  
رُبْعَهُ بِالنِّجَاسَةِ وَ تَرَ ضَاءَ بِذِيذِ  
الشَّرِّ وَ كَانَ فِي صَمِيمِ الضَّيْفِ فِي الْمَقَارَةِ  
وَ اجْتَمَعَ الدُّبَابُ وَ ابْعَوْضُ وَ حَنَانٌ وَ  
ضَرَمَهُ مُنْبَسًا مُنْعِيَسًا ثُمَّ اسْتَبَلَّ الْقِبْلَةَ  
وَ احْرَمَ بِالصَّلَاةِ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ فِي الرُّسُودِ  
وَ كَثَرَ بِالنَّارِ بِسَيِّئَةٍ نَدَا بِزُلْ وَ بَرَزَ اسْتَبَلَّ ثُمَّ



قَرَأَ آيَةً بِالْفَارِ سَيِّئَةً دُوْبَرْگُ بِنَرْثُغَرَفَقَرَفَقَرَتَيْنِ  
كَتَفَرَاتِ الذِّكْرِ مِنْ غَيْرِ فَصَلِّ

وَمِنْ غَيْرِ رُكُوعٍ وَتَشَهُدٍ  
وَضَرَطٍ فِي الْخَيْرِ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ السَّلَامُ  
وَقَالَ أَتِيهَا السُّلْطَانُ هَذِهِ صَلَوةُ أَبِي حَنِيفَةَ  
فَقَالَ السُّلْطَانُ لَوْ لَمْ تَكُنْ هَذِهِ صَلَوةُ أَبِي  
حَنِيفَةَ

لَقَتَلْتُكَ لِأَنْ مِثْلَ هَذِهِ السَّلَوةِ  
لَا يُجَوِّزُ هَازِدٌ دِينَ فَأَتَكَرَّتِ الْحَشِيفَةُ  
أَنْ تَكُونُ هَذِهِ صَلَوةُ أَبِي حَنِيفَةَ فَأَمَرَ  
الْقَفَّالَ بِأَحْضَارِ كُتُبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَ أَمَرَ  
السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا يَقْرَأُ الْمَذْهَبَيْنِ  
جَمِيعًا فَوَجَدَتِ السَّلَوةَ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي  
حَنِيفَةَ عَلَى مَا حَكَاهُ الْقَفَّالُ فَأَعْرَضَ  
السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَتَمَسَّكَ  
بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ

راہِ سنت کی معتبر کتاب تارخ ابن خلکان اعمیٰ

و فیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی جلد دوم

ص ۱۱۳

ترجمہ:

اسلطان محمود غزنوی نے شافعی مذہب اور حنفی مذہب کے علماء کو جمع



کیا۔ اور ان سے احادیث کو سنا۔ احادیث مذہب شافعی کے زیادہ مطابق تھیں۔ پھر اس نے دونوں مذہبوں کے فقہاء کو جمع کیا اور فرمائش کی کہ ان دونوں میں سے جو سچا مذہب ہے۔ اس کو ترجیح دیں۔ پس یہ طے پایا کہ دو رکعت نماز دونوں مذہبوں کے مطابق سلطان محمود کے سامنے پڑھی جائے۔ اور فیصلہ خود سلطان کرے۔ پس قفال مروزی نے دو رکعت نماز فقہ شافعی کے مطابق پڑھ کر دکھائی۔ پھر اس نے دو رکعت نماز فقہ ابو حنیفہ کے مطابق اس کیفیت سے پڑھ کر دکھائی۔ پہلے تو رنگا ہوا کتے کا چمڑا پہنا پھر اس کے چوتھے حصے کو مزید نجس کر دیا۔ پھر کھجوروں کے پتوں سے نجوٹے ہوئے پانی سے وضو کیا۔ اور یہ واقعہ موسم گرما میں ایک صحرا میں پیش آیا۔ اس پر مکھیاں اور مچھر اکٹھے ہو گئے۔ اور پھر اس نے اٹھا وضو کیا۔ (یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر ہاتھ اور پھر منہ) پھر بغیر نیت کے نماز شروع کر دی۔ اور فارسی زبان میں تجمیر کہی (اللہ بزرگ و بڑا ست) پھر ایک آیت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مَدَّ هَا مَثْنِ۔ دو بزرگ سبز پھر بلا فاصلہ مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں۔ رکوع اور تشهد بغیر اطمینان کے کیا۔ اور نماز کے آخر میں بغیر نیت سلام کے پاؤں دیا (یعنی ہوائی گولہ چھوڑا) پھر عرض کی کہ یہ ابو حنیفہ کی نماز ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر یہ ابو حنیفہ کی نماز ثابت نہ ہوئی۔ تو آپ کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ یہ نماز تو کوئی دیندار جائز نہیں سمجھے گا۔ اور حنفی فقہاء نے بھی انکار کیا۔ پس سلطان نے قفال مروزی کو حکم دیا کہ ابو حنیفہ کی کتابیں حاضر کرے۔ اور سلطان نے اپنے عیسائی منشی کو حکم دیا کہ



دونوں مذاہبوں کے مطابق نماز کی تحقیق کرے۔ پس جس طرح قفال مروزی نے ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی تھی۔ ابو حنیفہ کی کتابوں سے اسی طرح ثابت ہوئی۔ پس سلطان محمود نے اس دن سے ابو حنیفہ کے مذہب سے تبرک کیا۔ اور مذہب شافعی کو اختیار کیا۔

نیز اس واقعہ کو امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بجوی نے اپنی کتاب، مفیث التخلق فی اختیار الحق میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف یہ ہے سنی بھائیوں کی نماز جس مفتی نے نماز جیسی اعلیٰ عبادت کا اس طرح خانہ خراب کیا ہے۔ ایسے مفتی کو بیچ کر چھو لے کھائے جائیں۔ ننگی ہناؤ نڑاں کی تے نچوڑنا کی۔ جب امام اعظم نے نماز کا برا حال کیا ہے۔ تو باقی اسلام کا ان کے فتوؤں کے مطابق حال پتلا ہی ہو گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۳ تا ۹۵)

جواب:

تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے اور جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس کے ذریعہ فقہ حنفی کی جو تحقیر و تذلیل کی گئی ہے یہ عام آدمی کے لیے تو حیران کن ہو سکتا ہے۔ لیکن صاحب علم اس سے فقہ حنفی کی تحقیر نہیں کرے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہی مذاہب باہم مختلف مسائل کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ ہر ایک کے اپنے اصول و قواعد ہیں۔ پھر ہر ایک فقہ میں کچھ خصوصیات ہیں اور رعایتیں ہیں جن کو سرانجام دینے والا بہر حال ”منکر“ نہیں کہلا سکے گا۔ مثلاً مسافر کے لیے



دوران سفر روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے۔ نوافل میں بیٹھ کر پڑھنے کی رعایت ہے۔ یہ رخصتیں اور رعایتیں مزاج شریعت میں سے ہیں۔ اسی طرح نماز کے بعض فقہی مسائل حنفی اور شافعی وغیرہ کے نزدیک رخصتی بھی ہیں۔ اور کامل طریقہ سے بھی منقول ہیں۔ مذکورہ واقعہ میں قفال مروزی نے فقہ شافعی کے مطابق جو نماز پڑھی۔ اُس کا تذکرہ نہیں عین ممکن بلکہ یہی ہو گا۔ کہ اس نے فقہ شافعی کی نماز ان کے فقہی مسائل میں سے اُن مسائل کے مطابق پڑھی ہوگی۔ جو رعایت اور رخصت پر مبنی نہ تھے۔ اگر رخصتی طریقہ اور جوازی طریقہ سے پڑھ کر دکھاتا۔ تو شاید سلطان محمود فقہ شافعی سے بھی تبرا کر لیتا۔ اب ہم ناظرین کرام کو فقہ جعفریہ کی نماز پڑھ کر دکھائیں۔ تو حیران رہ جائیں گے کہ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ذرا دھیان فرمائیں۔ ایک شیعہ نماز پڑھنے سے قبل پیشاب کرنے گیا۔ اُس نے تھوک سے آلہ تناسل کا استنجا کیا۔ بعد ازیں تھوڑا سا چونم لے کر آلہ تناسل پر لگا کر کپڑے اتار دیئے۔ یا چونانہ لگا سکا۔ تو اُس پر ہاتھ رکھ کر ستر کیا۔ اس کے بعد اگر سر ڈھانپنا چاہا۔ تو پیشاب، خون اور منی سے ستر کی ہوئی پگڑی سر پر باندھ لی۔ اب اذان کی طرف متوجہ ہوا۔ کھڑے یا بیٹھے قبلہ سے رُخ موڑ کر زوجہ محترمہ سے جماع کرتا ہوا اذان کہتا گیا۔ اذان ہو چکی تو اب نماز کی تیاری مکمل کرنے کے لیے وضو کی طرف متوجہ ہوا۔ وضو کے لیے پانی کا ایک مٹکا تھا۔ جس میں جانوروں کا پیشاب تھا۔ کتوں کا جھوٹا تھا۔ اس سے وضو کر لیا۔ اب نماز شروع کی۔ اور دوران نماز مذی آلہ تناسل سے نکل کر ایڑیوں کو سیراب کر گئی اور لوگ اس کی مذی بہتی دیکھ رہے تھے۔ رکوع کیا۔ سجدہ کیا۔ دونوں سجدوں کے بعد پادمار کو فراغت پائی۔ یہ نماز اگر قفال مروزی سلطان محمود کو پڑھ کر دکھا۱۷ تو کیا خیال ہے۔ سلطان اس کو مسلمانوں کی نماز کہتا۔ نہیں بلکہ ہزار بار ایسی نماز سے توبہ کرتا۔



اب نجفی شیعہ سے اس کی اپنی نماز پر تبصرہ نکھوائے۔ کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ جو اس نے فقہ حنفی کی جوازی نماز کے بارے میں لکھے۔ وہ کیا لکھے گا۔ ہم سے سن رہے جس مجتہد اور حجتہ الاسلام نے نماز ایسی اعلیٰ عبادت کی یہ صورت بگاڑ دی اس سے دین و اسلام کے احکام کے متعلق کیا تصور ہوگا۔ ہم نے اس شیعہ نماز کو کسی امام کے نام سے نہیں لکھا۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم دین و اسلام کے ستون اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ وہ ایسی خرافات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ طریقہ جوازی شیخ صدوق وغیرہ کا گھڑا ہوا ہے۔ نماز کے اس نقشہ کو سامنے رکھیے۔ یا کسی ”حجتہ الاسلام“ کو کہیے۔ کہ یہ نماز پڑھ کر یا امام بن کر ٹھاکر دکھاؤ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ اگر نجفی ایسی نماز پڑھانے کے لیے امام بن جائے۔ تو ہندو اور سکھ بھی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے امام باڑہ میں آجائیں۔ پانچ وقت یہی ڈرامہ دکھایا جائے۔ تو سینما حال بند ہو جائیں۔ تھیٹر کا بازار مندا ہو جائے۔ اور فقہ جعفریہ کا ثنات میں دنوں کے اندر پھیل جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۲۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

بیوی کے انوں کے محراب میں نماز

بخاری شریف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَا  
 بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَرَحْلًا فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَضَنِي فَقَبَضْتُ  
 رِجْلَهُ فَإِذَا قَامَ بَسَطَتْهُمَا۔

ربخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ

علی الشراش جلد اول ص ۱۸۲

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے سامنے سو جاتی تھی۔ اور میرے گرد و نون پاؤں حضور کے قبلہ  
 کی طرف میں ہوتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے



تھے۔ تو میرے پاؤں میں گداز راجول کرتے تھے۔ پس میں اس وقت اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو میں اپنے پاؤں پھر پھیلا دیتی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا چاہیے۔ پس نماز پڑھتے وقت بیوی کو سامنے لٹائیں۔ اور اس کی رالوں کو محراب بنائیں۔ پھر ایک توبہ کی سے ہاتھ پائی کے مزے لٹیں۔ اور دوسرے یہ کہ رب کو بھی راضی کریں اسی کا نام ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب سنی بھائیوں کو چاہیے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔ مثل مشہور ہے۔ ٹھک سٹ کے کدی نہ چٹنی ہے۔ فقہ نعمان ہے ہماری توبہ ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۵)

جواب:

اس اعتراض کے ذریعے نجفی ضعیفی نے توائمہ اہل بیت کو بھی رگڑا دے دیا۔ ویسے اُن کے نام پر مرنے کی باتیں ہوتی ہیں۔ اُن کی محبت کا دعویٰ کرتے تھکتے نہیں۔ ان کی تعلیمات کو اپنا دین گردانتے ہیں۔ ان کی بات کو قرآن آیت کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ نماز کا یہ مسئلہ یا یہ واقعہ ہماری کتاب میں ہی ہوتا۔ تو کچھ اور بات تھی۔ بعینہ یہ واقعہ نجفی کے دین کی کتابوں میں بھی موجود ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو نجفی نماز تک کے مسائل سے نا بلد ہے۔ یا اسے اپنی مشہور کتاب میں بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔ یا بغض و حسد میں ایسا اندھا ہو گیا۔ کہ اپنا بیگانہ سب کو ایک جیسا سمجھنے لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ عائشہ کا سونا اور نماز کے دوران پاؤں سمیٹنا وغیرہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔



## من لا یحضرہ الفقیہ:

وَرَوَى جَمِیْلٌ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامِ أَنَّهُ  
قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ تَصَلِيَ الْمَرْأَةُ بِحَذَائِدِ الرَّجُلِ  
وَهِيَ يُصَلِّي فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يُصَلِّي وَحَائِشَةً مُضْطَجِعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ  
وَمِیَّ حَائِضٌ وَكَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَضَ  
رِجْلَيْهَا فَرَفَعَتْ رِجْلَيْهَا حَتَّى يَسْجُدَ -

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول

ص ۱۵۹ تا ۱۶۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ:

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی -  
فرمایا کہ اگر کوئی عورت مرد کے سامنے کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔ اور  
وہ مرد بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضرت  
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بکالت حیض آپ کے سامنے لیٹی ہوئی  
ہوتی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے  
تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر ہاتھ مارتے۔ اس وقت  
وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو جاتے۔

بعینہ یہ روایت فردع کافی جلد سوم ص ۲۹۹ پر بھی موجود ہے۔ اور اس کتاب

کا مصنف نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب المرأة تھلی بخذاء الرجل۔ ان



دونوں کتابوں میں یہ واقعہ من و عن موجود ہے۔ اب اس واقعہ پر نجفی نے جو حاشیہ آرائی کی۔ یعنی یہ کہ سنی لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت اپنی بیوی کو سامنے لٹائیں اس سے ہاتھ پائی کے مزے لٹیں۔ اور رب کو بھی راضی کریں الخ یہ کفریہ کلمات اس نے اس لیے کہے۔ کہ مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں تھا۔ اور بخاری شریف سنیوں کی کتاب ہے اب جبکہ یہی واقعہ شیعوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے ایک استدلال بھی فرمایا۔ تو یہ مسئلہ شیعہ کتب میں ہونے کی وجہ سے شیعوں کا بھی ہو گیا۔ اب سنی شیعہ دونوں فقہ میں ”بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز“ پڑھنا درست ہو گیا۔

نجفی نے ”لوٹ“ کے اندر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور اس کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ کا بھی تمسخر اڑا دیا۔ کیونکہ انہوں نے اسی واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ بیوی سامنے لیٹی ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شامل نہ کریں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا یقیناً کفر ہے۔ ایسے شخص کے لیے ”حجۃ الاسلام“ کی بجائے ”حجۃ الکفر“ لقب بہت فٹا ہے۔

بخاری شریف اور من لایحضرہ الفقیہ وغیرہ میں صرف اتنا مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کرنے سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں میں گدگدی کی۔ اور انہوں نے پاؤں سمیٹ لیے۔ لیکن نجفی نے اس کو ”بیوی سے ہاتھ پائی کے مزے“ بنا دیا۔ یعنی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بچواس کی۔ کہ اس کے کہنے سے ایمان کا رہ جانا ناممکن ہے۔ ”سنی بھائیوں کو چاہیے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں“، ہمیں مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر تم جیسے بد مذہب اور بدین



کو فقہ نمان برداشت کیسے کر سکتی ہے۔ فقہ جعفریہ ہی ہے کہ جس نے ایسے یکتا کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ اگر شیعوں میں غیرت ہوتی۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تقویر اسامی پاس ہوتا۔ تو اس مسئلہ پر نجفی کو کر بلا پہنچا دیتے۔ لیکن ان پر بھی شاباش۔ کہ انہوں نے اس کی بجائے اسے ”حجۃ الاسلام“ کا لقب دے دیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے  
میں بھانت بھانت کے فتوے

اس مسئلہ میں اہل سنت نے خوب قلابازیاں کھائی ہیں۔ آئیے ہم آپ  
کو ہاتھ باندھنے کے بارے میں گلشن احکام کی سیر کرائیں۔

بحر الزخار الجامع

پہلا حکم تو یہ ہے: وَضَعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ بَعْدَ  
التَّكْبِيرِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ وَ يُبْطِلُهَا عَالَتِ نَازِمِ  
ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرع شریعت کے مخالف ہے۔ اور اس فعل سے  
نماز باطل ہے۔

ربح الزخار الجامع لمذاہب علماء

الامصار جلد اول ص ۲۴۰ مؤلف

(احمد بن یحییٰ)



بحر الزخار:

اور ردو سر احکم یہ ہے: یُکْرَهُ وَلَا يَنْسِيْدُ کہ حالت نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز باطل نہیں۔

(بحر الزخار جلد اول ص ۱۴۲)

الہدایہ مع الدرایہ:

میسر احکم یہ ہے: اِنْ مِنَ السُّنَّةِ وَضَعُ الْيَمَنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ الشَّرَّةِ نَتَبَّهْ كَدَايَاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے نان کے نیچے۔

(الہدایہ مع الدرایہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول

ص ۱۰۲) (نیز درمختار کتاب الصلوٰۃ ص ۳۶)

نووی شرح صحیح مسلم:

چوتھا حکم یہ ہے: کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مباح ہے۔ اور آدمی کو اختیار ہے۔ خواہ باندھے یا نہ باندھے۔ وَ رِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ أَنَّ مُخَيَّرٌ بَيْنَهُمَا وَلَا تَرْجِيحَ وَ بِهَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ تیسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ اور یہی فتویٰ امام اوزاعی اور ابن منذر کا ہے

(نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۲۷ باب

وَضَعُ يَدِ الْيَمَنِ)



## نودی شرح صحیح مسلم:

پانچواں حکم یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے۔ وَعَنْ مَا لَمْ يَرْسُلْهَا  
امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۱ (نودی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۴۳)

۲ (عمدة القاری جلد سوم صفحہ ۱۵)

۳ (نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۸)

۴ (میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۵۰)

۵ (شرح وقایہ جلد اول ص ۸۴)

۶ (ہدایہ مع الدرایہ صفحہ ۱۰۲)

۷ (کنز الاقائق جلد اول ص ۲۱)

۸ (ساحۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص ۳۷)

تمام کتب کی کتاب الصلوٰۃ ملاحظہ ہو۔

امام مالک کے علاوہ دوسرے علماء بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

وَحَكَى ابْنُ الْمُنْذَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنِ

الْبَصْرِيِّ وَابْنِ سَيَرٍ أَنَّ يَرْسُلْهَا۔ ابن منذریان

بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز ہاتھ

کھول کر پڑھتے تھے۔

نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۸ میں ہے کہ ابراہیم نخعی بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے

تھے۔ اور لیث ابن سعد بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ الخ

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۸)



## جواب اول:

نخفی نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کی ٹھانی تھی۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ فقہ حنفی پر ہر اس اعتراض کا جواب انشاء اللہ دیں گے۔ جو اسی فقہ کی کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔ دوسروں پر اعتراضات کا جواب دینا ہو تو ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کا لزوم اپنے سر لیا ہے۔ مسئلہ زیر بحث کے سلسلہ میں جو تنویر العینین و ہدیۃ المہدی نامی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان کا فقہ حنفی بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی فقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غیر مقلدین کی کتابیں ہیں۔ لہذا ان کی عبارت فقہ حنفی پر اعتراض کا کام نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی ہم پر اس کا جواب دینا لازم ہے۔

## جواب دوم:

نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دینے پر نخفی نے زور دیا۔ اور اس پر پر مختلف حضرات کا عمل بھی نقل کیا۔ (کیونکہ یہ خود اس کی فقہ کے حق میں جاتا تھا) بہر حال ہم اس بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہاتھ کھلے چھوڑنا فرض، واجب، سنت یا مستحب کس درجے کا فعل ہے؟ چونکہ یہ طریقہ شیعوں کا ہے۔ اس لیے اُن سے ہی جواب لیجئے۔ ”وسائل الشیعہ“ میں ایک باب اسی مسئلہ پر باندھا گیا ہے۔ باب کی عبارت یہ ہے۔

بَابُ اسْتِئْجَابِ اِنْ سَالِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ۔

(جلد چہارم ص ۷۰)

یعنی یہ باب اُن روایات کے ذکر کرنے میں ہے۔ جو نماز میں دونوں



ہاتھوں کو رانوں پر کھلا چھوڑ دینے کو مستحب ثابت کرتی ہیں۔ گویا نماز میں کھلے ہاتھ رکھنا فقہ جعفریہ میں مستحب ہے۔ نہ کہ فرض و واجب یا سنت۔ اب مستحب کس درجہ کا عمل ہوتا ہے یہ بھی سن لیجئے۔ مستحب وہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب تو ملے لیکن چھوڑنے پر ننگہ لازم اور نہ مواخذہ ہو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ دوران نماز ہاتھ کھلے رکھنا درست ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا بلکہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔ (توفیق جعفریہ کے مطابق اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جب گناہ نہیں۔ تو نجفی کے شور مچانے کا کیا مقصد؟ دوسروں پر اعتراض کرو تو کم از کم ایسے کام سے کرو۔ جو تمہارے نزدیک لازم و واجب ہو۔ اُس کے نہ کرنے پر گناہ لازم آتا ہو۔ اور عذاب و عتاب کی احادیث ہوں۔ اگر کسی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ لی۔ تو تمہارے نزدیک بھی درست ہو گئی۔ اس پر سختی یا ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر جو شخص ایمانی تھا۔ تو فرض و واجب کے ترک پر اس کا مظاہرہ کرتے۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر ران تک کے حصہ کا ستر فرض ہے۔ لیکن تمہارے مجتہدین نے صرف آلات تناسل کو لے لیا۔ اور بقول اُن کے اس پر بھی ہاتھ رکھ دیا جائے یا چونا لگا دیا جائے۔ تو کوئی بے ستری نہیں۔ اس پر تو نجفی صاحب کے کان پر جوں تک نہ بیگی۔ اور یوں اس مسئلہ پر چپ سادھ لی۔ گویا بولنا ہی نہیں آتا۔ ”کڑوی تھو تھو۔ اور میٹھی ہپ ہپ“ اسے ہی کہتے ہیں۔

## جواب سوم:

کوئی اس سن نجفی شیعہ سے پوچھے کہ تمہاری کتاب کا نام ”حقیقت فقہ حنفیہ ہے اور مٹے فقہ مالکی اور شافعی وغیرہ کے ذکر کر کے پھر نہیں۔“ سنی فقہ کا عنوان دے کر فقہ حنفی پر چپ پاں کرتے نہیں شرم نہیں آتی۔ نجفی دراصل اس بے وقوف کی مانند ہے۔ جس کی سوتلی گھریں گم ہو گئی تھی۔ اور ڈھونڈ بازار میں رہا تھا۔ کسی نے پوچھا۔



بھائی کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ کہا گم شدہ سوئی تلاش کر رہا ہوں۔ پوچھا کہاں گری تھی۔ کہا گھر میں۔ تو یہاں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ کہنے لگا۔ گھر میں اندھیرا ہے۔ اور یہاں روشنی ہے۔ بعینہ فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کے لیے ان کی کتب سے کچھ نظر نہ آیا۔ تو دوسری فقہ کی باتیں اس پر چسپاں کرنی شروع کر دیں۔ ہم یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ جب فقہ چار ہیں۔ تو ان کے مابین کچھ مسائل مختلف ہونے لازمی ہیں۔ جس طرح شیعہ برادری مختلف طبقات میں بکھری پڑی ہے۔ اُن کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر امام مالک یا امام شافعی کا نقطہ نظر احناف سے نہیں ملتا۔ تو اس میں کیا قباحت ہے۔ لیکن تعجب بالائے تعجب یہ ہے۔ کہ نجفی نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ صراحت کی۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب دو موطا امام مالکؒ میں ایک مستقبل باب لکھا ہے۔ جس میں ہاتھ باندھنے کی تائید میں احادیث درج فرمائی ہیں۔ ایک دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

## موطا امام مالک:

(۱) اَنَّهُ قَالَ مِنْ كَلَامِ النَّبَوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْبِّحْ فَاَصْنَعْ مَا شِئْتَ وَوَضِعُ الْيَمِينِ - اَحَدُ مَسَا عَلَي الْاُخْرَى فِي الصَّلَاةِ يَضَعُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى -

(۲) قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَمْنَى عَلَى ذِرَاعِ الْيُسْرَى -

(موطا امام مالک ص ۱۴۲-۱۴۳)



ترجمہ:

امام مالک مسند طریقہ پر بیان فرماتے ہیں کہ نبوت کے کلام میں سے یہ دو باتیں بھی ہیں جب کوئی بے شرم و بے حیا ہو جائے۔ تو جو مرضی کرتا پھرے۔ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا ۲۔ فرمایا۔ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی بات کرتے تھے۔ یہ تو ان کا ایک ایک قول ہے۔ امام مالک کا مذہب وہی ہے۔ جو ہم نے ان کی کتاب دو موطا، سے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔ اب دوسرے کے بارے میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

### رحمۃ الامر فی اختلاف الائمہ:

وَاجْمَعُوا عَلٰی اَنَّهُ يُسَنُّ وَضْعُ الْيَمِينِ  
عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ اِلَّا فِي رَوَايَةٍ عَنْ  
مَا لِكٍ وَهِيَ الْمَشْهُورَةُ اَنَّهُ يُرْسِلُ يَدَ يِه  
اُرْسَالًا وَاخْتَلَفُوا فِي مَحَلِّ وَضْعِ الْيَدَيْنِ  
فَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ مَا لِكٍ  
وَالشَّافِعِيُّ تَحْتَ صَدْرِهِ خَوْقَ سُرَّتِهِ وَعَنْ  
اَحْمَدَ رَوَايَتَانِ اَشْهَرُهُمَا  
وَهِيَ الَّتِي اخْتَارَهَا الْحَرَقِيُّ كَمَذْهَبٍ



## اَبی حَنِیْفَةَ -

(رحمۃ الامہ جلد اول ص ۲۲ تصنیف  
محمد بن عبد الرحمن دمشقی  
شافعی مطبوعہ مصر طبع قدیم -)

## ترجمہ:

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع فرمایا ہے۔ کہ نماز میں دایاں ہاتھ  
بائیں پر رکھنا سنت ہے۔ صرف امام مالک سے ایک روایت ہے۔  
جو مشہور ہے۔ کہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا چھوڑے رکھے۔ پھر فقہاء کرام  
کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں باندھنے چاہیں۔ امام  
ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے امام مالک اور شافعی سینہ کے  
نیچے اور ناف کے اوپر کہتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں  
ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح  
باندھے جائیں۔

## جواب چہارم:

سینہ پر دوران نماز ہاتھ باندھنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول  
ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا۔

## تفسیر مجمع البیان

عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ مَعْنَاهُ (يعني فصل  
لِرَبِّكَ وَاتَّكِرْ) ضَعَّ يَدَكَ الِیْمَنَى عَلَی الْیُسْرِی



## حِذَاءُ النَّحْرِ فِي الصَّلَاةِ

(مجمع البیان جلد پنجم جز ۱۰)

ص ۵۵۰ مطبوعہ طهران طبع جدید

## ترجمہ :

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت کریمہ  
 ”فصل لربك وانحر“ کا معنی یہ ہے کہ نماز میں اپنا دایاں  
 ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو۔ اس طرح کہ سینہ کے برابر ہو۔  
 نجفی شیعہ نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی روایات کو مد بھانت بھانت کی بولی  
 کہا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی اوپر والی روایت کے متعلق کیا خیال  
 ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجفی نے صرف سنی فقہ یا فقہائے اہل سنت کا ہی مذاق  
 نہیں اڑایا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہیں کیا۔

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول آیت کی تفسیر  
 میں خیانت کی گئی۔ وہ اس طرح کہ اس کی تردید بھی اُسی تفسیر میں موجود ہے۔ فَمِمَّا  
 لَا يُصِحُّ عَنْهُ لَإِنَّ جَمِيعَ عَشَرَةِ الطَّاهِرَةِ قَدْ رَوَاهُ عَنْهُ  
 بِذَلِكَ۔

یعنی آیت کی تفسیر میں حضرت علی کا فرمانا کہ ”دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو“  
 درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی تمام اولاد نے آپ سے وہی دہاتھ کھلے چھوڑنے۔  
 روایت کیا ہے۔ لہذا خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کے افراد اس کی



مخالفت کرتے ہیں۔ تو یہ تفسیر کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔

مجمع البیان کے مصنف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر پر جو جرح کی ہے۔ وہ قطعاً قابل قبول نہیں۔ کیونکہ خود حضرات ائمہ اہل بیت کا فرمان ہے کہ ہماری روایات و احادیث میں خود ہمارے شیعوں نے بہت کچھ رد و بدل کر دیا ہے لہذا ہماری کسی روایت اور حدیث کو پرکھ لیا کرو کہ اگر وہ قرآن کریم اور سنت مشہورہ کے موافق ہو۔ تو درست ہیں ورنہ ناقابل عمل ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو رجال کشی ص ۱۹۵ جرح قبول نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر موجود ہے۔

## نیل الاوطار:

تَفْسِيرُ عَلِيِّ وَابْنِ عَبَّاسٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) بَانَ النَّحْرِ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي فَحْلِ النَّحْرِ وَالصَّدْرِ۔

(نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۲)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فصل لربك و انحر کا یہ معنی کیا ہے۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ اور نحر کی جگہ پر رکھو۔ تیسری دلیل مجمع البیان کی جرح کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحوالہ کتب شیعہ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے سلیم بن قیس عامری ص ۵۲ اور یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ



کی افتاء میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قمی۔ سورہ الروم ص ۵۰۲) اب ان باتوں کے پیش نظر کوئی شیخ ایک آدھ حوالہ ایسا دکھا دے۔ جس میں یہ صراحت ہو۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ نمازیں ہاتھ کھلے رکھ کر ادا فرمائیں۔ تو ہر حوالہ پر منہ مانگا انعام دیں گے۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور پھر سید نبوی میں صدیق اکبر کی اقتدار میں ان کا پانچوں نمازیں ادا کرنا کوئی مخفی بات نہیں۔ کہ ایک آدھ آدمی نے دیکھا ہو۔ بلکہ ایک عمومی فعل ہے۔ اس لیے اس فعل کی مناسبت سے ثبوت بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ دور صحابہ کرام میں شاید ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا مسلمان ملے۔ جو نماز باجماعت ادا نہ کرتا ہو۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھنے والوں کی بہت بڑی تعداد ہوگی۔ اتنی بڑی تعداد سے پانچ دس آدمیوں کی روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے رہے تو اس کی شہادت دینے کے لیے جم غفیر ہونا چاہیے۔ بلکہ ہم اور رعایت دیتے ہیں کہ چلو کثیر تعداد سے ایسی روایت نہ ہی کوئی خبر واحد ہی پیش کر دو۔ جو سند صحیح اور متصل ہو۔ اور اگر کوئی ایک روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے۔ ہاتھ باندھ کر صحابہ کرام کا نماز پڑھنا منہ مرفوع اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

وَأَمَّلَ بْنِ حَجْرٍ أَنَّ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ حَبْرًا وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ أَذُنَيْهِ ثُمَّ التَّحَمَّتْ بِشَوْ بِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى



## عَلَى الْيُسْرَى -

(۱- مسلم شریف جلد اول ص ۳۷، باب وضع

يَدَ الْيَمَنِ عَلَى الْيُسْرَى)

(۲- مشکوٰۃ شریف، باب صفۃ الصلوٰۃ

(ص ۷۶)

## ترجمہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پھر آپ نے کپڑے سے التماس کیا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

بخاری شریف

عن سهل بن سعد قال كان ناسٌ يُؤْمَرُونَ  
أَنْ يَضَعَ الرَّحْبِلُ الْيَمَنِيَّ عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى  
فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي  
ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۰۲)

(باب وضع اليد الخ)

## ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ لوگوں کا حکم تھا کہ نماز میں مرد لوگ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ رکھیں۔ اور ابو حازم کہتے ہیں مجھے یہی علم ہے۔



کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے تھے۔ لہذا یہ حدیث مرفوع ہے۔

ان دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم دیا کرتے تھے۔ اگر یہی صورت تھی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سنتِ نبوی اور حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہوئے ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ ہم نے کتبِ شیعہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کر دیا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی ذکر کر دی۔ اور یہ بھی کہ شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہاتھ کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کی کوئی ایک حدیث مسند، مرفوع اور صحیح نہیں ہے۔ لہذا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اعتراض و الزام کا نشانہ بنانا بالکل غلط ہے۔ کتب اہل سنت و کتب اہل تشیع سب میں موجود ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اس متفقہ مسئلہ کی مخالفت میں نجفی شیعہ کی کون سے گاہ۔ بھانت بھانت کی بولی خود بولتا ہے۔ اور الزام دوسروں پر دھرتا ہے۔

خوٹ:

نجفی نے حقیقت فقہ حنفیہ کے ص ۱۰۳ تا ۱۰۶ یعنی باتیں ذکر کی ہیں۔ کیونکہ فقہ حنفی کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا سنت ہے۔ اگر کوئی شافعی المذہب یا مالکی اس قول کے خلاف کہتا ہے۔ تو اسے حق ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس نے جو درست سمجھا وہ کہہ دیا۔ ائمہ کا یہ اختلاف ”اختلاف امتی رحمہ“ کے ضمن میں آتا ہے نجفی میں اگر ہمستہ توفیق حنفی میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں مختلف اقوال دکھائے کیونکہ اس کی کتاب کا موضوع بھی یہی ہے۔ لہذا ہم نے ان تین صفحات کے اندراجات کو اس قابل نہیں سمجھا کہ ان کے جوابات دیے جائیں۔ ہاں ایک بات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان صفحات میں نجفی نے ”عمدة القاری“ کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ اور لکھا ہے



کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ ایک تو یہ ستر کے قریب ہے۔ دوسرا تہبند کھلنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ از روئے مذاق کہا گیا۔ تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ مذہب شیعہ میں عورت کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ موجود ہے۔ کیا اس کو اس لیے روا رکھا گیا۔ کہ اس طرح اس کی چھاتی چھپ جاتی ہے۔ اس کے پستانوں کا پردہ ہو جاتا ہے اور دل کی دھڑکن کم زیادہ ہونے کی کیفیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر احناف کے ہاتھ زیر ناف باندھنے سے مذاق کرنا کون سی شرافت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۲۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

## فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان

اہل سنت والجماعت کی معتبر کتاب الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ۔ ثَمَّ لَا كُفْرَ رَأْسًا وَلَا صَغَرَ عَضْوًا۔  
حنفی فقہ میں یہ قانون ہے۔ کہ جب ایک مسجد میں جماعت کرانے کی خاطر دو امام موجود ہوں۔ تو زیادہ حق کس کا ہے۔ تو اس کی پہچان کے چند طریقے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس مال زیادہ ہو۔ وہ جماعت کرانے کا دوسرے سے زیادہ حقدار ہے۔

۲۔ جس کی شان و شوکت زیادہ ہو۔

۳۔ یا پھر جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو۔

۴۔ یا پھر جس کا سر بڑا اور عضو تناسل چھوٹا ہو۔

نوٹ:

بٹے بٹے اور فقہ نعمان (ع) شہرہ ہے جو فتوے لوہار کہتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔



دھولی داڑھی تے آٹا خراب کتنا بے شرم ہے وہ مفتی کہ جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دونوں کا اَلِ تناسل ناپ لڑ مشکل تو یہ ہے کہ ناپے گا کون کیا اس مفتی کی بیوی یہ خدمت دین سرانجام دے گی۔ یا خود نمازی ہی کو چاہیے کہ وہ جیب میں ہر وقت ایک پیمانہ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت مشکل پیش نہ آئے۔ اور یا وہ دونوں امام ہی ایمان داری سے بتادیں کہ کس کا بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے۔ یہ فلسفہ کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر بالفرض امام مسجد کا اَلِ تناسل بڑا بھی ہو تو اس سے نمازیوں کو کیا خطرہ ہے۔ بڑا اَلِ تناسل نماز باجماعت یا نماز کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن جاتا پس جس طرح اٹھ دے مرنہ وچوں لائٹراں دی بو اُوسے اسی طرح فقہ حنفی سے بھی بے شرمی اور بے حیائی کی بو آتی ہے۔ (حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۰۴)

## جواب:

حنفی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق یہاں بھی ”اَلِ تناسل“ کی بحث چھیڑ دی۔ جیسا کہ بحث استبراء میں کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو عضو سے پیار و رشتہ میں ملا ہے۔ کبھی اس کی پیمائش کا حساب بتلا رہا ہے۔ کہیں اس کے بڑا ہونے کو گھوڑے کے عضو خاص سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ردالمحتار میں سے جو عبارت اس مقصد کے لیے اس نے پیش کی۔ اُس کا از خود مطلب ”اَلِ تناسل“ نکالا ہے۔ ورنہ اسی جیسے جن لوگوں نے اس سے مراد یہی عضو لیا تھا۔ صاحب ردالمحتار نے ان کا رد کیا ہے۔ پہلے ردالمحتار کی اصل عبارت دیکھ لیں۔

## ردالمحتار

كُنَّا الْأَكْبَرُ وَأَسَا الْخِلَافَةُ يَدُلُّ عَلَى



كَبِيرِ الْعَقْلِ يَعْنِي مَعَ مُنَاسَبَةِ الْأَعْضَاءِ لَهُ وَإِلَّا  
 فَلَوْ فَحَشَ الرَّأْسُ كَبِيرًا وَالْأَعْضَاءُ صِغَرًا كَانَ  
 دَلَالَةً عَلَى اخْتِلَالِ تَرْكِيبِ مَزَاجِهِ الْمُسْتَلْزِمِ  
 لِعَدَمِ اعْتِدَالِ عَقْلِهِ وَفِي حَاشِيَةِ أَبِي الْمَسْعُودِ  
 وَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ فِي هَذَا الْمَقَامِ مَا لَا يَلِيقُ  
 أَنْ يُذَكَّرَ فَضْلًا عَنْ أَنْ يُكْتَبَ وَكَأَنَّهُ يُشِيرُ إِلَى  
 مَا قِيلَ إِنَّ الْمُرَادَ بِالْعُضْوِ الذَّكَرُ۔

(رد المحتار جلد اول ص ۵۵۸ مطبوعہ)

(مصر طبع جدید)

### ترجمہ:

ثُمَّ الْأَكْبَرُ رَأْسًا وَالْأَصْغَرُ عُضْوًا۔ یعنی پھر اس شخص  
 کو امام بنایا جائے۔ جس کا سر بڑا ہو۔ اور عضو (بقیہ) چھوٹے ہیں۔  
 بڑے سروا لے کو امام بنانے کی وجہ یہ ہے کہ سر بڑا ہونا دراصل عقل  
 کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ سر کے بڑے  
 ہونے کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا۔ کہ اس کی بڑائی بقیہ اعضاء کے  
 مناسبت سے ہو۔ اگر صرف سر کا بڑا ہونا ہی معتبر ہو۔ تو پھر بہت  
 بڑا سر اور بقیہ اعضاء چھوٹے ہونے کی صورت میں یہ حالت اس  
 امر پر دلالت کرے گی۔ کہ اس بڑے سروا لے شخص کی ترکیب مزاجی  
 میں بگاڑ ہے۔ اور مزاج کا بگاڑ عقل کی خفت اور کمزوری پر دلالت کرتا  
 ہے۔ ابو المسعود کے حاشیہ میں ہے۔ اور بعض سے اس مقام پر کچھ  
 ایسی باتیں منقول ہیں۔ جو قابل تذکرہ نہیں چہ جائیکہ ان کو تحریر میں لایا



جائے۔ یہ کہہ کر گویا اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو کسی نے ”عضو“

سے مراد آلہ تناسل لیا تھا۔

ردالمحتار کے اس حوالہ سے بات معلوم ہو گئی کہ ”اصغر عضو“ سے مراد وہ نہیں جو نجفی اور اس کے ہم نوا لیتے ہیں۔ لہذا نجفی کا یہ کہنا کہ ردالمحتار میں ایسا امام بنانے کی بات ہے۔ جس کا آلہ تناسل چھوٹا ہو۔ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ صاحب ردالمحتار نے اس قول کی تردید کی ہے اور نجفی شعی نے اسی پر عاشیہ آرائی کی ہے کبھی پیمانہ تھما دید۔ کبھی بیوی سے پیمائش کروائی۔ اور کہیں خود بتانے کو کہا۔ کس قدر پیار ہے اس عضو سے اسے ہی نہیں بلکہ اس کے بڑوں کو بھی اس سے قلبی لگاؤ تھا۔ حتیٰ کہ نماز ایسی عبادت میں بھی اس نے لا تعلقی گوارا نہ تھی۔ اور اس سے پیار و محبت اور چھڑ چھاڑ کی اجازت ان کے امام نے دے دی۔ ہم نجفی کی طرح جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کی کتاب کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی دیکھ لیں۔

## وسائل الشیعہ

عن معاویۃ بن عمار قال سألت ابا  
عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یغتسل  
بذکرہ فی صلوۃ المکتوبۃ فقال لا بأس

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۶)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ جو فرضی نماز میں



اپنے آلہ تناسل سے چھڑ پھاڑ کرتا ہے۔ (کیا اس کی نماز میں کوئی کراہت وغیرہ ہے یا نہیں؟)  
امام صاحب نے فرمایا۔ (مزرے کو) کوئی حرج نہیں۔

ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے پیار نغبی وغیرہ کو درتہ میں ملا ہے۔ اگر مزید تسلی کرنا ہو  
تو مسائل الشیعہ کے ”باب عدم بطلان الصلوۃ بمس الفرج من الرجل  
ولا من المرأة“، میں درج روایات کو دیکھ لیں۔ گستاخان صحابہ کی نمازوں کے  
بہی حال ہو کرتے ہیں۔ انہیں خشوع و خضوع کے قریب نہیں آنے دیا جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہ کی نماز کا یہ عالم کہ انہیں دوران نماز اپنی ذات بھی یاد نہ ہوتی تھی جسم میں جھجھا ہوا تیر نکال یا گیا  
لیکن انہیں خبر تک نہ ہوئی اور یہ ان کے نام نہاد محب اور ان کے فدائی شیعہ دوران نماز اگر ان  
کے آگے سے عورت گزرے۔ تمہارے نہیں چھوڑتے۔ خود ان کی زبانی سنئے۔

## وسائل الشیعہ

عَنْ مَسْمُوعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فَقُلْتُ أَكُونُ أَصْرًا لِي فَتَمُرُّ بِي  
الْجَارِيَةُ فَرُبَّمَا ضَمَمْتُهَا إِلَيَّ قَالَ  
لَا بَأْسَ -

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۳)

مطبوعہ تہران طبع جدید

## ترجمہ :

مسموع کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن سے پوچھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں  
اور ایک چھوکری میرے پاس سے گزرتی ہے۔ تو کبھی یوں ہوتا  
ہے کہ میں دوران نماز اس کو چھاتی سے لگا لیتا ہوں۔ (اس بارے  
میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں۔



صاحب ردالمحتار نے یا علمائے احناف نے جو امامت کے یہ شرائط اولویت لکھی ہیں۔ اُن کا مقصد نمازیں اطمینان قلب کا حاصل کرنا ہے۔ نہ کہ نجفی کی ذہنیت۔ اسی ضمن میں ایک ارشاد یہ ہے۔ کہ جس کی بیوی خولہ صورت ہو۔ وہ مقدم ہے۔ نجفی نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور لکھا۔ کہ امام کو امامت کرانے سے پہلے نمازیوں کو اپنی بیوی دکھانی چاہیئے الخ یہ نجفی کی ذہنیت ہے۔ ورنہ صاحب ردالمحتار نے اس کی جو وضاحت کی۔ وہ یہ ہے کہ جب عوام کو امام کے ذوی الاہلیم اور ستوراتِ فائدہ سے کسی طرح یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں آدمی کی بیوی دوسرے سے اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ اُس امام کی توجہ کسی عورت کی طرف نہ ہوگی۔ لہذا یکسوئی اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنے کے زیادہ مواقع ہوں گے۔ صاحب ردالمحتار کے یہ الفاظ یہ ہیں۔

لَا تَدَّ يَكُونُ غَالِبًا أَحَبَّ لَهَا وَاعْتَفَ لِعَدِمِ تَعَلُّقِهِ  
لِغَيْرِهَا.

ترجمہ:

یعنی خوبصورت ہونے کی وجہ سے امام اپنی بیوی سے ہی محبت کرے گا۔ اور اس کو چھوڑ کر غیر سے تعلق نہیں رکھے گا۔

مختصر یہ کہ حضرات علمائے احناف نے نماز میں خشوع و خضوع کی ہر ممکن صورت بہم پہنچانے کے طریقے بتلائے۔ لیکن نجفی شیعہ کو نماز میں یہ پسند نہیں۔ اس لیے نہ اُسے اپنے ائمہ کے اقوال کی پروا ہے۔ اور نہ حق کی پہچان۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۲۶

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعتیں نکالیں

حقیقت فقہ صنفیہ میں نجفی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ تنقید کے لیے یہ واقعہ پیش نظر رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب لوگوں کو نماز باجماعت پڑھتے دیکھا تو کہا۔ *يَعْمُرُ اللَّيْلَ دَعَاءَ هَذِهِ*۔ یہ بدعت بہت اچھی ہے۔ معلوم ہوا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بدعتیں نکالیں۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵

### جواب:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام میں بدعتیں ایجاد کرنے والا کہنا اور پھر اس کی تائید میں درج بالا واقعہ پیش کرنا جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیونکہ اس سے نجفی نے قارئین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ وہ بدعت ۱۱ ہر مبری رسم کا نام ہے لیکن وہ اس سے بے خبر یا متجاہل ہے۔ کہ شیعہ سنی دونوں کے ہاں وہ بدعت ۱ کی دو اقسام ہیں۔ ایک حسنہ اور دوسری سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہو۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ اس کا کوئی اصل کتاب و سنت



میں پایا جاتا ہو۔ اور بدعتِ حسنہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ جس نے بھی اسلام میں کوئی اچھا نیا طریقہ نکالا۔ تو اس کو اس کے شروع کرنے کا ثواب اور ان تمام لوگوں کا مجموعی ثواب ملے گا۔ جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس ”بدعتِ حسنہ“ کو دور عثمانی میں جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اور مسجدوں کو نمازیوں سے بھرا ہوا پایا۔ تو فرمایا۔

### شرح ابن حدید:

وَقَدْ رَوَى الزُّوَاهُ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ لَيْلًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَرَأَى الْمَصَابِيحَ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْمُسْمَلُونَ يُصَلُّونَ الشُّرَاوِيحَ فَتَالَهُ نَوْرًا اللَّهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا تَوَرَّ مَسَاجِدَنَا۔

(شرح ابن حدید جلد سوم ص ۱۸۰)

(مطبوعہ بیروت جدید)

### ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات گھر سے باہر تشریف لائے یہ خلافت عثمانی کی بات ہے۔ آپ نے مسجدوں میں چراغ روشن دیکھے۔ اور



مسلمانوں کو (باجماعت) نماز تراویح پڑھتے دیکھا۔ تو دعا کرتے ہوئے فرمایا  
اے اللہ! عمر بن الخطاب کی قبر کو روشن کر دے۔ جس طرح انہوں  
نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے اس  
بدعت کو دیکھ کر دعاء کی۔ کیا آپ نے اسے وہی بدعت سمجھا۔ جو نبی نے قارئین کو بتلانے  
کی کوشش کی۔ صاف بات ہے۔ کہ اگر یہ بدعت بری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ  
اس کے بانی کے حق میں دعاء کی بجائے بدعا کرتے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ بدعت  
حسنہ ایک اعتبار سے ”سنت“ ہی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسے حضرات ائمہ اہل بیت  
نے بھی اپنایا۔ حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں لگاتار نماز تراویح  
باجماعت ادا نہیں فرمائی۔ اگر نبی کے نظریہ کے تحت تراویح باجماعت وہ بدعت سیئہ  
ہے۔ تو اس بدعت سے ائمہ اہل بیت بھی محفوظ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

## وسائل الشیعہ:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ  
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَسْأَلُهُ عَنْ  
صَلَاةٍ تَوَافَلَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَعَنِ الزِّيَادَةِ  
فِيهَا كَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ كِتَابًا قَرَأْتُهُ  
بِحِطَّةٍ صَلَّى فِي أَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً عِشْرِينَ  
رَكْعَةً وَ صَلَّى مِنْهَا مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ  
ثَمَانِي رَكْعَاتٍ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ  
رَكْعَةً وَ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ ثَمَانِي رَكْعَاتٍ



بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ وَ اثْنَتَيْنِ وَعِشْرَةَ حِينَ  
رُكْعَةٍ بَعْدَ الْعَتَمَةِ

(وسائل الشیعیہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۳)

کتاب الصلوۃ البواب نافله

مطبوعہ قہران طبع جدید

ترجمہ:

حسن بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے  
حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر پوچھا کہ رمضان شریف میں نفلی  
نماز کتنی پڑھنی چاہیے اور اس میں کیا کچھ زیادہ کرنا چاہیے۔ آپ نے  
اُسے ایک جواب تحریر فرمایا۔ میں نے وہ بعینہ خط خود پڑھا۔ لکھا  
تھا۔ رمضان شریف کے شروع کی بیس راتوں میں بیس رکعت نماز  
اس طرح پڑھو۔ کہ مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور عشاء کے  
بعد بارہ رکعت۔ اور رمضان شریف کے آخری دس دنوں  
کی راتوں میں مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور بائیس  
رکعت بعد عشاء پڑھا کرو۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح باجماعت اور رمضان شریف  
میں لگاتار پڑھنا صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد نہ تھی۔  
یا یہ بدعت سیئہ نہ تھی۔ ورنہ حضرات ائمہ اہل بیت اس کو ہرگز نہ اپناتے  
اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر بدعتیں ایجاد  
کیں۔ تو انہی بدعتوں کا ارتکاب اہل بیت کرام کے امام نے بھی کیا۔ لہذا دونوں  
ایک جیسے سدرک کے مستحق ہیں۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطعون ٹھہرے



تو ائمہ اہل بیت کیوں نہیں۔ اور اگر ائمہ اہل بیت ثواب کے مستحق ہیں تو حضرت فاروق اعظم محروم کیوں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار





# اعتراض نمبر ۲۷

حقیقت فقہ حنفیہ

## سنی فقہ میں نمازی مصلیٰ کی نشان

حنفی فقہ میں ہے۔ اگر کتے کی کھال رنگی ہوئی ہو۔ تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔  
(تحفہ اشنا عشریہ کید ۱۰۳ ص ۹۴)

نوٹ:

کچھ بڑے بڑے کے دائرہ ہی پٹی۔ نعمان صاحب نے تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا خانہ خراب ہی کر دیا ہے۔ بقول صنفیوں کے اگر کتے کی کھال رنگنے سے پاک ہے۔ تو پھر پاکستان چونکہ ایک غریب ملک ہے اور اسے زرمبادلہ کی بہت ضرورت ہے۔ لہذا حنفی مدارس کے کارکن اپنے ملک کی خدمت کریں۔ اور کتے کی کھالیں بھی رنگ کر دوسرے ممالک کو سپلائی کریں۔ اس مبارک کاروبار میں انشاء اللہ ملوانے امیر و کبیر ہو جائیں گے۔ کتا نجس ہے۔ اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ جب حنفی کتے کی کھال کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے۔ تو ڈبل معراج ہو جائے گی۔ اور یہ نماز قیامت کے دن پہلے پہل ہی قبول ہو گی۔



## جواب:

جواب سے پہلے ایک وضاحت سن لیں۔ اہل سنت کے نزدیک جانوروں میں سے جس العین صرف سور ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی پاک نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ کتا نجس ہے لیکن جس العین نہیں ہے۔ اور قاعدہ دراصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ جس العین کو چھوڑ کر باقی ہر جانور کی کھال دباغت (رنگنے) سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ دباغت کے ذریعہ کتے کی کھال بھی نجس نہ رہی۔ اس پر نماز ادا کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ نجفی نے اس مسئلہ کو بھی مذاق کا رنگ دیا۔ اور پنجابی کہاوت سے اسے اور رنگ چڑھانے کی کوشش کی حنفیوں نے کتے کی کھال کو دباغت کے بعد پاک کیا۔ ذرا اپنے گھر کی خبر بھی ہے۔ تمہارے امام تو سور کے بالوں کی رستی بٹ کر اور اس کی کھال کا ڈول بنا کر تمہیں پانی پلا چکے ہیں۔ اگر وہ کچھ بڑبڑہے کے داڑھی پٹی، ہم پر لاگو ہے۔ تو آپ کے اس الزام کی روشنی میں آپ کے امام تو داڑھی سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ حوالہ سنیئے۔

## من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ..... وَلَا  
بَأْسَ بِأَنْ يَسْتَقَى الْمَاءَ بِحَبْلٍ إِتَّخَذَ مِنْ  
شَعْرِ الْغَنَزِيرِ... وَسُئِلَ الصَّادِقُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حَبْلِ الْغَنَزِيرِ يَجْعَلُ دَكْوًا  
يَسْتَقَى بِهِ الْمَاءَ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹ فی المیاء الخ - مطبوعہ تہران طبع جدید)



ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے ساتھ پانی پلاتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام موصوف سے ہی پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی صاحب! امام صادق نے تمہارے لیے کیسا ڈول اور کیسی رسی (لج) تیار کی۔ امام کو بھی معلوم تھا کہ یہ لوگ اسی کے قابل ہیں۔ جس منہ سے حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا الفاظ نکلیں۔ اس میں خنزیر کے ڈول کا پانی ہی جانا بہتر ہے۔ ہماری منیے۔ آج سے علی الاعلان عہد کیجئے کہ ہم اپنی ہر شادی کرنے والی عورت کے جہیز میں یہ ”قیمتی“ اور ”بے مثال“ تحفہ دیں گے۔ آخر اس جواز کی عملی صورت تم نہیں کرو گے تو اور کون ”دلا ڈلا“ کرے گا۔

قارئین کرام! علاوہ ازیں گزشتہ اوراق میں آپ یہ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اہل شیعہ کے مذہب میں کثا اور سور مرنے اور مارنے سے پہلے دونوں پاک و طاہر ہوتے ہیں۔

المبسوط:

قَالَ إِنَّمَا يُنَجِّسُ الْخِزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ

وَالْمَوْتِ - (المبسوط جلد ۷ ص ۲۷۹)



اب یہ مسمۃ نجفی ہی حل کرے گا۔ کہ خنزیر جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ اور جب مر جائے تو بروایت مبسوط نجس ہو گیا۔ اب امام جعفر صادق نے خنزیر کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کی رستی سے پانی پینے کی اجازت دی۔ یہ سور کی زندگی میں تو ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کی کھال اتار دی جائے۔ اور پھر وہ زندہ رہے۔ ناممکن ہے تو مرے ہوئے کی کھال کوئی حجتہ الاسلام اور مجتہد وغیرہ اتارے گا۔ اب وہ کھال کیسے پاک ہو گئی۔ اور اس میں پڑا ہوا پانی پاک و طاهر کیونکر ہو گیا؟ اس کا حل یا تو یہ ہے کہ خنزیر جس طرح زندگی میں ان کے نزدیک پاک تھا۔ مرنے کے بعد بھی ویسا ہی پاک ہے۔ تو اس کی کھال کے ڈول میں پانی پیئیں۔ اسے مصلیٰ بنائیں۔ کیا حرج ہے۔ اور یا یہ حل کہ مرنے کے بعد جس طرح نجس ہو گیا۔ اسی طرح زندگی میں بھی تھا۔ لیکن امام کے قول کو ٹھکرانا پڑے گا۔ نہ جائے مانند نہ پائے رفتن۔

فلعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۲۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں روزہ کی شان

مشکوٰۃ شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُمِصُّ لِسَانَهُ عَائِشَةَ فِي الصَّوْمِ۔

رمشکوٰۃ شریف باب تنزیہ الصوم

جلد اول ص ۱۴۸

ترجمہ:

کہ رسول کریم حالت روزہ میں بی بی عائشہ کی زبان چوستے تھے۔

نوٹ:

سنی فقہ نے بے چارے اسلام پر کیا جھڑپیں کیں۔ فتاویٰ قاضی خان  
کتاب الصوم میں ہے کہ امام اعظم کا فتوہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت کی  
ضرورت کے یا کسی اور خاص مجبوری کے منہ میں پانی نہ ڈالا جائے۔ لیکن دین کے بادشاہ  
نے فقہ نعمان کو اپنی محبوبہ بیوی پر قربان کر دیا۔ اور روزہ کی حالت میں اپنی پیاری بیوی



عائشہ کی زبان چوستا رہا۔ اگر فقہ حنفی درست ہوتی۔ تو نبی کریم ہرگز نبی بی عائشہ کی تھوک روزہ کی حالت میں اپنے منہ میں نہ لیتے۔

## جواب:

اس اعتراض کو ہم کس پہلو سے دیکھیں عجیب ہرزہ سرائی اور بکواس ہے شروع اعتراض میں ایک حدیث ذکر کی گئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالت روزہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوسنے کا ذکر ہے۔ کیا نجفی کو اس واقعہ پر اعتراض ہے یا اس واقعہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اسے پسند نہیں مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا جائز ہے۔ اگر واقعہ پر اعتراض ہے۔ تو اس کا ثبوت سند اور اس کے رجال سے دیا جاتا ہے۔ لیکن نجفی نے نہ اس کی سند پر اعتراض کیا۔ اور نہ اس کے راویوں میں سے کسی پر جرح کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل واقعہ پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت مسئلہ پر اعتراض ہے۔ ہم انشاء اللہ یہی مسئلہ کتب شیعہ سے بھی دکھائیں گے۔ اور اگر اعتراض کے ”نوٹ“ والی عبارت کو دیکھیں۔ تو اس فتاویٰ قاضی خان سے ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت و مجبوری منہ میں پانی نہیں ڈالنا چاہیے کیا یہ مسئلہ نجفی کو اچھا نہیں لگا؟ شاید اس کا خیال ہو۔ کہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے۔ اس لیے پسند نہیں۔ لیکن یہ ناپسند بلا دلیل ہے۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ مسئلہ غلط ہے درست مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزہ دار بغیر ضرورت کے اور مجبوری کے بھی منہ میں پانی ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس نے اس کی وضاحت کی نہیں۔

”نوٹ“ کے آخری حصہ پر نظر ڈالیں۔ تو عجیب منطقی بھری نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان... کو قربان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے



ابو حنیفہ کا مسئلہ نہیں مانا۔ ابو حنیفہ یہ کہتے رہے کہ بغیر ضرورت منہ میں پانی مُت ڈالو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقہ نعمان کو تسلیم نہ کیا۔ گویا نجفی شیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی اور ابو حنیفہ کو پیغمبر بنا کر حضور کو ابو حنیفہ کا مسئلہ نہ ماننے والا قرار دیا۔ ہزار بار لعنت لاکھوں مرتبہ پھٹکار اس منطق پر۔ کوئی کافر سے کافر بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔

اور آخری بات یہ کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے حنفی فقہ ضرورت اور مجبوری کے بغیر منہ میں پانی ڈالنے کی اجابت نہیں دیتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوس رہے ہیں۔ یعنی آپ کے منہ میں پانی ڈالنا اور زبان چوسنا ایک ہی بات ہے۔ فقہ حنفی اگر یہ کہتی کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا روزہ کو فاسد کر دیتا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریف اس کی تردید کے لیے پیش کرنا مفید ہوتا۔ یا فقہ حنفی نے پانی منہ میں ڈالنا ناپسند کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا ضرورت اور بغیر مجبوری پانی منہ میں ڈالنا ثابت ہوتا تو پھر سنی فقہ مورد الزام ہوتی۔

ہاں اگرچہ اہل سنت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اور نجفی کو اس پر اعتراض ہے۔ تو بموجب عہد ہم تمہاری کتابوں سے اس مسئلہ کا ثبوت دکھائے دیتے ہیں۔

## وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ الرَّحْبِلِ الصَّابِرِ أَنَّهُ  
أَنْ يَمُصَّ لِسَانَ الْمَرْأَةِ أَوْ تَفْعَلَ الْمَرْأَةُ ذَلِكَ قَالَ لَا بَأْسَ

(وسائل الشیعہ جلد ۵ ص ۷۲)۔ (تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۳۲۰)



## ترجمہ:

میں نے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک مرد روزہ رکھ کر  
اپنی بیوی کی زبان چوستا ہو۔ یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ ایسے  
کرے۔ (تو کیا روزہ میں کوئی خرابی آتی ہے؟) فرمایا کوئی حرج  
نہیں ہے۔

یہ مسئلہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے ہاتھ آیا۔ لازمًا حضور نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کا عمل شریف ہی اس کی بنیاد ہے۔ اس لیے نجفی کا اس مسئلہ کو مذاق بنانا قطعاً  
درست نہیں۔ اس سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی ہے۔ جو کفر ہے۔ اور دوسرا  
اپنے امہ کی بات کا مذاق اڑانا اور وہ بھی کفر سے کم نہیں ہے۔

رَفَاعَتَبَرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراف نمبر ۲۹

حضرت عمرؓ روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے

## حقیقت فقہ حنفیہ

حضرت عمر صاحب روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے۔ (کنز العمال کتاب الصوم جلد ۲ ص ۳۲)

نوٹ:

فاروق اعظم زندہ باد سنی بھائیوں کو چاہیے تھا کہ مذکورہ نیکی کے صدقے میں عمر صاحب کو نبی مانتے تو بے چارے شیعہ لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے۔ بات اصل یہ ہے کہ جب خود نبی کریم لمقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے مایہ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالت روزہ ہم بستری کر لی۔ تو اس میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ اور ایسی باتوں سے حنفیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

## جواب:

نجمی شیعہ نے سیدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ”کنز العمال“ سے روایت پیش کرنے میں دیرینہ عادت سے مجبور ہو کر فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ ”کنز العمال“ میں کہیں بھی ”لونڈی“ کا تذکرہ نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ



نہنی کو کہاں سے لونڈی مل گئی۔ البتہ ایک روایت اور مضمون کی ملتی ہے جس میں رمضان شریف کی بھری کے وقت اپنی بیوی سے جماع کا ذکر ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## کنز العمال:

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْ أَدْرَكَنِي النَّيْدُ وَأَنَا  
بَيْنَ رَجُلَيْهَا لَصُمْتُ۔

دکنز العمال جلد ۸ ص ۶۲۹ مطبوعہ مطبع جدید

## ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنی بیوی کے جماع کرنے کے دوران اگر اذان فجر سنائی دے۔ تو میں (فوراً علیحدہ ہو جاؤں اور) روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لوں۔  
تاریخ کواہم: کنز العمال میں لونڈی سے دوران روزہ ہم بستری کرنے کا کوئی واقعہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ اپنی طرف سے یہ واقعہ گھڑا۔ اس پر بھی خیانت کا اظہار کیا۔ ایک مومن نکاح اس سے کانپ اٹھتا ہے۔

”جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے مایہ ناز غلیفہ لے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالت روزہ ہم بستری کر لی۔“

اس سے قبل ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم بھی دوران روزہ بیوی کی زبان چوسنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس لیے نہنی نے سنی فقہ کا نام لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور جس وجہ سے مذاق کیا۔ وہی وجہ امام موسیٰ کاظم کے اندر بھی موجود ہے۔ لہذا امام موسیٰ کاظم کا بھی مذاق اڑایا اور



پھر اس مذاق کو اور بڑھا دیا۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مسخر کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی ایک فرضی واقعہ سے فقہ حنفیہ کو بدنام کرنے چلا۔ اور ساتھ ہی فقہ جعفریہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اُس واقعہ پر اعتراض ہے۔ جو ابھی ہم نے کنز العمال سے ذکر کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کو اس کی وجہ سے بدنام کرنا چاہا ہے تو ایسا مسئلہ فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ

المبسوط:

فَإِنَّ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ مُجَامِعٌ وَلَمْ  
يَعْلَمْ أَنَّ الْفَجْرَ قَرِيبٌ فَلَزَعَ فِي الْحَالِ  
مِنْ غَيْرِ تَكْوِيمٍ صَحَّ صَوْمُهُ۔

المبسوط فی فقہ الامامیہ جلد اول ص ۴۲، کتاب الصوم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: اپنی بوری سے ہم بستی کرتے ہوئے اگر صبح صادق ہو جائے اور جماع کرنے والا نہ جانتا ہو کہ صبح قریب ہے۔ پھر اسی وقت علیحدہ ہو جائے۔ مزید وقت صرف نہ کرے۔ تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

یہ اس کتاب کا حوالہ ہے۔ جس کا مصنف محقق طوسی مجتہد شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ اب نجفی شیعہ ہی بتلائے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اُس فعل اور محقق طوسی کے اس مسئلہ میں کیا فرق ہے۔ اگر اُس مسئلہ کی وجہ سے فقہ حنفی پر اعتراض ہوتا ہے۔ تو پھر اس مسئلہ سے فقہ جعفریہ بھی نہیں بچ سکتی۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ محقق طوسی نے روزہ کی حالت میں اپنی بوری سے ہم بستی کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ قرآن و حدیث کی مخالفت ہے۔ اور واضح کفر ہے۔ وغیرہ ذالک۔



## اعتراض نمبر ۳۰

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال؛

حقیقت فقہ حنفیہ؛ بخاری شریف؛

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يَقْبَلُ وَيُبَاشِرُ  
وَهُوَ صَائِمٌ۔

(بخاری شریف کتاب الصوم جلد ۱ ص ۳)

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور پاک روزہ کی حالت میں (اپنی بیویوں کو) چومتے بھی تھے۔ اور دوسرے طریقوں سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ اور مباشرت بھی کرتے تھے۔

نوٹ:

بے بنے بخاری شریف۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الصوم میں لکھا ہے۔ کہ امام اعظم کا فتویٰ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا مکروہ ہے۔ اور سید بن جبیر کا فتویٰ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا یا اور کوئی بھی لذت حاصل کرنا اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں جب نبی کریم اپنی پیاری بیوی عائشہ صاحبہ کو پیار کرتے تھے۔ تو روزہ باطل کر بیٹھتے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۷)



## جواب:

ذیابہ تقویٰ ملاحظہ ہو۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ باطل کس طرح ہو گیا۔ کوئی نجفی سے پوچھے کہ روزہ کے باطل ہونے کا (صورت مذکورہ میں) قول امام اعظم کا تم نے نقل کیا ہے۔ یا سعید بن جبیر کا۔ بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ چند سطریں پیچھے لکھی ہوئی اپنی عبارت بھی یاد نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تم نے یہ ذکر کیا کہ روزہ کی حالت میں بیری کو گلے لگانا وہ مکروہ کہتے ہیں۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ مکروہ، فرمانا بہر صورت ہے۔ یعنی اس صورت میں بھی کہ جب نفس مطمئن ہو اور بوسہ بازی اور گلے ملنے سے مزید خطرہ سے محفوظ ہو۔ اور اس صورت میں بھی کہ یہ خطرات موجود ہوں۔ امام اعظم کا فتوے دراصل ان خطرات کے پیش نظر ہے۔ اور یہ مسئلہ صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں۔ فقہ جعفریہ بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## وسائل الشیعہ:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سُئِلَ هَلْ يَبَاشِرُ الصَّائِمُ أَوْ يَقْبِلُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْهِ فَلَئِنْ تَزَرُّهُ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَثِقَ أَنْ لَا يَسْبِقَهُ مَنِيَّتُهُ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۰، کتاب

الضوم مطبوعہ قم جلد ید)

(۲۔ لمعہ دمشقیہ جلد دوم ص ۱۳۲

مطبوعہ قم جلد ید)



## ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی سے) مباشرت کر سکتا ہے۔ اور بوس و کنار کر سکتا ہے۔ جب کہ روزہ بھی رمضان شریف کا ہو۔ تو فرمایا مجھے ایسے شخص سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ روزہ توڑنے دے لہذا اس کو بچنا چاہیئے۔ ہاں اگر لڑے اپنی ذات پر وثوق ہے کہ اس طرح کرنے سے منی نہیں نکلے گی۔ تو کوئی حرج نہیں۔

”وسائل الشیعہ“ میں بعینہ وہی الفاظ اور وہی مسئلہ ہے جو بخاری شریف میں ذکر کیا گیا۔ اگر ایک عام آدمی رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور بوسہ بازی کرتا ہے۔ جبکہ وہ مطمئن ہو۔ تو امام محمد باقرؑ سے جائز کہتے ہیں۔ اور جب یہی بات امام بخاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کرے۔ تو نجفی کے پیٹ میں درد قلوبنج اٹھ جاتا ہے۔ ایک عام آدمی کے لیے یہ مسئلہ کہاں سے لیا گیا؟ ظالم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اصل پر اعتراض کر کے اپنے امام کے مسئلہ پر یقین کیسے رہے گا۔ گویا نجفی کے ذہن میں شاید یہ بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جب ایسا کرتے تھے تو آپ اگلے خطرات سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم:

بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ سے اخذ کردہ مسئلہ وسائل الشیعہ میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ ان دونوں میں مباشرت اور تقبیل کا ذکر ہے۔

لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر! ادھر تو ان دونوں باتوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے اور ادھر روزہ رکھ کر زنگ رلیاں کرنے پر ان کے کان پر جوت نہ رہیگی



## وسائل الشیعہ:

قَالَ وَ سَأَلْتُ عَنْ الرَّحْبِلِ هَلْ يَصْلَحُ لَهُ  
وَهُوَ صَائِمٌ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُقَلِّبَ الْجَارِيَةَ  
فَيَضْرِبَ عَلَى بَطْنِهَا وَخِذْهَا وَعِجْزَهَا قَالَ  
إِنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ بِشَهْرَةٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَأَمَّا  
بِشَهْرَةٍ فَلَا يَصْلَحُ -

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۱)

## ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا  
کہ ایک شخص نے رمضان شریف کا روزہ رکھا ہوا ہو۔ اور پھر اپنی لونڈی  
کو اوپر نیچے کرے۔ کبھی آلت تناسل اس کے پیٹ پر پھیرے۔ کبھی اس  
کی ران میں اور کبھی اس کے چوتڑوں میں داخل کرے۔ (تو اس کے بارے  
میں کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ شہوت کے بغیر کرتا ہے۔ تو  
کوئی حرج نہیں۔ لیکن شہوت کے ساتھ درست نہیں ہے۔

## لمنکر یہ:

نخعی نے بخاری شریف میں مذکور لفظ "یُبَاشِرُ"، کا معنی کیا ہے  
دوسرے طریقوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس لفظ کا یہ معنی کر کے بتاتا  
یہ چاہا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) اپنی بیویوں کے بوسہ  
لینے کے علاوہ لطف اندوزی کے دوسرے طریقے اپنا کرتے تھے۔



گویا لطف اندوزی کے ایک طریقہ یعنی بوسہ لینے اور دوسرے طریقے اختیار کرنے کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ ”لطف اندوزی“ کہاں سے آگئی؟ یہی لفظ وسائل شیعہ میں موجود ہے۔ لیکن اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ بلکہ دوسری روایت میں جب ایک شیعہ روزہ رکھ کر اپنی بیوی (شیعہ) کے پیٹ پر بھی ران پر اور کبھی گانڈ میں ”متہرینی“ لٹنا سنا پھیرتا اور رگڑتا ہے۔ تو نجفی اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔ حضور صلی علیہ وسلم سے دشمنی، آپ کی ازواج سے دشمنی اور آپ اسما ب سے دشمنی۔ بھلا اس کے بعد بھی ”دومومن“، ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ فقہ حنفی کا مذاق اڑاتے اڑاتے فقہ جعفریہ کا بھی ”دوکونڈا“ کر گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۳

جانوروں سے روزہ نہیں توڑتی

نیقت فقہ حنفیہ : الہدایہ کتاب الصوم :

إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَةٍ ضَامِنٍ لَا تَفْسُدُ صَوْمَهُ

(الہدایہ کتاب الصوم)

ترجمہ :

کہ انسان جب کسی خوبصورت عورت کو دیکھے۔ اور اس کی منی نکل آئے  
تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خان :

إِذَا جَامَعَ بِهَيْئَةٍ أَوْ مَبِيتَةٍ أَوْ نَكَحَ يَدَهُ وَلَمْ  
يَنْزِلْ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ۔

اگر کوئی شخص کسی چوپائے یا مردہ عورت سے زنا کرے یا مشت زنی  
کرے۔ اور اس کی منی خارج نہ ہو۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس کا  
روزہ باطل نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب الصوم جلد ۱ ص ۹۸)

نوٹ :

کیا کہنا فقہ حنفی کا کہ جس میں روزہ کی حالت میں خواہ حیوان سے وطی کرے



خواہ مرد سے زنا کرے خواہ ہاتھ سے زنا کرے خواہ عورت کو شہوت سے دیکھنے پر مٹی نکل آئے۔ خواہ بحالت روزہ میں بیوی کی زبان چوستا رہے۔ خواہ سنت فاروقی کے مطابق کینز سے ہم بستری کرتا رہے۔ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ روزہ روز قیامت جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔ حق یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں فقہ صنفیہ کی خرافات ہیں۔

(حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

## جواب:

مشہور بات ہے کہ کتے کی دُم سو سال تک بھی بھاری پتھر کے نیچے دبی ہے جب پتھر اٹھے گا۔ تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہوگی۔ کچھ ہی معاملہ نجفی شیعہ کا بھی ہے۔ اسے تو مذاق اڑانا ہے۔ اور یہی اس کی شیعہ فطرت ہے۔ قرآن سامنے آئے، صاحب قرآن سامنے آئے۔ امام سامنے آئے۔ ان کے فرمان ہوں۔ مجال ہے کوئی اس سے بچ کر نکل جائے۔ اور یہ بھی اسے بخوبی علم ہے۔ کہ ایسا مذاق ”دکفر“ ہوتا ہے مختصر یہ کہ اعتراض بالالیں ہدایہ اور فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ جات سے جو مسائل ذکر کیے گئے اور پھر ان پر مذاق اڑایا گیا۔ وہی مسائل فقہ جعفریہ میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## تہذیب الاحکام:

فَإِنْ آمَنَ الرَّجُلُ مِنْ نَظَرٍ أَوْ كَلَامٍ مِنْ  
غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ يَدُلُّ  
عَلَى ذَاكَ مَا رَوَاهُ..... الْحُسَيْنُ بْنُ سَعِيدٍ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامَ عَنْ رَجُلٍ كَلَّمَ امْرَأَةً فِي



شَهْرٍ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَمْنِي فَقَالَ لَا بَأْسَ

(۱) - تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۲۷۲ مطبوعہ

تہران طبع جدید

(۲) - مبسوط جلد اول ص ۲۷۲ کتاب الصوم مطبوعہ

تہران جدید

(۳) - الاستبصار جلد دوم ص ۸۲ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

ابو الحسن فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی کسی عورت کو دیکھنے سے یا اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے منی نکل آئی۔ لیکن مباشرت نہ کی ہو۔ تو اس پر کوئی جرمانہ وغیرہ شے نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر وہ روایت دلائل کرتی ہے۔ جسے حسین بن سعید نے قاسم اس نے علی اور اس نے ابوبصیر سے روایت کیا۔ ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے رمضان شریف روزہ کی حالت میں ایک خوبصورت عورت سے گفتگو کی۔ اور اس کی منی نکل آئی۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے۔

المبسوط؛

فَأَمَّا إِذَا دَخَلَ ذَكَرُهُ فِي فَرْجِ بَهِيمَةٍ أَوْ  
حَيْمَةٍ أَوْ أَحَرَ فَلَا نَقْصَ فِيهِ فَيُبَغْيُ أَنْ يَكُونَ



الْمَذْهَبُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ لِعَدَمِ الدَّلِيلِ  
الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَالْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ

را المبسوط جلد اول ص ۲۸ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

جب کسی مرد نے کسی چارپایہ کے فرج میں اپنا آلہ تناسل داخل  
کیا۔ یا کسی بھی حیوان کے ساتھ ایسا کیا۔ تو اس بارے میں ہمارے  
مذہب شیعہ میں کوئی نص موجود نہیں۔ پس مذہب یہ ہونا چاہیے  
کہ ایسا کرنے والے پر غسل کا حکم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کی کوئی  
شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ کسی کو  
بری الذمہ ہی قرار دیا جائے۔

### وسائل الشیعہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّحْلِ  
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ  
قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمُهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ  
غُسْلٌ۔

دو سائل الشیعہ جلد اول ص ۲۸۱ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مرد کے بارے



میں فتوے دیا۔ جس نے روزہ دار عورت کی دُبر میں اپنی خواہش پوری کی۔ فتویٰ یہ دیا کہ اس سے اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس کا منڈ مارنے والے پر بھی غسل لازم نہ ہوگا۔

”حق یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں موافقہ حنفی، کی خرافات ہیں، ہم پوچھتے ہیں۔ کیا ہی حق فقہ جعفریہ میں نظر آیا۔ اور اس کی خرافات اچھی لگی ہیں۔ فقہ حنفی کی خرافات تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کی مذکورہ خرافات ابھی تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بنیں گی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسد و بغض میں نجفی اس قدر بے بس اور بدحواس ہو گیا۔ کہ اسے اپنی فقہ اور اپنا امام بھی راستہ میں نظر نہ آئے۔ اندھے کی لامٹھی کی طرح سبھی کو ایک ہی فطرت کے تحت ہانک رہا ہے۔ جب اسے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا پاس نہیں۔ تو دوسروں کی عزت اور قدر اس سے کب متوقع ہو سکتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۳۲

حالت روزہ میں نبر میں انگشت میں ٹٹا جانا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاویٰ قاضی خان:

لَوْ اَدْخَلَ اَصْبَعَهُ فِي دُبُرِهِ لَا تَفْسُدُ  
صَوْمُهُ

(فتاویٰ قاضی خان کتاب الصوم)

**ترجمہ:**

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اپنی گانڈ میں انگلی داخل کرے۔  
تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

نوٹ: فقہ نعمان تیرے قربان۔ لوانوں کے مزے بن گئے۔ بے شک سارا دن  
روزے کی حالت میں پینگ کریں۔ روح نعمان کے لیے الٹا فاسمہ پڑھیں۔  
اور موج کریں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۲)

**جواب:**

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت سے بخفی کو جو کھجلی ہوئی ہے اور فقہ نعمان پر  
غصہ نکالا ہے۔ یہاں تو صرف مرد کے متعلق مسئلہ ہے۔ ذرا اپنی کتابوں کو بھی  
دیکھا ہوتا۔ وہاں مرد اور عورت دونوں کو پینگ کرنے کی اجازت امام صاحب  
نے عطا فرمائی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



## وسائل الشیعہ:

عن محمد بن الحسن الحسين عن ابيه  
 قَالَ كَتَبَ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 مَا تَقُولُ فِي اللَّطْفِ يَسْتَدْ خِلَّةَ الْإِنْسَانِ  
 وَهُوَ صَائِمٌ فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا بَأْسَ  
 بِالْجَائِدِ -

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۲۶)

(کتاب الصوم الخ)

(۲- الاستبصار جلد دوم صفحہ ۸۳)

مطبوعات تہران طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حسن کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن کی طرف لکھا کہ آپ کا اس  
 انسان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ جو حالتِ روزہ میں کسی چیز کو  
 اپنی شرمگاہ میں داخل کرتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی بامدِ سخت (چیز روزہ  
 کو خراب نہیں کرتی۔

ملحہ فکریہ: فقہ حنفی میں دو انگلی کا ذکر تھا۔ یہاں تو کھلی چھٹی ہو گئی۔ کوئی بھی سخت  
 اور خشک چیز لے کر اگر کوئی شیعہ مرد یا عورت اپنی اپنی شرمگاہ میں گھما پھرا کر دیکھتا ہے  
 کہ کہاں تک پہنچی ہے چاہے پورا بازو اندر کی سیر کر ائے۔ تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا  
 چاہے گانڈ بھٹ جائے۔ اب پورا چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر پہنچاؤ ثواب  
 اس کو جس نے تمہارا یہ بھلا کیا۔



# اعتراض نمبر ۳۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حج کی شان

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ مُسَيْبٍ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُمَانُ  
فِي الْمَتَعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا كَرَيْدُ إِلَّا أَنْ تَنْهَى عَنْ  
أَمْرِ فَعَلَهُ النَّبِيُّ -

بخاری شریف کتاب الحج باب التمتع

جلد اول ص ۱۲۳

ترجمہ:

جناب امیر اور عثمان کا متعہ الحج میں اختلاف ہوا۔ مولا علی نے فرمایا  
کہ عثمان تیرا ارادہ صرف یہ ہے کہ تو اس عبادت سے روکے جسے  
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا۔

نوٹ:

بخاری شریف کے اس باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ عمران بن حصین بیان کرتا ہے

تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَّ لَنَا الْقُرْآنُ



قَالَ رَحِبْلٌ بِرَّ ۱۱۱ مَا ضَاءَ كَهْمُ نِيَّةِ الْمُحْجِ رَسُولِ پاك صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے۔ قرآن میں اس کا حکم ہے۔ اور وہ مرد (عمر صاحب) اپنی رائے سے جو دل میں آیا بہتارہا۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ متعۃ الحج اسلام میں جائز ہے۔ نبی کریم اور ابو بکر کے زمانہ میں مسلمان اسے کرتے رہے۔ لیکن عمر صاحب نے اپنی اس خاص مرض کی وجہ سے لوگوں کو اس کے کرنے سے روک دیا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۱۹۵ اپ آیت متعہ نیز شرح ابن الحدید جلد دوم ص ۲۴۲ باب مطاعن عمر طعن ۱ میں لکھا ہے۔ رَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ مُتَّعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَبْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا أَنَهَى عَنْهُمَا وَاعْتَقِبَ عَلَيْهِمَا  
عمر صاحب نے اپنے ایک خطبے میں کہا کہ دو متعہ (یعنی متعۃ النساء، متعۃ الحج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جائز تھے۔ اور اب میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور ان کے بجالانے پر سزا دیتا ہوں۔ فقہ نعمان تیرے قربان جاواں۔ دین اللہ کا ہے اور اس کو اختیار ہے۔ کہ وہ کسی چیز سے روکے نہ روکے۔ بچا رہے عمر صاحب کیسے باغ کی مولیٰ۔ کہ انہیں اللہ کے دین میں دخل اندازی کا حق حاصل ہو گیا۔

## جواب:

نخعی شیعہ نے مذکورہ اعتراض کے لیے شرح ابن حدید اور تفسیر کبیر کا حوالہ دیا حوالہ درج کرنے میں خیانت یہ برتی گئی کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دونوں کتابوں کے مصنفین نے ان کا جواب جو لکھا۔ نخعی اُسے شیر مادر سمجھ کر پئی گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر بعد والی عبارت عوام کے سامنے آگئی۔ تو بے ایمانی کھل جائے گی۔ اور میری ”حجۃ الاسلامی“، خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان دونوں کتب کا جواب ملاحظہ ہو۔



## تفسیر کبیر:

إِنَّ عُمَرَ أَضَافَ النَّهْيَ عَنِ الْمُسْتَعَةِ إِلَى نَفْسِهِ  
 قُلْنَا قَدْ بَيَّنَّا أَنَّهُ كَوْنًا مَرَادُهُ أَنَّ الْمُسْتَعَةَ  
 كَانَتْ مُبَاحَةً فِي شَرْحِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَأَنَا أَنَهَى عَنْهُ لَزِمَ تَكْفِيرُهُ وَتَكْفِيرُ  
 كُلِّ مَنْ لَمْ يُحَارِبْهُ وَيُنَازِعْهُ وَيُفْضِ ذَاكَ  
 إِلَى تَكْفِيرِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ لَمْ يُحَارِبْهُ  
 وَلَمْ يَرُدْ ذَاكَ الْقَوْلَ عَلَيْهِ وَكُلُّ ذَاكَ بَاطِلٌ  
 فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُقَالَ كَانَ مَرَادُهُ أَنَّ الْمُسْتَعَةَ  
 كَانَتْ مُبَاحَةً فِي زَمَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَأَنَا أَنَهَى عَنْهَا لِمَا ثَبَتَ عِنْدِي أَنَّهُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَحَهَا وَعَلَى هَذَا التَّقْدِيرِ  
 يَصِيرُ هَذَا الْكَلَامُ أَحْبَبَةً لَنَا فِي مَطْلُوبِنَا  
 وَاللَّهُ أَعْلَمُ -

ترجمہ کبیر جلد دوم ص ۵۲ زیر

آیت مستعہ - مطبوعہ مصر طبع جدید

## ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ الحج کی نہی کی لبت اپنی  
 طرف کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ متعہ الحج حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مباح اور جائز تھا۔ اور میں (عمر) اس



سے منع کرتا ہوں۔ تو اس (عمر رضی اللہ عنہ کی تکفیر لازم تھی اور ہر اس شخص کی بھی تکفیر لازم تھی۔ جس نے ان کے خلاف لڑائی نہ کی اور یہ تکفیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ جائے گی۔ کیونکہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے نہ تو عمر بن الخطاب سے جنگ کی۔ اور نہ ہی ان کا قول اُن پر رد کیا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں باطل ہیں۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہی نظر آتا ہے۔ کہ متعہ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مباح تھا۔ اور اب میں اس سے اس لیے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ثبوت ہے۔ کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا تھا۔ حضرت عمر کے قول کی یہ تفسیر سامنے آنے سے آپ کا یہ کلام ہمارے مطلوب کے لیے ہمارے حق میں حجت بن جائے گا۔

### شرح ابن حدید:

قَوْلُهُ مُتَعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا..... وَهَذَا اللَّفْظُ قَبِيحٌ كَوَصَحِ الْمَعْنَى فَكَيْفَ إِذَا فَسَدَ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَنْ يَشْرَعُ فَيَقُولُ هَذَا الْقَوْلَ وَلَا تَنْهَى عَنْهُ هِمْ مَسَاوَاةَ التَّسْوِيلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَابَ تَأْذِي الْقَضَاءِ فَقَالَ إِنَّهُ لَمَّا عَنَى بِقَوْلِهِ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا كَرَاهِيَةً لِذَلِكَ وَتَشْدُودُ فِيهِ مَنْ حَيْثُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



عَنْهُمَا بَعْدَ أَنْ كَانَا فِي أَيَّامِهِ مِنْهُمَا بِدَايَةِ  
عَلَى حُصُولِ النَّسْخِ فِيهِمَا وَتَغْيِيرِ الْحُكْمِ  
لَا نَا نَعْلَمُ أَنَّكَ كَانَ مُتَّبِعًا لِلرَّسُولِ مَتَدَيًّا  
لِلْإِسْلَامِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ تَحْمِلَ قَوْلَهُ عَلَى  
خِلَافِ مَا تَرَاثَرَ مِنْ حَالِهِ وَحِكْمِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ  
أَنَّ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ أَنْ يَسْأَلَ فِي أَعَا قِبُ مَنْ  
صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَإِنْ كَانَ صَلَّى  
إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَدَ فِي تَصَوُّبِهِ  
عَلَى كَفِّ الصَّعَابَةِ عَنِ التَّكْيِيرِ عَنْهُ وَادَّعَى  
أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْكَرَ  
عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِحْلَالَ الْمُتْعَةِ وَرَوَى عَنْ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيمَهُمَا  
فَأَمَّا مُتْعَةُ الْحَجِّ فَإِنَّمَا أَرَادَ مَا كَانُوا  
يَفْعَلُونَ مِنْ فُسْخِ الْحَجِّ لَا أَنَّهُ كَانَ يَحْصُلُ  
لَهُمْ عِنْدَهُ التَّمَتُّعُ وَلَمْ يُرِدْ بِدَايَةِ التَّمَتُّعِ  
الَّذِي يَجْرِي مَجْرَى تَقْدِيمِ الْعُمْرَةِ وَ  
إِضَافَةِ الْحَجِّ إِلَيْهَا بَعْدَ ذَلِكَ لَا أَنَّهُ جَائِزٌ  
لَهُ يَقَعُ فِيهِ قَبِيحٌ.

(شرح نهج البلاغة ابن جديد)

جلد ۱ ص ۱۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید



## ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ دو متعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں مباح تھے۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ اور اُن پر سزا دوں گا۔ ان الفاظ کا معنی اگر صحیح ہو۔ تو بھی یہ الفاظ قبیح ہیں۔ چہ جائے کہ جب فاسد ہو۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اشخاص میں سے نہیں ہیں۔ جنہیں شریعت میں رد و بدل کا اختیار ہو۔ اور پھر اس مقام کے ہوتے ہوئے وہ یہ لفظ کہتے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ ان الفاظ کے مفہوم سے یہ وہم پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ لہذا اس عبارت کا جواب فاضی القضاۃ نے یوں دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی نہی کو اپنی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد لی ہے۔ کہ میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور اس میں شدت اُجالے کی وجہ سے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابتدائے دونوں متعے جائز تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روک دیا تھا۔ لہذا یہ منسوخ ہو چکے ہیں اور ان کا حکم تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ ترجیح ہمسایے ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تھے۔ اور اسلام ان کا دین تھا۔ لہذا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ کہ ان کے اس قول کو ایسے معنی پہنائیں۔ جو ان کی لگاتار زندگی سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔ اور ابوطی سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس قول کی طرح ہو گا۔ ”دیں اس شخص کو سزا دوں گا۔ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا۔“ اگرچہ خود حضرت عمر فاروق



نے سرکارِ دو عالم کی زندگی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے اس قول کی صحت و درستگی اس سے بھی معلوم ہو گئی۔ کہ موجود حضرات صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کرنے سے سکوت فرمایا۔ پھر قاضی القضاۃ نے یہ دعوے بھی کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے متعہ کو حلال سمجھنے پر اعتراض کیا۔ چنانچہ ان دونوں متعوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کی روایت کی گئی ہے۔ بہر حال متعہ الحج سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ تھی۔ کہ لوگ اس کی خاطر حج کو فاسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہیں اس سے فائدہ ہو جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس متعہ سے وہ متعہ نہیں سمجھتے تھے۔ جو اس صورت میں ہوتا ہے۔ کہ پہلے عمرہ کر کے پھر اس کے ساتھ حج کو ملا دیا جائے۔ کیونکہ یہ تمتع بہر حال بائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت واقع نہیں۔

## لمحہ مکریہ:

حنفی شیعہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرنے کے لیے جن دو کتب کے حوالہ جات پیش کیے تھے۔ انہی کتابوں سے اس کے جواب ہم نے پیش کر دیئے۔ تفسیر کبیر میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد جواب کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ متعہ الحج کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مباح ہونا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن منع اس لیے کر رہے تھے کہ اس کی تفسیح کے بارے میں آپ کے ہاں ثبوت تھا۔ اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔



ہذا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوخ فرمانے کے بعد اس کا روکنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کا یہ مفہوم نہ لیا جائے اور وہی یا جائے جو نجفی شیعہ نے یا ہے۔ تو اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔ گویا دوسرے الفاظ میں نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مع دیگر موجود صحابہ کرام کے ایسا کہہ ہی دیا۔ (نحوذ باللہ من ذالک)

دوسری کتاب جو خود مسلک شیعہ سے متعلق ہے۔ اس کی تحریر کے مطابق اگر روایت کے الفاظ کو درست مان لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "شارع" بن جائیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امور شرعیہ میں مساد ہی ہو جائیں۔ اور یہ دونوں باتیں اس لیے ناممکن ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باہمی نہیں بلکہ متبع سنت اور صاحب دین و اسلام تھے۔ لیکن اپنے متعہ سے منع اس لیے کیا کہ لوگوں نے ابھی تک اسے قابل عمل سمجھ رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ یا یہ وجہ تھی۔ کہ لوگوں نے حج تمتع کا وہ طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا تھا۔ کہ پہلے عمرہ کر لیا جائے اور اس کے ساتھ حج کا احرام باندھ لیا جائے۔ لوگوں نے اب اسے اس طرح ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ پہلے نیت حج کر کے احرام باندھتے۔ اور پھر اسے توڑ کر متعہ کا احرام باندھتے تھے۔

ان دونوں کتب کے مصنفین نے تسلیم نہیں کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑ دیا۔ "دین میں دخل اندازی"، کس طرح متحقق ہو گئی۔ اور اگر دخل اندازی تھی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# استراش نمبر ۳۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ کی رو سے کعبہ بھی غلط ہے

بخاری شریف:

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرَدُّ هَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَوَلَا حَدَّثَنَا قَوْمُكَ بِالْكَفْرِ لَفَعَلْتُ نَزِ نَوَلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَآخَاثُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ نَزِ حَدَّثَنَا قَوْمُكَ بِالْكَفْرِ لَقَضَتْ الْبَيْتُ.

بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم

(ص ۱۲۶)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا۔ کہ یہ کعبہ درست نہیں ہے۔ میں نے عرض کی اسے قواعد ابراہیم کے مطابق درست کریں۔ آنجناب نے فرمایا۔ اسے عائشہ اگر تیری قوم کفر چھوڑ کر ابھی تازہ تازہ مسلم شیخ نہ بنی ہوتی۔ تو میں اس کعبہ کو گر کر دو باؤ بناتا۔

نوٹ:

سنی فقہ بے بے سنی بھائیوں کا ایمان نہ ہی قرآن کے بارے میں درست ہے۔ اور نہ ہی سنی بھائی خانہ کعبہ کو درست سمجھتے ہیں۔ جب ان کے عقیدہ میں کعبہ ہی غلط ہے۔ تو پھر ایسے کعبہ کا جو حج کرتے ہیں۔ وہ بھی غلط ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۰ تا ۱۱۱)

جواب:

نجفی شیعہ نے اس اعتراض میں دو خیانتیں اور مکاریاں کی ہیں۔ پہلی خیانت یہ کہ بناری شریف کی عبارت مکمل طور پر وہ نہیں لکھی۔ جو وہاں موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس کا ترجمہ بھی مکروفریب غلط کیا ہے۔ اگر یہ دو خیانتیں نہ کرتا۔ تو اعتراض میں کوئی جان نہ ہوتی۔ یہ واقعہ دراصل یوں ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہا۔ کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل کیوں نہیں کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ تو بوجہ تنگدستی کے اس کی تعمیر ان بنیادوں پر نہ کر سکے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔ مائی صاحبہ نے عرض کیا حضور! پھر آپ اس کی تعمیر انہی بنیادوں پر فرمادیں۔ فرمایا۔ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو ایسا کر دیتا۔ واقعہ کے سامنے آنے کے بعد اب ان دونوں خیانتوں کی شناخت کریں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اَلَا تَرٰ ذٰہَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْنِ اٰہِیْمَ جُفُو

آپ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کیوں نہیں لو مادیتے؟ الفاظ کا ترجمہ یہ تھا۔ لیکن نجفی ترجمہ کرتا ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ



کعبہ درست نہیں۔ بتلائیے۔ یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ یہ تھی نجفی کی ترجمہ میں خیانت اور کمال چالاکی سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دے دیا۔

بخاری شریف میں عبارت اس طرح موجود ہے۔ اِنَّ قَوَّ مَلِكٍ حَيْنَ بَنُوْا الْكَعْبَةَ اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوِّ اَحَدٍ اَبْرَ اِهْيُمُ تِیرِی قوم نے جب تعمیر کعبہ کی۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہ گئے۔ اسی پرانی صاحبہ نے ان بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے نہ کو وہ کہ جو نجفی نے پیش کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کعبہ درست نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ اِنَّ قَوَّ مَلِكٍ قَاصَرَتْ بِهٖمُ التَّفَقُّدُ۔ تیری قوم کے پاس کعبہ کی تعمیر کے اخراجات تھوڑے تھے۔

## لمحذکرہ:

”سنی فقہ کی رو سے کعبہ بھی غلط ہے، اس موضوع کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے کیا کیا فلا بازیاں کھائیں۔ بددیانتی اور خیانت کا ہمارا لیا۔ لیکن چور ہے میں بھانڈا بھوٹ گیا۔ کعبہ کو غلط سمجھیں یا کہیں تو پھر اعتراض ہوتا۔ کہ سنیوں کا حج بھی غلط ہے خود ہی یہ ترجمہ کیا۔ اور خود اس کا نتیجہ بنا لیا۔

نشت اول چوں نہد مہمار کج      تاثریامی رُودر دیوار کج

مسلم صرف اتنا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں کعبہ خیمہ ہوا۔ پھر اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی۔ لیکن اخراجات کم ہونے کی وجہ سے کچھ حصہ ناممکن رہ گیا۔ اسی حصہ کو وہ حلیم، کہتے ہیں۔ لہذا کعبہ انہی بنیادوں پر ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔



## اعتراف نمبر ۳۵

سنی فقہ میں حجر و اسود کا کوئی مقام نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ حجر و اسود کا کوئی شرف نہیں۔

قَالَ عُمَرُ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَبٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ  
لَوْ لَا إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقْبِلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

بخاری شریف کتاب الحج جلد

دوم ص ۲۹۹

ترجمہ:

عمر نے کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اور نفع نقصان نہیں دے  
سکتا۔ اور اگر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا  
تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

نوٹ:

بخاری شریف جلد ۱ کی شان عمر و کھائی ہے عمر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کر رہے ہیں کہ گویا حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کوئی عقل مندی والا کام نہیں کیا۔ اور ایک ایسے پتھر کو چرما۔ جو نفع و نقصان کا  
کام لک نہیں ہے۔ اللہ پاک نے بھی زور وری کی ہے۔ نبی تو بنانا تھا۔ عمر صاحب کو  
جو کام عمر صاحب کی عقل کرتی تھی۔ وہاں تک معاذ اللہ خدا اور رسول کی فتک نہیں



پہنچتی تھی۔

(حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۱۱)

## جواب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے جو کچھ کہا۔ یہ کس موقع پر کہا۔  
 نجفی شیعہ یہ بھی بیان کر دیتا۔ لیکن اس موقع کو بیان کر دینے سے پھر  
 دھوکہ دینا اور غلط مفہوم بیان کرنا مشکل ہوتا۔ کیونکہ اس سے معاملہ اور  
 بن جاتا ہے۔ بخاری شریف سے منقولہ عبارت سے قبل واقعہ درج  
 ہے۔ عَنْ عُمَرَ أَيْدٍ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے  
 اور اس کو چوما۔ اس کے بعد آپ نے وہ الفاظ فرمائے۔ جن کا اوپر  
 تذکرہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! واقعہ کے پیش نظر آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر فاروق  
 رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کس قدر جذبہ ہے۔ حجر اسود  
 کو فرما رہے ہیں۔ کہ تم پتھر ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چومنے کی وجہ سے میں بھی تمہیں  
 چومتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع رسول کے اس جذبے کو  
 نجفی حضور پران کی طرف سے طنز پر محمول کر رہا ہے۔ یہ کس قدر بے غیرتی اور بے ایمانی  
 ہے۔ اور پھر اس سے دو چار قدم اور آگے نکل کر یہ کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چاہیے تھا  
 کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی بناتا۔ کیونکہ ان کی منکر تک اللہ اور اس کے رسول  
 کی منکر نہیں پہنچی۔ بدحواسی کا یہ عالم کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 ذات پر اعتراض کرتے وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظالم نے  
 معاف نہیں کیا۔ اللہ کو مشورے دے رہا ہے۔ اور دیے الفاظ میں نبوت بلکہ فدا کی



کے لہوڑ میں دوڑ رہا ہے۔ شیطان نے کس خوبی سے ایمان چھینا۔ (اگر پاس تھا) وہ بھی جانتا تھا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سایہ کے پاس سے میرا گزر نہیں۔ اس لیے واقعہ فاروقی کے ضمن میں نجفی کو ہم لولا بنایا۔

إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ  
مِّنكَ الْخ - انسان کو کہتا ہے۔ کفر کر۔ جب اس کے کہنے پر انسان کفر اختیار کر لیتا، تو کہتے ہیں۔ میرا تیرا کیا تعلق۔ میں تجھ سے بیزار ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض منبر ۳۶

حقیقت فقہ حنفیہ

## سنی فقہ میں تبرانی کی شان

۱۔ سنی فقہ میں ہے کہ شہری لوگ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں۔

(کنز الدقائق کتاب الاضحیہ ص ۲۶۵)

۲۔ سنی فقہ میں ہے کہ اگر شہری لوگ نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو بازار کو شہر سے باہرے جا کر ذبح کریں۔

(الہدایہ کتاب الاضحیہ ص ۲۲۶)

نوٹ:

میزان الکبریٰ کتاب الحج میں لکھا ہے ص ۵۲ جلد دوم قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجُوزُ لِأَهْلِ السَّوَادِ أَنْ يَصْحَوْا إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي۔ ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے کہ دیہاتی لوگ نور سحر کے طلوع ہوتے وقت قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔

صاحب کتاب نے اس فتوے پر ابو حنیفہ کو راد دی ہے کہ امام صاحب نے



دورانِ نشی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے بھی آکا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا۔ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب کے فتویٰ نے سینٹر لوگوں کے تو مزے بنا دیئے ہیں۔ لیکن شہری لوگوں کا کونڈہ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ نماز عید کے بعد جا کر قربانی کرتے ہیں۔ اور سالانہ گوشت کی خاطر ان کا شکم مبارک فَصَلِّ لِيَوْفِكَ وَانْحَرِ پڑھتا رہتا ہے، قربان جاؤں امام اعظم کے گھسے کے کہ جس نے دیہاتیوں کا دین اسلام الگ بنایا۔ اور شہری لوگوں کا الگ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

## جواب سہ اول

”شہر میں بسنے والے نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کریں“ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ گھر بنایا ہوا نہیں۔ اور نہ ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں بسنے والوں کا کونڈہ کر دیا بلکہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ ہا یہ میں جہاں سے نجفی نے عبارت نقل کی۔ وہیں اس بارے میں حدیث ان الفاظ سے موجود ہے۔

كَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ  
فَلْيُعِدْ ذَبِيحَتَهُ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ  
قَتَرَ حَسَكَهُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے نماز عید سے قبل قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اسے دوبارہ کوئی اور جانور قربانی کے طور پر ذبح کرنا چاہیے۔ (کیونکہ اس کی وہ قربانی نہیں ہوئی) اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا۔ اس کی قربانی مکمل ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ اب نجفی سے



کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے کونڈے کس نے کیے؟ پہلے اعتراض کے اُدھے حصّہ کا جواب یہ ہوا۔ کہ شہری لوگوں کو نماز عید کے بعد قربانی کرنے کا حکم ابوحنیفہ نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا حصّہ یہ تھا: ”اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں“ اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے۔ کہ ”کنز الدقائق“ کے کن الفاظ کا معنی تم نے یہ کیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے۔ کہ غریب چاہے دیہاتی ہو یا شہری اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہے۔ ”کنز الدقائق“ کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَا يَذْبَحُ مَصْرِيٍّ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَذَبْحَ عَائِيَةٍ۔ شہری نماز عید سے قبل ذبح نہ کرے۔ اور غیر شہری ایسا کر سکتا ہے عبارت میں ہیر پھیر اور ترجمہ من مانا کرنا بعد اشدّ مذمّم سب سے انہیں ورثہ میں ملتا ہے۔ اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ تقریباً تمام اعتراضات و الزامات میں غریب، دھوکہ دہی اور مکاری سے کام لیا گیا۔ آخر ایسا کیوں؟

## جواب دوم

”شہری لوگ اگر نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں“ دراصل یہ اعتراض پہلے اعتراض کا ہی ایک حصّہ ہے۔ اس بارے میں بات واضح ہے۔ کہ شہر سے جانور لے کر شہر کی حدود سے باہر نکلے گا۔ تو اُسے شہر میں موجود کوئی نہیں کہے گا۔ اور دیہاتیوں کے حکم میں ہو جائے گا۔ جس طرح شہر کی حدود سے نکلنے والا و مقيم، نہیں بلکہ مسافر کہلاتا ہے۔ جبکہ اس نے نیت سفر کی ہو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہل دیہات پر جمعہ و عیدین واجب نہیں۔ اس لیے انہیں یہ کہنا کہ ”نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنا“ بے معنی ہوگا۔ یہاں بھی نجفی کی بدحواسی ملاحظہ ہو۔ جسے اس نے صاحب کتاب (صاحب الہدایہ) کی داد سے تعبیر کیا ہے۔ ”کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا“



دیہاتوں کو کیا فقہ حنفی نے کہا ہے۔ کہ جا کر شہر میں نماز عید پڑھو۔ ہم تو ان پر نماز عید کے واجب ہونے کا قول ہی نہیں کرتے۔ یہ مسئلہ معمولی سوچ بوجھ والا حنفی بھی جانتا ہے۔  
چہ جائے کہ صاحب ہدایہ ایسی بات کرے۔

”دشہری لوگوں کا کوندہ سارا دن گوشت کی خاطر ان کے شکم کا فصلِ لیسر بیک  
و انحصار پڑھنا۔ آج تک شہری اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ کسی کا کوندہ انہیں ہوا۔ اگر ہوتا ہے  
تو ضیعہ امام جعفر کا کوندہ کرتے ہیں۔ جن کی فقہ کو مانتے ہیں۔ انہی کا کوندہ! اللہ اللہ! کیا پیار ہے۔  
انہیں اپنے امام کے ساتھ؟ پھر بے وقوفی دیکھئے: سارا دن گوشت کی خاطر، کون رکتا ہے  
نماز عید طلوع آفتاب کے ایک دو گھنٹہ بعد ہو گئی۔ دوپہر سے بہت پہلے۔ ابھی دن کا کافی  
حصہ موجود ہے۔ گویا نجفی کے نزدیک سارا دن انتظار کرنا پڑا۔ اور قربانی رات ڈھلے نصیب  
ہوئی۔ قربان اس دانش اور فہم پر۔ گدھے کو بھی یہ فکرات کر دیتی ہے۔ آخر میں قرآنی آیت  
سے مذاق کیا گیا۔ اللہ اس کے رسول، قرآن، حدیث، ائمہ اہل بیت ان کے اقوال و  
ارشادات بھلا کون اس کے مذاق سے چھوٹا۔ نہ دوزخ کا خوف ہے۔ نہ اسے اللہ و  
رسول سے شرم آتی ہو اور نہ اہل بیت کا لحاظ و ادب ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کے پتے

مَنْ يُضِلِّ اللَّهَ فَلَا هَادِيَ لَهُ



## اعتراف نمبر ۲

قربانی کا جانور ذبح کرنے میں کافر کو نائب

بنانا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الكبرى:

يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَسْتَكْتِيبَ فِي ذَبْحِ الْأَضْحِيَّةِ  
مَعَ الْكَرَاهَةِ فِي الذِّمَّةِ.

(میزان الكبرى کتاب الاضحية ص ۵۳ جلد ۲)

رحمة الامة ص ۱۲۵

ترجمہ:

کے مسلمان قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے کافر ذمی کو اپنا  
نائب بنا سکتا ہے۔

جواب:

اعتراف مذکور کے ضمن میں نجفی نے لکھا کہ فقہ حنفی میں مشرکین کفار کے جسم کو  
پاک قرار دے دیا گیا۔ فقہ حنفی پر یہ الزام اوپر مذکور عربی عبارت کے تحت کیا گیا۔ اس میں  
کس حد تک صداقت ہے۔ ناظرین! عربی عبارت کا ترجمہ جو نجفی نے کیا۔ اس میں ”مشرک کافر  
کے جسم“ کے لیے کوئی لفظ نہیں۔ اگر عربی عبارت میں ان کے لیے کوئی لفظ ہوتا۔ تو نجفی کبھی  
بھی ترجمہ کرتے وقت اُسے نہ چھوڑتا۔ تو معلوم ہوا کہ سب کچھ جھوٹ اور محرو فریب کی  
پیداوار ہے۔ علاوہ ازیں ”میزان الكبرى“ کی مذکورہ عبارت سے چند لفظ آگے یہ عبارت



موجود ہے۔ وَجَسَدٌ اَلَا قَوْلٌ كَوْنٌ الذِّمِّيُّ مِنْ اَهْلِ الذِّبْحِ فِي  
 الْجُمْلَةِ۔ یہ اس مسئلہ کی دلیل ہے مسئلہ یہ تھا کہ ”ذمی“، قربانی کا جانور ذبح کرنے  
 میں مسلمان کا نائب بن سکتا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا۔ بن سکتا ہے۔ اسی مسئلہ کی نجفی  
 نے یہ حاشیہ آرائی کی ”ان کا ذبح شدہ حیوان کا گوشت بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیا ذمی کا ذبیحہ امام ابو  
 حنیفہ نے حلال قرار دیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر اقرار نہ درست ہے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے ذمی  
 کا ذبیحہ قرآن کریم نے حلال قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَ طَعَامُ الذِّمِّينَ  
 اَوْ تَوَالِکِکَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَ طَعَامُ مِکُمْ حِلٌّ لَّہُمْ۔ اہل کتاب کا طعام  
 تمہارے لیے اور تمہارا ان کے لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں کتب شیعہ سے پوچھئے کہ کیا  
 ذمی وغیرہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

### وسائل الشیعہ:

عن علی بن جعفر عن اخیه موسیٰ بن جعفر علیہ  
 السلام قال سألته عن ذبیحۃ الیہود والنصارى  
 هل تحل؟ قال کل ما ذکر اسمہ علیہ  
 (وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۲۸، کتاب الصيد  
 والذبائح مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے  
 اپنے بھائی جناب مرے کاظم سے پوچھا۔ کیا یہودی اور عیسائی کا  
 ذبح کردہ جانور حلال و حرام کیسا ہے؟ فرمایا۔ اُسے کھاؤ۔ بلکہ ہر اس  
 جانور کا گوشت کھایا کرو۔ جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (ذبح



کرنے والا خواہ کوئی ہو۔

وسائل الشیعہ:

إِنَّ عَلَيْنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ كُلُوا مِنْ طَعَامِ  
الْمَحْبُوسِ كُلِّهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۲۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجوسی کا ہر قسم کا طعام  
کھایا کرو۔ (وہ حلال ہے)

وسائل الشیعہ:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ  
«فَكُلُوا مِنْ مَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ» قَالَ  
أَمَّا الْمَحْبُوسُ فَلَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ رَأَمَّا  
الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَلَا بَأْسَ إِذَا سَقَوْا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۲۹)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ”وَفَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ  
اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ“، آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ مجوس اہل کتاب  
میں سے نہیں۔ (اس لیے اُن کا ذبیحہ درست اور حلال نہیں ہے)۔  
لیکن یہودی اور عیسائی جب اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ تو اس  
کے کھانے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ وہ حلال ہے)



## لحوظ کرے:

حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کے طعام کو حلال فرمایا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی وجہ سے وہ ان کا جسم پاک ہو گیا، اس منطوق کو کون تسلیم کرے گا۔ لہذا اگر ذمی (اہل کتاب کا فرما) کسی مسلمان کے جانور کو میا بڑہ ذبح کر دے۔ تو اس سے اس ذمی کا جسم پاک ثابت نہیں ہوتا۔ ذبح کے حلال و حرام ہونے میں جسم کے پاک و ناپاک ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ کا نام لے کر کوئی بھی ذبح کر دے۔ تو آیت کریمہ کے مطابق اس کا کھانا درست ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھانے کی اجازت دی۔ کیا اس سے مجوسی پاک ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی نے ذمی کے ذبیحہ کو حلال کہا۔ لیکن اس کے جسم کی طہارت صرف تبعی کو نظر آئی تو جس طرح یہودی اور عیسائی خود ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال اسی طرح نیا بڑہ ذبح کرے تو پھر بھی حلال ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



# اعتراف نمبر ۳۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں عقیقہ کی شان

میزان الکبریٰ

قَالَ الْحَسَنُ يُطْلَى رَأْسُ الْمَوْتُودِ

بِذِيهَا۔

(میزان الکبریٰ باب العقیقہ جلد دوم ص ۵)

(رحمۃ الامہ کتاب الاضحیہ)

ترجمہ:

سنی فقہ کا امام حسن بصری کہتا ہے۔ کہ عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جائے

اُس کا خون بچے کے سر پر ملا جائے۔

نوٹ:

نامعلوم سنی بھائیوں نے اپنے امام حسن بصری کے فتویٰ کو کیوں ترک کیا ہے۔

شاید اس فتویٰ پر عمل کرتے تو ہوں۔ لیکن چھپ کر۔ کیونکہ نجس ہے۔ اور وہ نجس خون بچے کے سر پر نہیں لگے۔ تو اس میں کوئی برکت نہیں ہے۔ پس شیعوں کی ملامت کے



ڈرے سنی اس فتوے پر چھپ کر عمل کرتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۴)

## جواب:

صاحب میزان الکبریٰ کے باب العقیقہ میں عقیقہ کے متعلق کچھ اقوال ایسے ذکر فرمائے۔ جو اجماعی ہیں۔ اور کچھ شاذ قول نقل فرما کر اُن کے خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے اُن کی تردید کی ہے۔ بخفی کا۔ شس کردہ قول دراصل اقوال شاذہ میں سے ہے۔ جو اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس کی اُگے تردید ہے۔ لیکن مکار و فریبی کو اس سے کیا غرض کہ یہ عبارت کس طور لکھی گئی ہے۔ اُسے تو اپنا اُتو سیدھا کرنا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

## میزان الکبریٰ:

وَ اتَّفَقُوا عَلَىٰ أَن وَثَّقَتْ ذُبْحُ الْحَقِيقَةِ بِسَوْمِ  
السَّابِعِ مِنْ بِلَادِهِمْ وَ كَذَلِكَ اتَّفَقُوا  
عَلَىٰ أَنَّهُ لَا يُمَسَّ رَأْسُ الْمُؤَكَّدِ بِدَمِ الْحَقِيقَةِ  
وَ قَالَ الْحَسَنُ يُطْلَىٰ رَأْسُ الْمُؤَكَّدِ بِدَمِهَا  
وَ جَدُّهُ مِنْ بِلَادِهَا لِإِجْمَاعٍ وَ الْإِتْفَاقِ  
میزان الکبریٰ شملانی جلد دوم ص ۵۶ باب الاضیہ

مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ  
کا جانور ذبح کیا جائے۔ اور اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ



حقیقۃ کے جانور کے خون کو نومولود کے سر پر نہ ملا جائے۔ اور حسن بصری نے کہا۔ کہ حقیقۃ کے خون کو نومولود کے سر میں ملا جائے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے میں نے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں پایا ہے۔

## نکیر:

نخفی کی بے ایمانی اور مکاری کھل کر سامنے آگئی۔ ایک ایسا مسئلہ جس کو صاحب کتاب فلاح اجماع کہہ رہا ہے۔ نخفی اُسے سنی فقہ سے تعبیر کر رہا ہے۔ اور پھر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ چونکہ خون نجس ہے۔ اس کے ملنے پر شیعوہ ملامت کریں گے الخ۔ کون کہتا ہے کہ یہ خون پاک ہے۔ ہم تو نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تم اسے طاهر سمجھو۔ باقی رہا ملامت کا معاملہ۔ تو جب ہمارا اس پر عمل ہی نہیں۔ نہ اعلانیہ نہ چوری چھپے۔ تو ملامت کا کیا خطرہ خطرہ تو تمہیں ہے۔ جو شب عاشورہ چوری چھپے بجلی بند کر کے جو کچھ کرتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو۔ تو چوک کر بلا گامے شاہ میں دن دبا ڈے کیا کرو۔ کیا سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



# انتراض نمبر ۳۹

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں فتنہ کی شان

بخاری شریف

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اخْتَلَنَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ  
ثَمَانِيْنَ سَنَةً اِخْتَلَنَ بِالْقُدُوْمِ

بخاری شریف کتاب الاستئذان  
باب الختان - جلد ۱ ص ۶۶

ترجمہ:

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس  
کے بعد اپنا فتنہ تیشے کے ساتھ کیا۔

نوٹ:

ابو ہریرہ نے کیا عمدہ خبر پہنچائی ہے۔ کہ اسی برس کے بعد ابراہیم نبی اپنا  
فتنہ کر رہے ہیں۔ اور فتنہ بھی اس اُسے کے ساتھ کیا جس سے ترکھان (بڑھٹی)  
لکڑی کاٹتے اور اسے تراشتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ اسی برس کی عمر میں حضرت ابراہیم  
کا مقام فتنہ کیا لکڑی کی طرح سخت ہو گیا تھا کہ اسے تیشے کے ساتھ کاٹنا پڑا۔



یہ بات ابو ہریرہ کے خرافات میں سے ہے۔ اور امام بخاری کی بے وقوفی کی بھی داد دینی چاہیے جس نے بغیر سوچے سمجھے یہ خرافات بخاری میں لکھ دیں۔  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵)

## جواب:

اعتراض کے ”مختلف پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اسی برس کی عمر میں فتنہ کرنا دوسرا یہ کہ تیشہ کے ساتھ کرنا۔  
جہاں تک پہلی بات کا معاملہ ہے۔ یہ صرف اہل سنت کی روایات میں ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## تہذیب الاحکام:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا  
اسْلَمَ الرَّحْبِلُ احْتَمَنَ وَكَوْ بَلَغَ ثَمَانِينَ  
سَنَةً۔

(تہذیب الاحکام تصنیف ابو جعفر طوسی جلد ۲  
ص ۲۲۵ فی الولادۃ الخ مطبوعہ تہران،  
طبع جدید)

(وسائل الشیعہ جلد ۵ ص ۱۶۶۔ فرعی کافی)

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد مسلمان ہو جائے۔ تو اس سے



غتنہ کرانا چاہیے۔ اگرچہ وہ انٹی برس کا ہو گیا ہو۔

اس روایت سے ثابت کیا ہوا کہ خواہ اسی برس کی عمر ہی ہو غتنہ کرنا ضروری ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ صرت سنیوں کا نہ ہوا۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت قابل اعتراض اور خرافات میں سے ہے۔ تو پھر تہذیب الاحکام وغیرہ کی روایت کے راوی بھی یہی تصور کر رہے ہیں۔ یہ کون ہیں۔ محقق طوسی، یعقوب کلینی اور شیخ محمد بن حسن حر عاملی۔ ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور امام موصوف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ذرا کہیے وہی الفاظ اور اسی انداز سے ان حضرات کے بارے میں بھی۔ کیونکہ بات دونوں کی ایک ہے۔

اور اگر اعتراض اس امر پر ہو۔ کہ ہمیشہ کے ساتھ غتنہ کرنا درست نہیں۔ تو اس بات کی ذمہ داری نفی پر ہے۔ کہ اس کی ممانعت ثابت کر دے اگر ممانعت ہوتی۔ تو ضرور کوئی حوالہ پیش کرتا۔ تو جبکہ ممانعت نہیں ہے۔ تو پھر اس کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی۔ کرنا کس طرح قابل معافی ہو گا۔ اور پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مورد الزام ٹھہرانا کہ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ روایت بیان کر دی۔ کون اسے تسلیم کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ایسا کافرانہ سلوک کرنا کتب شیعہ کے اعتبار سے اس کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔ اس لیے شیعہ برادری کو چاہیے۔ کہ جسے تم نے حجۃ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اس نے حضرات امراہل بیت کی روایات تک خرافات کہنا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ ذرا اس کی واجب سزائش کریں۔ ورنہ وہ اپنی برادری کو جہنم سے پیچھے نہ جھوڑے گا۔



# اعتراض نمبر ۲۰

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں عید کی نشان دہی



عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِ يَتَانِ  
تَغْدِيَانِ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَقَّ  
وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ  
مَنْ أَمِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ يَا أَبَا بَكْرٍ دَعُهُمَا إِنَّ يَحِلَّ  
قَوْمَ عِيدٍ أَوْ هَذَا عِيدُنَا.

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ گھر میں تشریف لائے اور میرے پاس دو کنیزیں گارہی تھیں حضور بستر پر لیٹ گئے اور منہ پھیر لیا۔



پھر ابو بکر آئے۔ اور مجھے ڈانٹا اور کہا یہ شیطان بابجے نبی کے گھر  
 میں؟ نبی کریم نے فرمایا کہ چھوڑو ابو بکر ان کو (موج میلہ کرنے دو) ہر قوم  
 کی ایک عید ہوتی ہے۔ اور یہ (شیطان بابجے) ہماری عید ہے۔  
 ذوط: صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد دوم ص ۱۷۱

جئے فقہ نعمان۔ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر میں قوالی ہو رہی تھی عورتیں  
 گارہی تھیں۔ اور گھر اٹھالی بج رہی تھیں۔ نیز بخاری شریف کے اسی باب میں لکھا  
 ہے۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حبشیوں کا ناچ اور گیت کا بازی بھی دکھائی  
 سنی فقہ جئے فقہ حضور پاک کا گھر شریعت کدہ تھا یا کوئی سٹوڈیو تھا۔ جس  
 میں عید کے روز ڈھولک بکتی تھی۔ تنفی علماء کو چاہیے۔ کہ عید کے دن سنت عائشہ زندہ  
 کریں۔ اور بیوروں کو سینما میں لے جا کر کوئی اچھا سا شو دکھائیں۔ اور اس نیک عمل کا  
 ثواب بی بی عائشہ کی روح کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ عنفیہ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

## جواب:

نہجی شیبی نے اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
 اور کاشانہ نبوت کی جو توہین کی ہے۔ اور  
 خنزیری و ہمیں زبان استعمال کی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل  
 بخاری شریف سے نقل کردہ حدیث کا سیاق و سباق ہم پیش کرتے ہیں۔  
 تاکہ اصل واقعہ سامنے آنے پر نہجی کی بے ایمانی اور بددیانتی آشکارا ہو جائے۔  
 علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کی  
 تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔



مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے مابین ”بُعَاث“ نامی قلعہ میں بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت اسلام و ایمان عطا فرمائی۔ تو ان کی باہمی لڑائی ختم ہو گئی۔ مگر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان محبت و الفت پیدا فرمائی۔ ”بنی ارفدہ“ ان حبشیوں کا لقب تھا۔ جو جنگی نظام ہر کیا کرتے تھے (کرمانی) ”بُعَاث“ کی جنگ میں گائے گائے و اے گائے انصار کی لڑائی اور ان کی بہادری کے واقعات پر شتمل ہوتے تھے۔ جن کے ذریعہ کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے جوش و جذبہ بڑھتا تھا اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون بڑھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گائوں کی اجازت دی۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ مکرر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے اشعار پڑھے جائیں جو منش اور بری باتوں پر شتمل ہوں کیونکہ وہ بچیاں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں غنا کرتی تھیں وہ ایسے اشعار پڑھتی تھیں جن میں لڑائی اور بہادری کے اوصاف تھے اور دوران جنگ ان شعروں کو پڑھایا جاتا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ لیکن اُس غناء میں کہ جس کے اندر خوبصورت لڑکوں، عورتوں اور شراب و کباب کی باتیں ہوں۔ جن کے سننے سے دلوں میں ناجائز خواہشات زور پکڑتی ہوں۔ خواہشات نفسانی اور شہوات میں اضافہ و اشتعال پیدا ہوتا ہو۔ ان کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ چلو اُن بچیوں کے اشعار حرب و ضرب اور شجاعت پر مبنی نہیں تھے لیکن اُن حبشی مردوں کا گتہ کا کھیلنا اور پھرا نہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیکھنا یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مائیں صاحبہ کے محرم نہ تھیں۔ اور غیر محرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَحْضَرْنَ



مِنْ الْبَصَارِ هِيَ۔ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ غیر محرموں سے اپنی نگاہیں بھٹکا کر رکھیں تو اس اعتراض کا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان غیر محرموں کو دیکھنا۔ پردہ کی آیت کے اترنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کا جواب یہ دینا غلط ہے۔ کہ اس وقت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا بالغ نہ تھیں۔ (اور نابالغ کے لیے غیر محرموں کو دیکھنا جائز ہے) وہ یہ ہے کہ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ مبشیوں کا واقعہ سات ہجری میں ہوا۔ جب وہ مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور سات ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف تقریباً پندرہ برس تھی۔ مائی صاحبہ کا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور رخصتی نویں برس ہوئی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عید کے موقع پر بچوں کو خوشی اور سرور کے امور مہیا کرنا جائز ہے۔“

واقعہ ہم نے کچھ تفصیل سے ذکر کر دیا۔ اب اس کو جس رنگ اور بددیانتی کے روپ میں نجفی شیعہ نے پیش کیا ہے۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔

۱۔ گانے والی دو بچیاں تھیں۔ نجفی نے ترجمہ یہ کیا۔ دو کنیزیں گارہی تھیں۔ اور اس پر ”نوٹ“ لکھا کہ عورتیں گارہی تھیں۔ اور گھڑا تھا لی بجا رہی تھیں۔ دونوں کا موازنہ کریں۔ کہ مطلب کیا تھا۔ اور اسے خبیث باطنی کی وجہ سے کس طرف لے جایا گیا۔ گھڑا تھا لی بجا کر گارہی تھیں۔ ایسا ہرگز نہ تھا۔ تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہٴ اقدس کو سینما کہنا اور بچیوں کے گانے کو سینما کا شور قرار دینا۔ ابولہبی اور ابو جہلی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ بچیاں انصار کی بہادری اور جنگی کارناموں کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ نجفی شیعہ نے یہ کہا۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر قوالی ہو رہی تھی۔ اس ناہنجوار سے کوئی پوچھے قوالی میں جنگی کارناموں اور جنگجو لوگوں کے اوصاف بیان ہوتے ہیں۔ یا اللہ اور



اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں کے تذکرے ہوتے ہیں؟

۳۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔ اور یہ (دن) ہماری عید ہے۔ نجفی نے اس کا ترجمہ کیا۔ اور یہ شیطانی بابے ہماری عید ہے۔ لفظ ہذا جس کا معنی اردو میں یہ ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ نجفی کے نزدیک شیطانی بابے ہیں۔ لیکن وہ شیطانی بابے کہاں تھے۔ بڑکیوں کے پاس تو تھے نہیں۔ وہ تو زبانی ترنم سے اشعار بڑھ رہی تھیں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھی نہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لے کر نہیں آئے تھے۔ آخر وہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعہ کے کتے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کے ذہن میں شیطانی بابے اور گھڑا اور تھالی تھے۔ تو لفظ ”ہذا“ کا مشاغلہ اس نے انہیں ہی سمجھ کر ترجمہ کر دیا۔ اور ایسا کرنا بھی چاہیے تھا۔ ائیران کے مذہب میں گھڑا، تھالی، بابے اور دیگر آلات لہو و لعب کا خاطر خواہ دخل ہے۔ اس کے لیے دلیل نہیں بلکہ مشاہدہ پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جتنی پیشہ ورگانے والی اور گانے والے ہیں۔ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ جتنے ”استاد“ ہیں۔ وہ امام باڑوں میں نظر آتے ہیں۔ جتنی ایکٹریسیں ہیں وہ مجلس تعزیت اور شام غریباں کی رونق ہوتی ہیں۔ ان ”ومتعہ کی پیداوار کو یہی کاغذ دیتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن سے نجفی شیعہ کا رشتہ ناطہ ہے۔ ہمیں کہا گیا کہ سنت عائشہ زندہ کرو اور اپنی بیویوں کو سینما لے جا کر اچھا شور دکھاؤ۔ الخ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس انداز سے توہین کی گئی ہے۔ اس کے کفر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور مذہب شیعہ میں بھی ایسے قائل کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم ایک مرتبہ پھر شیعہ لوگوں کو نجفی کے ان خیالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارا بنایا ہوا ”حجۃ الاسلام“ بارگاہ رسالت میں ایسے الفاظ بک رہا ہے۔ کہ گیا گزرا مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ فتنہ ہے۔ اس فتنہ کو دباؤ۔ ورنہ تمہیں جلا کر رکھ کر دے گا۔



## آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۷ء کی بات ہے۔ کہ راقم الحروف خشکی کے راستہ حج پر گیا۔ واپسی پر بغداد شریف میں واقع مسجد براسہ میں قیام تھا۔ یہ وہ مسجد ہے۔ جہاں جنگ نہران ہوئی اور دعاء سے ایک پانی کچشمہ پھوٹا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ یہ مسجد اہل تشیع کے نزدیک کعبہ کی ہم پلہ ہے۔ دس محرم الحرام تھا۔ رات کے وقت کاظمین سے ایک جلوس نکلا جو اسی مسجد میں آکر ختم ہوا۔ اس میں ڈھول، بابجے اور گانے بجانے کے دیگر آلات شامل تھے۔ یہ جلوس ”دیوم عاشورا“ کا تھا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تھا۔ نجفی شیعہ کا اس جلوس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ یہی ہو گا۔ کہ یہ جلوس شیطان فی جلوس تھا۔ مسجد براسہ سینما یا سٹوڈیو تھی۔ اور اس میں گانے بجانے والے شیطان کے چیلے تھے۔ اگر میرے اس مشاہدے پر شک ہو تو اپنے مجتہد شیخ قمی کی تحریر ہی پڑھ لو۔

## منتہی الآمال:

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ اور میری اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے۔ کہ تمام شیعہ اور خصوصاً ذاکرین توجہ کریں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگداری کے لیے ایسا طریقہ اپنائیں۔ جس سے فارجیوں کے لیے لعن طعن سے بچا جاسکے۔ صرف واجہات اور مستبہات پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اور محرمات کے استعمال سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی جو غالباً نوہ جات سے خالی نہیں ہوتا



اور من گھڑت واقعات اور ضعیف حکایات جن پر کذب کا ظن ہو۔ اور جو ایسی کتابوں میں مذکور ہیں جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے منقول ہیں جن کے مصنف نہ تو دین دار تھے۔ نہ انہیں علم حاصل تھا۔ اور نہ حدیث کی سوچ بوجھ رکھتے تھے۔ ان سے بچنا چاہیے۔ اور اس عظیم عبادت میں شیطان کو دخل اندازی کا موقعہ نہیں دینا چاہیے۔ اور بہت سے گناہ کے کام جو عبادت کی روح کو ہی ختم کر دیتے ہیں۔ ان سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ خاص کر جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری ہیں اور بہت کم مجلسیں ایسی ہوں گی۔ جن میں یہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں! اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ محافل و مجالس میں ایسی روایات بھی ذکر کی جائیں۔ جن میں ان امور کی قباحت اور ان پر عذاب و سزا کا ذکر ہو تاکہ جو شخص (شیعہ) ان کاموں کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اپنا رویہ درست کر لے۔

(مفتی الامال جلد اول ص ۵۴۴ ذکر پارہ از احادیث الن

مطبوعہ تہران طبع جدید)

مذکورہ عبارت میں شیعہ مجتہد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں منعقدہ شیعہ مجالس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر کے تنبیہ کی ہے اور ذاکرین وغیرہ کو یہ سمجھایا ہے۔ کہ کہ ہماری مجالس میں جو محرقات و خرافات داخل ہو چکی ہیں۔ ان سے اجتناب برتنے کی تلقین و تبلیغ کی جائے۔ کیونکہ ان کاموں کی وجہ سے یہ محفلیں ثواب کی بجائے عذاب کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ ان میں خرافات داخل ہو چکی ہیں۔ ان شیعہ مجالس کو ایک طرف رکھیں۔ اور دوسری طرف ان بچیوں کے ترنم سے پڑھے جانے والے



اشعار۔ پھر انصاف کی عینک لگا کر دونوں میں فرق دیکھیں۔ تو آپ واضح فرق محسوس کریں گے۔ اور نجفی شیعہ کے نظریہ کے مطابق کا شانہ نبوت کی بجائے مجالس شیعہ ”سینا“، نظر آئیں گی۔ اور ان میں محرمات و خرافات ہی شیطانی افعال اور شیطانی باجے نظر آئیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



# اقتراض نمبر ۴۱

حقیقت فقہ حنفیہ !

خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا سنت

مروان ہے

صحیح بخاری شریف :

فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمَرِّ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا  
بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ

(صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب العیدین

جلد دوم ص ۱۸)

ترجمہ :

ابوسعید فدری کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وعظ و نصیحت  
نماز عید کے بعد دیا کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں جب مروان  
حاکم مدینہ تھا۔ اور عید کا دن تھا۔ مروان جب نماز عید کے لیے آیا  
تو اس نے خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا چاہا۔ فَقُلْتُ لِمَ غَيَّرْتُ عَرَفَ اللہ تو میں نے  
کہا کہ خدا کی قسم تم نے دین کو بدل دیا ہے مروان نے کہا بھئی کیا کریں لوگ نماز عید  
کے بعد ہم سے خطبہ سننے کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اس لیے میں نے خطبہ



کو نماز سے پہلے کر دیا۔

نوٹ:

بنو امیر اپنے خطبوں میں عترتِ رسول کی توہین کرتے تھے۔ اور لوگ ایسے خطبوں سے نفرت کرتے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ لہذا مروان نے یہ چالاکی کی۔ خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یہی سنت مروان سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے۔  
(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۱۱۶)

## جواب:

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ ”حقیقت فقہ حنفیہ“ لکھتے وقت نجفی کو کوئی معقول اعتراض نہ مل سکا۔ اور جو اعتراض اس نے لکھے۔ ان میں کذب و جہالت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور کہیں تو اس کی بدحواسی صاف دکھائی دیتی ہے۔ نجفی اور اس کے تمام ساتھی اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور بارہا مشاہدہ کر چکے ہوں گے۔ کہ ہم اہلسنت نماز عید کا خطبہ نماز سے پہلے نہیں بلکہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ ہماری کتب میں بھی یہی ہے۔ اور ہمارا عمل بھی یہی ہے۔ اب اس حقیقت کے

ہوتے ہوئے یہ کہا گیا۔ کہ مروان کی سنت سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے۔ یہ جھوٹ اس قدر واضح ہے۔ کہ کوئی شخص دوپہر کے وقت کٹرکتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کہے۔ کہ آج سورج نہیں نکلا۔ نجفی کے کذاب ہونے کا یہ عالم کہ عام آدمی تو کجا اشد اور اس کے رسول و ائمہ اہل بیت تک کوئی بھی اس سے عزبہا۔ لہذا ان کے امام زمان، امام قائم ایسے ہی لوگوں کی سزا کے لیے ان کے بقول آئیں گے۔  
حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔



رجال کشی:

عَنِ الْمُفْضَلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ نَوْقَامَ قَائِمُنَا بِكَاءٍ  
بِكَذِّ ابْنِ الشَّيْعَةِ فَقَتَلَهُمُ -

رجال کشی ص ۲۵۳ مطبوعہ نمبت اشرف

طبع قدیم)

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے سنا فرمایا اگر ہمارا امام قائم آگیا تو سب سے پہلے ہمارے ان شیعوں کو  
قتل کرے گا جو پرے درجہ کے جھوٹے ہوں گے۔  
لہذا عقائد شیعہ کے مطابق ”امام قائم“، جن لوگوں سے انتقام لیں گے۔  
اور انہیں سب سے پہلے واصل جہنم کریں گے۔ ان میں سے ایک ”نخفی شیعہ“ کا ہونا  
یقینی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراف نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں جمعہ کی شان

بخاری شریف

قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلاَ يَسِرُ  
لِلْعِيْطَانِ طُلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيْهِ -

(بخاری شریف باب غزوہ مدینہ جلد: پنجم،  
صفحہ نمبر ۱۲۵)

ترجمہ:

سلمہ بن اکوع کہتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ ہم  
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے۔ تو دیواروں  
کا اتنا سایہ بھی نہ تھا۔ کہ جس میں ہم کھڑے ہو سکیں۔

نوٹ:

سنی بھائیوں نے آج کل کرسی کے لالچ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم



کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سنی علماء سیاسی تقریر کی خاطر جمعہ کی نماز دیر سے پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی مردان کی طرح خطرہ ہے۔ کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھادی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا۔ (حقیقت فقہ منفیہ ص ۱۱۸)

## جواب:

ہم اہل سنت احناف کے نزدیک نماز ظہر اور جمعہ دونوں کا وقت ایک سا ہے۔ زوال سے اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی نصف النہار کے وقت کسی چیز کا اصلی سایہ جب بڑھنا شروع ہو جائے۔ تو یہ وقت ابتداء ظہر اور جمعہ کا وقت ہے۔ اس وقت سایہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ جس میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا روایت بالا میں جمعہ کی نماز کا جو وقت معلوم ہوتا ہے۔ احناف کی فقہ کے خلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اسی بخاری شریف میں ہے۔ کہ موسم گرما میں یہ نماز ذرا گرمی کم ہونے کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔

## بخاری شریف:

خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا أَلْسَ ابْنِ  
مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ وَ إِذَا  
اشْتَدَّ الْحَرُّ آخَرَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ  
(بخاری شریف جلد اول ص ۱۲۲ کتاب الجمعة الحج مطبوعہ نور کراچی)

## ترجمہ:

خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک کے آدمی سے سنا



کہا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں نماز جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا کرتے۔ اس نماز سے مراد ”جمعہ“ ہے۔  
 مسلک احناف اس سلسلہ میں واضح ہے۔ یعنی نماز جمعہ زوال کے فوراً بعد اور خاص کر گرمیوں میں گرمی کا زور ٹوٹنے کے بعد ادا کرنا درست ہے۔ لہذا اس کو مروان کے خطبہ سے تشبیہ دینا۔ کیسی حماقت اور قباحت ہے۔ یہاں بھی وہی بدحواسی آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہ کہ نبی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”میں نہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھا دی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا“ اسے یہ بھی خبر نہیں۔ کہ تقریر جمعہ سے پہلی کی بات ہے یا جمعہ کے بعد کیسی بری تشبیہ ہے۔ اور یہ ان کی پرانی روش ہے۔ اہل بیت کی ایسی تشبیہ کھینچی۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

### الوار نعمانیہ:

الْفَرَا بِيَّةُ قَالُوا مَعْمَدٌ بَعَثَ إِلَيْنَا شَيْئًا مِنْ  
 الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ وَالَّذِي بَابِ فَبَعَثَ اللَّهُ جِبْرِيْلَ  
 إِلَيَّ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَغَلَطَ جِبْرِيْلُ فِي  
 مَبْلَغِ الرِّسَالَةِ مِنْ عَلَيٍّ إِلَى مَعْمَدٍ -

(۱) انوار نعمانیہ جلد دوم

ص ۲۳۷ مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ:

شیعوں کا ایک فرقہ ”غرابیہ“ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مشابہ تھے جیسا کہ



ایک کو دوسرے کو سے اور ایک مکھی دوسری مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بھیجا۔ انہیں غلطی لگی۔ اور تبلیغ رسالت حضرت علی المرتضیٰ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئی۔

ایک اور شبیہ ملاحظہ ہو:

## تفسیر قمی:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ هَذَا الْمَثَلُ  
ضَرَبَهُ اللَّهُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي  
طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ بَعَوْضُهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ  
وَمَا فُرِقَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تفسیر قمی ص ۳۱ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۸۲، امامیہ کتب خانہ لاہور)

## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آیت اللہ لا یشتی) ان یضرب مثلاً ما بعوضہ  
فما فوقہا کی تفسیر میں) فرماتے ہیں۔ کہ یہ کہاوت  
اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے لیے بیان کی ہے۔ لہذا ”مجھ“ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
میں۔ اور ”ما فرق“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ذات ہے۔



## لمنکرہ:

ان حوالہ جات سے آپ نے معلوم کر لیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوا اور مکھی سے مشابہ کہا گیا۔ اور پھر تو انہیں اللہ تعالیٰ نے کہا (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور مکھی ہونے میں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔ لیکن پھر سے کم درجہ ہیں ان کی شبیہات سے خدا کی پناہ

فَلَعْتَابِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

✽



# اختصار نمبر ۲۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں زکوٰۃ کی شان

میزان الکبریٰ

إِنَّهُ لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ إِلَّا عَلَى مَنْ يَرَى  
لَهُ مِلْكًا مَعَ اللَّهِ وَأَمَّا مَنْ لَا يَرَى لَهُ مِلْكًا مَعَ اللَّهِ كَشَفَا  
وَيَقِينًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ۔

(میزان الکبریٰ۔ باب زکوٰۃ الازہب

جلد دوم ص ۷۷)

ترجمہ:

زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے۔ کو وہ دنیاوی چیزوں کا اللہ کے  
ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی مالک سمجھتا ہو۔ اور جو شخص دنیاوی چیزوں  
کا اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا۔ اس بات کا اسے کشف اور یقین  
ہوا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہر شئی کا مالک صرف اللہ ہے۔ ایسے  
شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔



نوٹ:

ارباب انصاف دیکھا۔ آپ نے طوائف کی عیاریوں اور مکاریوں کو کس چالاک سے انہوں نے طوائف برادری کو زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے سے بچا لیا ہے۔ کیونکہ یہ طوائف عارف لوگ ہیں۔ اور ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ کو سمجھتے ہیں۔ پس ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور باقی رہے غریب عزیز اور جاہل طوام۔ تو وہ چونکہ بدھو ہوتے ہیں۔ اور انہیں معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ زکوٰۃ والی چٹی میں ساری زندگی پستے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۸ - ۱۱۹)

جواب:

جنفی شیعہ نے ”میزان الکبریٰ“ کی عبارت کو مکمل نقل نہ کر کے دیرینہ بددیانتی کا پھر ثبوت ہیا کر دیا۔ کیونکہ اس طرح اس سے اعتراض کا جواب بھی مل جاتا تھا۔ عبارت یہ ہے۔

میزان الکبریٰ

ثَرَاتُهُ لَا تَقُوتُ فِي وَجُوبِ الزَّكَاةِ عَلَى  
مَنْ مَلَكَ التَّصَابُ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْعَوَالِمِ  
أَوْ مِنْ أَهْلِ الْكَشْفِ خِلَافًا لِمَا قَالَ بَعْضُ  
الصُّوفِيَّةِ مِنْ أَنَّهُ لَا تَجِبُ إِلَّا عَلَى مَنْ يَرَى لَهُ مِلْكًا  
مَعَ اللَّهِ تَعَالَى أَمَّا مَنْ لَا يَرَى لَهُ مِلْكًا مَعَ اللَّهِ  
تَعَالَى كَشْفًا وَبِقَيْنًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ إِنَّتَهُ  
وَالْحَقُّ أَنَّهُ لَا تَجِبُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ فَضْلًا عَنِ



غَيْرِهِمْ لَآ فِي كُلِّ إِنْسَانٍ جُزْءٌ يَدْعِي الْمَلَكَ  
مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ يَسْتَخْلِفُ فِي الْأَرْضِ وَكَوَلَا ذَٰلِكَ  
مَا صَحَّ عِشْقُهُ وَلَا يَبْعُ وَلَا شِرَاءٌ وَلَا خَيْرٌ  
ذَٰلِكَ فَافْهَمُوا۔

(میزان الکبریٰ جلد ۸ ص ۸ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

پھر یہ بات واضح ہے۔ کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے میں عوام و خواص  
کا کوئی فرق نہیں۔ صاحب کشف ہو یا نہ ہو۔ اگر مالک نصاب ہے  
تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اس میں بعض صوفیاء کا اختلاف ہے۔ وہ یہ  
کہتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے  
ساتھ اپنی ملکیت بھی سمجھتا ہو۔ لیکن جو بذریعہ کشف اور یقین مرت  
اللہ کو ہی مالک سمجھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انتہی۔ اور  
حق یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ حضرات انبیاء کرام پر واجب تھی۔ ان کے علاوہ  
پر واجب کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ہر انسان میں کسی نہ کسی طرح  
ملکیت موجود ہے۔ کیونکہ زمین پر اسے اللہ کی خلافت سونپی گئی ہے  
اور اگر ملکیت بالکل نہ ہوتی۔ تو آزاد کرنا اور لین دین وغیرہ کبھی بھی  
درست نہ ہوتے۔ یہ بات سمجھو۔

دو میزان الکبریٰ کی عبارت میں وہ حصہ جو نجفی نے اعتراض والزام کیلئے  
چُن لیا تھا۔ اسے بعض صوفیاء کا نقطہ نظر قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحب میزان الکبریٰ  
نے ان کے اس خیال کی تردید کی ہے۔ یعنی اگر ان کا صاحب کشف و یقین ہونا یہ  
پا ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کے مالک نہ رہیں۔ تو حضرات انبیاء کرام سے بڑھ کر اس



بات کا کس کو یقین تھا۔ باوجود یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے وہ زکوٰۃ ادا کرتے رہے اس لیے اُن بعض صوفیاء کا یہ نظریہ خلافِ حق ہے۔ تو جسے ”خلافتِ حق“ قرار دے کر اس کے غلط ہونے کی دلیل پیش کی گئی۔ نجفی کو وہ سنی فقہ کا سچا مسئلہ نظر آیا۔ بس یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح خود ”میزان الکبریٰ“ کی عبارت کا خون کیا اور پھر اس سے ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کو خویش قیض پہنا کر داد و وصول کرنا چاہی اور اپنی ”صداقت“ کا علم بلند کیا۔ علاوہ ازیں یہاں بھی بدحواسی کا شکار ہوا۔ لکھتا ہے ”غریب غرباء لوگ زکوٰۃ کی چکی میں پس رہے ہیں“ اس سے کوئی دریافت کرے کہ غریب غرباء پر زکوٰۃ کس نے فرض کی ہے۔؟ اور دوسروں سے کس نے معاف کی ہے؟ اگر غریب غرباء پر زکوٰۃ ہوتی تو یہ کہنا درست تھا۔ وہ دینے کی بجائے زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔ لیکن حسد و بغض اور بدحواسی کے عالم میں ”حجۃ الاسلام“ کو کچھ بھی یاد نہ رہا۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سزا مل رہی ہے۔ اُن گستاخیوں، مکاریوں اور عبارتوں کی جو یہ کرتا پھرتا ہے۔

فَاخْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ۛ



# استراض منبر

## زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے :-

زکوٰۃ کے باب میں سنی بھائیوں کے اماموں کے بھانت بھانت کے فتوے ہیں۔ مثلاً ان کا امام اور زاعی کہتا ہے۔ کہ زکوٰۃ میں نیت شرط نہیں ہے۔ ان کا امام اعظم کہتا ہے۔ کہ بچہ اور دیوانہ خواہ جتنے سرمایہ دار ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب تھی۔ اور وہ مر گیا ہے۔ تو زکوٰۃ اُسے معاف ہے۔ لیکن باقی تینوں امام کہتے ہیں۔ کہ اس سے زکوٰۃ معاف نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ زمین کی پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ نصاب کی کوئی قید نہیں ہے اور یہ فتوے نعمانی بقول قاضی عبدالوہاب اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے۔ نیز سنی فقہ میں ہے۔ کہ کپاس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز زمین اگر ٹھیکہ پر دی جائے۔ تو امام اعظم کہتا ہے۔ کہ پیداواری کی زکوٰۃ زمین کے مالک پر واجب ہے اور باقی امام کہتے ہیں۔ کہ مالک پر نہیں ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت سنیوں کی کتاب رحمتہ الابرار فی اختلاف الائمہ کی کتاب الزکوٰۃ اور کتاب میزان الکبریٰ باب الزکوٰۃ کا مطالعہ کرے۔ تو وہ اس پر نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ سنی فقہ کا باب الزکوٰۃ اسی طرح الجھا ہوا ہے۔ جس طرح حمد لاہوں کی تانی میں کوئی گدھا گھس جلے۔ تو اس تانی کے تاگے آپس میں الجھ جاتے ہیں۔



## جواب:

نجفی شیعہ نے اپنی کتاب کے نام کی بھی لاج نہ رکھی۔ ”حقیقتِ فقہ حنفیہ“ میں فقہ حنفیہ پر اعتراض ہونا چاہیے تھے۔ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل نام سے قطعاً سب سے نہیں رکھتے۔ اسی لیے نجفی کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا۔ اور فقہ حنفی کی بجائے سنی فقہ لکھ کر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اہل سنت کے فقہی مکاتب کی طرح اہل تشیع کے بیسیوں ٹوٹے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ باہم اختلاف ہے۔ لیکن اس کو شیعوں کا اختلاف کہا جائے گا۔ اور یہ اختلاف نجفی کی زبان میں یوں کہلائے گا۔ دین و اسلام کی ایک پختی پکائی فصل تھی جس میں شیعوں کے باہم اختلاف کا خنزیر اگھسا۔ اور اس نے ساری فصل تباہ و برباد کر دی۔

اعتراض میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دو پار باتیں درج ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو آدمی صاحبِ نصاب تھا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ اسے زکوٰۃ ”معاف“ ہے اس بارے میں نجفی نے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ میزان البکری میں موجود اس مسئلہ کا خلاصہ سن کر آپ بھی کہیں گے مسئلہ یہ ہے۔ کوئی شخص فوت ہو گیا۔ اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا تھی۔ لیکن مرتے وقت زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وصیت نہیں کر گیا۔ اب اس کی وراثت کا معاملہ دو طرح کا ایک ورثہ کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا ورثہ کے حصہ کو حقوق العباد اور اللہ تعالیٰ کے قرض کو حقوق اللہ کہیں گے۔ گویا اس کی وراثت میں دونوں حقوق موجود ہیں۔ تو اب مسئلہ قانون کے مطابق حقوق العباد کو ترجیح ہوگی۔ اس قانون کے پیش نظر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میت کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔



## حاشیہ سراجی:

فَاتَهُ يَسْقُطُ بِالمَوْتِ حَيْثُ نَالَهَا عِبَادَةٌ  
وَالْعِبَادَةُ شَرْطُهَا الْأَدَاءُ بِالنَّفْسِ فَإِذَا  
مَاتَ فَاتَ الشَّرْطُ إِلَّا أَنْ يَتَبَرَّعَ بِهِ الْوَرَثَةُ  
أَوْ يُوصِيَ بِهَا۔ (حاشیہ سراجی)

## ترجمہ:

ہمارے نزدیک موت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔  
کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا ایک عبادت ہے۔ اور عبادت کے لیے شرط  
ہے۔ کہ اُسے وہی ادا کرے۔ جس پر لازم ہوئی۔ تو جب آدمی مر  
گیا۔ تو اب وہ خود ادا کرنے کی شرط پوری نہیں کر سکتا۔ (لہذا اُس  
سے زکوٰۃ ساقط ہو گئی ہے۔)

ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے وارث اُس کے بھلے کے لیے از خود کچھ  
دے دیں۔ یا وہ بوقت مرگ وصیت کر گیا ہو۔ کہ میرے مال میں سے میری  
زکوٰۃ ادا کر دینا۔ سراجی کی شرح شریعیہ ص ۵ پر یوں لکھا ہوا ہے۔

## حاشیہ سراجی:

إِذَا اجْتَمَعَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى وَحَقُّ الْعِبَادِ فِي  
عَيْنٍ وَ قَدْ ضَاقَتْ عَنِ التَّوْفَاءِ بِهِمَا  
يُقَدَّمُ حَقُّ الْعَبْدِ لِاجْتِبَاحِهِ مَعَ اسْتِغْنَا  
اللَّهُ تَعَالَى وَكَرَمِهِ۔



ترجمہ:

اگر کسی معین چیز میں اللہ اور بندے کا حق جمع ہو جائیں۔ اور دونوں کے ادائیگی مکمل نہ ہو سکتی ہو۔ تو اس صورت میں بندے کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ بندہ ضروریات رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پروا اور کریم ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد زکوٰۃ ”ساقط“ ہو جاتی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال بددیانتی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے زکوٰۃ کی ”دعائی“ کا قول کیا۔ حالانکہ میزان الکبریٰ میں ”دعائی“ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد چونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لیے ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کے وارث (بغیر وصیت) ادا کرنے کے پابند ہیں۔ لہذا ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ادا نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہی ساقط ہونے کا مفہوم ہے۔ مزید یہ کہ اُسے بروز قیامت زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ ”معاف“ ہو جائے۔ تو نہ ادا ہو سکی۔ اور نہ ہی قیامت کو اس بارے میں سوال ہو گا۔ اس فرق سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ احناف کا مسلک ”سقوط“ ہے۔ اور نجفی نے اُسے ”دعائی“ لکھ کر بددیانتی کی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ۛ



# انتراض نمبر ۲۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں جہش کی شان

میزان الکبریٰ

إِنَّهُ إِذَا التَّمَعَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمَيْنِ  
الْحَاضِرَيْنِ الثَّبَاتَ وَحَرُمَ عَلَيْهِمَا الْفِرَارُ  
(میزان الکبریٰ کتاب السیرۃ ص ۷۵)

ترجمہ:

کہ جب دونوں لشکر میدان میں ٹکرا جائیں۔ تو جو مسلمان میدان  
جنگ میں ہوں۔ ان پر ثبات قدم رہنا واجب ہے۔ اور بھاگانا  
کے لیے حرام ہے۔

نوٹ:

جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے۔ اور قرآن پاک میں جنگ سے بھاگنے والوں  
کی مذمت کی گئی ہے۔ پس ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم



کے زمانہ میں جنگ احد۔ جنگ خیبر، جنگ حنین میں جان بچا کر دم اٹھا کر ایسے بھاگے  
کہ اُگے پیچھے کی کوئی خبر نہ رہی۔ پس جہاد ایک بہت بڑا فریضہ اسلامی ہے۔ اور جن  
لوگوں نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ وہ خلافت حقہ کے حقدار نہیں ہیں۔  
نوٹ ۷۱:

شیعہ فقہ میں جہاد کی بہت تاکید ہے۔ اور جو شخص میدان جہاد میں مارا جائے  
وہ شہید ہے۔ اور یہ اتنی بڑی نیکی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے البتہ  
اس کے شرائط ہیں۔ اور سب سے بڑی شرط ہے۔ کہ امام یا نبی کے ساتھ جہاد کیا جانے  
سنی بھائی عام طور پر شیعوں کو یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ شیعہ جہاد کے منکر ہیں۔ یہ ان کا جھوٹ  
اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر سنی بھائی جہاد کا مطلب یہ لیتے ہیں۔ کہ ہمسایہ ملکوں پر  
چڑھائی کی جائے۔ اور اسلام کے نام پر لوٹ مار کی جائے۔ تو یہ جہاد نہیں۔ بلکہ  
فساد فی الارض ہے۔ نیز اگر مذکورہ صورت میں جہاد ہے۔ تو آج کل سنی بھائی تمام کے  
نام اس فریضہ کے تارک ہیں۔ اور گناہ گار ہیں۔ لہذا ان کا فرض ہے۔ کہ جہاد کے نام  
پر بھارت چین اور روس کے ساتھ اپنے فاروق کا نام لے کر ایک ایک کر کے ٹکرائیں  
ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ کی فتوحات جتنی ہیں۔ وہ جہاد اور اسلامی جنگیں نہیں۔  
بلکہ وہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھیں۔ اور وہی جنگیں باعث بنی ہیں کہ اقوام  
عالم اسلام سے متنفر ہوئیں۔ اور انہی جنگوں کا خمیازہ مسلمان آج بھی بھگت  
رہے ہیں۔ اور ایک غیر معین عرصہ تک بھگتیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۱)

## جواب:

”جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے“ ان الفاظ کے لیے میزان الکبریٰ  
کی عبارت یہ ہے۔ حَرَّمَ عَلَیْهِمُ الْفِرَارُ بظاہر بات وزنی معلوم ہوتی ہے



لیکن میدان تحقیق میں یہ مفہوم ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ ”بھاگنے کی حرمت“ کا خاص موقعہ ہے۔ ورنہ بعض دفعہ بھاگنا لازم ہو جاتا ہے۔ نجفی اگر میزان الکبریٰ کی پوری عبارت نقل کرتا۔ تو جو کچھ ہم نے لکھا۔ وہی سامنے آ جاتا۔ اور اس کے لیے مطلب برآری مشکل ہو جاتی۔ پوری عبارت یہ ہے۔

### میزان الکبریٰ:

إِذَا تَقَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمَيْنِ  
الْحَاضِرَيْنِ الثَّبَاتُ وَحَرْمٌ عَلَيْهِمَا الْفِرَارُ  
إِلَّا أَنْ يَكُونَا أَوْ مَتَّحِرَيْنِ لِقِتَالٍ أَوْ مَتَّحِرِينَ  
إِلَى فِتْنَةٍ أَوْ يَكُونَا تَوَاحِدًا مَعَ شَيْءٍ  
أَوْ أَلْمَاسَةٍ مَعَ ثَلَاثِمِائَةٍ فَيُبَاحُ الْفِرَارُ  
(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۷۰ مصرعہ)

### ترجمہ:

جب مسلمانوں اور کافروں کی دونوں جماعتیں میدان جنگ میں  
ٹکرا جائیں۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمانوں پر ڈٹ جانا واجب  
ہوتا ہے۔ اور بھاگنا حرام۔ ہاں اگر مسلمان اس لیے پیچھے ہٹتے ہیں  
کہ ان کا ایسا کرنا لڑائی کے فن کے مطابق ہو یا اس لیے کہ اپنے ساتھیوں  
کو ساتھ لانے کے لیے پیچھے ہٹے۔ یا ایک مسلمان اور عین اس  
کے مقابل کافر یا ایک مسلمان اور ان کے مقابل تین سو کفار  
ہوں تو ان صورتوں میں پیچھے ہٹنا حرام نہیں ہے۔  
”میزان الکبریٰ“ کی وہ عبارت جو نجفی کے مطلب کی تھی۔ اسے لے لیا۔



اور جو استثنائی صورتیں تھیں۔ انہیں ذکر تک نہ کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی بیٹھا پھرے۔ کہ مسلمان خدا کو نہیں مانتے۔ اور دلیل پیش کرے۔ لا اِلهَ۔ کوئی معبود نہیں اس دلیل کو کون مانے گا۔ یہی کچھ نجفی نے کیا۔ اس کے بعد والی عبارت کھا گیا۔ اور پہلی عبارت کو لے بیٹھا۔ بددیانتی طبیعت ثانیہ ہو۔ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال پوری عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ بعض صورتوں میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اس کے بعد دوسری بات کی طرف آئے۔ وہ یہ کہ بقول نجفی خلفائے ثلاثہ نے جنگ خیبر، اعدا و حنین سے فرار اختیار کر کے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا لہذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ رہے۔ جہاں تک غزوہ خیبر کا معاملہ ہے۔ تو ہم جیسے بیخ کرتے ہیں۔ کہ نجفی اور اس کے معاونین کوئی ایک مسند، مرفوع اور صحیح حدیث اس پر پیش کر دیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کر لیں۔ رہی بات جنگ اعدا و حنین سے بھاگنے کی تو اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی فرار ”حرام“، وہ یہ ہے۔ جب پورا لشکر اسلامی ڈٹا ہوا ہے۔ اور مد مقابل سے مقابل بھی ہو رہا ہے۔ بھاگنے والا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔ اور پھر واپس آئے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ ایسا بھاگنا واقعی اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ جنگ حنین میں صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال آیا۔ اس پر نازاں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ اِذَا عَجَبْتُكُمْ كُنْتُ نَكَمًا قرآنی الفاظ یہی کہہ رہے ہیں۔ وقتی طور پر ان کو شکست ہوئی۔ لیکن بعد میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان اور اصحاب شجرہ کو نام لے کر آواز دی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ کی آواز سن کر واپس پلٹے۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر اپنے جم کر رہے۔ کراگلی پھیلی کسر نکال دی۔ ان کو نئے جذبہ



سے لڑتے دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اب رڑائی کی بھٹی خوب گرم ہوئی،“ پھر انہی صحابہ کرام کے متعلق آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔  
آیت:

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى

الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا خَالِ

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور  
ایسا شکر اتارا جسے وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور کفار کو اللہ  
نے عذاب دیا۔ اور کفار کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے  
بعد جس کی چاہتا ہے۔ توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے  
بخفی شیعہ سے ہم پوچھتے ہیں کہ جن صحابہ کرام نے جنگ حنین میں ابتداءً  
فرار اختیار کیا۔ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دوبارہ واپس آئے  
تھے۔ یا نہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دے کہ وہ اس آواز پر واپس نہیں آئے  
تھے۔ اور دوبارہ کفار سے وہ نہیں لڑے۔ تو فی حوالہ بتیں ہزار روپیہ انعام تمہاری  
کتا میں کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کو  
آواز دے کر بلاؤ۔ انہوں نے آواز دی۔ سب واپس آ گئے۔ اور پھر ڈٹ کر لڑے  
جب یہ ثابت اور حق ہے کہ وہ صحابہ کرام واپس مڑے اور لڑے اب پھر بھی ان پر اللہ کا  
غضب ہوا ہو تو یہ بھی کسی ایک حوالہ سے ثابت کر دکھاؤ۔ منہ بالانعام  
پاؤ۔ صحابہ کرام کا واپس تشریف لانا۔ ڈٹ کر رڑائی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر سکینہ  
نازل فرمانا۔ اور ان کو معاف کر دینا یہ سب باتیں کتب شیعہ میں بھی موجود  
ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



## تفسیر مجمع البیان:

وَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَزِيمَةَ الْقَوْمِ عَنْهُ قَالَ لِلْعَبَّاسِ  
وَكَانَ جَلُوسًا رِيًّا صَبِيًّا إِصْعَدْ هَذَا الطَّرِبَ  
فَنَادَى مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ يَا  
أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ يَا أَهْلَ بَيْعَةِ الشَّجَرَةِ  
إِلَى آيُنَ تَفِرُّونَ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَ الْمُسْلِمُونَ صَوْتَ الْعَبَّاسِ  
تَرَجَعُوا وَقَالُوا الْبَيْتُ لَبَيْكَ وَتَبَادَرُ أَنْصَارُ  
خَاصَّةٌ وَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ حَمَى الْوَطِيسُ أَنَا  
النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا بَيْنُ هَبْدِ الْمُطْلَبِ وَنَزَلَ  
النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى وَانْهَزَمَتْ هَوَازِنُ  
هَزِيمَةِ قَبِيْعَةَ فَمَرُّ وَافِي كُلِّ وَجْهِ وَلَمْ  
يَزَلِ الْمُسْلِمُونَ فِي أَثَارِهِمْ..... ثُمَّ  
يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ  
..... وَيَجُوزُ أَنْ يَرِيْدَ تَوْبَتَهُ اللَّهُ تَوْبَةً  
مَنْ انْهَزَمَ مِنْ بَعْدِ هَزِيمَتِهِ.....  
ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَحْمَتِهِ الَّتِي  
تُسْكِنُ إِلَيْهَا النَّفْسُ وَيَزُولُ مَعَهَا الْخَوْفُ



رَعَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ) حَتَّى رَجَعُوا  
إِلَيْهِمْ وَقَاتَلُوهُمْ۔

(۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد پنجم

ص ۱۷ تا ۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ منہج الصادقین جلد چہارم

ص ۲۴ تا ۲۵۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

جنگ حنین میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی  
ہزیمت ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا۔ جو بلند  
آواز رکھتے تھے۔ اس ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ اور آواز دو۔ اے مہاجرین  
انصار، اے سورۃ البقرہ کے منیٰ طبین، اے بیعت شجرہ والو! کدھر  
بھاگ رہے ہو۔ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں نے  
حضرت عباس کی آواز سنی۔ واپس لوٹ آئے۔ اور لبیک کہتے  
کہتے ہوئے آئے۔ خاص کر انصار نے بہت جلدی کی۔ پھر مشرکین  
سے ایسے لڑے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب جنگ  
کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔  
میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے  
مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اور ہوازن قبیلہ کو بہت بُری شکست  
ہوئی۔ وہ دھرم نہ آیا بھاگ نکلے۔ اور مسلمان اُن کے تعاقب  
میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا۔ اس کی توبہ قبول فرمائی  
اس کا معنی یہی جائز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔



جنہوں نے بھاگنے کے بعد دشمنوں کو بھگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمائی۔ یعنی رحمت نازل فرمائی۔ کہ جس سے دل مطمئن ہو گئے۔ اور پھر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان کا خوف جاتا رہا (سکینہ نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر) مومنوں پر اس وقت جب وہ واپس آ گئے۔ اور ڈٹ کر لڑے۔

اس کے بعد نجفی کا یہ اعتراض کہ اصحاب ثلاثہ میدانِ احد سے بھاگ نکلے تھے تو اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم بحث مطاعن میں گزر چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ میدانِ احد سے بھاگنے والے تمام صحابہ کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے۔ وَلَقَدْ حَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی تو ان کے شامل حال ہو گئی۔ لیکن نجفی اور اہل تشیع اب تک انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ ہے۔

مقتل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

ابوسفیان کے لشکر کا پیچھا کرنے والے ہی تو تھے۔

”خلافتِ حقہ کے حق دار نہ تھے“ یہ جملہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ جب یہ خلافت کے حق دار نہ تھے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے صحیح مقدار تھے اور اسی سے اہل تشیع کا یہ عقیدہ نکلتا ہے۔ کہ خلافت بلا فصل کے حق دار حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ حالانکہ خلافت بلا فصل علی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔ اگر غزوہ احد میں ہاگن خلافت کے عدم استحقاق کی علامت ہے۔ تو پھر جو استقامت دکھلائے۔ اُسے تو خلیفہ مانو لیکن بدکھتی کی وجہ سے یہ بھی نہیں مانتے۔ حالانکہ



استقامت دکھانے کے لیے ابوبکر صدیق پہلے نمبر پر تھے۔ ملاحظہ ہو۔

## تفسیر مجمع البیان:

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ أَعَادَتُكَ إِلَى ذِكْرِ الْعَنْسِرِ  
تَا حَبِيدَ الطَّمْعِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْعَفْوِ وَمَنْعًا  
لَهُمْ عَنِ الْيَأْسِ وَتَحْسِينًا لِيُظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ  
(إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَذَكَرَ  
أَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِي أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ  
يَوْمَ أُحُدٍ إِلَّا ثَلَاثَةٌ حَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةً  
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَثَمَانِيَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ  
فَأَمَّا الْمُهَاجِرُونَ فَعَلِيُّ وَآبُو بَكْرٍ وَطَلْحَةُ  
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ  
أَبِي وَقَّاصٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۵۴۴ جز ۲)

مطبوعہ قہران طبع جدید

## ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوبارہ معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ  
نے مسلمانوں کی معافی میں طمع کی خاطر اور ناامیدی سے روکنے کے لیے  
اور ان کے خیالات کی تحسین کی خاطر کیا۔ بے شک اللہ غفور حلیم ہے  
اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ یوم اُحد کو پانچ مہاجر اور آٹھ انصار کل تیر آدمی تھے۔ مہاجرین



یہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ابو جکر طلحہ، عبدالرحمن بن عوف  
اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

مختصر یہ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگوں سے بھاگ گئے تھے  
بہذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں بالکل لغو اور  
باطل ہے۔ ایسی جرأت وہی کرے گا جس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔

نوٹ نمبر ۱ میں نجفی نے اہل تشیع کے ہاں جہاد کی شان اور اس کے شرائط بیان  
کر کے اہل سنت پر پھر الزام دے کر ان کا جہاد درجہ اول نہیں کہہ سکتا۔ نجفی نے جہاد کے  
لیے یہ شرط لگائی کہ جہاد وہ ہوتا ہے جو کسی امام یا نبی کے ساتھ مل کر کیا جائے جیسا کہ  
بھی جانتے ہیں۔ کہ شیعوں کو ان کے بارہ امام بنائے۔ ان کی امامت کے سوا کسی کو امام تسلیم نہیں  
کرتے ان بارہ میں سے پہلے حضرت علی ہیں۔ اور سب سے آخری غار سامہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ اے ان امہ  
کی لڑائیوں کا کچھ تذکرہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر بقیہ کیا رہا امہ پر  
سے کسی نے جہاد نہیں کیا۔ اور ان کی بارہ میں سے امام حسن نے جہاد کا ارادہ کیا تھا۔  
لیکن جہاد سے پہلے ہی انہوں نے غلغلہ مچا دیا کہ وہ اس کے ہاتھ پر بیعت  
کر لی۔ درجہ اول کسی مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان کی مصیبت میں  
لڑنے والوں کے بارے میں خود حضرت علی سے پوچھئے۔ یہ کیسے تھے؟

## نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسی بات کو درست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم  
میرے اور تمہارے درمیان غرقہ اندر زمی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق  
فرمادے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاور ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی  
ان کی آراء اور تدبیریں مہمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے  
مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور و ستم کے ترک کرنے والے تھے



گزر گئے۔ درآنحالیکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہِ واضح پر چلے۔ اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبی میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

## احتجاج طبری:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي نَسَقَرْتُكُمْ لِيَجْهَادَ هَؤُلَاءِ فَلَمْ  
تُفِرُّوْا وَاَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَجِيْبُوْا وَنَصَحْتُ  
لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا اَشْهُوْا بِالْغَيْبِ اَتَلَوْ عَلَيْكُمْ  
الْحِكْمَةَ فَتَعْرِضُوْنَ عَنْهَا وَ اَعْطَاكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ  
فَتَنْفِرُوْنَ عَنْهَا كَا تَكْمُ حُمْرُ مُسْتَنْفِرَةٍ فَرَّتْ  
مِنْ قَسْوَرَةٍ -

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۵۴)

احتجاجہ علیہ السلام علی قوم و

حشہ الخ مطبوعہ قم ربیعہ - ۱۳۰۰

مطبوعہ قدیم ص ۹۲

## ترجمہ:

لوگو! میں نے تمہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد پر نکلنے کو کہا۔ تم جواب  
دے گئے۔ میں نے تمہیں دین و اسلام کی باتیں سنائیں۔ تم نے قبول  
نہیں کیا۔ میں نے تمہیں نصیحت کی۔ تم نے ٹھکرا دی۔ میں نے تم پر حکمت  
پیش کی۔ تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ میں نے تمہیں انتہائی واضح طور  
پر وعظ و نصیحت کی۔ لیکن تم اس سے یوں بھاگے جیسا کہ نافرمان



گدھے شیروں سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اگر اس موضوع پر مزید حوالہ جات کا شوق ہے۔ تو ہماری تصنیف ”مقامد جعفریہ“

ملاحظہ کر لیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے کس قدر متنفر تھے۔ نافرمان گدھے

تک تو انہیں کہہ دیا۔ جہاد سے روگردانی ان کا وصف اولیں تھا۔ ان کی اسی روش

سے تنگ آکر اپنے ان کے اور اپنے درمیان تفرقہ پیدا ہونے کی دعا کی۔ اور

خدا کی قسم اٹھا کر فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَوِ دِدْتُ اَنْفِیْ لِمُرَّاعٍ فَکُفُّوْا عَنْ عَرِیْ

فُؤْفِیْ۔ میں دل سے چاہتا ہوں۔ کہ نہ میں تمہیں پہچانوں۔ اور نہ تم مجھے پہچانو۔ یعنی

دنیا و آخرت میں ہمارا کوئی تعارف باقی نہ رہے۔ نجفی صاحب! یہ تھے آپ کے

پچھلے مجاہد جنہوں نے امام وقت کے ساتھ جو سلوک کیا۔ امام وقت نے وہ ظاہر و

باطر کر دیا۔ ان کی لڑائی کو ”جہاد“ کہتے ہو۔ ان میں جہاد کی خواہش ہوتی۔ تو حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دعائیں لیتے۔ ان میں جہاد کا مادہ ہوتا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی

اٹھارہ ہزار کی تعداد میں بیعت کرنے کے بعد ان کے مقابلہ پر نہ اترتے۔ ان کے سامنے

امام جام شہادت نوش کر رہا ہے۔ اور یہ ستورات کے خیمے جلانے جا رہے ہیں۔

امام کے معصوم بچے پانی کے لیے منہ کھولتے ہیں۔ تو ان کی طرف سے تیروں کی بارش برتی

ہے۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کوئی مجاہد نہ ملا۔ امام حسن و حسین

کے ساتھ مجاہد کہیں نظر نہ آئے۔ تبین امام گئے۔ چوتھے سے لے کر گیارہویں تک ویسے

ہی سکوت ہے۔ اور بارہویں صاحب ابھی غار سامرہ میں بیٹھکیں لگا رہے ہیں۔ تیرو

تفنگ تیز کر رہے ہیں۔ کل پُرزے نکال رہے ہیں۔ دیکھیں ان کے برآمد ہونے

پر انہیں ”مجاہد“ کہاں سے اور کون ملتے ہیں۔ بتلایئے۔ جب گیارہ اماموں میں سے

کسی کی معیت میں تمہاری کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تو کس منہ سے کہتے ہو۔ کہ شیعہ جہاد

کرتے ہیں۔ آخری بات کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئی۔ وہ جہاد اور



اسلامی جنگیں نہ تھیں۔ بلکہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھی۔ جس کا خمیازہ آج تک مسلمان بھگت رہے ہیں۔ یہ دراصل قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے ٹھکراسنے کے مترادف ہے۔ اپنی کتابوں سے اس کی شہادت لیجئے۔

## تفسیر منہج الصادقین:

و در اندک وقتی حق تعالیٰ بوعدهٔ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب و دیار  
لہری و بلاد روم بدیشان ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۱۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کیے گئے وعدہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں  
پورا فرما دیا۔ اور جزائر عرب، کسرہ کے شہر روم کے علاقہ جات پر انہیں  
فتح عطا فرمادی۔ (اور ان کے زیر تصرف کر دیئے۔

## تفسیر منہج الصادقین:

وَالْمَعْنَى لَيُورَى تَتَلَمَّسُ أَرْضَ الْعُقَّارِ مِنَ الْعَرَبِ  
وَالْعَجَبُ بِرَفِيعِ جَعْلِهِمْ سَكَا نَقَا وَ مَلُوكَهَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء

ص ۱۵۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اب خلافت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عرب و عجم میں رہنے



و اے کفار کے علاقوں کا وارث بنا دے گا۔ اور وہ انہیں ان کے باشندے  
اور بادشاہ بنا دے گا۔

### شرح نہج البلاغۃ ابن مہتم:

إِنَّ عُمْرَ ذَكَرَ كَثْرَةَ التَّوَمِّ وَعَدَدَ هِمِّ  
فَاجَا بِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِتَذْكِيرٍ مُّقْتَضٍ  
الْمُسْلِمِينَ فِي صَدِّ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ كَانَ  
مِنْ غَيْرِ كَثْرَةٍ وَإِنَّمَا كَانَ بِنَصْرِ اللَّهِ  
وَمَعْرِ نَبِيِّهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَنَّ الْحَالُ  
الآنَ كَذَا إِلَيْكَ وَهَرَّ يَجْرِي مَجْرَى الثَّمِيلِ  
كَمَا أَشْرَفْنَا إِلَيْكَ فِي الشَّرَرِ وَالْأَوَّلِ  
وَبِرَعْدِ اللَّهِ تَعَالَى الْمُسْلِمِينَ بِالْإِسْتِخْلَافِ  
فِي الْأَرْضِ وَتَمَكُّنِهِمْ فِيهِمْ الْبَذَرُ  
أَرَأَيْتُمْ لَهْمُ تَبْدِيلِهِمْ بِخَرَفِهِمْ أَمَّا كَمَا  
هُوَ مُقْتَضَى الْآيَةِ۔

شرح ابن مہتم جلد سوم ص ۱۶۷ مطبوعہ

قلمران طبع جدید

ترجمہ:

جنگ فارس کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بوقت  
مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دشمن کی نفی زیادہ ہے  
تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے مسلمانوں کی



سابقہ لڑائیوں کا حوالہ دیا۔ جو ابتدائے اسلام میں لڑی گئیں۔ فرمایا۔ کہ وہ بغیر کثرتِ تعداد کے لڑی گئیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور معاونت شامل حال تھی۔ لہذا اب بھی ہماری حالت وہی ہونی چاہیئے۔ اور یہ ایک مثال کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے مشورہ میں بھی اس طرف اشارہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے (ازراہ کرم) یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انہیں زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ ان کے دین کو مضبوطی دے گا۔ اور ان کے اندر خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ جیسا کہ آیتِ استخلاف کا مقتضی ہے۔

قارئین کرام! آیتِ استخلاف کے تحت علامہ کا شانی شیعہ وغیرہ نے جو کچھ لکھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب کو بنفس نفیس جنگِ فاس میں نہ جانے کا مشورہ دیا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ظاہر ہو رہی ہیں۔ خلافت کا وعدہ، فتوحات کی پیش گوئی، دین کی مضبوطی اور چاروں طرف امن ہی امن یہ سب باتیں ایک ایک کر کے خلفائے ثلاثہ کے دور میں وقوع پذیر ہوئیں۔ آیت قرآنیہ کا مصداق بننے والی جنگیں اسلامی ہی کہلاتی ہیں۔ اور اللہ کے وعدہ کے ایفاء کے طور پر واقعہ ہونے والے معاملات غیر اسلامی نہیں ہوا کرتے۔ خدا سمجھنے کی عقل بھی تو دے۔

ان جنگوں کو ”اسلام کے نام پر لوٹ مار“ کہنا زنی حماقت اور قرآن پاک ائمہ اہل بیت کی تعلیمات سے صاف انکار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نجفی حسد و بغض کی وجہ سے اپنے ہم مسلک مجتہد علامہ کا شانی، طبری وغیرہ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے۔ کہ یہ کون سے معصوم ہیں۔ کہ ان کی باتوں پر یقین کیا جائے۔ تو ہم پوچھیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عصمت تو مانتے ہو۔ ان کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتے ہو۔



جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا شکر کہا۔ اور ان کی فتوحات کو اللہ کا ایفاء و عہد فرمایا۔ تو وہ اسلام کے نام پر لوٹ مار، کہنا و راصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی تسلیم نہ کرنا ہے۔ لہذا نجفی شیعہ کا ایمان نہ قرآن پر نہ ارشادات ائمہ اہل بیت پر اور نہ ہی اپنے مسلک کے مجتہدین کی باتوں پر ہے۔ اور یہی اس کے جہنم جانے کی رسید ہے۔

جہاد کا مرتبہ جو شیعوں کے نزدیک ہے۔ نجفی اُسے بہت بڑا کہتا ہے۔ لیکن اس کے حصول کا وقت ان بد نصیبوں کو آج تک میسر نہ آیا۔ اور اگر کہیں اتحاد کا جنگی مشق کی۔ تو وہ بھی بغیر امام کے اور مسلمانوں پر خنجر اور زنجیریں لہرا کر۔ ایک مسلمان کا ناحق خون کرنا اس کی جزا تو سیدھی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سمجھنے کی توفیق دے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراف نمبر ۴۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں نکاح کی نشان

جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ سب سے  
افضل ہے

بخاری شریف

قَالَ فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ  
أَكْثَرُهَا نِسَاءً

(بخاری شریف کتاب النکاح باب کثرتہ)

المند ۶ جلد ۲ ص ۱۳

ترجمہ:

ابن عباس نے ایک شخص کو کہہ کر بھائی شادی کرو۔ اس اُمت  
میں سب سے زیادہ اچھا آدمی تو وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں



نوٹ:

بخاری شریف بتے بتے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْثَرَ مَا كُنتُمْ  
عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقَكُمُّوْا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص  
ہے۔ جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور پرہیزگار ہے۔ لیکن بخاری شریف یہ کہتی ہے۔  
کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ بیویاں کرے۔ اور ہر وقت ان کی  
لڑائیوں میں الجھا رہے۔  
(حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

بخاری شریف سے مذکورہ روایت نقل کرنے اور اس کے ترجمہ میں دوہری بدیہتی  
اور خیانت برتی گئی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ اَبْنُ  
عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ  
فَاِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْاُمَمَةِ اَكْثَرُهَا نِسَاءً

بخاری شریف جلد دوم ص ۷۵۸

باب کتاب النکاح مطبوعہ

اصح المطابع کراچی

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے حضرت ابن  
عباس نے دریافت کیا۔ کہ تم نے شادی کر رکھی ہے؟ میں نے



کہا۔ نہیں۔ تو کہا اس امت کے سب سے بہتر شخص (یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دراصل جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت شادیاں کرنا اس کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا۔ لیکن نجفی نے اس کا ترجمہ اپنے مقصد کے مطابق الٹ پلٹ کر دیا۔ یعنی اس امت میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ اپنی کور باطنی سے معنی کیا۔ اور پھر اس پر امام بخاری کا مذاق اڑایا۔ اور ان کی ذکر کردہ روایت کو استہزا کی نظر کر دیا۔ جو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانا ہے کیونکہ صحیح مطلب و معنی کے اعتبار سے آخری جلد سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زیادہ شادیاں کی تھیں۔

یہاں بھی بدحواسی کا م دکھا گئی۔ ”جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ اچھا آدمی ہے“ نجفی کے اس ترجمے میں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ جتنی ہو جائیں اس قدر بہتری ہوگی۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے وقت قرآن کریم کے احکامات سے بے خبر تھے۔ جن میں بیک زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے قول کا غلط مطلب لیا گیا اور ان قرآن کریم کی منافیافت ہو گئی۔

نجفی نے طنز یہ انداز میں ایک عام امتی کو نبی پر فوقیت دے دی۔ یعنی جو بھی زیادہ بیویاں کرے۔ وہ بہتر ہو جائے۔ حالانکہ حدیث کے مضمون کے مطابق یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر کہا گیا۔ اور اگر نجفی یہ سمجھتا ہے۔ کہ دو دو چار چار کر کے بہت زیادہ شادیاں نہ کرنا معیوب ہے۔ تو بارہ اماموں میں سے دوسرے امام جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے



تمہاری کتاب کہتی ہے۔

## جلال العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دولیت و پنجاہ زن  
بروایتے سی صد زن بنکاح خود در آورد۔

(جلال العیون ص ۲۲۹ در باب زندگانی امام مجتبیٰ النعم  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن شہر آشوب نے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو  
اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین سو شادیاں کیں۔ اب  
امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعتراض نمبر ۴

اپنی بہن، بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے کیونکہ  
حفصہ بنت عمر بیوہ ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے یہ رشتہ عثمان اور ابوبکر  
کو پیش کیا تھا۔ لیکن ان دونوں نے حفصہ کا رشتہ لینے سے معذرت کی  
پھر یہی بی بی حفصہ رسول اللہ کو پیش کی گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے قبول فرمائی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۷ ص ۱۳)

نوٹ:

بی بی حفصہ بدخلق تھیں۔ جیسا کہ معارج النبوت میں ہے۔ کہ اسی بدخلقی کے باعث  
حضور صلی اللہ وسلم نے اسے طلاق دی تھی۔ اور طلاق کے بعد حضرت عمر نے سر میں خاک  
ڈالی تھی۔ سنی بھائیوں نے کیا مکاری کی ہے۔ کہ جس بدخلق کو لینے کے لیے کوئی  
تیار نہ تھا۔ اس کے بے فقہ میں ایک بابت لایا۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی اہل خیر کو پیش کرنا چاہیے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں



جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو کہا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام ماکان اور مایکون کے عالم ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں اگلی پھلی تمام باتوں کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلم ائمہ اہل بیت کے علم سے کہیں افضل و اعلیٰ ہے۔ اب جبکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اگلی پھلی تمام باتوں سے واقف تھے۔ تو آپ نے ایک بدخلق عورت سے شادی کیوں کی؟ لہذا نجفی کا یہ اعتراض دراصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔

قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مومنین کی مائیں فرمایا۔ وَ اَزْوَاجًا مِّمَّنْ اٰمَنَ تَتَّبِعُہُنَّ (اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔) دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دنیا میں کسی عورت کی مثل نہیں ہو۔ یعنی جس طرح تمہارے غاوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں۔ اسی طرح تم ان کی بیوی ہونے کی وجہ سے بے مثل ہو اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی مائیں اور بے مثل عورتیں فرمائے۔ اور بے مثل نجفی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بدخلق کہے۔ اور زبانِ طعن ان پر دراز کرے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

اس کے بعد نجفی کا یہ کہنا کہ حضرت حفصہ کی بدخلقی کی وجہ سے ابو بکر صدیق اور عثمان غنی نے ان سے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ بالکل بکواس ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان دنوں اپنی گھریلو ضروریات میں انتہائی مصروف تھے جن کی بنا پر آپ نے معذرت کر دی۔ بخاری شریف میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں۔ بَدَا لِيْ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ يَوْمَہِیْ۔ مجھے یہ سوچتا ہے کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ اگر بدخلقی کا معاملہ ہوتا۔ تو صاف کہہ دیتے۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارے اخلاق اچھے نہیں۔



یہ نہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان سے شادی کرنے سے انکار بھی کسی اور وجہ پر  
 مبنی تھا۔ آپ چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے دوست تھے۔ اور بے تکلفانہ  
 گفتگو ہوا کرتی تھی۔ کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حفصہ کے بارے میں اپنے  
 خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شادی سے انکار  
 کر دیا۔ بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

### بخاری شریف:

فَمَرْحُطِبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَأَنْكَحَتْهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَ  
 جَدْتُ عَلَى حَيْنٍ عَرَضْتَ عَلَى حَفْصَةَ فَلَمْ  
 أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ  
 أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَوِ يَمْنَعُنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ  
 فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا إِنِّي كُنْتُ قَدْ عَلِمْتُ  
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأَفْتِنِي بِسَرٍّ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَكَوْنُ تَرَكَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَ سَلَّمَ قَبْلُهَا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۸۱ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنی



زوجیت میں لے لیا۔ تو ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب فاروق اعظم سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات ابو بکر صدیق نے کہا۔ کہ شاید آپ ناراض ہوئے ہیں۔ کہ میں نے حفصہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا۔ ہاں میں ناراض ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں نے اس لیے انکار کیا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم تھا کہ آپ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ آپ کا راز فاش کروں۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہ فرماتے۔ تو میں ان کو ضرور قبول کر لیتا۔

نخفی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معارج النبوة کا حوالہ دیکر ثابت کرنا چاہا۔ کہ بدخلق تھیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ”معارج النبوة“ قابل اعتبار کتاب نہیں۔ بلکہ ایک واعظ کی تصنیف ہے۔ جس میں رطب دیا بس جمع ہے اس لیے اس کتاب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

الحمد للہ

بخاری شریف میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس انداز سے بیان ہوا۔ کہ اس سے ان کی شان بیان ہوتی ہے۔ لیکن حسد و بغض کے بارے میں نخفی کو یہ اس لیے نہ بھائی۔ کہ ان کا تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کی بیٹی ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ ان کو اچھے نہیں لگتے۔ تو ان کی اولاد کب اچھی لگے گی۔ لیکن یہ کمینہ پن کی انتہا ہے۔

ان کا تعلق آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہے اور اس تعلق کی بنا پر دوام المؤمنین، کا شرف انہیں حاصل ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا احترام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بننے سے قبل محض اس لیے



تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایک مرتبہ ان کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن آپ کی بیوی ہو جانے کے بعد بھی نجفی اپنی روحانی ماں کے نقص نکال رہا ہے۔ اور پھر اس پر ناراض ہے۔ متعہ کی اولاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب اُسے اپنی حقیقی ماں کا ادب و احترام نہیں۔ کیونکہ پتہ نہیں وہ جننے سے پہلے کس کے پاس تھی۔ جنم دے کر کس چکڑہ کا لائسنس لے لیا۔ کتنے اُسے اور کتنے بیچ بو کر چلے گئے؟ ایسے نخم نامعلوم سے روحانی ماں کے ادب کی توقع عبث ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراض نمبر ۲۸

شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیئے

حقیقت فقہ حنفیہ، بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ کہ شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولک بجنی چاہیئے  
کیونکہ ربيع بنت معوذ سے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح  
کیا تھا۔ تو اس موقع پر طبلہ نوازی ہوئی تھی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۷ ص ۱۹)

نوٹ:

بخاری شریف بتے بتے صرف طبلے اور ڈھولک سے کیا بنے گا کچھ کنجریاں  
بھی اگر منگوالی جائیں۔ اور تھوڑا سا مجرا بھی کروایا جائے۔ تو محفل کی رونق دو بالا ہو  
جائے گی۔ اور پھر اس نیک عمل کا ثواب بخاری کی روح کو ہدیہ کر دیا جائے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

”اس موقع پر طبلہ نوازی ہوئی تھی“ غبیث ذہن نے کیا غبیث ترجمہ کیا۔ اور  
پھر اس خباثت کے پھینٹے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالنے کی کافرانہ کوشش کی  
اور بڑی بے باکی سے مشورہ دیا کہ کنجریاں بھی منگوالی جائیں۔ اور مجرا بھی کروایا جائے  
یہ اور ایسی دوسری باتیں کوئی کافر سے کافر بھی کسی دوسرے دین کے راہنما



کو نہیں کہہ سکتا۔ دراصل شیعیت چونکہ عبداللہ بن سبا یہودی کی پیداوار اور اس کے لطفہ کی شاہکار ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں میں غیرت، حمیت اور ایمان وغیرہ نام کی کوئی شئی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف میں اس موقع پر رد و ف،، بجائے کا ذکر ہے۔ ایسا شادی کے موقع پر کیوں کیا گیا۔ اور کیوں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حلال و حرام میں فرق ہو سکے۔ نکاح کا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو سکے۔ تاکہ میاں بیوی پر کل کوئی ناجائز تعلقات کا اعتراض نہ کرے۔ یہ ”متعہ“ تو نہیں۔ کہ ناس میں کوئی گواہی کی ضرورت۔ جب دو چار روپے سے کسی... کو منوالیا۔ تیسرے کو علم نہ ہوا۔ اور اپنا الوسیدھا کرنے کے بعد دوسرے کے لیے راستہ ہموار کر دیا تو اسی قسم کے ”نکاح“ سے نجفی سی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شادی بیاہ کے موقع پر اعلان کے لیے دف بجانا صرف ہماری کتابوں میں ہی موجود نہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتاب میں بھی یہی لکھتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

## عین الحیاة :

وچنین خلاف است در صدائی زنی کہ غنا کند در عروسی ہا فقط برائے  
زناں و جمع از علماء ایں راصلال دانستہ اند و ابن ادریس و علامہ در تذکرہ  
ایں را نیز حرام دانستہ اند و لیکن حلیتہ حدیث مستبردارد۔  
(عین الحیوة ص ۷۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ :

اسی طرح شادی کے موقع صرف عورتوں کا گانا تو اس میں بھی اختلاف ہے  
علماء کی ایک جماعت نے اس کو حلال و جائز کہا ہے۔ اور ابن ادریس و علامہ مجلسی  
نے تذکرہ میں اس کو بھی حرام قرار دیا ہے لیکن شادی کے موقع پر عورتوں کے



لگانے کی دلیل حدیث معتبر سے ملتی ہے۔

عین الحیوۃ کے اس حوالے سے ”دف“ سے اگے تک کی اجازت دی گئی۔ اور کنجرفانہ کو حدیث معتبر سے ثابت کر کے ترجیح دی گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ شیعوں کی روزانہ شادی ہوتی ہے ”اس بازار“ میں یہی تو دھندا ہوتا ہے۔ دور دور سے شائقین ”حدیث معتبر“ پر عمل ہوتا دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اور ”صحاح اربعہ“ کو داد دیتے ہیں۔ کوئی بتلائے تو یہی کہ کنجریاں، طبلہ نواز، اور گانے کے ماہر کس ”نفس مذہب“ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ناچنے اور میٹھ کر دانے کا لائسنس کس شرط پر ملتا ہے اگر اعتبار نہیں۔ تو ان میں سے کسی سے بلا تکلف اس کا مذہب پوچھ لیں۔ وہ یقیناً نجفی کا رشتہ دار یا نام نہاد و محب اہل بیت، اور جدی پشتی شیعوں کا شاہ، نکلے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۲۹

ثادی سے پہلے دہن کا فوڈو لہا میاں کو دکھایا جائے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

ثادی سے پہلے دہن کا فوڈو لہا میاں کو دکھایا جائے۔ کیونکہ رسول پاک کے پاس رشتہی رومال میں نکاح سے پہلے فرشتے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے تھے۔

(بخاری شریف کتاب النظر قبل التزوید جلد ۱ ص ۱۴)

نوٹ:

اسی بخاری شریف کتاب النکاح ص ۲۵ پر لکھا ہے۔ کہ فرشتوں کو تصویر سے اتنی نفرت ہے۔ کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے تو پھر بی بی عائشہ کی منگنی کے وقت بے چارے فرشتوں کو کیوں بے مزہ کیا گیا۔ کہ وہ بی بی عائشہ کی تصویر اٹھائے پھرتے تھے۔ تصویر کی صورت ہی کیا تھی۔ جبکہ بی بی حفصہ جیسی بد خلق عورت کو حضور نے قبول کر لیا تھا۔ در آنحالیکہ وہ بیوہ بھی تھیں۔ اور شکل کی بھی پوری سوری تھیں۔ تو بی بی عائشہ کے قبول کرنے میں حضور کو کیا رکاوٹ تھی (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

نجفی شیعہ نے اپنے اعتراض کی بنیاد دو حدیثوں کے تعارض کو بنایا ہے۔



یعنی ایک حدیث کہتی ہے کہ فرشتے حضرت عائشہ کی تصویر لائے۔ اور دوسری کہتی ہے کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے۔ یعنی جب فرشتوں کو تصویر سے نفرت ہے تو پھر انہیں بے مزہ کیوں کیا گیا۔ دراصل یہ نجفی کی جہالت ہے۔ کہ وہ ان دونوں میں تعارض بنا بیٹھا۔ ورنہ بات یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ کیونکہ پہلے سے اس کا جواز چلا آرہا تھا۔ تابوت بنی اسرائیل، میں اور اشیاء کے علاوہ انبیائے بنی اسرائیل کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ اٹھا کر لانے والے کون تھے؟ فرشتوں نے ہی اسے اٹھایا ہوا تھا۔ اس لیے تصویر کشی کی حرمت سے پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اور یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہے۔ پہلے تصاویر جائز تھیں۔ اس کے ثبوت کے لیے شیعہ تفسیر کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

## تفسیر مجمع البیان :

وَقِيلَ كَانَ الثَّابُوتُ الَّذِي أَنْزَلَهُ  
اللَّهُ عَلَى آدَمَ فِيهِ صُورُ الْأَنْبِيَاءِ  
فَتَوَارَتْ أَوْ لَادُ آدَمَ وَكَانَ فِي  
بَنِي إِسْرَءِيلَ يُسْتَنْتَحَرَتِ عَلَى  
عَدْوِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول  
جز دوم ص ۳۵۳ مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

ترجمہ :

کہا گیا ہے کہ وہ تابوت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام



پر اتارا تھا۔ اس میں حضرات انبیائے کرام کی صورتیں تھیں! اس  
تابلوت کی اولاد آدم و ارث رہی۔ جب وہ بنی اسرائیل  
کے پاس آیا۔ تو وہ اس کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح طلب  
کیا کرتے تھے۔

تابلوت میں حضرات انبیائے کرام کی تصاویر تھیں۔ ان کو وسیلہ بنا کر بنی  
اسرائیل اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے۔ اگر وہ حرام تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے  
اس تابلوت میں کیوں رکھیں۔ اور پھر ان سے امداد کیوں کر طلب کرنا بار آور ہوا۔  
اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کشی چلی آرہی تھی۔ اور ابتداء سے اسلام تک چلتی رہی۔  
جب اس کی ممانعت ہو گئی۔ تو اس کے بعد سے فرشتوں کا اس گھر میں آنا نہیں  
ہوتا جس میں تصویر ہو۔ لہذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہی اعتراض  
کی کوئی گنجائش نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۵

عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے

**حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:**

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے۔  
کیونکہ اس مسئلہ کی بابت ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔  
کہ میں اس فعل سے ابھی ابھی غسل کر کے آیا ہوں۔

(تفسیر درمنثور جلد ۷ ص ۲۲۶ جلد ۸ ص ۲۶۶)

**نوٹ:**

اسی درمنثور میں لکھا ہے۔ کہ اگر اس فعل میں وقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال  
بائز ہے۔ سنی فقہ بے بے کیا عمدہ عبادت ہے۔ سنی طوائف کو چاہیئے۔ کہ اس عبادت سے  
غافل نہ ہوں اور اس نیک عمل کا ثواب روح امام مالک کو ہر یہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

**جواب:**

”عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کا قول بکمال عمل تفسیر درمنثور کے حوالہ سے نجفی شیعہ نے پیش کیا۔ اس روایت کا پس منظر  
علامہ السیوطی نے بیان فرمایا ہے۔ امام مالک کے ایک شاگرد سلیمان جوزنی نے  
بیان کیا۔ کہ میں نے امام موصوف سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق دریافت



کیا۔ تو امام نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی اسی فعل کے بعد غسل کر کے آیا ہوں۔ علامہ السیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت خطیب بغدادی نے سلیمان جوزنی کے حوالے سے نقل کی۔ لیکن خطیب کی تاریخ بغداد کے میں نے ورق چھان مارے۔ اُن میں امام مالک کے نام سے سرے سے ایسا کوئی واقعہ درج نہیں۔ ان کے شاگرد سلیمان جوزنی کا بھی نام تک نہیں ملتا۔ لہذا یہ روایت ”مجهول“ ٹھہری اور ایسی روایت قابل حجت نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو تھا عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کی روایت کا حال۔ اسی تفسیر (درمنثور) میں روایت ہمارے قبل ذکر کردہ روایات میں ”وطی فی الدبر“ کی شدید ممانعت موجود ہے۔ اور اس کی حرمت بال تصریح مذکور ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

### حدیث نمبر ۱: تفسیر درمنثور

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ آتَى رَحْبًا أَوْ إِسْرَءَةً فِي الدُّبْرِ -

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

### ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ جو کسی مرد یا کسی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔

### حدیث نمبر ۲: تفسیر درمنثور

عَنْ أَبِي قُرَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ آتَى شَيْئًا مِنَ الرِّجَالِ وَالتِّسَاءِ



فِي الْآدَبِ بَارِفَقْدَ كَفَرٍ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مرد یا عورت کی دُبر میں خواہشِ نفس پوری کی۔ اس نے کفر کیا۔

حدیث نمبر ۱: تفسیر درمنثور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُونٌ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عورت کی بیٹھوس میں آتا ہے۔ (یعنی وہاں وطی کرتا ہے۔) تو وہ ملعون ہے۔

قاریین کرام! عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یقیناً امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے بھی گزرے ہوں گے۔ کئی سال تک درسِ حدیث دینے والا ناممکن ہے کہ ان ممانعت والی احادیث سے بے خبر رہا ہو۔ اس لیے وہ روایت جو مجہول اور مجروح ہے۔ اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر الزام نہیں آسکتا۔

اس مسئلہ پر ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ اب آئیے ذرا شیعوں



کے نظریات بھی ملاحظہ ہو جائیں۔ جس مجہول واقعہ پر نجفی نے جو اس کا پہاڑ کھڑا کر دیا۔ کیا یہ بات ان کے گھر میں بھی موجود ہے۔ کہ نہیں؟ ایک دو حوالہ بات۔ بیش خدمت ہیں۔

### وسائل الشیہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا أَتَى  
الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي الدُّبْرِ وَهِيَ صَائِمَةٌ  
لَمْ يَنْقُضْ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسلٌ۔

وسائل الشیعه جلد ۱ ص ۱۰۲

مطبوعہ تہران طبع جدید

### ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد  
عورت کی پیٹھ میں دھکی کرتا ہے۔ اور حالت یہ ہو کہ وہ عورت روزہ دار  
ہو۔ تو اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اسے غسل کی  
ضرورت ہے۔

### وسائل الشیعه:

سَمِعْتُ صَفْرَانَ يَقُولُ قُلْتُ لِتَرْصَا عَلَيَّ بِ  
السَّلَامِ إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَنِي أَنْ  
أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمَّا بَكَ وَأَسْتَحْيَاكَ  
أَنْ يَسْأَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ  
الرَّجُلُ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا قَالَ نَعَمْ



ذَلِكَ لَهُ قَلَّتْ وَ أَمْتُتَ تَفْعَلْ ذَلِكَ قَالَ لَا إِنَّا لَا  
تَفْعَلْ ذَلِكَ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۲ مطبوعہ  
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور! آپ کے غلاموں میں سے ایک نے مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنے کو کہا ہے۔ وہ خود شرماتا ہے۔ اور آپ سے ڈرتا ہے اس لیے خود نہیں پوچھ سکتا۔ امام نے فرمایا۔ کیا سوال ہے؟ کہا۔ سوال یہ ہے، ایک مرد اپنی عورت کی پیٹھ میں وٹی کرتا ہے۔ دیکھ کر کیا ہے؟ فرمایا ہاں درست ہے۔ یہ اس کا حق ہے صفوان کہتا ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ کیا آپ بھی یہ فعل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْشُورٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي ذُبْرِهَا  
قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۳

ترجمہ:

ابن ابی یعفور کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے



دریافت کیا۔ کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جو عورت کے ساتھ اس کی پیٹھ میں دلی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔

”دو سائل الشیخ، کے حوالہ جات سے شیعہ مذہب میں عورت کے ساتھ دلی فی الدبر کا مسئلہ نکھر کر سامنے آگیا۔ امام مالک کے متعلق تو روایت مجہول تھی لیکن یہاں دو ٹوک باتیں ہیں۔ کوئی تاویل نہیں، کوئی عذر نہیں۔ بلکہ اُن کے امام نے ایسا کرنا مرد کا ”حق“ قرار دیا ہے۔ اور پھر اتنی چھٹی دی۔ کہ اس عورت کا ذکر جس کی گانڈ ماری گئی نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بقول صفوان) عورت کے ساتھ یہ فعل کرنے کی اجازت دیں۔ تو ان کا نام یوں بڑے دعوے سے پوچھتا ہے۔ اسے امام وقت! آپ نے کبھی یہ شغل فرمایا ہے۔ اپنا حق کبھی استعمال کیا؟ غلام تو یہ مسئلہ پوچھنے سے شرمائے۔ اور ”محبت“ ایسی بات بڑی ڈھٹائی سے کرے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بہر حال اب یہ اعتراض الٹا نجفی کے مذہب پر ہے۔ اور امام کے ارشاد کے مطابق تمام ملت جعفریہ کو اپنا یہ حق حاصل کرنا چاہیے۔

اب اعتراض کی دوسری شق کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ اگر ”دلی فی الدبر“ میں دنت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے“ اس کا جواب اگرچہ گزر چکا ہے۔ یعنی جب ہم دلی فی الدبر کی حرمت کے قائل ہیں۔ تو پھر اس پر عمل کے لیے تجاویز اور مشورہ کس کام کا؟ تیل والی یہ روایت صاحب درمنثور نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے۔ جہاں اس کی سند بھی مذکور ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی درعمر بن ضریرہ“ ہے۔ اور یہ مجروح ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں



میزان الاعتدال:

ابو عمر الضریر عن شعبہ طعن فیہ علی بن  
المَدِیْنِی۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۷۲  
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو عمر الضریر، شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اور علی بن مدینی نے اس  
پر طعن کیا ہے۔

لہذا اس کا راوی مجروح و مطعون ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل حجت نہیں۔

لَفَاعْتَابِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

÷



# اعتراف نمبر ۵

## وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

**حقیقت فقہ حنفیہ: فتاویٰ قاضی خان**

كَوْلًا طَامِرَةً لَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ امْتِهَاؤُا ابْنَتَهَا

(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح

جلد اول ص ۱۶۶)

**ترجمہ:**

اگر کوئی شخص کسی عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ تو فاعل پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔

**نوٹ:**

فقہ حنفیہ بتے بتے۔ فاعل کے تو مزے بن گئے۔ کچھ دن مذکورہ فعل کیجئے۔ ایک عورت کو استعمال کرے اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے بھی نکاح کرے۔ اور پھر ان کو استعمال کرنا ہے اور روح نمان کے لیے ایک اٹا فاتحہ بھی پڑھتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵)

## جواب:

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق سوال و جواب ابھی گزرا ہے۔ ہم نے اس میں احناف اور اہل سنت کا یہ متفق علیہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ فعل ہمارے نزدیک حرام ہے۔ برخلاف نیت جعفریہ کے کہ وہ اسے جائز حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے



امام نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ اعتراض زیر نظر ایک فرضی مسئلہ پر مبنی ہے جس کی طرف اس کا ابتدائی لفظ ”کَو“، اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی اگرچہ ایسا فعل حرام ہے لیکن بالفرض اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے۔ تو یہ فرضی صورت ہے۔ اسے جواز اور حق کی دلیل بنانا جہالت ہے۔

دوسری بات اس روایت میں سمجھنے کی یہ ہے۔ کہ عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بعد اس کی ماں، بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اس عورت سے مراد فاعل کی بیوی ہے۔ یا کوئی اجنبی عورت؟ اگر بیوی ہو۔ تو اس سے وطی فی الدبر کرے یا نہ کرے۔ اس کی ماں اور بیٹی سے اس فاعل کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ وطی فی الدبر کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ فعل نہ کرے۔ تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم الخ۔ ہاں یہ صورت ذہن میں آ سکتی ہے۔ کہ ”وطی فی الدبر“ والی کو چھوڑے۔ یعنی طلاق دے دے۔ اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے۔ لیکن یہ بھی فقہ جعفریہ میں شاید جائز ہو۔ فقہ حنفی میں اس کی بھی گنجائش نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صورت مسئلہ یوں بن سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت سے وطی فی الدبر کی۔ (جو حرام تھی) اس سے نکاح نہیں کیا۔ اب اس عورت کی ماں یا بیٹی سے یہی حرام فعل کا مرتکب فاعل اگر باقاعدہ نکاح کرنا چاہے۔ تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اسے درست قرار دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ فعل ہم اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن حرمت مصاہرہ اس سے ثابت نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف فقہ جعفریہ میں ”عورت سے لواطت“، درست، جائز بلکہ مرد کا حق ہے۔ شیعہ عالم ”حرعالمی“ نے اپنی لمبی چوڑی کتاب ”وسائل الشیعہ“ جلد ۱۱ میں اس مسئلہ پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔ باب کی عبارت ملاحظہ ہو۔



باب عدم تحریم وطی الزوجہ و السریۃ فی الدبر، یہ باب  
 ان احادیث و روایات ائمہ کو جمع کرنے کے لیے ہے جن میں اس باب کا ثبوت ہو گا۔ کہ اپنی  
 بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر حرام نہیں ہے۔ اس پر اس نے بارہ عدد مندرجہ فروع احادیث ائمہ پیش کی  
 ہیں۔ جن کی ایک آپ پچھلے اعتراض کے جواب میں دیکھ چکے ہیں جس مذہب میں عورت کی شرمگاہ میں انگلی  
 پھیر کر کھینا ثواب ہو۔ اس کے اندام نہانی کا چومنا تسکینِ دل و جان کا باعث ہو۔ اگر یہ راستہ بند ہو۔  
 تو دُبر کو استعمال کرنا "اجازتِ امام" ہو۔ پھر رمضان شریف کا روزہ رکھی ہوئی کے ساتھ  
 وطی فی الدبر میں نہ کفارہ نہ قضاء نہ غسل نہ گناہ۔ مزے تو اس مذہب میں ہیں۔ لہذا اس شہوت  
 پرست فقہ و مذہب کے موجدین کو تیس نہیں بلکہ چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر ہر یہ و تحفہ  
 بھیجنا ان کے پیروکاروں پر لازم ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۵۲

مجدلی عورت سے صحبت جائز ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاویٰ قاضی خان

وَقِيلَ فِي اللَّيْلِ تَصِخُّ الْخِلْوَةُ فِي  
الْمَسْجِدِ كَمَا فِي الْحَمَامِ۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۱۸۰)

ترجمہ:

رات کے وقت مسجد میں بیوی سے خلوت کرنا اور ہم بستری کرنا جائز  
ہے۔ جیسا کہ یہ فعل حمام میں بھی کرنا جائز ہے۔

نوٹ:

سنی فقہ جے جے  
بدنخت مسلمانوں نے جب خانہ خدا کو  
دیران چھوڑ دیا۔ تو سنی مسلمانوں نے سوچا ہوگا کہ مساجد میں جب نماز والی عبادت  
نہیں ہوتی۔ تو چلو اس سے ہم بستری والی عبادت کا کام لیا جائے۔ بے شک مسجدیں  
ہم بستری کا ثواب تراویح شریف بتنا ہوگا۔ اور ملوانوں کو چاہیے کہ اس نیک عمل کا  
ثواب بھی روح عمر کو ہدیہ کیا کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵)

جواب:

اس اعتراض میں نجفی شیعہ نے وہی پرانی بددیانتی اور خیانت کو اپنایا ہے۔



بددیانتی یہ کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس مقام پر جو مسئلہ زیر بحث ہے۔ اس کی پوری بات ذکر نہیں کی گئی۔ اگر مسئلہ مکمل بیان کر دیا جاتا۔ تو اعتراض بنانا مشکل ہو جاتا۔

دوسری بددیانتی یہ کہ ”خلوة“ کا معنی ”ہم بستری کرنا“ ہے۔ ہم اس کا فرق ابھی چند طوراً گئے بیان کرنے والے ہیں۔

تیسری یہ کہ رات کے وقت مسجد میں دو خلوة، ہونا حق مہر کو لازم کر دیتا ہے یہ بعض فقہاء کا قول ہے۔ سنی فقہ کا متفقہ نہیں۔

ان بددیانتیوں کی تفصیل میں آئے۔ فتاویٰ قاضی خان میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے۔ کہ نکاح کے بعد عورت مقرر شدہ حق مہر کی حقدار کب ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد اس سے ایک دفعہ وطی کر چکا ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان دونوں کے درمیان دو خلوت صحیحہ، واقع ہو چکی ہو۔ ”خلوت صحیحہ“ کا مفہوم یہ کہ مرد اور عورت علیحدگی میں ایسے مقام میں جمع ہوئے۔ جہاں نہ کوئی جسمانی روکاؤٹ تھی۔ اور نہ شرعی۔ اگر وہ اس مقام میں ہم بستری کرنا چاہیں۔ تو کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر انہوں نے ہم بستری نہیں کی۔ تو پھر بھی عورت مقرر شدہ حق مہر لینے کی حقدار ہو گئی۔ کیونکہ اس کی طرف سے پردگی میں کوئی کسر نہ تھی۔ اسی مسئلہ کے متعلق صاحب فتاویٰ نے لکھا۔ کہ اگر میاں بیوی دونوں مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ اور وہاں اس وقت تنہائی ہو۔ تو کیا یہ تنہائی ”خلوت صحیحہ“ کا حکم پائے گی؟ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ مسجد اور حمام میں ایسا ہونا ”خلوت صحیحہ“ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہاں اگرچہ اس وقت کوئی تبسرا نہیں لیکن کسی کی آمد و رفت پر پابندی تو نہیں۔ لہذا اس خدشہ کے پیش نظر یہ خلوت ”صحیحہ“ نہیں ہوگی۔ کیونکہ جماع کرنے کی رکاوٹ موجود ہے۔ یہ تو دن کے وقت کا مسئلہ تھا۔ اب یہی صورت رات کے وقت اگر بن جائے۔ تو اس کے متعلق بھی صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی ”خلوت صحیحہ“ نہیں ہوگی۔ اس جز پر



ایک قول ”قیل“ کے ساتھ نقل کیا گیا۔ (جسے نجفی نے اعتراض کے لیے چننا ہے) وہ یہ کہ بعض فقہاء اس رات کی خلوت کو ”خلوت صحیحہ“ قرار دیتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ رات کے وقت مسجد اور حمام میں لوگوں کی عادتاً آمد و رفت نہیں ہوتی۔ اور اندھیرے کی وجہ سے کسی کے دیکھنے کا بھی احتمال نہیں۔ لہذا اس صورت میں عورت اپنا رخت مہر لینے کی مستحق ہوگی۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ لکھا۔ کہ اگر دونوں میاں بیوی کسی شاہراہ پر اکٹھے ہوں۔ وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ ہو۔ تو یہ بھی خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔

کیونکہ عام راستہ پر آنے جانے سے کسی پر پابندی نہیں ہوتی۔ لہذا رکاوٹ ہے۔ اور اگر اس شاہراہ سے ایک دو میل دائیں بائیں ہو جائیں۔ تو یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔ اور ”خلوت صحیحہ“ پائے جانے کی وجہ سے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ مسئلہ زیورکت کی مختلف صورتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب نجفی کی دوسری بددیانتی بھی آپ پر آشکارا ہو چکی ہوگی۔ وہ یہ کہ ”خلوت“ کا معنی ”ہم بستی کرنا“ قطعاً غلط ہے خلوت اور جبر ہے۔ اور ہم بستی اور یائوں کہہ لیں۔ کہ خلوت کی ہر صورت ”ہم بستی کرنا“ نہیں ہوتی۔ نجفی سے ہی پوچھئے۔ کہ جب آپ اپنی بیوی سے تنہائی میں بلا موانع تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہر موقع پر آپ ہم بستی کر رہے ہوتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ عام آدمی کو دھوکہ دینے اور فریب دینے کے لیے اس نے ”خلوت“ کا معنی ”ہم بستی کرنا“ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی میں مسجد اور حمام میں رات کے وقت ہم بستی کرنا جائز ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

تیسری بددیانتی یوں کہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اگر رات کے وقت مسجد یا حمام میں دونوں میاں بیوی اکٹھے ہو جائیں۔ تو چونکہ جماع سے رکاوٹ کوئی نہیں۔ اس لیے ان کا ان مقامات پر اس طرح اکٹھا ہو جانا ”خلوت صحیحہ“ کہلائے گا۔ اور خاوند کو بیوی کا مقرر کردہ حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ لیکن نجفی نے اس سے



یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سنی فقہ مسجد میں رات کے وقت ہم بستی کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔ خدا کا غضب! بھلا کس فقیہ نے اس کی اجازت دی ہے؟ ہذا بَلَّتَانِ عَظِيمٌ۔

”خلوت صحیحہ، کامسئلہ جس طرح کتب اہل سنت میں ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں بھی ہے۔ اور بلکہ اسے تو ہم بستی کے قائم مقام بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو

### وسائل الشیعہ:

إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا يَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ إِذَا  
أَخْلَقَ الْبَابَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَجَبَ الْمَهْرُ  
وَإِنَّمَا هَذَا عَلَيْهَا إِذَا عَلِمَتْ أَنَّ لَهَا  
يَمْتَسِكُ فَلَيْسَ لَهَا فِيهَا بَيْتُهَا وَبَيْنَ اللَّهِ  
إِلَّا نِصْفُ الْمَهْرِ..... عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ ثُمَّ خَلَا بِهَا فَأَخْلَقَ  
عَلَيْهَا بَابًا أَوْ أَرْخَى سِتْرًا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَتَدَّ  
وَجَبَ الصَّدَاقُ وَخَلَاؤُهُ بِهَا دُخُولٌ

وسائل الشیعہ جلد ۵ صفحہ ۶۷

کتاب النکاح ابواب المهور۔

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حاکم تو ظاہر پر ہی فیصلہ کرتا ہے۔ جب کسی مرد نے دروازہ بند کر دیا۔ پر دے ڈال دیئے۔ اور اس کے ساتھ اندر عورت بھی



موجود ہے۔) تو اب حق مہر پورا دینا واجب ہو گا۔ رہی یہ بات کہ عورت کہتی ہے۔ کہ مجھے اُس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ تو یہ وہ جانے اور اس کا اللہ جانے اس پر عند اللہ وہ نصف حق مہر کی مستحق ہو گی۔ (لیکن حاکم یہ فیصلہ نہیں کرے گا کیونکہ ظاہر کے یہ خلاف ہے۔) حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کر لی۔ پھر اس سے تنہائی میں بیٹھا۔ دروازہ بند کر دیا۔ پردہ ڈال دیا۔ پھر طلاق دی۔ تو اس مرد پر پورا حق مہر ادا کرنا واجب ہو گیا۔ کیونکہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح علیحدگی میں ہونا گویا ہم بستری کرنا ہی ہے۔

”خلوت صحیحہ“ کا مفہوم وسائل الشیعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ یعنی خلوت صحیحہ میں صرف میاں بیوی کی تنہائی ہوتی ہے جن میں جماع سے نہ کوئی شرعی رکاوٹ ہو۔ اور نہ طبعی مانع موجود ہو۔ یہ تنہائی قائم مقام ہم بستری کے ہوتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد حق مہر پورا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے سنی شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ وٹلی ہو جانے کی صورت میں حق مہر بہر حال مکمل ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے خلوت کا معنی ہم بستری کرنا نہیں۔

روایت مذکورہ پر اعتراض کے بعد نجفی نے طنزاً کہا۔ کہ مساجد میں نماز والے عبادت تو نہیں ہوتی۔ تو چلو یہی ہم بستری والی عبادت شروع کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم اہل سنت کی مساجد کی تعداد اور ان میں نمازیوں کی تعداد اہل تشیع سے کہیں زیادہ ہے۔ مساجد اول تو اہل تشیع کی ہیں ہی کہیں کہیں اور پھر وہ بھی غیر آباد۔ ہاں امام باڑے بہ نسبت مساجد کے ان کے ہاں زیادہ ہیں لیکن غیر آباد ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ بات تو ان کی مساجد اور امام باڑوں پر فیٹ آتی ہے ہماری مساجد میں تو ”خلوت صحیحہ“ کے امکانات رات کے وقت بھی کم ہیں۔ ان



کے ان مراکز میں دن کے بارہ بجے بھی کسی کے آنے کا گمان نہیں ہوتا۔ اگر قاضی خان کے ذکر کردہ اس قلیل الحقائق میں ادھر توجہ کرتے تو شاید ان کے استدلال پر اعتراض نہ ہوتا یعنی یوں کہتے کہ اگر کوئی شخص شیعوں کی رہائی کو ساتھ لے کر بلا گامے شاہ میں نیچے تہ خانہ کے اندر چلا جائے۔ اور وقت ہجرات کا۔ تو بے شک کرے کچھ نہ اسے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی مانع نہیں لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ کہ شام غریباں منانے والے جب وہاں پہنچ کر بجلی بند کر دیتے ہیں۔ اور پھر غلوت صحیحہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہے غلوت صحیحہ کہ جس کا معنی نجفی لے ہم بستی کیا ہے لیکن وہاں تو بستر بھی نہیں ہوتا۔ ہم فرشی ہوتی ہے۔ اور زرخیز زمین میں ”دھتے اور پتے شیعہ شاہوں“ کی بجائی ہوتی ہے۔ یہی فصل پر دان چڑھتی ہے۔ تو سینما آباد ہوتے ہیں۔ قحبہ خانے بارونق ہوتے ہیں۔ اور دہادا صاحب، کے پجاری بنتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ۛ



## اعتراف نمبر ۱۲

مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پیر کریں

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاویٰ قاضی خان

لَا بَأْسَ الرَّحْبِلُ أَنْ يَمَسَّ فَرْجَ امْرَأَتِهِ كَذَلِكَ  
 امْرَأَةً لَا بَأْسَ أَنْ تَمَسَّ فَرْجَ زَوْجِهَا لِحَكْمِ  
 يَتَحَرَّكَ قَالَ أَبُو يُونُسَ سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ  
 رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَنْ هَذَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ وَأَرْجُو  
 أَنْ يُعْظَمَ أَخْبَرَهُمَا۔

۱۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب النہی

جلد چہارم ص ۷۱۳

۲۔ ہدایہ شریعت جلد چہارم

ص ۲۶۱ حاشیہ کتاب الکراہت

ترجمہ :

اگر مرد عورت کے مقام شرم کو مس کرے۔ اور عورت مرد کے  
 مقام شرم کو مس کرے تاکہ شاربے ہو جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں اور  
 امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد معظم امام  
 ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے  
 فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس فعل سے



دونوں کو بڑا ثواب ملے گا۔

**نوٹ:**

بے بے فقہ نعمان طہ شعروہ ہے جو فتوہ بار کہتا ہے۔ حنفی فقہ نے مذکورہ مسئلے کی وضاحت تو حتمی المقدور بہت کی ہے۔ لیکن ایک کمی پھر بھی باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ لفظ مس کی پوری تشریح نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے اور ہاتھوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس اگر دونوں صورتیں جائز ہیں۔ تو پھر حنفی بجائیوں کے کٹو میں رہے ہیں۔ کیونکہ یہ چاہتا رہے اور وہ چوستی رہے۔ اور اس عبادت کا ثواب اٹوٹیکلی روح نعمان کو پہنچتا رہے۔ (حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۲۵ جلد اول)

**جواب:**

حنفی شیعہ کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے۔ ورنہ یہ لکھتے وقت اس کا ضمیر داگر زندہ ہے تو اُسے ضرور ملامت کرنا ہوگا۔ کہ کیا لکھ رہے ہو۔ اور خود کرتے کیا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مرد کے حقوق و فرائض اپنے ہوتے ہیں۔ اور بیوی کے اپنے حقوق و فرائض۔ جو شخص حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا۔ اُسے تو شادی ہی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن شادی کے بعد ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا شرعی طور پر قابل ستائش اور اچھا ہے۔ اس لیے اگر فقہ حنفی میں ان حقوق کو بطریقہ حسن ادا کرنے کی کوئی صورت ذکر ہوئی ہے۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟

رہا حنفی کا یہ کہنا کہ مس کی تشریح نہیں ہوئی۔ اور یہ منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہوگا۔ صرف منہ اور لب ہی کیوں پاؤں، گھٹنے اور سر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے۔ کہ مس کی کونسی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز، دراصل لبوں سے مس کرنا تو تمہیں اس لیے یاد آگیا۔ کہ







میں فرماتے ہیں۔ ”فقہ میں لوگ امام ابو حنیفہ کے بچے ہیں“ اور یہی اُن کا ہی قول ہے۔ کہ ”جو فقہ میں دسترس چاہتا ہے۔ اُسے امام اعظم ابو حنیفہ کا دامن تھامنا پڑے گا۔“

## لمحہ مکریہ:

بظاہر ایک عدد اعتراض تھا۔ لیکن اس کے ضمن میں چند عدد الزامات تھے۔ ہم نے ایک ایک کر کے اُن کی مدلل تردید کر دی۔ معترض نجفی شیعہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ فناوی تعلیم اُن کے شاگردوں اور مقلدوں کے ذریعہ امام موصوف کی ذات کو مورد طعن و اعتراض بنایا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چیز بھی دلائل صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت نہ کر سکا۔ تاریخ بغداد سے ان باتوں کو نقل کرتے وقت، نہ تو ان کے حواشی کو دیکھا گیا۔ نہ ان کے راویوں کی چھان بین کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ ہی ان کے منسوب کردہ حضرات کے تعریفی اور عظیمی اقوال دیکھنے نصیب ہوئے۔ بس فکر یہ تھی کہ وہ فقہ حنفی، کو کسی طریقہ سے مورد الزام ٹھہرایا جائے۔ اور اس فکر کے پیش نظر میرے کو ”لاٹھی“ کا سہارا ملا مگر وہ بھی چھن گیا۔ لاٹھی والے تو خود اس کی ٹانگیں توڑنے کے درپے ہیں۔ اور یہ بیچارہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ میں اس سے وہ فقہ حنفی، کو ہانکوں گا۔ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔ ان کی تمام نرگوششیں دنیوی زندگی میں اکارت ہو کر رہ گئیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



## اعتراض نمبر ۹

ابو بکر کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو

بدل دیا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۴۴۱۔ محمد بن عامر الطائی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دمشق میں دو بوڑھے نکلے ہیں۔ ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا۔ کہ تو نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل دیا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ یہ ابو بکر ہے۔ اور دوسرا دین کو بدلنے والا ابو حنیفہ ہے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن شیبہ کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کو نبی سے زیادہ عالم جانتے ہیں۔ نیز صفحہ ۴۴۲ میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری کہتا تھا۔ کہ ابو حنیفہ نہ قابل اعتماد تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

نیز ص ۴۴۸ میں لکھا ہے۔ کہ خود امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ کان اکبَر حَنِيفَةً يَكْذِبُ۔ کہ ابو حنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور ص ۴۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ عمرو بن علی ابو حفص کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ حافظ حدیث نہ تھا۔ اور ص ۴۵۱ میں لکھا ہے۔ کہ احمد بن شعیب نسائی کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو ٹی حدیث میں معتبر نہیں ہے۔



نوٹ:

مناظر اعظم تونسوی صاحب شیعوں کو چھوڑنے سے پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرہویں جلد میں اپنے امام اعظم کی شان ملاحظہ کر لیتے۔ تو آپ کے لیے بہتر تھا۔

نہ تم مدے، ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے  
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جواب:

نجفی شعی نے مذکورۃ الصدر اعتراض کے ضمن میں چند ایک باتیں کہی ہیں۔ ترتیب وار ملاحظہ ہوں۔

- ۱۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ کو جو دین بدلنے والا، کہا ہے۔
- ۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابو حنیفہ کو یہودی کہا ہے۔
- ۳۔ علی ابن جریر نے کہا۔ کہ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ابو حنیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے ہیں۔
- ۴۔ سفیان ثوری کا کہنا ہے۔ کہ کوفہ میں ابو حنیفہ نہ تو اعتماد کے قابل تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

- ۵۔ احمد بن حنبل کے نزدیک ابو حنیفہ جھوٹا بولتا تھا۔
- ۶۔ عمرو بن علی ابو حفص کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ حافظ الحدیث نہ تھا۔
- ۷۔ احمد بن نسائی امام ابو حنیفہ کی حدیث کو معتبر نہیں کہتے تھے۔



## تردید امر اول

”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گریبان پھر کرامام اعظم کو کہنا کہ اس نے دین بدل دیا ہے“  
اس روایت کا راوی محمد بن علی بن عطیہ سخت مجروح ہے۔ لہذا ایسے راوی کی روایت سے  
امام اعظم کی ذات مطہون نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### میزان الاعتدال:

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ عَطِيَّةٍ أَبُو طَالِبٍ الْمَكِّيُّ الزَّاهِدُ  
الْوَعِظُ صَاحِبُ الْقُوَّةِ حَدَّثَنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ  
الْمَصِصِيِّ وَالْمُفِيدِ وَكَانَ مُجْتَمِعًا فِي الْعِبَادَةِ حَدَّثَنَا  
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْأَزْجِيِّ وَعَنْ غَيْرِهِ قَالَ الْخَطِيبُ  
ذَكَرَ فِي الْقُوَّةِ أَشْيَاءَ مُنْكَرَةً فِي الصِّفَاتِ وَكَانَ  
مِنْ أَهْلِ الْجَبَلِ وَفَشَاءَ بِمَكَّةَ قَالَ لِي أَبُو طَاهِرٍ  
الْعَلَّافُ إِنَّ أَبَا طَالِبٍ وَعَظَ بِبَغْدَادٍ فَخَلَطَ فِي  
كَلَامِهِ وَحَفِظَ عَنْهُ أَتَدَقُّ أَلْ لَيْسَ عَلَى الْمَخْلُوقِينَ  
أَحْسَنُ مِنَ الْخَالِقِ فَيَدْعُوهُ وَهَجَرُوهُ فَبَطَلَ  
الْوَعْظُ۔



## ترجمہ:

”القوت“، کتاب کا مصنف محمد بن علی بن عطیہ زاہد اور ولفظ تھا۔ علی بن احمد مصیعی اور مفید سے حدیث کی روایت کرتا ہے۔ اور عبارت میں بہت منہمک رہتا تھا۔ عبد العزیز ازجی وغیرہ نے اس سے حدیث کی روایت کی خطیب نے کہا ہے۔ کہ اس نے اپنی تصدیق ”القوت“ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں منکر باتوں کا ذکر کیا ہے۔ پہاڑی آدمی تھا۔ اور مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔ مجھے (صاحب میزان الاعتدال) ابو طاهر علاف (امام ذہبی) نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ محمد بن علی ابو طالب نے بغداد شہر میں وعظ کیا۔ اور تقریر میں ادھر ادھر کی مخلوط باتیں کہیں۔ اور لوگوں سے یہ کہتے ہوئے پایا۔ کہ مخلوق پر خالق سے زیادہ احسان کرنے والا کائنات نہیں۔ (خالق کا ایک معنی جھوٹ گھڑنے والا بھی ہے۔ اور اس جگہ اس کی بھی مراد تھی) یہ سن کر لوگوں نے اسے بدعتی سمجھا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح اس کی مجلس وعظ باطل ہو گئی۔

## الحکم کر یہ:

قاری بن کرام! امام ابو حنیفہ پر اعتراض کرنے کے لیے نجفی شیعہ کو اس روایت سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن علی عطیہ ایسا شخص ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں عجیب و غریب باتیں ملایا کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت میں بھی ادھر ادھر کی جمع کر لیا کرتا تھا۔ اور اس کے متعلق یہ باتیں خود تاریخ بغداد کے مصنف نے کہیں۔ لہذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں تعجب اس بات پر ہے۔ کہ نجفی شیعہ ”در حجت الاسلام“ ہونے کے باوجود



یہ نہیں جانتا کہ کسی عام آدمی کا خواب دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ چاہے خواب دیکھنے والا کتنا ہی متقی اور مخلص مومن ہو لیکن یہ خواب تو اس شخص کا ہے جو صفات باری تعالیٰ اور وعظ و نصیحت میں بھی ہیرا پھیری کیا کرتا تھا۔ ایسے شخص کا خواب لے کر نجفی کو نسا تیر چلا رہا ہے۔ یہ خواب تو خواب دیکھنے والے کی تسلی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امام اعظم کی ذات پر اعتراض کی دلیل بن جائے۔ نجفی ضعیفی کے پیش نظر اپنوں کو خوش کرنا ہے۔ سودہ کرتا ہے چاہے دھول اپنے ہی سر پر پڑے۔

## فاعتبروا یا اولی الابصار

## تردید مردم

دو ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ امام اعظم کو یہودی سمجھتے تھے۔ پہلے الزام کی طرح اس میں بھی کوئی قوت اور طاقت نہیں۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن علی القاضی الواسطی ہے۔ جو ضعیف بلکہ واضح الحدیث ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقرئ

ضَعِيفٌ..... وَقَالَ الْخَطِيبُ رَأَيْتُ لَهُ أَصُورًا لَا

مُضْطَرِبَةً وَأَشْيَاءَ سَمَاعَةٍ فِيهَا مَفْسُودٌ.....

قَالَ الْخَطِيبُ فَاسْتَنْكَرْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ أَرَأَيْتَ بَاطِلًا.....



وَقَالَ الْخَطِيبُ أَمَّا حَدِيثُ اخِذِ الْيَدِ فَأَنَّهُ مُرَبُّوْضِعُهُ  
فَأَنكَرْتُ عَلَيْهِ فَاْمْتَنَعَ بَعْدَ مِنْ رِوَايَتِهِ وَرَجَعَ  
عَنْهُ وَذَكَرَ الْخَطِيبُ أَشْيَاءَ تَوْجِبُ  
وَهْنَهُ۔

رمیزان المیزان الاعتدال

جلد سوم ص ۱۰۶ حرف المیر۔

### ترجمہ:

محمد بن علی القاضی ضعیف ہے۔ خطیب نے کہا کہ میں نے اس کے اصول  
مضطرب پائے۔ اور کچھ ایسی روایات کہ ان کا سماع فاسد ہے۔ (یعنی  
یہ ان کو سن کر بیان کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی سماعت  
کا کوئی ثبوت نہیں) خطیب ہی کا قول ہے کہ میں نے اس کی روایت  
(ہاتھ پکڑ کر روایت بیان کرنا) کو منکر قرار دیا۔ اور میں نے کہا کہ میں اس  
کو باطل سمجھتا ہوں خطیب کا یہ بھی کہتا ہے کہ ہاتھ پکڑ کر بیان کرنے  
والی حدیث اس کی من گھڑت حدیث ہے۔ میں اسے منکر سمجھتا ہوں  
پس وہ اس حدیث کو بعد میں روایت کرنے سے باز آگیا۔ اور اس سے  
رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے اور بھی بہت سی ایسی باتیں اس  
کے متعلق ذکر کی ہیں جو اس کی حالت کو اور بھی کمزور کر دیتی ہیں۔

### حاشیہ تاریخ بغداد:

وَكَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِمَّنْ أَدْرَكْنَا يَقْدِرُ حُوتَ  
فِيهِ وَرَأَيْتُ فِي كِتَابِ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ بَعْضِ الشُّيُوخِ



الْمَعْرُوفَيْنِ حَدِيثًا اسْتَنْكَرْتَهُ وَكَانَ مَثْنً  
طَوِيلًا مَوْضُوعًا مُرَكَّبًا عَلَى اسْنَادٍ وَاضِحٍ صَحِيحٍ  
وَذِكْرٍ فِي تَضَعِيفِهِ كَلَامًا۔

رحاشیہ تاریخ بغداد جلد ۳۱

(ص ۲۲۱)

ترجمہ :

جتنے بھی اہل علم کو ہم نے پایا۔ وہ ابوالعلاء واسطی کی روایات پر تنقید ہی کرتے تھے۔ میں نے اس کی کتاب میں دیکھا۔ کہ اس نے بعض معروف و مشہور محدثین سے ایسی روایات ذکر کیں۔ جن کو میں منکر سمجھتا ہوں۔ ان احادیث کا متن طویل، موضوع اور واضح صحیح اسناد سے مرکب تھا اس ابوالعلاء کو ضعیف قرار دینے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

”محمد بن العلاء الواسطی“ روایت مذکورہ کا راوی ہے۔ اور حوالہ مذکورہ کی روشنی میں اپنے اس کے متعلق پڑھا۔ معروف محدثین کے نام پر من گھڑت احادیث روایات بیان کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اس کی روایت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ باتیں اس راوی کے متعلق خود خطیب بغدادی کہہ رہا ہے۔ جس کی کتاب سے نجفی نے امام اعظم کی ذات پر اعتراض کے لیے حوالہ ذکر کیا تھا۔ نجفی نے الزام کی عبارت پڑھی۔ اور امید ہے۔ کہ اس پر تحریر شدہ حاشیہ بھی دیکھا ہوگا۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی یہ الزام تراشنے سے باز نہ آیا کیا کرتا۔ بغض و حسد کا ایسا مرض لگا ہوا ہے۔ کہ حقیقت دیکھنے ہی نہیں دیتا۔



## تردید مرسوم

علی بن جریر کا کہنا کہ کوئی وہ ابو حنیفہ کو اللہ کے رسول سے بھی  
بڑا عالم مانتے تھے۔ کیا واقعی ایسا تھا؟ ایسے ذرا اس روایت کے راویوں کو دیکھیں۔ تاکہ دودھ  
کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ اس میں ایک راوی محمد بن مہلب ہے۔ یہ کیا تھا۔  
سنئے۔

### الکامل فی ضعف الرجال

محمد بن المہلب عند الحرافی سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ  
بْنَ أَبِي مَعْشَرٍ يَقُولُ كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ -

(۱) - الکامل فی ضعف الرجال جلد ۶ ص ۲۳۹

مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۲) - لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۹۸ مطبوعہ بیروت

طبع جدید

### ترجمہ:

محمد بن مہلب حرانی کے متعلق عبد اللہ بن عدی کہتے ہیں۔ کہ میں نے حسین  
بن ابی معشر کو کہتے سنا۔ کہ یہ شخص حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔



## خلاصہ:

روایت مذکورہ کے من گھڑت ہونے کی شہادت مل گئی۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن مہلب یہ کام کیا کرتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اس من گھڑت روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر لگایا گیا۔ الزام سرے سے بے بنیاد ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کی ذات وہ ہے۔ جن کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ کسی مسئلہ کے درپیش آنے کے وقت وہ اس کا حل قرآن کریم سے تلاش کرتے اگر نہ پاتے تو احادیث مبارکہ سے اس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر آیت قرآنی یا حدیث نبوی مل جاتی۔ تو وہی جواب ہوتا اس کیلئے تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۲۶ ملاحظہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابو حنیفہ اپنے تئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کجا بلکہ آپ کا ادنیٰ غلام سمجھتے تھے۔ اور اپنے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے مقابلہ میں سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح سمجھتے تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مقابلہ تو بہت دور کی بات ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا علم بھی ان کے لیے اپنے قیاس و اجتہاد سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ ان کے معتقدین علم میں ان کو اتنا بڑھاتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے تھے۔ ایک بہتان صریح اور بے مثل جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## تردید امر چہارم

”ابو حنیفہ قابل اعتبار اور دیانت دار نہیں“ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ روایت چونکہ مؤمل بن اسماعیل کی سند سے مروی ہے۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اس لیے خود روایت ہی قابل اعتبار نہیں ہے۔

### میزان الاعتدال:

قال البخاری مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ فِي حَدِيثِهِ خَطَاءٌ كَثِيرٌ..... مَاتَ بِمَكَّةَ فِي رَمَضَانَ سَنَ سِتٍّ وَمَائِيَّتَيْنِ قَالَ مؤمل بن اسماعیل حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَدِمَ الْمُتْعَةُ الطَّلَاقَ وَالْحِدَّةَ وَالْمِيرَاثَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

رمیزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۲۱

حرف المایم۔ مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو ”منکر الحدیث“ کہا۔ ابو زرعة نے اس کی حدیث کو کثیر غلطیوں والی بتایا۔ یہ ۲۰۶ھ میں بمقام مکہ فوت



ہوا۔ اسی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: ”ممتنع“، تین چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔ طلاق، عدت اور  
میراث۔ یہ حدیث منکر ہے۔

## لمحوظ کریں:

سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کا راوی  
مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا  
ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ اور الزرعہ ایسے محدث کا اسے ”منکر“ قرار دینا اس  
کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے کافی دشانی ہے۔ رہا جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام  
ابو حنیفہ کے متعلق خیال تو اس کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ اسی تاریخ بغداد  
میں ان کا ایک اور قول ملاحظہ کریں۔

## تاریخ بغداد:

محمد بن بشیر کہتا ہے۔ کہ میرا امام ابو حنیفہ در سفیان ثوری رضی اللہ عنہ دونوں  
کی طرف آتا جانا رہتا تھا۔ ایک نعم میں جناب سفیان ثوری۔۔۔۔۔  
کے پاس تھا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہاں سے آئے ہو۔  
میں نے عرض کیا۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس۔ سے حاضر ہوا ہوں۔ پس کر  
سفیان ثوری نے فرمایا۔ لَقَدْ جِئْتَ مِنْ جَنْدِ أَفْقَاءِ أَهْلِ  
الْأَرْضِ۔ تو روئے زمین میں سے سب۔ سے بڑے فقیر کے پاس سے  
آیا۔ ہے۔



اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر ان کا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ پھر انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اور خود سامنے زانو تہ کر کے تشریف فرما ہوئے۔ اس کی وجہ بیان کی۔ کہ ابو حنیفہ کا علم، علم، زہد و تقویٰ اور ان کا تفتہ فی الدین ہر ایک خوبی ایسی ہے۔ جو مجھے ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

(جلد ۱۲ ص ۴۴۱)

تاریخ بغداد کی ان عبارات نے ثابت کر دیا۔ کہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے

نزدیک

امام ابو حنیفہ

رضی اللہ عنہ محترم اور مکرم تھے۔ اس قدر ان کے علمی و فتنی مقام کا احترام کرنے والا یہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ ناقابل اعتبار اور بددیانت تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ اہرام مؤمل بن اسماعیل "منکر الحدیث" کی اپنی اختراع ہے اور سفیان ثوری اس سے بری ہیں۔

## تذید مرتجم

"امام ابو حنیفہ جھوٹ بولتے تھے، تاریخ بغداد کے حوالے سے یہ بات امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جناب امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ اُن کا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابھی پچھلے اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہذا عقل سلیم نہیں کرتی۔ کہ استاد تو کسی شخصیت کا از حد احترام کرتا ہو۔ اور اس کا شاگرد احترام کی بجائے اُسے جھوٹا کہتا پھرے۔ روحانی داد کے ساتھ ایسا سلوک غیر متوقع ہوتا ہے۔ اسی تاریخ بغداد میں اس المحدثین یحییٰ بن سعید القطان (کہ جن کی تنقید سے شاید ہی کوئی بچا ہو) امام ابو حنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں۔



يَحْيَىٰ بْنِ مَعِينٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَحْيَى الْقَطَّانَ  
 يَقُولُ جَالَسْنَا وَاللَّهَ أَبَا حَنِيفَةَ وَسَمِعْنَا مِنْهُ وَ  
 كُنْتُ وَاللَّهِ إِذَا أَنْظَرْتَ إِلَيْهِ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ  
 أَنَّهُ يَتَّقِي اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ -

جلد ۳ ص ۳۵۲

ترجمہ:

کہ ہم ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم نے اُن کی  
 کچھ باتیں سنیں۔ خدا کی قسم! میں جب بھی اُن کی طرف دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے خوف  
 اور تقویٰ کے نمایاں آثار مجھے ان کے چہرہ پر نظر آتے۔

قارئین کرام! یکے بن سعید القطان ایسا ناقد جس شخصیت کو متقی قرار دے۔ امام شافعی  
 رحمۃ اللہ علیہ جسے ”افقر الناس“ کہیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جن کا کھڑے ہو کر استقبال  
 کریں۔ کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ ایسی شخصیت کے بارے  
 میں وہ الفاظ کہیں۔ جو ان کی طرف فسوب کیے گئے۔ خوفِ خدا اور جھوٹ بولنا یہ دونوں باتیں  
 ایک ہی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام امام احمد  
 بن حنبل کی طرف صرف فسوب کر دیا گیا۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔



## تردید امر ششم

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث نہ تھے، عقل اس الزام کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور تفقہ فی الدین کو دنیا کو تسلیم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ائمہ مشہور میں سے ہر ایک نے اور بالخصوص امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ابو حنیفہ ”افقہ الناس“ تھے۔ سفیان ثوری انہیں فقیہ بے مثل کہیں۔ ”سوپر“ ”افقہ الناس“ کس چیز کا نام ہے۔ اس کے سلسلہ اصول قرآن و حدیث میں۔ یعنی ان دونوں کا عالم ہوئے بغیر کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا۔ جب فقیہ بنایا ہونا ان دونوں پر موقوف ہو تو ”افقہ الناس“ کو ان میں سے احادیث سے نابلد کہنا کس قدر حماقت اور جہالت ہے۔ اس عقلی دلیل کے علاوہ روایت مذکورہ ویسے بھی مزدشس و مجروح ہے۔ قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ اس کی سندیں سہل بن احمد نامی راوی ناقابل اعتبار ہے۔

## لسان المیزان:

سہل بن احمد دیباجی حَدَّثَ عَنِ النَّضْلِ بْنِ الْحَبَابِ رُفَعِيَ بَا لَا خَوَيْنَ الرِّفْضِ وَالْكَذِبِ رَمَاهُ الزُّهْرِيُّ وَخَيْرُهُ انْتَهَى..... وَقَالَ ابْنُ أَبِي الْفَوَارِسِ كَانَ رَا فِضِيًّا غَالِيًّا كَتَبْنَا عَنْهُ كِتَابَ



اس کی بدولت آدمی بچ جاتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باوجود اس قدر نکاح کرنے کے کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اپنے ایسا شہوت پرستی کی خاطر کیا حسد و بغض کی عینک اتار کر بخفی اگر دیکھتا۔ توفیقہ خفیہ پر اسے کوئی اعتراض نظر نہ آتا۔ اور اگر آتا تو پھر اپنے امہ کے اقوال و اعمال پر بھی تنقید ہوتی۔ اس لیے گندی زبان کو روکنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ اپنے بیگانے سمجھی اس کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



# الغتر ارض منبر

بیوی اور میاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد حلالی ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَوْ تَزَوَّجَ وَهُوَ بِالشَّرْقِ  
امْرَأَةً وَهِيَ بِالْمَغْرِبِ وَأَتَتْ بِوَلَدٍ  
لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنَ الْعَقْدِ كَانَ الْوَلَدُ  
مُلْحَقًا بِهِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مَسَافَةٌ لَا  
يُمْكِنُ أَنْ يَلْتَقِيَا أَصْلًا -

۱۔ رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ جلد دوم

ص ۶۹ کتاب النکاح

۲۔ الدر المنثور جلد دوم ص ۴۴ کتاب النکاح

فصل فی ثبوت القصد ۱۰

۳۔ میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم

صفحہ نمبر ۱۲۸

ترجمہ:

امام اعظم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص مشرق میں رہتا ہے۔ اور کوئی  
عورت مغرب میں رہتی ہے۔ اور ان کے درمیان اتنی مسافت  
ہے کہ ان کا آپس میں ملاقات کرنا ناممکن ہے۔ اور پھر



ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔ اور پھر وہ عورت چھ ماہ کے بعد بچہ جنے  
تو وہ بچہ اس مرد کا شمار ہوگا۔

خود:

بچہ ہے۔ جہاں عقل ہے وہاں سنی نہیں۔ اور جہاں سنی ہے وہاں عقل نہیں۔  
جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اور بقول صاحب درالمنہار  
ان دونوں میں اتنی مسافت ہے۔ کہ ایک سال میں طے ہوگی۔ پس جب مرد نے  
ہم بستری ہی نہیں کی تو پھر اس عورت سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ اس مرد کا  
نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بچہ حرامی ہے۔ لہذا دنیا کے تمام ولد الزنا حرامی لوگوں کو امام عظیم  
کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کی فقہ کو اپنا ناچا ہیئے۔ کیونکہ امام نے ان کے لیے  
شریعت میں کافی گنجائش رکھی ہے۔



# اعتراض نمبر ۵۸

## نبوت نسب کا عجیب طریقہ

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّهُ لَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً  
وَعَابَ عَنْهَا سِنَيْنِ فَأَتَاَهَا خَبْرًا وَفَاتَهُ  
فَاعْتَرَفَتْ ثُمَّ زَوَّجَتْ وَأَتَتْ بِأَوْلَادٍ  
مِنَ الثَّانِي ثُمَّ قَدِمَ الْآوَلُ إِنَّ الْأَوْلَادَ  
يَلْحَقُونَ بِالْآوَلِ-

(میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)

(رحمت الامر فی اختلاف الائمہ کتاب اللعان

جلد دوم ص ۶۹)

(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح جلد اول

ص ۱۰۰ فی وسائل النسب)

ترجمہ:

امام اعظم کہتے ہیں کہ مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔ پھر مرد  
بہیں کئی برس تک چلا گیا۔ پھر اس عورت کو اس مرد کی موت کی  
خبر پہنچی۔ اور اس عورت نے اس مرد کی مدت وفات گزار کر  
کسی دوسرے مرد سے شادی کر لی۔ اور پھر اس دوسرے مرد سے



کئی بچے جنے ہیں۔ پھر اتفاق سے وہ پہلا شوہر بھی اگیا۔ امام اعظم کہتا ہے  
وہ تمام بچے اسی پہلے شوہر کے ہیں۔

**نوٹ:**

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت یہ ہے۔ رَجُلٌ غَابَ عَنْ إِهْرَاقِهِ  
وَمِنْ بَيْتِهِ أَوْ بَيْتِهَا فَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ فَوَلَدَتْ كُلَّ  
سَنَةٍ وَلَدًا قَالَ أَبُوهَا حَنِيفٌ أَلَاؤُ لَا قَوْلَ كَإِذَا  
کوئی شخص اپنی بیوی سے غائب ہو گیا۔ اور اس بیوی سے اس نے ہم بستری نہیں  
کی۔ اور اسے کنواری ہی چھوڑ گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی  
کی۔ اور ہر سال ایک عدد بچہ جنا۔ امام اعظم کہتا ہے۔ کہ وہ تمام بچے پہلے شوہر  
کے ہیں۔ بتے بتے فقہ نعمان۔ ع شمعروہ ہے جو فتوہ لوہار کہتا ہے۔ دنیا کے عقل مند  
بل کر دماغ لڑائیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ جب ایک مرد نے ایک عورت سے صرف نکاح  
کیا ہے۔ اور اسے کنوارے پن میں ہی چھوڑ کر چلا گیا۔

- پھر اس عورت نے

دوسرا نکاح کر کے ایک درجن بچے جنے ہیں۔ یہ بچے پہلے شوہر کی اولاد کیسے بن گئی۔  
حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

**جواب:**

در المختار، میزان الکبریٰ اور فتاویٰ قاضی خان سے نجفی نے (مختصر طور پر)  
تین اعتراض پیش کیے ہیں۔

۱۔ میاں بیوی کے درمیان مشرق و مغرب کی مسافت ہو۔ اور عورت چھ ماہ  
گزرنے پر بچہ جنے۔ یہ مسافت بظاہر چھ ماہ میں طے نہیں ہو سکتی۔ اس  
صورت میں وہ بچہ اسی مرد کا ہو گا۔



۲۔ مرد اپنی بیوی کا فی عرصہ غائب رہا۔ پھر اس کی موت کی خبر بیوی کو پہنچی۔ اس نے تصدیق کے بعد عدت گزار کر نیا نکاح کر لیا۔ اب اس کے ہاں نئے نکاح کے بعد اولاد ہوئی۔ اتفاق سے پہلا خاوند کہیں سے زندہ آن نکلا۔ اس صورت میں اولاد اس پہلے خاوند کی ہوگی۔

۳۔ کسی کنواری یا غیر کنواری سے شادی کرنے پر مرد غائب ہو گیا۔ عورت نے دوسری شادی کر لی۔ اب ہر سال ایک بچہ جنمتی ہے۔ پھر پہلا خاوند آگیا۔ اس صورت میں بھی اولاد پہلے خاوند کی ہوگی۔

ان تینوں صورتوں پر نفی کا اعتراض یہ ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کی۔ ہم بستری نہیں ہوئی۔ تو ایسی حالت میں پیدا ہونے والا بچہ حرامی ہوگا؟ ایسے ذرا اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ مسائل اس شخصیت کے ہیں جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فقہاء کا باپ قرار دیا۔ کُلُّ فَقِيْهِ عِيَالٍ اِنِّیْ حَنِیْفَۃَ انسان کی عزت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ کوئی ایسا طریقہ کہ جس سے عزت نفس مجروح ہوتی ہو۔ اس کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کی گئی۔ دیکھئے کسی شخص کو زانی کہنا دراصل معاشرہ میں اُسے بے عزت کرنا ہے۔ اس لیے اس پر سخت پابندی لگائی گئی۔ وہ یہ کسی کے زانی ثابت کرنے کے لیے چار مردوں کی گواہی (اور وہ بھی زنا کرتے ہوئے بلا حجاب دیکھ کر) رکھی گئی۔ بظاہر اس شرط کے ساتھ کسی پر زنا کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ عقل ایک شخص کو بدکار تسلیم کرے۔ لیکن چار عینی گواہیوں کے بغیر شرع کسی کو بدکاری کا مرتکب قرار نہیں دیتی۔ بلکہ چار سے کم گواہ ہونے کی صورت میں ان کے گواہوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ عزت نفس کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح نسب کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ حلالی حرامی ہونے میں عزت و بے عزتی کا دخل ہے۔ اور پھر پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ اَلْوَلَدُ لِلْفَرْشِ



بچہ نکاح والے کا ہے) کے مطابق حتیٰ الوسع کسی بچہ کو حلالی بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ حرامی ہونے کے وجہ سے اس کی عزت پر صرف نہ آئے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو یہی کوشش ہوگی۔ اسی ضابطہ کے تحت علامہ کلینی نے فروع کافی میں ایک مسودہ مندرج کیا۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بیٹی سے عقد کرے۔ اور اس عقد سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو حرامی نہیں کہہ سکتے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی کہ اگر دیکھا جائے کہ ماں سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ زنا بنے گا۔ اور زنا کی پیداوار حرامی، ہی کہلائے گی۔ لیکن اگر یہ دیکھا جائے کہ اس نے باقاعدہ نکاح کیا ہے۔ تو نکاح کے بعد پیدا ہونے والا بچہ جائز اور حلالی ہوتا ہے۔ اس امکان کے ہوتے ہوئے اگر پھر بھی کوئی شخص اس بچہ کو حرامی کہتا پھرے۔ تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۲، ۵ مطبوعہ تہران)

نخفی کو اپنے مسلک کے ایک علامہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر مسلک حق اہل سنت پر مذکورہ عبارات سے اعتراض کیوں؟ کیونکہ جس طرح کلینی نے امکان نکالا۔ اسی طرح وہاں بھی پہلے فاوند کا نکاح بدستور قائم ہے۔ اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنے پر نخفی کے پیٹ میں کیوں مروڑاٹھے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مسائل جس موضوع کے تحت مذکور ہوئے۔ کمال بدنیتی سے نخفی نے اس طرف کوئی اشارہ نہ کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان طویل مسافت ہونے کے باوجود (کہ جو عادتاً چھ ماہ میں طے نہ ہو سکتی ہو) بچہ اسی مرد کا ہوگا۔ اس کی وجہ خود صاحب ردالمحتار سے پوچھی ہوتی۔ اور پھر اُسے قارئین کے سامنے پیش کر دیا جامد اس کے بعد اعتراض کرنا زیب دیتا تھا۔ سنیئے۔ علامہ شامی نے درمختار کی

مذکورہ عبارت کے تحت ان الفاظ سے عنوان یا موضوع باندھا ہے۔

”مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستنادات“



یعنی چند مسائل فقہیہ ایسے کہ جن سے حضرات ادویہ کرام کی کرامت اور غیر مرئی طاقتوں سے قدرت لینا ثابت ہوتا ہے۔ یہ عنوان باندھ کر صاحب ردالمحتار نے تحریر فرمایا ہے:-

## رَدُّ الْمُحْتَارِ

وَعِبَارَةٌ الْفَتْحِ وَالْحَقُّ أَنَّ الْمُتَصَوِّرَ شَرْطُ  
وَالِذَلِكَ وَجَاءَتْ امْرَأَةً الصَّبِيَّ بِوَلَدٍ لَا يُلِيَّتْ  
نَسَبُهُ وَالْمُتَصَوِّرُ ثَابِتٌ فِي الْمَغْرِبَةِ لِثَبُوتِ  
كِرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْإِسْتِخْدَامَاتِ  
فَيَكُونُ صَاحِبَ خُطْوَةٍ أَوْ جَنَّتْ.....  
وَالْمُرَادُ مَا فِي الْفَتْحِ مِنْ اثْبَاتِ كَلِمَةِ الْمُسَافَةِ  
كَرَامَةٍ وَذَلِكَ أَنَّ التَّفْتَانِيَّ قَالَ إِنَّمَا  
الْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ أَهْلِ السُّنَّةِ حَيْثُ  
حَكَمُوا بِالْكُفْرِ عَلَى مَعْتَقِدِ مَا رَوَى عَنْ  
إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَرْهَمٍ النَّخَعِيِّ ثُمَّ قَالَ وَالْإِنْصَافُ  
مَا ذَكَرَهُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ حِينَ سُئِلَ عَنْ  
مَا يُعْكَى أَنَّ الْكُفْرَ كَانَتْ تَزُودُ وَاحِدًا  
مِنْ الْأَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوزُ الْقَوْلُ بِهِ فَقَالَ  
نَقْضُ الْعَادَةِ عَلَى سَبِيلِ الْكَرَامَةِ لِأَهْلِ الْوِلَايَةِ  
جَائِزٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ -







کا اشارہ کیے دیتے ہیں۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ یقیناً جو ملک سب باد کی ملک تھی اس کے وزنی تخت کو سینکڑوں میل کی مسافت سے اُنکھ بھٹکنے سے پہلے دربار سلیمان میں حاضر کر دینا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کی کرامت تھی۔ تو اس سے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی کرامات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ طویل مسافت کا سمٹ جانا یہ اصف بن برخیا کی کرامت تھی۔ اور اسی کرامت پر علامہ انشائی نے ان مسائل کو درج فرمایا۔ اس کرامت کا ثبوت اہل بیت کے امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

## مجمع البیان:

إِنَّ الْأَرْضَ طَوَّيْتُ لَهَا، وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مجمع البیان جلد چہارم ص ۲۲۲ جزء ۱ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

(منہج الصادقین جلد ۱ ص ۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ:

بے شک اصف بن برخیا کے لیے زمین پیٹ دی گئی تھی۔ یہ روایت  
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

نہجی کا مذکورہ مسائل پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا اگرچہ عوام کے لیے بدلت  
کشش ہو سکتا تھا۔ لیکن حقیقت کے سامنے آنے پر کوئی بھی اس کی بجواس کو تسلیم کرنے  
کے لیے تیار نہ ہو گا۔ دراصل حسد و نفیض کی آگ میں بھنا جا رہا ہے۔ اور ایسے عبارات  
نکلنے ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ نہجی کے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ بہر حال امام عظیم  
رضی اللہ عنہ کی فقاہت و ذہانت کی نہجی ایسوں کو ہوا بھی نہ لگی۔ اور گرگٹ کی طرح



ناز فرد میں پھونکیں مار کر خلیل اللہ کو ستانے کی کوشش کی گئی۔ البتہ اللہ العزت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ثبوت نسب میں ہر امکانی صورت ملحوظ ہوتی ہے! اسی امکانی صورت کے پیش نظر مغرب میں بسنے والی عورت کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مشرق میں بسنے والے خاوند کا ہی متصور ہوگا۔ اور یہ امکان اس امکان سے بہر حال زیادہ قوی ہے۔ جس کے تحت حقیقی ماں یا بیٹی سے عقد کرنے پر پیدا ہونے والے بچہ کو حرامی کہنے سے روکا گیا۔ اور رضہ کی کو حد لگانے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ عقل و بصیرت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۵۹

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں طلاق کی شان

صحیح مسلم:

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ابو بکر اور عمر کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں جو ایک دفعہ دی جائیں۔ وہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرِ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ إِتَاءَةٌ۔ عمر نے کہا کہ جس بات میں لوگوں کو مہلت دی گئی ہے۔ انہوں نے اس میں جلدی کی ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کریں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ص ۵۷۷)

نوٹ: ہدایہ شریف کتاب الطلاق جلد دوم ص ۲۵۵ میں لکھا ہے۔

وَ طَلَاؤُ الْبِدْعَةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ  
أَوْ ثَلَاثًا فِي طَهْرٍ وَاحِدٍ فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ  
وَقَعَ الطَّلَاقُ وَكَانَ عَاصِيًا۔



ترجمہ :

طلاق بدعت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ایک کلمے سے تین طلاقیں دے۔  
جب اس طرح کوئی کرے گا۔ تو وہ طلاق جو اس نے دی ہے۔  
درست ہے۔ لیکن وہ شخص گنہگار ہوگا۔

مذکورہ طلاق کو سنی بھائی بدعت بھی کہتے ہیں۔ اور گناہ بھی۔ لیکن عمر صاحب کی  
غلطی کو چھپانے کی خاطر اس برائی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی ضد کا نتیجہ یہ ہے  
کہ جس عورت کو ایک وقت میں تین طلاقیں ہو جائیں۔ تو وہ اس شخص پر حرام ہو  
جاتی ہے۔ اور جب تک کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح نہ کیا جائے۔  
اور وہ دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق نہ دے۔ تو وہ پہلے شخص کے لیے حلال  
نہیں ہوتی۔ اور اسی ہیرا پھیری کا نام سنی بھائیوں میں ہے حلالہ۔ اور یہ حلالہ  
زنا سے بھی زیادہ بدترین ہے۔ کیونکہ زنا میں کم از کم طرفین تو راضی ہوتے ہیں۔  
لیکن حلالہ میں عورت دل سے دوسرا شوہر کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اگر دوسرا  
بالفرض پسند ہی جائے۔ تو پھر دل سے پہلے پر راضی نہیں ہوتی۔

## سنی فقہ میں حلالہ کی نشان

ہدایہ مع الدرایہ :

وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ  
مَكْرُوهٌ۔

رہدایہ مع الدرایہ جلد دوم، کتاب الطلاق باب الرجوع



ترجمہ:

اگر کوئی شخص کسی عورت سے صلاہ کی خاطر شادی کرے۔ تو نکاح کرنا  
مکروہ ہے۔

نوٹ:

اس عبارت کے بعد صاحب ہدایہ نے پیغمبر کی یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے  
کہ لعنَ اللہُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَدُنَّ اللہِ تعالیٰ نے اس مرد پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ کہ  
جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر صلاہ کی خاطر دوسرے کو دے دی۔۔۔  
ہدایہ گواہ ہے کہ صلاہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کام ہے۔ اور جتنے الزامات وہ  
متعہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ یا تو بھی مرجع مصالحہ رنگ و روغن مسئلہ متعہ  
کو لگا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ صنفی لوگوں کے مسئلہ صلاہ پر  
فٹا سکتا ہے۔ اگر سنی علوانوں نے ہمیں زیادہ بتایا۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں  
گے۔ کہ جس بد نصیب بے چاری حنفی عورت کو تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس کو  
صلاہ نکھوانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہی منظر ہوتا ہے جو ایک مشکی ہوئی  
کتیا کا ہوتا ہے۔ جب کوئی کتیا مشکی ہوئی ہوتی ہے۔ تو کئی امیدوار خواہش مند کتنے  
جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک اس کے اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور باقی اپنے انتظار  
میں مگن ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتی ہے۔ پس امام اعظم  
کے مذہب میں صلاہ بھی کچھ اس قسم کا جلوہ دیتا ہے۔ کہ اس عورت کا بے غیرت  
خاندان اور اس مرد کا بے شرم قبیلہ جمع ہو جاتے ہیں۔ کاس مائی کے لیے کون سا  
سانڈ منتخب کیا جائے۔ جس خوش نصیب کے نام پر قرعہ آتا ہے۔ اس کے  
گڑ میں رہنے ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک شخص سے پوری طرح صلاہ نہ نکل سکے  
تو اس کو اس عورت سے اتار کر دوسرے کو چڑھا دیا جاتا ہے۔ چھوڑتے



تب میں جب غوث الاعظم کے واسطے دیتی ہے۔ (حقیقت فقہ ضغیہ ۱۲۲ تا ۱۲۵)

**جواب:**

اس طویل عبارت (جو کہ دراصل ”خرافات نجفیہ“ کی مصداق ہے) میں چند امور پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کی اجمالی فہرست پیش کر کے پھر ترتیب وار جوابات تحریر ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ بعد میں عمر بن الخطاب نے انہیں تین شمار کر کے شرع کی مخالفت کی۔

۲۔ سنی لوگ تین طلاقوں کو بدعت و گناہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان کے وقوع کو جائز بھی کہتے ہیں۔ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہوئے حلالہ کا حکم بھی دیتے ہیں۔

۳۔ ”حلالہ“ زنا سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ زنا میں فریقین راضی ہوتے ہیں اور حلالہ میں عورت ناراض ہوتی ہے۔

۴۔ حلالہ کی غرض سے نکاح کرنے والا سنیوں کے نزدیک ملعون بھی ہے اور پھر اس طریقہ کو جاری بھی کرتے ہیں۔

۵۔ حلالہ والی عورت مشک کی کتیا کی طرح ہوتی ہے۔

۶۔ ”حلالہ“ نکالنے والا سانڈ کی مثل ہے۔

**امراؤں کا جواب نمبر ۱**

نجفی نے اس اعتراض میں یہ ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں



نہیں ہی شمار کر کے سنتِ رسول کی مخالفت کی ہے۔ صحیح مسلم سے منقول روایت کی شرح میں امام نووی نے اس مسئلہ کو جن الفاظ سے بیان کیا۔ اُن کے پیش نظر نجفی کا یہ اعتراض و اشکال بالکل باقی نہیں رہتا۔ ملاحظہ ہو۔

## نووی شرح مسلم:

فَاَدَّصَحُّ اَنَّ مَعْنَاهُ اَقْتَهُ كَانَ فِيْ اَوَّلِ الْاَمْرِ اِذْ  
 قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ  
 وَلَمْ يَنْوِ تَاكِيدًا وَلَا اِسْتِيْنَاْفًا يُّعْكَمُ بِوُقُوْعِ  
 طَلْقَةٍ لِّقَلْبِهِ اِنْ اَدَّتْهُمْ اِلَا مَسْتِيْنَاْفٌ بِذَلِكَ  
 فَعُمِلَ عَلٰى الْغَالِبِ الَّذِي هُوَ اِرَادَةُ التَّاْكِيدِ  
 فَلَمَّا كَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ  
 كَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهَذِهِ الصَّحَّةِ  
 وَغَالِبُهُ مِنْهُمْ اِرَادَةُ الْاِسْتِيْنَاْفِ بِهَلْعُمِلَتْ  
 عِنْدَ الطَّلَاقِ عَلٰى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ  
 السَّابِقِ اِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا۔

رمسلم شریف جلد اول ص ۸۷

مطبوعہ اصح المطابع کراچی

## ترجمہ:

صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں  
 تین مرتبہ طلاق کہنے والا پہلی مرتبہ نیتِ طلاق سے لفظ بولتا۔ اور  
 دوسرے دونوں لفظ طلاق بنیتِ تاکید بولے جاتے تھے اس



لیے اس صورت میں ایک ہی طلاق ہونے کا فیصلہ کیا جاتا تھا کیونکہ اس دور میں ہر ایک لفظ کو مستقل طور پر بولنے کا ارادہ نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے غالب استعمال پر عمل کرتے ہوئے اسے تاکید میں شمار کیا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق کا دور آیا۔ تو لوگوں نے اس طریقہ کو (تین مرتبہ طلاق کہنے کو) مستقل کلام کے طور پر کہنا شروع کر دیا۔ اب حالت کی تبدیلی سے اس کو تین طلاقیں پر محمول کیا گیا۔ کیونکہ ایسا استعمال غالباً تین عدد طلاق کے لیے ہی ہوتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو تبدیل نہیں فرمایا۔ بلکہ مسئلے کی صورت تبدیل ہونے پر سب سے تبدیل کیا اس کی مثال مصارف زکوٰۃ کی دی جاسکتی ہے۔ اُن اٹھ مصارف میں وہ شخص بھی شامل تھا جو غیر مسلم ہو تاکہ اس کی مالی امداد کر کے اُسے اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن دور فاروقی میں موجود تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ اب ہمیں کسی کو مائل کرنے کے لیے زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شکر اسلام کافی مضبوط ہو چکا ہے۔ لہذا اس مصرف کو ختم کر دیا گیا۔ جب وہ وجہ باقی نہ رہی۔ تو حکم کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ طلاق ثلاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں بطور تاکید غالب استعمال ہوتی تھیں۔ لہذا انہیں ایک ہی شمار کیا جاتا رہا۔ پھر جب دور فاروقی میں انکا استعمال مستقل طور پر ہونے لگا۔ تو آپ نے تین کا حکم دے دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صورت حال پہلی ہی رہتی۔ تو عمر فاروق اس کے حکم کو تبدیل نہ کرتے۔ لہذا تین طلاقیں کو حنفی تین پوئی محمول اسی علت کی بنا پر کرتے ہیں۔



## امراقل کا جواب نمبر (۲)

نجفی نے تین طلاقوں کو شمار کرنا بدعتِ فاروقی کہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کے وقوع کا ضمناً انکار کیا ہے۔ کیونکہ اگر زمانہ رسالت میں تین طلاقیں بیک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت مل جائے تو پھر عمر بن الخطاب پر مخالفت سنت کا الزام نہیں آسکتا۔ اسی لیے ہم آپ کو دور رسالت میں تین طلاقیں بیک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت پیش کریں۔

**بیہقی شریف:**

رفاعۃ نامی صحابی نے جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد اس عورت نے حضرت عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کر لی۔ چونکہ یہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں یہاں خوش نہیں ہوں۔ میں تو پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: دو تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ لیکن ایسا اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب تک تم اور تمہارا موجود خاوند ہم بستی نہ کر لو۔

(زیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۲)

روایت بالا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے مجامعتِ زوجین شرط رکھی۔ اور یہی حلالہ ہے اور حلالہ کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب عورت پہلے خاوند کے نکاح سے بالکل نکل جائے۔ رفاعہ نے تین طلاقیں دیں۔ تو اگر وہ ایک ہی شمار ہوتی تو ایک کے بعد بھڑک زبانی یا عملی طور پر ہو سکتا تھا۔ دوسرے کے پاس جانے اور اس سے ہم بستی کرنے کی پابندی بتاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار فرمایا تھا۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ تاویل نکالے کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو بیہ مرتبہ د



بیک وقت تین طلاقیں نہ دی تھیں۔ بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جاتی رہی۔ تو ایسی طلاقیں کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس تاویل کا جواب حدیث میں موجود ہے۔

### بیہقی شریف:

محمد بن ایاس بن بکیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے اُسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہا۔ تو مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ میں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اُس نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں پوچھا۔ ان دونوں نے فرمایا۔ کہ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اب تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ کسی اور جگہ شادی کرے۔ پھر وہاں سے فارغ ہونے پر تیسرے عقد میں آ سکتی ہے۔ یہ سن کر وہ بولا۔ میں نے تو اپنی بیوی کو ہی ایک مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں۔ اور ایک ہی وقت میں دی تھیں۔ تو اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ بھائی۔ تم نے اپنے ہاتھ سے وہ چیز نکال دی ہے جس پر تجھے اختیار تھا۔ اب واپسی مشکل ہے۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ اگر بیک وقت اور بیک مرتبہ تین طلاقیں دی جائیں۔ تو یہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ یہ تو اکابر سے روایات تھیں۔ آئیے نجفی کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں نظریہ بتائیں۔

### بیہقی شریف:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقیدے میں عائشہ خنیمہ نامی عورت تھی۔ امام نے



اسے کہا۔ اِذْ مَبِیْ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا۔ جا چلی جا تجھے تین طلاقیں ہیں  
 یہ سن کر یہ عورت اس قدر روئی کہ امام موصوف کو بھی رونا آگیا۔ اس  
 کے بعد آپ نے فرمایا۔ تَوَلَّآ اَبْنٰی سَمِعْتُ حَدَّثَنِیْ اَوْ  
 حَدَّثَنِیْ اَبْنٰی اَنْتَ سَمِعَ حَدَّثَنِیْ یَقُوْلُ اَیْمًا  
 رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ طَلَاَقًا ثَلَاثًا عِنْدَ  
 الْاَقْرَآءِ اَوْ ثَلَاثًا مَّبْہِمَہٗ لَمْ تَحِلَّ لَہٗ حَتّٰی  
 تَشَکَّحَ رَوْحًا غَیْرَہٗ۔ یعنی اگر میں نے نانا جان سے یہ سنا  
 نہ ہوتا۔ یا میرے والد گرامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنا  
 ہوتی۔ ”جو شخص اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے۔ یا ایک ہی  
 لفظ میں مبہم طریقہ سے تین طلاقیں دیدے۔ تو وہ عورت اس مرد  
 کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی۔ جب تک کسی اور  
 جگہ شادی کر کے فارغ نہ ہو لے“ تو میں تجھے رکھ لیتا۔ لیکن اب  
 معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ  
 یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طلاقیں کے بارے میں یہی سنا تھا کہ ایک ہی  
 لفظ میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تین ہو جاتی ہیں۔ اسی کی تائید میں ایک اور  
 حدیث ملاحظہ ہو۔

**بہیقی شریف:**

عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابہ قال  
 جاء رجل الى علي رضي الله عنه فقال طلقني



إِمْرَأَتِي الْفَاقَالَ ثَلَاثًا تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ وَاقْسِمَ  
سَائِرَهَا بَيْنَ نِسَائِكَ

(بہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۵)

### ترجمہ:

حبیب بن ابی ثابت اپنے کسی ساتھی کی بات ذکر کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس  
آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ (اس کا  
کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا۔ تین نے تو اسے تجھ پر حرام کر دیا ہے  
اور باقی طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دور نبوی میں بھی تین شمار ہوتی  
تھیں۔ اور حضرات صحابہ کرام دائمہ اہل بیت کا اس پر عمل تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے  
پاس حاضر ہونے والے کے متعلق یہ گمان تو نہیں ہو سکتا کہ اس نے ہر ایک طہر میں  
ایک ایک کر کے ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ کیونکہ اس کے لیے تو عمر دراز چاہیے  
تو معلوم ہوا کہ اس نے بیک مرتبہ ہزار طلاقیں بولا تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ان میں  
سے تین کا چونکہ عورت محل بنتی ہے۔ وہ تو ہو گئیں اور باقی کا اس سے کوئی تعلق نہیں  
یہ حوالہ جات ہماری اہل سنت کی کتب سے تھے۔ جس سے زمانہ نبوی میں تین طلاقوں  
کا تین ہونا ثابت کیا گیا۔ اب کتب شیعہ سے بھی یہ مسئلہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

### وسائل الشیعہ:

عن ابی ابی جعفر علیہ السلام قَالَ فَإِذَا طَلَّقَهَا  
ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ



وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَطَلَّقَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا لَمْ  
تَحِلَّ لِرِزْوَانِهَا الْأَوَّلِ حَتَّى يَدْخُلَ الْآخِرُ  
عَسَيْلَتَهَا.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی  
کو تین طلاقیں دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے لیے اُس وقت  
تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند شادی  
نہ کرے۔ پھر جب دوسرے شخص سے شادی کرے۔ اور اس دوسرے  
نے اس سے وطی نہ کی۔ یا وطی سے قبل مر گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت  
پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس کے لیے ہم بہتری شرط ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن الحسن الصیقل قال سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا  
لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ رَجُلًا غَيْرَهُ وَتَرْزُوهُمَا  
رَجُلٌ مُتَعَةً أَيْحِلُّ لَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا قَالَ لَا حَقَّ  
تَدْخُلُ فِيهِ مِثْلُ مَا خَرَجَتْ مِنْهُ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۸)

ترجمہ:

حسن صیقل کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا



کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے۔ لیکن اس عورت نے ایک مرد سے ”ومتعہ“ کر لیا تو کیا اس صورت میں پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ جب تک اسی طرح باقاعدہ نکاح نہ کرے۔ جیسا کہ اس کا پہلے خاوند کے ساتھ تھا۔

اگر اس حوالہ پر بھی یہ کہے۔ کہ یہاں تین طلاقوں سے مراد تین طہریں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ تو یہ اعتراض اگرچہ لایعنی ہے۔ لیکن بغرض محال ہم ایسا حوالہ واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ جہاں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی گئیں۔ اور پھر اس پر حلالہ کا حکم بھی لگایا گیا۔ اس سے بڑھ کر اگر غیر مدخولہ کو کسی نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ حالانکہ وہ ایک طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے۔ تو اس پر بھی تین بائنہ ہو جائیں گی۔ ملاحظہ ہو۔

## تہذیب الاحکام،

عن جعفر عن ابيه أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
كَانَ يَقُولُ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ قَبْلَ  
أَنْ يَدْخُلَهَا بِهَا ثَلَاثًا فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ  
فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ وَلَمْ يَرَثْ بَيْنَهُمَا

وَلَا رُجْعَةٌ وَلَا تَحِلُّ لَاحَتِي

تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. وَإِنْ قَالَ هِيَ طَالِقٌ هِيَ  
طَالِقٌ هِيَ طَالِقٌ فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ بِالْأَوَّلِ  
وَهُوَ خَاطِبٌ مِنَ الْخَطَابِ إِنْ شَاءَتْ نَكَحَتْهُ



## نِكَاحًا جَدِيدًا وَإِنْ شَاءَتْ لَمْ تَفْعَلْ۔

(تہذیب الاحکام مذکورہ فی احکام الطلاق جلد ۱ ص ۵۴)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

امام جعفر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق سے قبل تین طلاقیں ایک ہی لفظ کے ساتھ دے دیتا ہے۔ تو وہ عورت اس سے بائنہ ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان وراثت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دوبارہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔ اور وہ اس وقت تک اس مرد پر حلال نہ ہوگی۔ جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔ اور اگر غیر مدخولہ کو مرد یوں کہتا ہے تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی۔ اب اگر وہ عورت اسی فائند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ تو نیا نکاح کرنا پڑے گا۔ اور اگر چاہے تو نہ کرے۔

### نوٹ:

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث کی بعض شارحین نے یہ تاویل و توجیہ بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاقیں وہ ہیں۔ جو غیر مدخولہ کو دی جائیں۔ ہر عورت کے لیے یہ حکم نہیں۔ تہذیب الاحکام کا حوالہ اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے۔ باقی دو طلاقیں کی اُسے ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے وہ لغو جائیں گی۔

اصراق ل کا جواب نمبر ۱۲

چلوان لیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے دور میں تین طلاقیں کو



تین ہی قرار دے دیا۔ اگر اس کو خلافت سنت اور بدعت سیئہ میں شامل کیا جائے جیسا کہ نجفی کا مطلوب ہے۔ تو پھر اس بدعت اور خلافت سنت پر اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کرنے کی بجائے اس کی تائید و توثیق کی ان تصدیق کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اب اس صورت میں دو ہی حالتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ”کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی“ اس اجماع کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ یا اسے بدعت میں شمار کیا جائے۔ تو اس صورت میں بدعت کے خلافت جو نہیں اٹھتا۔ اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ وہ بجا کہ کتب شیعہ ملعون ہے۔ ملاحظہ ہو۔

## اصول کافی:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
ظَهَرَتِ الْبِدْعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ  
عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَقَلْبُهُ لَعْنَتُ اللَّهِ -

(اصول کافی جلد ۱ ص ۵۴ کتاب

فضل العلم باب البدع مطبوعہ

تلہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ تو ہر عالم کو اپنے علم کا اظہار ضروری ہے۔ اور جو عالم ایسا نہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔



اس صورت کے پیش نظر صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی قصور وار نہ ٹھہریں گے بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ معاف اللہ عنہم قرار پائیں گے۔ اور کوئی بعید نہیں۔ کہ نجفی صاحب احناف کے مسئلہ میں جس طرح حضرت عمر کو معاف نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں۔ مختصر یہ کہ اگر تین طلاقوں کو حضرت عمر کا تین قرار دینا بدعت نہیں۔ تو احناف کا مسئلہ ثابت۔ اور اگر بدعت ہے۔ تو حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت۔

## اعلان

اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ حیلہ پیش کریں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی۔ بلکہ اس کی مخالفت کی تھی۔ تو کوئی ایک ایسی روایت جو مسند مرفوع اور صحیح ہو۔ نجفی وغیرہ پیش کر دیں۔ تو ہم منہ مانگا انعام پیش کریں گے۔

ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

امرد و ام کا جواب:

تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ بھی کہنا اور اس کے وقوع کے جواز کا قول کرنا اور پھر اتباع عمر میں حلال کا حکم دینا۔

یہ اعتراض بنظام عوام کے لیے کچھ وزن رکھتا ہے۔ لیکن صاحبان علم و بصیرت کے نزدیک دودھ باء منشوراً ہے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ کہ ایک بدعت یا گناہ کا کام ہوا اور اس کے کرنے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا نہیں؟ ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ چوری کرنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے



کپڑے چڑالے پھر انہیں پہن کر نماز پڑھے۔  
 ترکیا اس کی نماز کو جائز  
 کہا جائے گا۔ ناجائز؟ کسی کی چھری چرائی۔ اور اس سے کسی حلال جانور کو ذبح کر دیا۔  
 کیا وہ ذبیحہ حلال ہوا۔ یا حرام؟ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ نماز جائز اور ذبیحہ حلال  
 ہے۔ یہ تو ان گناہوں کی بات ہوئی۔ جو کبیرہ ہیں۔ لیکن تین طلاقیں بیک لفظ و بیک  
 وقت دینا گناہ ہے۔ لیکن کبیرہ نہیں۔ بلکہ یہ مکروہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے ہم یہ  
 کہتے ہیں۔ کہ مکروہ کے اپنے مقام پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل کرنے والا گناہ گار ہو  
 گا۔ لیکن یہ نہیں کہ اس مکروہ کا وقوع ہی سرے سے باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے  
 کہ کسی فعل میں مکروہ کا وجود اس کو باطل نہیں کر دیتا۔ جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ جیسے افعال  
 میں اکثر مکروہات موجود ہوں۔ ثواب میں کمی تو آسکتی ہے۔ لیکن سرے سے نماز  
 روزہ کا باطل ہونے کا قول کوئی بے وقوف ہی کرے گا

## احر سوم کا جواب:

حلالہ زنا سے بدتر ہے۔ کیونکہ زنا میں فریقین راضی اور حلالہ میں ایک  
 فریق ناراض ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت طلب کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ”حلالہ“  
 کو زنا سے بدتر کہنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یا ائمہ اہل بیت ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے تو کوئی آیت حدیث

یا اقوال ائمہ درجہ بالترجیح ہو پیش کرنا بھی کی ضرورت ہے۔ اور اگر نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک دلیل  
 بھی پیش نہ کر سکیں۔ تو پھر ہم اس کے الٹ میں حلالہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ امارت  
 نبویہ اور اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے  
 نزدیک حلالہ جائز ہے۔ اور زنا ناجائز۔ اب مقام غور ہے۔ کہ حلالہ کو زنا سے



بدتر کہنے والا نجفی دراصل ان حضرات پر یہ الزام دھرتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کی اجازت دی۔ جو زنا سے بدتر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر بدتر کی اجازت ہو گئی۔ تو اس سے کم درجہ کی اجازت خود بخود ہو جائے گی۔ شاید اسی منطق کے پیش نظر ”متممہ“ کو شیر باد سمجھ کر مزے اڑانے کے لیے یار لوگوں نے اپنے ہاں لاگو کر لیا ہو۔ چھوڑیئے ان باتوں کو آپے۔ قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے دُعا سے بدتر، کے جواز پر دلائل پیش کریں۔

## قرآن کریم:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ  
زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (پ البقرہ)

## ترجمہ:

دو طلاقیں دینے کے بعد مرد رجوع کر سکتا ہے (اور اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے بعد اس وقت حلال ہوگی۔ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کر لے۔ (اور وہ طلاق دے دے) اور عدت گزر جائے۔)

## حدیث:

عن عبد الله بن مسنان عن ابي عبد الله عليه السلام في امرأة طلقها زَوْجَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ باب ان من طلق زوجته ثلاثا الخ ص ۳۵۱)



## ترجمہ :

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن سنان روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے اس عورت کے بارے میں فرمایا۔ جس کو اس کے خاوند نے وطی سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ کہ وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی۔ ہاں اگر کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ (پھر طلاق لے اور عدت گزارے۔)

صاحب وسائل الشیعہ نے اس مقام پر تقریباً۔ سولہ احادیث ایسی ذکر کی ہیں۔ جن میں اثباتِ حلالہ کا ذکر ہے۔ اور حلالہ ہوتا ہی یہ ہے۔ کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے جواز کی صورت۔

نخفی صاحب! ذرا اپنی اداؤں پر غور تو کرو۔ کبھی یہ گپ لگائی گئی۔ کہ متعہ کے تمام احکام حلالہ پر فٹ آتے ہیں۔ اور کبھی یہ بڑ لگائی کہ حلالہ زنا سے بدتر ہے۔ ذرا اس تقابلی میدان میں تباہ و تباہی۔ کہ ایک عورت حلالہ کے ذریعہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن کیا وہ اگر زنا کر دے۔ تو پھر بھی پہلے خاوند کے ساتھ نکاح جائز ہوگا؟ بارہ اماموں کا واسطہ اور خاص کر امام الزمان کی فریاد: ان کا نام لے کر اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دو۔ تو دنیاۓ شیعیت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ بیویاں طلاق ثلاثہ کے بعد چکے سے پھرائیں۔ پیسے بھی لے آئیں۔ اور پہلے خاوند کی بدستور موطورۃ بھی رہیں اور ایک عرصہ تک رنڈو سے لکھی شکر بانٹیں۔ اور مذہبِ شیعیت کے تیل جلانیں۔ ”متعہ کے تمام احکام کا حلالہ پر فٹ آتا۔ ذرا اس بند کھڑکی کو کھولیں۔ تو اندر سے ذاکرین و مجتہدین کی قطار نظر آئے گی۔ اور جوش میں رستے توڑتے ہوں گے۔ حلالہ میں ایک عورت کسی مرد کے ساتھ وقتی نکاح نہیں بلکہ دائمی کی نیت کرتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ تو پہلے خاوند کے عقد میں وہ عورت آ سکتی ہے



لیکن اگر اس طرح کرنے کی بجائے عورت وہ عمل کرے۔ جو نجفی ایندکینی کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ اور بقول اُن کے جسے ایک مرتبہ کرنے والا مرتبہ حسین، دو مرتبہ کرنے والا مقام حسن اور تین مرتبہ کرنے والا مرتبہ علی المرتضیٰ کو حاصل کرتا ہے۔ اور اگر زوہیق ملے تو چار مرتبہ کرنے والا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پالیتا ہے۔ (والعیاذ باللہ) جب حلالہ اور متعہ (محبوب ترین مشغلہ شیعیت) احکام میں برابر ٹھہرے۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ شیعہ عورت حلالہ نکلواتی پھرے۔ اُسے ہم خرمادہ ہم ثواب کے تحت ”محبوب ترین کام“ کرنا چاہئے لیکن ابھی تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ ”متعہ“ کرانے سے کوئی عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس حوالہ جات موجود ہیں۔ تو اب برابری کہاں چلی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## وسائل الشیعہ:

عن صفوان بن یحییٰ عن عبد اللہ بن سکان  
عن الحسن الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ  
السلام قال قلت رجل طلق امرأته طلاقاً  
لا تحل له حتی یشیک زواجاً غیرہ فانز وجہاً  
رجل متعہ اتحل للأول قال لا۔

(وسائل الشیعہ کتاب الطلاق)

باب انه یشرط فی المحلل دوام

العقد الخ جلد ۵ ص ۳۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔

ترجمہ: امام جعفر صادق سے حسن صیقل نے روایت کی۔ کہ میں نے



ان سے ایک ایسی عورت کے باو سے میں پوچھا کہ اُسے اس کے خاوند نے  
ایسی طلاق دے دی تھی کہ وہ اب بغیر حلال اس کے لیے حلال نہ ہو سکتی  
تھی۔ کیا اگر یہی عورت کسی مرد سے ”نکاح متعہ“ کرے۔ تو اس سے  
پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ امام نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔  
صاحب وسائل الشیعہ نے اس مقام پر پانچ احادیث مستد مرفوع ذکر کی ہیں۔  
کہ ”متعہ“ سے عورت پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی۔ غنئی صاحب! اپنے اماموں کو  
بھی معاف نہ کیا۔ وہ جسے حلال کہیں۔ تم اُسے حرام کہتے پھر وہ اب اپنا مقام و مرتبہ خود  
ہی متعین کر لو۔ تو بہتر ہے۔

## فاعتبروا یا اولی الابصار

### امر چہارم کا جواب:

حلالہ نکالنے والے ملعون ہیں۔ اور سنی پھر اس کو جاری کرتے ہیں۔  
گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی جہالت اور دھوکہ دہی کا پندہ ہے  
لَعْنُ اللّٰهِ الْمُحِلِّ وَالْمُحِلَّلَ لَہُ صرف ہماری کتابوں میں ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع  
کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود ”حلالہ“ کے جواز پر سنی شیعہ دونوں  
متفق ہیں۔ اب جس صورت حلالہ پر لعنت کا ذکر ہے۔ وہ ایک مخصوص حلالہ ہے  
ہر حلالہ سبب لعنت نہیں۔ اگر حلالہ بہر صورت امر ملعون ہے ہوتا تو اس کی اجازت  
ہی نہ ہوتی۔ حالانکہ ہم آیت و حدیث سے اس کا جواز ذکر کر چکے ہیں۔ حلالہ کی اقسام  
کو جاننے کے لیے ہم اہل تشیع کی فقہ میں مشہور کتاب المبسوط سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ  
غنئی کی جہالت معلوم ہو سکے۔



## المبسوط:

إِذَا تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِيُبَيِّحَ لَهَا الزَّوْجَ الْأَوَّلَ  
فَفِيهِ ثَلَاثُ مَسَائِلَ أَحَدُهَا إِذَا تَزَوَّجَهَا  
عَلَى أَنَّهُ إِذَا أَبَاحَ لِلأَوَّلِ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَهُمَا  
أَوْ حَتَّى يُبَيِّحَ لِلأَوَّلِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ بِالْأَوَّلِ  
جَمَاعٌ لِمَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ لَعَنَ الْمُحِلَّ وَالْمُحِلَّ لَهُ.

الثانية تزوجها على أنه إذا أباحها للأول  
طَلَّقَهَا فَالنِّكَاحُ صَحِيحٌ وَالشَّرْطُ فَاسِدٌ  
الثالثة - إِذَا أَنْكَحَهَا مُعْتَقِدًا أَنَّهُ يَطْلُقُهَا.

(المبسوط جلد چہارم)

(ص ۲۲۸، ۲۲۷)

## ترجمہ:

جب کوئی عورت اپنی شادی اس غرض سے کراتی ہے کہ وہ پہلے  
خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔ تو اس میں تین مسائل ہیں۔ اس  
شرط پر نیا نکاح کرے۔ کہ جب خاوند اسے پہلے کے لیے حلال  
کردے گا۔ تو نکاح فوراً ختم ہو جائے گا۔ یا اس شرط پر نکاح کرے  
کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے۔ اس صورت میں نکاح بالاتفاق  
باطل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ محلل اور  
محللہ بر لعنت ہے۔



دوسرا۔ اس شرط پر نکاح کرے۔ کہ جب پہلے کے لیے حلال ہو جائے  
گی۔ تو پھر نیا فاوند طلاق دے دے گا۔ اس صورت میں نکاح درست  
ہے۔ اور شرط فاسد ہے۔

تیسرا۔ نکاح کرتے ہوئے صرف اس کی نیت میں ہے۔ کہ یہ فاوند مجھے  
طلاق دے دے گا۔ (شرط وغیرہ کوئی نہیں لگاتی)

ملاہ کی ان تین اقسام میں سے صرف پہلی قسم پر لعنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری  
دونوں اقسام اس زمرے میں نہیں آتیں۔ اب ان اقسام کے بعد نجفی کے وہ الفاظ پھر  
سے پڑھیں ”ہدایہ گواہ ہے۔ کہ ملاہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کاروبار ہے“ آخری  
دو صورتوں میں امراہل بیت نے اس ”لعنتی کاروبار“ کو جائز قرار دیا۔ قرآن کریم اور احادیث  
اس کے جواز پر موجود ہیں۔ تو بقول نجفی قرآن و حدیث نے ”لعنتی کاروبار“ کی اجازت  
دی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ اگر کسی شیعہ عورت نے نام  
کے قول پر عمل پیرا ہو کر ”ملاہ“ نکالا۔ (اور وہ بھی آخری دو صورتوں میں کسی ایک صورت  
کے مطابق) وہ بیچاری تو دو ملعون، ”مٹھری۔ اور“ مشکئی کتیا، بن گئی۔ لیکن اُسے اس  
راستہ پر ڈالنے والے کے بارے میں کیا کہو گے؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

امریں پنجم کا جواب:

”ملاہ والی عورت مشکئی کتیا کی طرح ہے الخ“ اندازِ تحریر نجفی کے مذہب اور  
مسک کا ائینہ دار ہے۔ جس عورت کو تین طلاقیں سے مرد نے فارغ کر دیا۔ کتنی وہ عورتیں  
ہیں۔ جو ملاہ نکال کر پہلے فاوند کے پاس آنا چاہتی ہیں۔ اور کتنی تعداد ان کی جو ملاہ  
کے لیے تیار ہوں۔ اگر اس کا سروے کیا جائے۔ تو چند فی صد عورتیں ایسی دکھائی دیں گی۔



جو کہیں نیا نکاح رچانے کے بعد وہاں سے فراغت چاہتی ہوں۔ اور پھر سے اُسی خاندان کے پاس آنے کی تمنا رکھیں۔ جس نے ایک مرتبہ اسے اپنی زوجیت سے نکال دیا تھا۔ اول تو وہ ”صلالہ“ کے لیے کہیں جائے گی نہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت اُسے نئی شادی کرنا پڑی۔ تو واپسی کا معاملہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ ان چند فی صد عورتوں کے لیے ”مشکی کتیا“ کا کام پورا ہونے کے بعد کے لیے باری باری آنے والے گتے اور دیگر خرافات کا اظہار شاید اس لیے کیا گیا کہ ”مشکی کتیا“ کے الفاظ اور صلالہ نکالنے والے کے لیے وہ مخلوق جنم لیتی ہے۔ جو کسی دیران امام باڑہ کے کونہ میں پلنے والے ”آزاد قوم“ کہلاتی ہے۔ اور اس کی آزادی ”اور ”مشک ریزی“ کی ایک جھلک ”فروع کافی“ کی درج ذیل عبارت پیش کر رہی ہے۔

### وسائل الشیعہ:

عن زرارة عن ابی جعفر علیہ السلام قال  
 قلت لہ جعلت فی ذالک الرجل یتزوّج  
 المتّعة و ینقضی شرطہا ثم یتزوّج وحبھا  
 رجل اخر حتی بانّت ثم یتزوّج الا ول  
 حتی بانّت منه ثلاثا و تزوّجت ثلاثة  
 ازواج یحلّ للاول ان یتزوّجھا قال نعم کم  
 شاء لیس ہذہ مثل الحرّ ہذہ مستأجرة  
 وھی بمنزلة الاماء۔

(فروع کافی جلد ۵ کتاب النکاح صفحہ نمبر ۴۰۰)

(وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۲۸ کتاب النکاح)



## ترجمہ:

زرارہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور! میں آپ پر قربان!  
 ایک شخص کسی عورت سے متعہ کرتی ہے۔ پھر اس سے جدا ہوتی ہے۔  
 پھر تین دفعہ قطع تعلق اور تین دفعہ نیا فاوند کرے۔ کیا اب پہلا شخص اس سے  
 پھر متعہ کر سکتا ہے؟ امام نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ جتنی مرتبہ چاہے متعہ کرے  
 یہ کوئی آزاد عورت کی مانند تھوڑی ہے۔ ایک کرایہ پر لے گئی لونڈی کی  
 طرح ہے۔

چلتے چلتے ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جائے۔

مصائب النوائب:

وَأَمَّا تَأْسِعًا فَلَا تَنَاسِبُهُ إِلَى أَصْحَابِنَا  
 مِنْ أَنْهُمْ حَبَوُّوا وَأَنْ يَتَمَتَّعَ الرَّحْبَالُ  
 الْمُعْتَقِدُونَ لَيْلًا وَاحِدَةً مِنْ إِمْرَأَةٍ  
 سَوَاءٌ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ أَمْ لَا فَمِنْهَا  
 خَانَ فِي بَعْضِ قِيُومِهِ وَذَلِكَ أَنَّ الْأَصْحَابَ  
 قَدْ خَصَّوْا ذَلِكَ بِالْإِسْبَةِ لَا بِغَيْرِهَا  
 مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ۔

(مصائب النوائب از نور اللہ شوستری

کتاب النکاح باب المتعة)

ترجمہ:

مسنف نوافض الروافض نے من جملہ دیگر اعتراضات کے ایک اعتراض



یہ بھی ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ ہم (اہل تشیع) اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ایک رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ باری باری کئی مرد متعہ کریں۔ وہ عورت چاہے حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو۔ یا ادھیڑ عمر کی کہ اس کا حیض منقطع ہو چکا ہو۔ یہ اعتراض کچھ تبدیل شدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مسلک میں (متعہ دوریہ) کا جو جواز ہے۔ وہ ہر عورت کے لیے نہیں۔ بلکہ اس کے لیے کہ جو ادھیڑ عمر کی ہو یعنی حیض اُسے نہ آتا ہو۔

فروع کافی، وسائل الشیعہ اور مصائب النوائب کے حوالہ جات سے شیوہ مسلک کا بہترین وظیفہ اور اعلیٰ عبادت ”متعہ دوریہ“ ثابت ہو رہا ہے۔ ثبات ہو رہا ہے۔ ثبات کیا بلکہ خود اس کے جواز پر اقرار کیا جا رہا ہے۔ ”متعہ دوریہ“ کیا ہوتا ہے۔ اس کی ایک کیفیت ابھی آپ نے مصائب النوائب کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائی۔ یعنی ایک ہی شیعہ عورت (اس لیے کہ سنی تو اس فعل کے قائل ہی نہیں) ایک ہی رات میں کئی ”شب زندہ داروں“ کی خواہشات نفسانیہ پوری کر رہی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اس مشق کے لیے (جو اعلیٰ عبادت ہے) کوئی عام مکان نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ”متبرک اور مخصوص“ جگہ ہونی چاہیے۔ چلو مان لیا کر جہاں چاہے اس پر عمل کر لو۔ لیکن ایک عورت سے بیک وقت تو دو آدمی بھی متعہ نہیں کر سکتے۔ یہاں تو درجنوں کا تذکرہ ہے۔ اب یا تو وہی صورت ہوگی۔ جو نجفی کی پسندیدہ ہے۔ کہ ایک عضو مخصوص کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ دوسرا ران میں مصروف اور تیسرا بغل میں کام نکال رہا ہو۔ اور چوتھا کسی اور جگہ کا متلاشی ہو۔ یا پھر باری کا انتظار کریں۔ اور ٹیکٹ لے کر پہلے کے فارغ ہونے کا انتظار کریں۔ وہ بیچاری۔

بارہ اماموں کا واسطہ دے۔ امام الزمان کو پکارے۔ لیکن جو از متعہ کے شائقین



دو زخمی فرشتوں کی طرح کچھ سنتے ہی نہیں بس اپنے دام کے بدلے اپنے کام سے واسطہ کوئی مرے یا جئے۔ مذہب زندہ ہو رہا ہے۔ اس کشمکش میں اگر کوئی روح اٹیکھی۔ تو فیض کثیر کی بنا پر کم از کم ”حجۃ الاسلام“ تو ضرور بنے گی۔

قارئین کرام! بلکہ نجفی اینڈ کمپنی! ذرا ایمان سے بتلانا۔ (کیونکہ بزمِ خوش مؤمنین ہو) کہ یہ عورت دوشکی کتیا، اور اس سے متعہ کرنے والے خان بہادر وہی ہیں۔ کہ نہیں۔ جو تمہیں حلالہ کی صورت میں نظر آئے تھے۔ یہ سب کچھ اُسی انداز کی وجہ سے لکھنا پڑا۔ جو نجفی نے اپنا یا تھا۔ ورنہ ہمیں اس کی کیا پڑی تھی۔ کہ کسی کی نجی زندگی اور مذہبی سکون میں روڑے اٹکائیں۔

## امر ششم کا جواب

”حلالہ نکالنے والے سانڈ کی مثل ہیں“ اس کا جواب تو تقریباً گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ بہر حال نجفی سے یہ پوچھا جائے۔ کہ جن صحابہ کرام نے حلالہ پر عمل کیا۔ کیا یہ ان کی توہین نہیں تو ان صحابہ کو ان کی ہی نہیں۔ ذرا امام باقر رضی اللہ عنہ کے حضور چلیں۔ گزشتہ اوراق میں وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۶۶ کا حوالہ ہم درج کر چکے ہیں۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ آپ کی یہ حدیث ہے۔ ”اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو وہ اس پر دوبارہ حلال اس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک وہ حلالہ نہ نکلوالے۔ اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری نہ کی۔ یا فاوند مر گیا۔ اور ہم بستری کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ تو صرف نکاح کرنے سے وہ پہلے فاوند کے لیے حلال نہ ہوگی“

امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ کسی نے دریافت کیا۔ وہ سائل آپ کے اصحاب میں سے ہی ہوگا۔ اس حوالہ کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے تین شدید گستاخوں کا ارتکاب کیا۔



- ۱۔ امام باقر کے اصحاب کو سانڈ سے تشبیہ دی۔
  - ۲۔ ائمہ اہل بیت کے حکم کا مذاق اڑا کر ان کی توہین کی۔
  - ۳۔ قرآن و حدیث نے حلالہ کا جواز بتایا۔ ان کا بھی تمسخر اڑایا گیا۔
- ان امور کی روشنی میں ہر پڑھا لکھا ”نجفی“ کی ”محبت اہل بیت“ اور ”دعویٰ ایمان“ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اور ایمان و کفر میں سے ایک اس کا پسندیدہ نظریہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

یضل بہ کثیرا و یدی بہ کثیرا



# اعتراف نمبر ۶۰

حقیقت فقہ حنفیہ

زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تنسیخ

فتاویٰ قاضی خان

لو تزوج بذات رحم محرّم نحو البنت  
والاخت والام والعمّة والخالة وحبا  
معها لاحد عليه في قول ابی حنيفة  
وان قال علمت انها على حرام عند ابی  
حنيفة ولو تزوج امرأة لها زوج  
فوطيها لاحد عليه عند ابی  
حنيفة۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب الحدود جلد دوم ص ۸۲۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح زنا حرام ہے مثلاً بیٹی



بن ، ماں ، پھوپھی ، خالہ اور پھران سے ہم بستری کرے۔ اور یہ بھی کہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص شوہر دار عورت سے نکاح کرے۔ اور پھر ہم بستری کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے کہ میں اس کو حلال سمجھتا تھا۔ تو بھی امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔ نیز۔ لو استاجر امرأة لیزنی بہا فزنی بہا لا یعد فی قول ابی حنیفہ۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے کرائے پر لائے۔ اور پھر اس سے زنا کرے تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ اس پر سزائے شرعی نہیں ہے۔ نیز رجل زنی بمغیرة لا تحتمل الجماع فافضاها لا حد علیہ اگر کوئی شخص ایسی کم سن بچی سے زنا کرے جو ہم بستری کے قابل نہ تھی اور اس کو افشاء (یعنی اس کے حیض و پیشاب کے مقام کو) ایک کر دے تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

ومن اتی امرأة فی موضع المکر وہا و عمل عمل قوم لوط فلا حد علیہ عند ابی حنیفہ۔

(الہدایہ کتاب الحدود جلد ۲ ص ۶۶۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص عورت سے وہی فی الدبر کرے۔ یا مردوں سے برفعل کرے۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔



## نوٹ:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ فقہ حنفی بے بے جس میں کوئی شخص ماں سے نکاح کرے یا زنا کرے اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ تو پھر کسی اور مجرم کو کیا ڈر ہے۔ نیز کرائے کی عورتوں سے زنا کرنا عورتوں کی گناہ مارنا لوگوں سے برا فعل کرنا امام اعظم کے نزدیک۔ ایسے گناہ نہیں ہیں جن کی کوئی سزا شرعی ہو۔ پس حنفی طوازن کو چاہیے۔ کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذکورہ فعل خیر بجالائیں اور اس کا ثواب روح نعمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ صنفیہ ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

## جواب:

نخفی کے اعتراض کا پہلے خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کرنے والے اور ان سے وطی کرنے والے کے لیے باوجودیکہ وہ اسے حرام سمجھتا ہو۔ حد نہیں ہے۔

۲۔ شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے والے پر بھی حد نہیں۔ اگرچہ وہ اس کے ساتھ وطی کرنے کو بائز ہی سمجھے۔

۳۔ زنا کے لیے اجرت پر لی گئی عورت سے وطی پر حد نہیں۔

۴۔ کم سن بچہ کے ساتھ لواطت کرنے والا بھی حد سے بچ جائے گا۔

۵۔ عورت یا مرد کے ساتھ زنا کرنے والا بھی حد لگنے کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

یہ تھے وہ پانچ امور کہ جن کو نخفی نے اعتراض کی بنیاد بنایا۔ اور عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ فقہ صنفی اس قدر بے حیا اور بے باک ہے کہ اتنے بڑے بڑے کاموں پر بھی ان کے ہاں حد نہیں ہے۔ لیکن صاحبان علم و دانش بخوبی آگاہ ہیں کہ یہی



باتیں جو فقہ حنفی پر اعتراض کے لیے نجفی نے منتخب کیں۔ خود ان کی فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔ انداز تحریر سے نجفی نے یہ مغالطہ دینا چاہا۔ کہ جب ان کاموں پر حنفی مسلک میں حد نہیں ہے۔ تو پھر ان کے کرنے میں قباحت نہ رہی۔ اسی مقصد کو وہ دو نوٹ، ا کے ضمن میں یوں تحریر کر رہا ہے۔ ”دیس حنفی لواؤں کو چاہیے کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الخ، قارئین کرام! فتاویٰ قاضی خاں ہو یا ہدایہ یا کوئی دوسری فقہ حنفی کی کتاب۔ نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک ادھ سطر بھی ایسی نہیں دکھا سکتے۔ کہ ان افعال قبیحہ کی امام اعظم نے اجازت دی ہے۔ اجازت دینا اور بات ہے۔ اور ان بڑے کاموں پر حد نہ لگنا اور بات ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف ان پر حد کے نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ باقی رہا ان کے جواز کا قول تو کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ یہ نجفی کا اختراعی اجتہاد ہے یعنی ہر وہ کام جس پر حد نہ ہو۔ وہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک جائز ہے۔ یہ قانون ہمارا نہیں بہر حال یہ مغالطہ دیکر اس نے اپنا اوسیدہ ہاکنے کی کوشش کی۔ اور عام آدمی کو فقہ حنفی سے متنفر کرنا چاہا۔

دوسرا مغالطہ یہ دیا جا رہا ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس قدر قبیح افعال ہونے کے باوجود ان پر حد نہیں۔ اور حد کا خود بریکٹ میں مطلب یہ نکالا کہ ان پر سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں ”حد نہیں“ ہونا فقہ حنفی کا متفق علیہ نہیں۔ دوسرا حد نہ ہونے سے مراد مطلقاً سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے ہیں۔ امام اعظم کا کہنا یہ ہے۔ کہ ان افعال مذمومہ پر ”حد زنا“ نہیں آئے گی۔ کیونکہ زنا کی تعریف کیا ہے؟ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب معتبرہ سے اس کی تعریف سنئے۔



# زنا کی تعریف

## الروضة البہیہ شرح اللعة الدمشقیہ

الزَّانَا يُلَاجُ الْبَالِغَ الْعَاقِلَ فِي فَرْجِ امْرَأَةٍ  
مَحْرَمَةٍ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ وَلَا مِلْكٍ وَلَا شُبْهَةٍ  
قَدْ رَأَى الْحَشْفَةَ أَوْ مَقْدَارَ الْحَشْفَةِ فِي  
فَرْجِهَا.

(۱۔ الروضة البہیہ جلد نہم کتاب الحدود و حد الزنا صفحہ نمبر ۱۵)  
مطبوعہ قم طبع جدید

(۲۔ فتح القدر جلد چہارم ص ۱۳۸ مطبوعہ مصر کتاب الحدود)

ترجمہ:

کسی عاقل بالغ مرد کا اپنا آلہ تناسل بقدر حشفہ کسی ایسی عورت کی شرمگاہ  
میں داخل کرنا کہ جس کے ساتھ عقد نہ ہوا ہو۔ اور نہ وہ اس مرد کی ملک  
یا شبہ ملک میں ہو۔ زنا کہلاتا ہے۔

صاحب اللعة الدمشقیہ نے زنا کی تعریف میں ذکر شدہ قیود کا فائدہ بیان  
کرتے ہوئے لکھا کہ

عورت سے مراد ایسی عورت ہے جو بالغ ہو۔

اور شرمگاہ میں سے مراد لواطت کو خارج کرنا ہے



اگرچہ لواطت تبیح ترین اور فحش ترین عمل ہے۔ اور ”معتد“ کی قید سے وہ محارم مکمل گئیں۔  
 کہ جن کے ساتھ نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ زنا کے لیے عورت بالغہ ہونا  
 چاہیئے۔ کہ اگر نابالغہ ہے۔ تو اس کے ساتھ بد فعلی پر زنا کی تعریف صادق نہ آنے کی  
 وجہ سے اس پر مد زنا جاری نہ ہوگی۔ لہٰذا شیعہ مجتہد نجفی کے اعتراض کا جواب  
 خود کتب شیعہ نے دے دیا۔

اسی طرح زنا کے لیے عورت کی ”شرمگاہ“ میں دخول ہونا ضروری ہے۔ اب جو  
 شخص ”شرمگاہ“ کی بجائے درمیں وطی کرتا ہے۔ چاہے وہ عورت کی ہو یا مرد  
 کی وہ بھی زنا میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے مد زنا سے بچ جائے گا۔ یہ جواب  
 نجفی کے اعتراض کا ہو گیا۔ اور نکاح کیے بغیر محارم سے وطی ہو۔ اب جبکہ  
 کسی نے محارم سے نکاح کیا پھر وطی کی۔ تو وہ بھی اس تعریف سے خارج ہو  
 گا۔ اس قید نے نجفی کے اعتراض کا جواب دے دیا۔

نوٹ:

گزشتہ اوراق میں فروع کافی جلد پنجم منقولہ کتاب النکاح کا ایک حوالہ گزر چکا  
 ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ماں، بہن سے نکاح کر کے ان سے وطی کرنا  
 ہے۔ اور پھر اس وطی سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بچہ ہرگز ہرگز حرام زادہ نہیں  
 کہلائے گا۔ بلکہ اس کو حرامی کہنے والے پر حد لگے گی۔ اور اسی طرح وہ نکاح کرنے  
 والا بھی حد سے بچا رہے گا۔ فروع کافی کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی: (ترجمہ:)

مثال اس کی یہ ہے۔ کہ وہ عورتیں کہ جن کے ساتھ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ  
 نے قرآن کریم میں حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ ماں بیٹی، بہن وغیرہ



ان کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی وجہ سے حرام ہوا۔ لہذا ان تمام محرمات سے شادی کرنا باعتبار شادی کرنے کے جائز اور دوسری وجہ سے حرام اور فاسد ہے۔ کیونکہ کسی سے شادی اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ اس لیے یہ شادی بدکاری اور فعل مرد و متصور ہونے کی وجہ سے قاضی کے لیے لازم ہے۔ کہ ایسے دو مرد و عورت میں فوراً تفریق کر دے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نکاح مدزنا، شمار نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس سے پیدا ہونے والی اولاد ”حرام زادی“ ہوگی۔ اور جو شخص کسی ایسے شخص کو زنا کی تہمت لگائے گا۔ جس کے ہاں محارم کے نکاح سے بچے پیدا ہوئے۔ (یعنی محارم سے نکاح کو زنا پر محمول کرے گا) تو اس تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ بچہ جس کی وجہ سے زنا کی تہمت لگائی جا رہی ہے۔ وہ شادی کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ شادی فاسد تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا تھا اور ایسی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اسی باپ کی طرف منسوب ہوگا (جس کے لطف سے یہ پیدا ہوا) جیسا کہ ملتوں میں سے ایک ملت پر ایسا ہوتا رہا۔ بہر حال یہ نکاح حد زنا سے خارج ہے۔ لیکن بطور سزا ان دونوں میاں بیوی میں تفریق لازم ہے۔ اور پھر اسے اس طرف لٹانا چاہیے۔ جو جائز اور حلال صورت ہے۔

یہ حوالہ خود اپنا آپ تبصرہ ہے۔ لہذا اسے بار بار پڑھیں۔ بلکہ نجفی کو بھی کوئی سزا بلکہ غاص کر اس وقت جب ”مہمان علی“ کا بہت بڑا مجمع ہو۔ تاکہ ان سب کو حلالی اولاد پیدا کرنے کا ایک اور نسخہ ہاتھ آجائے۔ اور اس پر انگشت اٹھانے والے



کی خبر لی جائے۔

نابالغہ کے ساتھ بدکاری کے مرتکب پر اگرچہ حد زنا نہیں لیکن اچھا ہوتا کہ نفی "فتاویٰ قاضی خان" کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تاکہ حقیقت حال کی پوری وضاحت ہو جاتی۔ عبارت یہ ہے۔

### قاضی خان:

رَجُلٌ زَنِي بِصَغِيرَةٍ لَا تَحْتَمِلُ الْجَمَاعَ فَكَأَنَّا  
قَضَاهَا لِأَحَدٍ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِمْ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي  
الْقَضَاءِ إِنْ كَانَتْ تَسْتَمْسِكُ الْبَوَّلَ كَانَ عَلَيْهِ  
الْمَهْرُ بِالْوَطْئِ وَثُلُثُ الذِّیَةِ بِالْأَفْضَاءِ وَإِنْ  
كَانَتْ لَا تَسْتَمْسِكُ الْبَوَّلَ كَانَ عَلَيْهِ جَمِيعُ الذِّیَةِ  
وَلَا مَهْرَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبُو  
يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد سوم ص ۵۰۸ بر حاشیہ فتاویٰ

عالمگیری۔ مطبوعہ مصر)

### ترجمہ:

جس شخص نے نابالغہ سے بدکاری کی جو جماع کے قابل نہ تھی اور  
اس فعل سے وہ کچی حالت افشاء میں ہو گئی۔ تمام علماء کا فتویٰ ہے  
کہ اس شخص پر حد زنا نہیں ہے۔ پھر اس عورت کے افشاء کو  
دیکھا جائے گا۔ اگر وہ پیشاب روک سکتی ہے۔ تو پھر بدکاری کرنے  
والے پر بوجہ وطی کے حق مہر ہوگا۔ اور افشاء کی وجہ سے تہائی دیت



ہوگی۔ اور اگر وہ پیشاب نہیں روک سکتی۔ تو پھر دلی کرنے والے پر پوری دیت ہوگی۔ اور حق مہر نہیں ہوگا۔ یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت اور اس کے ترجمہ سے قارئین کرام آپ صغیر کے ساتھ بدکاری کے ارتکاب کرنے والے کے متعلق ”حد زنا“ کے نہ ہونے کی وجہ جان چکے ہیں۔ وہ یہ کہ اس فعل پر درحقیقت ”حد زنا“ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی۔ لیکن یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے شخص کو بالکل معافی نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک صورت میں حق مہر اور نصف دیت اور دوسری صورت میں مکمل دیت کی سزا ہے۔ آخر اس سزا کو نجفی نے ذکر کیوں نہ کیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ احناف کے ساتھ حسد و عداوت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔

## الدلائل المختار:

وَلَا حَدَّ بِالزَّانَا بِالمُسْتَأْجَرَةِ أَيْ لِلزَّانَا وَالْحَقُّ  
وَجُبُوبُ الْحَدِّ كَالْمُسْتَأْجَرَةِ لِلْغَدْمَةِ۔

(الدر المختار جلد ۲ ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

## ترجمہ:

اس عورت کے ساتھ بدکاری کرنے پر حد نہیں جو کرائے پر لائی ہو۔ اور حق یہ ہے۔ کہ اس پر بھی حد زنا ہے۔ اسی طرح جس طرح خدمت کے لیے تنخواہ پر لائی گئی عورت کے ساتھ بدکاری پر ہے۔

نجفی نے بان بوجہ کہ اس قول راجح کو چھوڑ دیا۔ اور مرجوح پر گرفت کی دھوکہ دی۔ آخر اس کی پرانی عادت ہے۔ اور حسد و بغض اس کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں



ان کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور جیسا کہ حضرت زینب کی بددعا کی وجہ سے رونائیں اٹاؤ  
 گریبان چاک کرنا (مروجہ ماتم) وغیرہ ان کے مقدر میں ہو چکا ہے۔  
 مختصر یہ کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنے اور اس کے بعد وطی کرنے والے پر  
 حد زنا اس لیے نہیں کہ یہ فعل زنا کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ یہ تو تھپی وجہ حد نہ لگنے  
 کی۔ لیکن شیعوں نے تو کمال کر دی۔ کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ہرگز ”حرام زادہ“  
 نہیں۔ کیونکہ وہ ”نکاح رشده“ سے پیدا ہوا ہے۔ ”نکاح رشده“ واقعی قابل غور اور  
 قابل عمل ہے۔ اس سے دو قدم اور آگے چلئے۔ تو آپ ایک عجیب مقام پر کھڑے  
 پائیں گے۔ ”فروع کافی“، والے نے تو نکاح محارم کی دو جہتیں بیان کیں تھیں ایک  
 درست اور دوسری فاسد۔ لیکن قربان جائیں شیعہ مجتہد شیخ زین العابدین پر کہ اس نے  
 اپنے ایک نامی گرامی ”ابو ضیفہ“ سے محارم کے ساتھ وطی کی ایک ”عمدہ تدبیر“  
 بیان کی ہے۔ سنئے۔

## ذخیرۃ المعاد:

لزم غسل خالی از قوت نیست و از ابو ضیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم  
 بالف حریر جائز است۔

(ذخیرۃ المعاد تالیف شیخ زین العابدین مطبع ریاض الرضا)

اشرف آباد لکھنؤ ۱۳۱ھ باب الطہارت ص ۷۸)

ترجمہ:

کسی شخص نے شیخ زین العابدین سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص خواہش

نفسانیہ پورا کرنے میں یہ طریقہ اختیار کرے۔ کہ زوال کی طرح کا کوئی

کپڑا اپنے عضو مخصوص پر اس طرح پیٹ لے۔ کہ دونوں (مرد



اور عورت) کی شرمگاہیں بلا واسطہ ایک دوسرے سے نہ چھو  
پائیں۔ یا طرف (یعنی عورت کی شرمگاہ بہت کشادہ ہے۔ یا منظور  
(مرد کا آلت ناسل) باریک ہو۔ کہ طرف سے متس نہ ہونے پائے۔ ان  
حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں شیعہ  
مجتہد نے کہا۔

غسل لازم ہونا مضبوط وجہ رکھتا ہے۔ اور ”ابو حنیفہ“ سے منقول ہے  
کہ محارم کے ساتھ ان کی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ جبکہ جماع کرنے والے  
نے اپنے عضو مخصوص پر ریشم کا کپڑا لپیٹ رکھا ہو۔  
نوٹ:

علامہ محمد احمد رضوی نے یہی عبارت اپنے رسالہ ”رضوان“ میں پیش کی  
تو اس وقت شیعہ برادری کی طرف سے ایک اخبار بنام ”رضا کار“ کے ایڈیٹر  
نے یہ جواب لکھا تھا۔

”ہاں ممکن ہے۔ کہ کوئی بے سود یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کہ  
ہو سکتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کسی شیعہ عالم کا نام یا کنیت ہو۔ تو ہم اس مغالطہ کی گنجائش  
کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ذخیرۃ المعاد میں جہاں یہ مسئلہ درج ہے۔ وہیں اس سلسلہ  
میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید محمد عباس بیہ اعظم علماء کے حواشی بھی موجود ہیں  
جن میں ان تمام اکابر نے بالصریح یہ اعلان فرمایا ہے۔ کہ شیعوں کی فہرست میں یہ  
نام ناپید ہے۔“

(رضا کار ۱۶، نومبر ۱۹۵۴ء)

رضا کار کی اس عبارت پر علامہ محمد احمد رضوی نے لکھا۔ کہ اگر بقول تمہارے  
یہ ”ابو حنیفہ“ تمہارا نہیں۔ بلکہ ہمارا ہے۔ تو پھر تباہی۔ کہ ہمارے ابو حنیفہ سے یہ مسئلہ



الف حریر) کس کتاب میں درج ہے۔ یا احناف کی تمام کتب میں سے کسی ایک میں الف  
 حریر کا مسئلہ دکھاؤ۔ پاک وہند کے تمام شیعوں کو چیلنج ہے۔ کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی  
 کتب سے یہ مسئلہ دکھاؤ۔ تو دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ الخ  
 اس کے جواب میں ”رضا کار“ نے جو کچھ لکھا۔ وہ جواب نہ تھا۔ بلکہ بے تعلق اور  
 بے مقصد باتیں تھیں۔ اس کا اور اس کے تمام ہم نواؤں کا یہی اصرار ہے۔ کہ الف حریر  
 کا مسئلہ ہم شیعہ لوگوں کا نہیں۔ کیونکہ اس کا قائل ابو حنیفہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں۔  
 بلکہ یہ ضعیفوں کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ”ابو حنیفہ“ کی کینت رکھنے والا انہی کا امام اور مجتہد ہے  
 اس مقام کی مناسبت سے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ گفتگو اس پر بھی ہو جائے  
 تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔



# ”ابو حنیفہ، نامی شیعہ عالم اور مصنف کا ثبوت

از کتب شیعہ

مجالس المومنین:

(القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد منصور بن حمون المغربي)

ترجمہ: تاریخ خلکان اور ابن کثیر شامی میں تحریر ہے کہ یہ ابو حنیفہ جانے پہچانے  
فضلاء میں سے تھا۔ علم فقہ اور دین میں ایسا مرتبہ اور مقام رکھتا تھا کہ  
جس سے زائد کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دراصل امام مالک کے مذہب  
کا پیروں تھا۔ لیکن بعد میں ”مذہب امامیہ“ کی طرف پلٹ آیا۔ اس کی  
بہت سی تصانیف ہیں مثلاً کتاب اختلاف اصول المذاهب ،  
کتاب اختیار اور کتاب الدعوة للعبدین۔

ابن زولاق سے مروی ہے کہ نعمان بن محمد قاضی بہت بڑا فاضل شخص  
تھا۔ قرآن کے معانی کی تفسیر و تشریح میں مشہور تھا۔ اور فقہی اصول پر  
اسے کامل دسترس تھی۔ لغت کی وجہ کا عارف ہونے کے ساتھ  
ایک بند پایہ شاعر اور مورخ تھا۔ عقل و انصاف سے آراستہ تھا۔  
اہل بیت کے مناقب میں کمی نہ ارا و راق لکھے کہ جو تحریر و جمع وغیرہ کے  
اعتبار سے عجیب مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں  
کی زیادتیوں پر کتابیں لکھیں۔ اسی کی ایک کتاب اس موضوع پر بھی



ہے۔ کہ اس میں امام ابو حنیفہ کو فی امام مالک، امام شافعی اور ابن شریک وغیرہ کا بیغ رو لکھا ہے۔ اس کی تصانیف میں ”اختلاف الفقہاء“ بھی ہے اس میں اہل بیت کے مذہب کی تائید اور تقویت ذکر کی۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔

ابو حنیفہ فاطمی خلیفہ معز الدین کے ہمراہ مغرب سے مصر میں آیا۔ اور ۳۶۲ھ میں رجب کے مہینہ میں اس نے انتقال کیا۔

(مجالس المؤمنین۔ جلد اول ص ۵۴۹ مجلس پنجم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

## تنقیح المقال:

ترجمہ: نعمان ابن محمد ابن منصور مغربی کے متعلق ابن خلکان اور ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ کہ شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ پہلے مالکی تھا۔ بعد میں امامی ہو گیا۔ اس کی تصانیف میں سے ایک کا نام ”دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت علیہم السلام“ تھا۔ اہل بیت کے مخالفین کی زیادتوں پر بھی اس کی تصانیف ہیں۔ اس کی اولاد میں بھی بڑے بڑے فاضل لوگ ہوئے۔ ابوالحسن علی بن نعمان، ابو عبد اللہ محمد بن نعمان وغیرہ۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا۔ کہ قاضی نعمان علم، فقہ، دین اور دیگر علوم میں یگانہ روزگار تھا۔ اس کی ”کتاب الدعاء“ عمدہ کتاب ہے۔ اور اس کی عبارت اس شخص کے بارے میں کہی گئی صفات کی تائید کرتی ہے۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد والے حضرات ائمہ کی روایات نقل نہیں کرتا اس کا باعث ”اسماء علیہ“ کا خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا



قاضی بناتھا۔ لیکن تقیہ کا ہمارا لے کر مذہب امامیہ کا اظہار کرتا رہا۔ یہ بات ہر عقل مند بخوبی جانتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم میں جو اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ شخص امامی نہ تھا۔ یہ بہت بڑا اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھروا لے ہی اپنے گھر کی بات بخوبی جانتے ہیں۔ اور گھروا لے۔ (مؤرخین نے اس کو پکا امامی لکھا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص امامی نہ ہو۔ اور وہ حق و صداقت کے غاصبین کے مظالم پر تصانیف لکھے۔؟ اس کی ایک اور کتاب ”فضائل الائمۃ الاطہار“ ہے۔ تیسری کتاب مسئلہ امامت پر ہے۔ اس کا اس نے خود تحریری طور پر اعتراف کیا ہے۔ کہ وہ کراہی ہے۔ اس کی کتابیں بہت اچھی ہیں۔ ”شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار“ ذکر مناقب ابی الصادق علیہ السلام، الاتفاق والافتراق، المناقب المختار، الامامت، اصول المذہب الروایۃ الايضاح اس کی تصانیف میں سے ہیں۔ (معالم العلماء)

مجلسی نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ مذکور قاضی خلیفہ معز الدین کے ہمراہ مصر آیا۔ اور ۵۲۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

(تنقیح المقال جلد سوم باب النعمان من ابواب

النون ص ۲۷۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ”ابو حنیفہ“ نامی ایک شیعہ بھی گزرا۔ اور وہ محض عام شیعہ نہ تھا۔ بلکہ صاحب تحریر تصنیف اور عالم فقیہ تھا۔ اس کی اولاد میں بھی علم و فقہ کے حامل پیدا ہوئے۔ ”الف حریر“ اسی ابو حنیفہ کا تحفہ ہے۔ اب جبکہ یہ تحفہ بھینچے وہاں کا نام اور پتہ ہم نے ہماری کتابوں میں سے ہی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس کی قدر کرو۔



اور اس پر بے جھجک عمل کرو۔ یہاں تو محرم کے ساتھ نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ اور کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ جائز کے کرنے پر گناہ نہیں ہوا کرتا۔ ان گزارشات کے بعد حنفی کی وہ زبان مٹ ہو کہ جو ان اعتراضات کے بعد ”لوٹ“ میں اُس نے حنفی علماء کو خطاب کر کے کہی۔ کس قدر شرم و حیا سے عاری اور اُس بازار کی زبان ہے۔ اگر وہ گالیاں ”مذہب حنفی“ پر اس لیے دی گئیں۔ کہ اس میں مذکورہ جرائم پر ”حد زنا“ نہیں۔ تو وہی جرائم مذہب جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔ اور اس میں بھی وہ حد نہیں ہے۔ تو پھر ”مذہب جعفریہ“ کے لیے وہی کلمات خبیثہ کیوں نہ فیٹ آئیں۔ بلکہ یہاں تو ان ”جرائم“ کو ”جائز“ بھی کر دیا گیا۔ اب ان پٹیل پیرا ہو کر خود انصاف کرو۔ کہ ان کا ثواب کس کو جائے گا۔؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۶۱

## شراب کی سزا معاف

حقیقت فقہ حنفیہ:

فان اقربا بعد ذهاب رائحتہ لم یجد عند  
ابی حنیفہ۔

(الہدایہ باب حد الشرب جلد دوم ص ۵۲۷-)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص شراب پینے کا اقرار اس وقت کرے۔ جبکہ اس کے منہ  
سے شراب کی بو ختم ہو چکی ہو۔ تو امام اعظم اور قاضی ابویوسف کے نزدیک  
اس شخص پر کوئی سزائے شرعی نہیں۔ نیز اگر کسی شخص پر شراب پینے کی  
گواہی دے اور اس کے منہ سے شراب پینے کی بو ختم ہو چکی ہو۔  
اس پر بھی حد نہیں ہے۔ نیز دو من اقرب بشراب الخمر ثم رجع  
لم یجد، جو شخص شراب پینے کا اقرار کرے اور پھر مکر جائے۔ تو اس  
پر بھی حد نہیں ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷)

جواب:

اعتراض میں بنیادی بات یہ ہے۔ کہ شراب کی بو ختم ہونے پر حد شراب  
نہیں لگے گی۔ اس اعتراض کو بھی نجفی نے اس لیے ذکر کیا۔ کہ شاید عوام اس کی چال میں  
آجائیں۔ اور وہ "فقہ حنفیہ" کو اچھا سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ لیکن صاحبان علم اس کو بھی دھوکہ



اور فریب کا ہی نام دیں گے۔ کیونکہ مسئلہ مذکورہ اپنے پس منظر میں دیکھا جائے۔ تو بات کچھ اور نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ مسئلہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہادی مسئلہ نہیں۔ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کر دی جائے۔ بات یوں ہے۔ کہ جب شرابی پر حد شراب کا معاملہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر پیش ہوا۔ تو آپ نے اس کے لیے شراب کی بو پایا جانا شرط قرار دیا۔ اسی شرط پر موجود تمام صحابہ کرام نے اجماع کر لیا۔ لہذا اسی اجماعی بات کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح لیا۔ اور مذکورہ صورتوں میں چونکہ بوئے شراب موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے ”حد شراب“ نہیں لگے گی۔ ہدایہ کی پوری عبارت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

### الہدایہ:

وَعِنْدَهُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّايِعَةِ  
لَإِنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَلَا إِجْمَاعَ  
إِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ شَرَطَ  
قِيَامَ الرَّايِعَةِ عَلَى مَا رَوَيْنَا۔

(ہدایہ ص ۵۲۷ باب حد الشرب مطبوعہ کلام  
کمپنی کراچی)

### ترجمہ:

شخصین کے نزدیک شرابی پر حد اس وقت قائم کی جائے گی۔ جب  
اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو۔ کیونکہ شراب پینے پر حد صحابہ کرام  
کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور اس اجماع کا اصل حضرت عبداللہ  
بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ آپ کی رائے یہی تھی۔ کہ شرابی سے



شراب کی برائے ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے روایت کی ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حد شراب نوشی کا قیام بوقت موجودگی  
بڑے شراب ہے۔ اور یہ شرط حضرات صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی رائے  
پر اتفاق و اجماع کرتے ہوئے تسلیم کی۔ اب مسائل مذکورہ میں صحت کا یہ ام نہ ہونا امام اعظم رضی اللہ عنہ  
کا مسئلہ نہیں۔ وہ تو صحابہ کرام کا مسئلہ ہے۔ لہذا امام اعظم پر اعتراض کرنا زری حماقت اور  
پرلے درجے کی بھالت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ بقول رسالت  
ناب صلی اللہ علیہ وسلم باہم اقتدر یتم اہتد یتم آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اقتداء کی ہے  
یہ اقتداء عین شریعت ہے۔ نہ کہ خلاف شریعت۔

آخری مسئلہ کہ شرابی اقرار کر کے مکر جائے۔ تو اس پر حد نہیں لگے گی۔ اس پر اعتراض  
کیوں؟ ایسی کئی ایک مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ سہ دست ایک مثال حاضر خدمت  
ہے۔ اور وہ بھی شیعوں کے اپنے گھر سے۔

## وسائل الشیعہ:

إِنَّ مَا غَزَا بَنَ مَالِكٍ أَقْرَحِنْدَرَسُورِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزَّنَافِ مَرِيحٍ أَنْ يُرْجَمَ فَهَرَبَ  
مِنَ الْحَضْرَةِ فَرَمَاهُ الرَّبِيعُ بْنُ الْعَوَّامِ بِسَاقِ  
بَعِيرٍ فَعَقَلَهُ فَسَقَطَ النَّاسُ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَخْبَرُ  
وَأَرْسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ  
فَقَالَ لَهُمْ فَلَا تَرْكُوهُ إِذَا هَرَبَ يَذُ مَبِّ فَإِنَّمَا  
هُوَ الَّذِي أَقْرَعَ عَلَى نَفْسِهِ وَقَالَ لَهُمْ أَمَا  
تَوَكَّنَ عَلَى حَاضِرًا مَعَكُمْ لِمَا ضَلَكْتُمْ قَالَ



وَقَدْ آهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ  
مَالِ الْمُسْلِمِينَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران طبع بدیم)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا  
کا اقرار کیا۔ تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب رجم کیا  
گیا۔ تو جناب مانگر گڑھے سے بھاگ نکلے۔ زبیر بن العوام نے اونٹ  
کی پنڈلی کے ہڈی اٹھا کر ماری۔ اس کے لگنے سے وہ رُک گئے۔ لوگ  
ان پر لوٹ پڑے۔ اور مار دیا۔ پھر جب اس واقعہ کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو لوگوں نے خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب وہ بھاگ نکلا تھا۔  
تو تم نے اُسے جانے دیا ہوتا۔ وہ تو خود اپنی ذات پر زنا کا اقراری  
تھا۔ (کوئی گواہی نہ تھی۔ اس لیے اس کے بھاگنے سے فرق نہ پڑتا  
اقراری ہونے کی صورت میں بھاگنا ایک طرح اقرار سے مکرنا بھی بنتا  
ہے) پھر اپنے فرمایا۔ کاش کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے  
ساتھ ہوتے۔ تو وہ تمہیں اس غلطی سے بچا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے جناب مانگر کی دیت بیت المال سے ادا کی۔

شراب کے مسئلہ میں شرابی کا اقرار کے بعد صاف صاف مکر جانا تھا۔  
جس پر حد شراب نہ لگانے کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول فرمایا۔ لیکن یہاں تو  
حضرت مانگر رضی اللہ عنہ کا صاف انکار نہیں۔ بلکہ انکار کی ایک صورت بنتی ہے۔ اس پر  
بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سزا کا کچھ نہ کچھ بدلہ عطا فرما دیا۔  
جب انکار کی صورت پر یہ رعایت ہو۔ تو صراحت کے ساتھ انکار پر نہ ہوگی؟



امام اعظم پر اعتراض کرنا آسان تھا۔ تو نجفی نے کر دیا۔ لیکن وہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض (بقول نجفی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیت ادا کرنا اور لوگوں کو رجم سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین فرمانا ہے۔ لیکن یہ نجفی کی سوچ ہے۔ اس گدھے کی سوچ سے نہ عام بچے کے۔ اور نہ خواص۔ (معاذ اللہ)

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم



# اعتراض نمبر ۶۲

چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تنسیخ :-

الہدایہ: حقیقت فقہ جعفریہ

ولا قطع فیما یتسار ع الیہ الفساد کاللبین  
واللحم والفواکہ الرطبة۔

(الہدایۃ کتاب السرقة جلد دوم ص ۵۲۹)

ترجمہ:

جو شخص ایسی چیز کی چوری کرے جو دیر تک صحیح نہیں رہتی مثلاً دودھ  
گوشت اور تازہ میوے وغیرہ تو ایسی چوری کرنے میں چور کے ہاتھ  
نہ کاٹے جائیں۔ نیز ولا فی سرقة المصحف وان  
کان علیہ حلیۃ۔ جو شخص قرآن مجید چوری کرے اگرچہ قرآن  
پر کوئی قیمتی غلاف یا اس کے مثل کوئی اور چیز ہو تو ایسے چور کے  
بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ نیز ولا قطع علی الذبائح  
جو شخص قبر کھود کر مردے کا کفن چوری کرے اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹے  
جائیں۔

نوٹ:

ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چند چوروں کا ذکر ہے۔ جن میں فقہ نعمان نے  
چھٹی دی ہے۔ اور اگر تفصیل میں پڑیں۔ تو فقہ حنفیہ نے اس باب میں بھانت



بھانت کے فتوے دیئے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۸)

## جواب:

ہاں یہ سے ذکر کردہ عبارت میں نجفی کو چار پاند نظر آئے جو اس نے ایک ہی سانس میں ذکر کر دیئے ہیں۔

## الزام اول:

ان اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ جو دیر تک باقی نہیں رہتیں۔

## الزام دوم:

قرآن کریم کے چور پر بھی حد سزا نہیں۔ اگرچہ قرآن کریم پر کوئی قیمتی غلاف یا زیور لگا ہو۔

## الزام سوم:

دفتری کاغذات پر قطعید نہیں۔

## الزام چہارم:

کفن چور پر چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

ان الزامات میں نجفی نے جو مرکزی بات ذکر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ”فقہ نعمان“ نے چند چوروں کو چوری کی سزا نہ دے کر عقل و نقل کے خلاف کیا۔ کیونکہ یہ بہر حال چور ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا سے بچنے نہیں چاہئیں۔ اب ان الزامات کا ترتیباً ہم جواب پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔



## تردید الزام اول:

دیر تک نہ رہنے والی اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دینا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا گھریلو مسئلہ نہیں۔ بلکہ اس مضمون کی احادیث موجود ہیں۔ جن سے استنباط کے طور پر یہ مسائل بیان ہوئے۔ ایسی احادیث کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

## اللمعة الدمشقية:

الرابعة. لا قطع في سرقة الثمرة على الشجرة ولا  
كان محرزاً بعد ابط و غلق لإطلاق النص صر  
الكثيرة بعدم القطع بسرقة.

(اللمعة الدمشقية. كتاب الحدود

جلد نہر ص ۲۲۹ مطبوعہ قمریان

طبع جدید)

ترجہ: ۵:

درخت پر سے چل چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہوگی۔  
اگرچہ وہ درخت دیوار یا دروازہ وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر دیا گیا ہو کیونکہ  
نصوص کثیرہ میں مطلقاً اس قسم پر قطع کی سزا نہیں ہے۔

## روضة البهيّة شرح اللمعة الدمشقية

عن أبي عبد الله عليه السلام قال إذا أخذ الرجل  
من الثعلب والزرع قبل أن يضرم عليه قطع

(روضة البهيّة شرح اللمعة جلد ۹ ص ۲۲۹، ۲۵۰ مطبوعہ قم)



ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کھجور کے درخت سے کھجوریں یا کسی زمین کی پیداوار چوری کرے۔ لیکن یہ چوری ان اشیاء کے کاٹنے سے پہلے ہو۔ تو اس چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات فرمائی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی۔ ہدایہ کی عبارت میں ”تازہ میوہ“ کے لفظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہ چوری درخت پر لگے ہوئے میوہ کی گئی۔ اگر اس پر ہاتھ نہ کاٹنے کی بات کر کے امام اعظم رضی اللہ عنہ مور الزام ٹھہرے۔ تو پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ کی معافی کیونکر ہو گئی؟ نہجی نے احناف کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں اپنے ائمہ کو بھی ”درگڑا“ دے دیا، سچ ہی کہاوت ہے۔ ”وہلکا کا اپنا نول وی وڈھن پیندا“

## جواب الزام دوم :

قرآن کریم کی چوری اور اس پر لگے ہوئے زیورات کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ اس کی آخر دئی وجہ ہوگی۔ کوئی دلیل ہوگی۔ اچھا ہوتا کہ نہجی اس وجہ اور دلیل پر اعتراض کرتا۔ کیونکہ یہ تو یک جزئی مثال ہے۔ قانون پر گرفت ہوتی۔ تو بہتر تھا کہ بہر حال صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ جو بیان فرمائی۔ وہ ملاحظہ ہو جائے۔

ہدایہ :

وَوَجْهُهُ الظَّاهِرُ أَنَّ الْأَخِيذَ يَتَأَوَّلُ فِي  
أَخِيذِهِ الْقِرَاءَةِ وَالنَّظَرِ فِيهِ.

ہدایہ جلد دوم ص ۵۴

مطبوعہ کلام کمپنی کراچی



## ترجمہ:

قرآن کریم کا چور اہل پر لگے زیورات کا چور پوچھنے پر یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں نے قرآن کریم بغرض چوری نہیں۔ بلکہ پڑھنے کے لیے اور اس کو دیکھنے کے لیے اٹھایا ہے۔

گویا اس چور کی باتھ کاٹنے کی سزا کی معافی ایک تاویل اور شبہ کی بنا پر ہوئی۔ اب قانون یہ سامنے آیا۔ کہ کیا شبہ کی بنیاد پر حد معاف ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو امام اعظم کا کیا قصور اور اگر نہیں ہو سکتی تو پھر مورد الزام ٹھہریں گے۔ یہ قانون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

## المبسوط:

## ترجمہ:

ایک عورت حاملہ ہے۔ لیکن اس کا خاوند کوئی نہیں ہے۔ اب اس سے اس حمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر وہ کہتی ہے کہ یہ زنا سے ہوا ہے۔ تو پھر اس پر حد زنا ہے۔ اور اگر کہتی ہے کہ زنا کے بغیر ہے۔ تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ اگرچہ بعض شیعہ۔۔۔۔۔ علماء اس دوسری صورت میں حد کا قول کرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح بری الذمہ ہونا چاہیے اب اس صورت میں زنا کا احتمال بھی ہے۔ و طٰی بالشبہ اور زبردستی کی گئی کے احتمالات ہیں۔ اور حد وہ حکم شرعی ہے۔ جو شبہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

کیوں صاحب! ذرا دونوں مسائل کا موازنہ کر کے دیکھیں۔ شبہ تو یہ کس طرف ہے؟ عورت کا حمل بالکل ظاہر اور شبہ میں اس سے و طٰی ہو جانا شاید زندگی بھر بھرنی



کو ایک دفعہ بھی نہ ملے۔ اس قدر قلیل الوقوع ہے۔ اور دوسرا شبہ یہ کہ اس سے زبردستی  
 وطن کی گئی۔ اگرچہ یہ شبہ مضبوط ہے۔ لیکن جب عورت کی ذات کی طرف خیال جاتا ہے  
 آخر وہ بھی جسمانی خواہشات رکھتی ہے۔ اور التقائے ختنا میں بلکہ اذغال ذکر سے کچھ  
 اکراہ والا معاملہ کمزور پڑھ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کے  
 چور کی یہ تاویل کے ”میں نے پڑھنے کے لیے اٹھایا“ کثیر الوقوع ہے اور جانب  
 مخالف کے احتمالات سے بہت دور۔ گویا نوے فی صد شبہ ہے۔ ادھر اس  
 درجہ کا نہیں۔ لیکن شبہ کمزور ہونے کے۔ باوجود حد اٹھالی گئی۔ اگر امام عظیم رضی اللہ عنہ  
 کے ہاں شبہ قویہ ہوتے ہوئے حد ماقط کر دی گئی۔ تو نجفی کو برا لگتا۔ اور اعتراض کر دیا  
 لیکن اپنی کتب کو نہ دیکھا۔ کہ ان میں اس قسم کے بیسیوں مسائل موجود ہیں۔ ان کے  
 مصنفین بلکہ اقوال ائمہ اہل بیت پر اعتراض بنتا ہے۔ اسی بے وقوفی یا حسد و بغض کے  
 اندھی سوچ پر ”حجۃ الاسلام“ کا لقب ملا ہو گا۔ ”جمعیں“ تو بیت اُتی ہیں۔ لیکن علماء  
 تو علماء عام آدمی بھی ان اعتراضات و جوابات کو پڑھ کر تمہیں ”وجہتی“ کہنے میں باکی محسوس  
 نہیں کریں گے۔ تمہارے حال پر ہمیں ایک بے ٹکٹے دیہاتی کا واقعہ یاد آگیا۔ گاڑی  
 کے ٹکٹے بیکر نے ایک دیہاتی کو پوچھا۔ ٹکٹ دکھلاؤ۔ دیہاتی بولا۔ باؤ جی ٹکٹ  
 تو کوئی نہیں۔ جب دونوں میں تکرار ہوئی۔ تو باؤ نے اس دیہاتی کو پکڑا۔ اور اٹھا  
 کر زمین پر پٹخ دیا۔ واپس گاؤں آیا۔ تو لوگوں کو کسی طریقہ سے اس کی پٹائی کی اطلاع  
 ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تو مونچوں کو تاؤ دے کر کہنے لگا۔ ”باؤ نے مینوں  
 ٹک کے مارا پر باؤ تھلے اور میں باؤ دے آتے“ ایمان داری کی بات ہے۔ یہ  
 اعتراض و جواب کوئی سُن سُن کر نجفی سے پوچھے۔ جمعی صاحب! آپ تو شکست  
 کھا گئے۔ تو ان کی دیرینہ عادت کے مطابق لگتا ہے۔ جواب یہی ملے گا۔ ”یار  
 لت میری ہی آتے اے“



## جواب الزام سوم:

کتابوں اور دفاتر کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں نہیں؟ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے۔

### ہدایہ:

وَلَا قُطْعُ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا لِأَنَّ الْمُقْصُودَ  
مَآخِضَهَا وَذَلِكَ لَيْسَ بِمَالٍ۔

رہدایہ جلد دوم ص ۵۲۱ کتاب الحدود

### ترجمہ:

تمام قسم کی کتب اور رجسٹر وغیرہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے نہیں۔ کہ چوری کرنے والے کا اصل مقصد وہ تحریر ہے۔ جو اس میں ہے۔ اور تحریر ”مال“ نہیں۔ کہ اس کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے (ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ چوری کا ”د اطلاق مال“ پر ہوتا ہے اور ایسی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بعض دیگر قیود کے ساتھ ہے۔ اب جبکہ کسی کتاب کے نقوش یا اس میں تحریر شدہ عبارت ”مال“ کے زمرے میں شامل نہیں۔ تو اس کی چوری پر قطعید کا حکم نہ لگانا کون سا عیب ہے۔ یہاں بھی نجفی کا سر و بعض کا رد نظر آتا ہے۔

## جواب الزام چہارم:

”کفن چور“ پر ہاتھ کاٹنے کی سزا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خود معاف نہیں فرمائی۔ جس سے آپ پر اعتراض آئے۔ بلکہ اس ضمن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم



— کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا۔ الفاظ یہ ہیں۔ لا قطع علی المختفی... ”مختفی“ کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ پھر مختفی کے بارے میں لکھا۔ کہ مدینہ پاک کے رہنے والے کفن چور کو مختفی کہتے تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ کفن چور کی سزا از روئے حدیث ساقط ہوئی۔ نہ یہ کہ امام اعظم کی رائے سے ایسا ہوا۔ لہذا امام صاحب پر اعتراض کرنا حماقت ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ”سرقہ“ پر ہے۔ اور ”سرقہ“ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے۔ جو ”حرز“ میں ہو۔ یعنی وہ مال محفوظ ہو۔ مال کی حفاظت کا شرعی طور پر کوئی متعین و مقرر طریقہ نہیں۔ اس لیے اس کا فیصلہ ”عرف“ کے اعتبار سے کیا جائے گا۔

اللمعة المشقية:

الْحِرْزُ لَا تَحْدِيدُ شَرْعًا فَيُرْجَعُ فِيهِ إِلَى  
الْعُرْفِ -

(اللمعة المشقية - جلد ۹ ص ۲۴۲)

ترجمہ:

”حرز“ کی شرعی کوئی تعریف نہیں۔ لہذا اس بارے میں ”عرف“

کو لیا جائے گا۔

اس بنا پر ”حرز“ کی تعریف میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں ”حرز“ کی صورت یہ ہے۔ کہ کسی مکان یا ظرف میں کوئی چیز محفوظ ہو چکی ہے یا اس کی نگرانی کے لیے کسی کو مقرر کر دیا گیا ہو۔ میت کے کفن کے بارے میں ”حرز“ کی یہ دونوں صورتیں موجود نہیں۔ نہ کسی مکان محفوظ میں تالا وغیرہ لگا کر اسے رکھا گیا اور نہ کوئی چوکیدار یا نگران مقرر ہے۔ لہذا یہ چوری ”حرز“ کو توڑ کر ہوگی۔ جب شرط چوری نہ پائی گئی۔ تو پھر وہاں کی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اسی بنا پر غالباً کفن چور



کو ”سارق“ نہیں کہا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

اعتراف نمبر ۶۳

حقیقت فقہ جعفریہ:

فی فقہ میں فضیلت کا بیان

ہدایہ کتاب ادا اب القاضی:

يَجُوزُ التَّقْلِيدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ كَمَا يَجُوزُ  
مِنَ الْعَادِلِ لِأَنَّ الصَّعَابَةَ تَقْلَدُ وَأَمِنْ مُعَاوِيَةَ  
وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ وَالتَّابِعِينَ تَقْلَدُوا  
مِنَ الْحُجَّاجِ وَهُوَ كَانَ جَائِرًا۔

ہدایہ کتاب ادا اب القاضی جلد ۱ ص ۱۲۲

ترجمہ:

ظالم بادشاہ کی طرف سے قاضی بننا۔ اور فیصلے کرنے کے لیے جج  
بننا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام معاویہ کی طرف سے قاضی بنے ہیں۔  
جبکہ حق علی کے ساتھ تھا۔ نیز صحابہ کے بعد تابعین حجاج کی طرف سے  
قاضی بنتے ہیں۔ اور حجاج بھی ظالم تھا۔



نوٹ:

سنی بھائیوں کا اہل تشیع پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اگر ابو بکر و عمر و عثمان ظالم تھے۔ تو حضرت علی نے ان کی حکومت کے زمانہ میں ان کی طرف سے قضاوت کرنا کیوں قبول کیا۔ اور ثلاثہ کو مشورے کیوں دیئے؟ مشکل مسائل میں فیصلے کیوں کئے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب امیر نے ثلاثہ کی طرف سے ہرگز یہ عہدہ قضاوت قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس زمانہ میں شرعی حاکم خود حضرت امیر علیہ السلام تھے۔ اور انہوں نے اپنے وظیفہ شرعی پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اس طرح سنی بھائیوں کی تسلی نہیں ہوتی۔ تو پھر ہم یوں عرض کریں گے کہ ثلاثہ ظالم بادشاہ تھے۔ اور سنی بھائیوں کی کتاب الہدایہ گواہ ہے کہ ظالم کی طرف سے قاضی بن کر لوگوں میں فیصلے کرنا کوئی بری بات نہیں ہے اور اس چیز سے فیصلہ کرنے والے کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور وہ ظالم بادشاہ ظالم ہی رہے گا۔ اس کی عدالت ہرگز ثابت نہ ہوگی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹)

جواب:

نجنفی نے ”ہدایہ“ کی جس عبارت کا سہارا لیا ہے۔ اور اس کی مدد سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ”ظالم بادشاہ“ کے طور پر پیش کیا۔۔۔۔۔ اس عبارت میں مرکزی لفظ ”جائر“ ہے۔ اس لفظ کے معنی لکھنے میں نجنفی نے دیرینہ بددیانتی سے کام لیا۔ آئیے! ذرا اس لفظ کے معانی معلوم کریں۔ پھر اس پر کچھ تحریر کیا جائے گا۔

(۱) جائر:

کسی شے سے ہٹ جانا کہتے ہیں۔ جار عن الطريق۔ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔



## (۲) علیہ : کسی پر ظلم کرنا۔ (بحوال منجد)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ جائز و معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ راہِ راست سے ہٹ جانے والا اور ظالم۔ صاحب ہدایہ نے اس لفظ کا دو شخصیتوں پر دو مختلف معانی کے اعتبار سے اطلاق کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جائز تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطائے اجتہادی کی وجہ سے سیدھے راستہ سے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ حق پر تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خطائے اجتہادی کا قول اس وقت تک صادق آتا تھا جب تک امام حسن نے آپ کی بیعت نہ کی تھی۔ لیکن امام حسن کے بیعت کر لینے کے بعد آپ عادل اور سچے امیر المؤمنین تھے۔ نجفی نے ہدایہ کی عبارت میں خیانت سے کام لیتے ہوئے۔ ”و الحق کان بید علی“ الفاظ پر اکتفا کیا۔ اور ”فی خوبتہ“ مفہم کر گیا۔ کیونکہ اس کے مفہم کے بغیر اس کا مقصد لوہا نہ ہوتا تھا۔ ”فی خوبتہ“ کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی باری اور اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ آپ کی باری اور زمانہ سمجھی جانتے ہیں کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے بعد میں آئی۔ لہذا اس سے مفہوم نکالنا کہ خلفائے ثلاثہ بھی حق پر نہ تھے اور ظالم تھے۔ زری جہالت ہے۔ حضرت علی اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ یعنی امیر معاویہ کے مقابلہ میں۔ جب علی حق پر ہوئے۔ تو امیر معاویہ اسی حق پر نہ ہونے کی وجہ سے ”جائز“ ہوئے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ”جائز“ کا اطلاق جس معنی میں ہوا۔ وہ واضح ہو گیا۔ یہاں ”ظالم“ کے معنی میں اس لفظ کو لینا خود ظلم ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قتل وغیرہ آپ کے ہاتھوں سرزد نہیں ہوا۔ ہاں یہ ساری باتیں حجاج کے دور میں تھیں۔ اس لیے وہ جائز یعنی ظالم ہو گا۔ ہدایہ کی عبارت کا یہی مفہوم ہے۔ جسے نجفی نے غلط طور



کو دیا ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے حضرت علی کے لیے مقابلۃً لفظ و دھقی، ذکر کیا ہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی کا مقابل بنا کر وہ جار، ذکر کیا۔

پھر آگے چل کر نجفی نے ایک اور منطق جھاڑی۔ وہ یہ کہ اگر خلفائے ثلاثہ ظالم تھے۔ تو حضرت علی کا ان کے دورِ خلافت میں عہدہ قضا قبول کرنا۔ اور انہیں مشورے دینا کیونکر جائز ہو گیا؟ یہ سنیوں کی طرف سے اہل تشیع پر خود اعتراض گھڑا۔ اور پھر اس کے دو جواب لکھے۔ پہلا جواب یہ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے عہدہ قضا ان کی طرف سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ آپ خود ہی ان کے زمانہ میں بھی شرعی حکم تھے۔ اس لیے آپ اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ جب اہل سنت کے نزدیک ظالم حکمران کی طرف سے عہدہ قضا قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ظالم ہو گئے۔ یا اصحاب ثلاثہ کا ظلم ختم ہو گیا۔

تجفی کے یہ جواب ایسے ہیں۔ کہ جن کی خود کتب شیعہ تردید کرتی ہیں۔ دریافت کیا جاسکتا ہے۔ کہ اگر شرعی حاکم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ تو پھر صدیق اکبر کے ہاتھ پر حضرت علی نے بیعت کر کے ان کی خلافت و امارت پر صا د کیوں کیا۔ خود تم ہی داؤد ملا کرتے ہو۔ کہ حضرت علی کے مگلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ اور ابو بکر کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ علی نے پوچھا اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہو گا۔ عمر بن الخطاب نے کہا۔ گردن زخم۔ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ شیعہ کتب میں یہ ڈرامہ پھر کس لیے رچایا گیا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کو ظالم سمجھتے رہے اور ظالم کی طرف سے عہدہ قضا قبول کر لے میں سنیوں کی طرف سے اجازت ہے۔



تو یہ جواب خود نجفی کا منہ چرطر رہا ہے۔ اس لیے کہ نجفی سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے خاندان کے بزرگ اس معاملہ کو بہتر جانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ ایسا ہی سوال ہوا۔

## انوار نعمانیہ

قَدْ سُئِلَ فِي مَجْلِسِ الْخَلِيفَةِ عَنِ الشَّيْخَيْنِ  
فَقَالَ إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَأَنَا  
حَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

را افوار نعمانیہ ص ۳۰ جلد طبع قدیم ایران۔

## ترجمہ:

شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی مجلس میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ تو عادل امام و خلیفہ تھے۔ انصاف پسند تھے۔ اور حق پر زندہ رہے۔ اور اسی پر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی برور حشر ان پر رحمت ہو۔

نجفی صاحب! تم معصوم نہیں۔ کہ تمہاری منطق قابل اعتبار ہو۔ بلکہ تمہارے مذہب میں ائمہ کے اقوال قابل عمل اور لائق تقلید ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ تو ایک معصوم امام شیعین کو عادل و قاسط اور حق پر قائم فرمایا۔ اور تم ظالم ثابت کرنا چاہتے ہو۔ اگر اس پر تسلی نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دو ظالم، شخص کو امام صحابہ کرام اپنا قائم مقام بنا رہے ہیں۔ کچھ تو حیا کرو اگر یہ بھی بات تمہارا پیٹ نہیں بھرتی تو بیچ البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی زبانی تعریف فاروق اعظم ملاحظہ ہو۔



## نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَرَّوْا الْاَوْدَ وَكَأَوَى الْعَمَدَ  
وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّتِ الْفِتْنَةُ ذَهَبَ نَقِيُّ التَّوْبِ  
قَلِيلُ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرُّهَا أَدَى  
إِلَى اللَّهِ طَاعَتُهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ -

نہج البلاغہ جہوٹا سائز۔ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸

مطبوعہ بیروت طبع جدید

## ترجمہ:

اللہ کے لیے میں ٹھہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ جس نے کبھی کو سیدھا  
کیا۔ اور مرض کی دوا کی۔ اور سنت کو قائم کیا۔ اور فتنے کو دور چھوڑا۔ اور  
دنیا سے صاف کپڑے پہن کر گیا۔ قلیل العیب، خیر اور بھلائیوں کو  
اس نے پایا۔ اور اس خلافت میں شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ  
کی اطاعت کا اس نے حق ادا کر دیا۔ اور اس کے حق سے ہمیشہ  
ڈرنا رہا۔

## خلاصہ کلام:

صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے مادل اور پرہیزگار فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے  
بیعت کی۔ اور ان کے حق پر قائم رہنے کی گواہی دی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
نے واشگاف الفاظ میں انہیں صاحبانِ عدل قرار دیا۔ یہ گواہیاں ایک طرف



اور دوسری طرف نجفی کا ان کو ظالم ٹھہرانا کہ مسلمان نجفی کی بات پر دھیان دے گا۔ ظالم کو سیرت حسین بھی یاد نہ رہی کہ جن کی رگوں میں حضرت علی المرتضیٰ کا خون تھا یہی حسین ہیں۔ کہ جنہوں نے درحقیقت ظالم شخص کی نہ بیعت کی۔ نہ اس کی اقتدار میں نمایاں پڑھیں۔ بلکہ شہادت قبول کر لی۔ لیکن ان کے والد گرامی شیعین کی بیعت بھی کرتے ہیں۔ ان کی اقتدار میں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ اور پھر نجفی انہیں ظالم کہنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے دور خلافت میں جو عہدہ قضا قبول کیا۔ وہ ان کے عادل ہونے کے وجہ سے تھا۔ اور انہیں اپنے مشورے دیئے۔ اس لیے کہ یرامت کے خیر خواہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق دار اور امت مسلمہ کا نجات دہندہ سمجھتے تھے

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۶۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام  
جانوروں کے احکام

بخاری شریف:

قَالَ الشَّعْبِيُّ كُنَّا نَأْكُلُ الْخَيْلَ وَالْأَنْفُسَ لَا  
طَعْمَ لَهَا وَلَمْ يَرِ الْحَسَنُ بِالسَّلْعَةِ  
بَأْسًا۔

(بخاری شریف کتاب الصيد جلد ۷ ص ۷۹)

ترجمہ:

(ایک سنی عالم شعی کہتا ہے۔ اگر میرے اہل و عیال مینڈک کھانا پسند کریں تو میں انکو  
مینڈک ہی کھلاؤں۔ اور حسن بصری کہتا ہے۔ کہ کچھ کھانے میں کوئی حرج  
نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک دریائی کتا، دریائی خنزیر اور دریائی انسان کا  
گوشت کھانا حلال ہے۔ (ہایہ کتاب الزبائح جلد دوم ص ۴۴۲)



## میزان الاعتدال:

سنی فقہ میں ہے کہ سرطان دریائی کتا میٹک اور خنزیر حلال ہیں۔

(میزان الکبریٰ جلد دوم ص ۵۸ باب الاطعمہ۔)

## میزان الکبریٰ:

نیز قَالَ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ وَهُوَ الْأَصْحَحُ عِنْدَ  
هُمُ أَنََّّهُ يُؤْكَلُ جَمِيعُ مَا فِي الْبَحْرِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب الاطعمہ

جلد دوم ص ۵۸)

## ترجمہ:

شافعی مذہب کے علماء فرماتے ہیں۔ اور یہی قول ان کے نزدیک  
صحیح ہے کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ حتیٰ کہ مگر مچھ بھی۔

## نوٹ:

سنی بھائیوں کے بڑے مزے ہیں۔ مہنگائی کا زمانہ ہے۔ اور پھر گوشت  
تو بہت ہی مہنگا ہے۔ خدا بخشے امام بخاری کو جو میٹک اور کھجوا حلال کر گئے۔ اور  
پھر امام مالک اور امام شافعی کو بھی خدا بخشے جو دریائی کتا اور خنزیر حلال کر گئے۔  
سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ میٹک، کھجورے، کتے اور خنزیر کے کباب بنائیں۔ اور اپنے  
اماموں کے نام پر خیرات کریں۔ اور رمضان المبارک میں اپنے مسلمان بھائیوں کے  
انہی کبابوں سے روزے افطار کرائیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۹-۱۳۰)

## جواب:

جیسا کہ نجفی کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں ”فقہ حنفیہ“  
پر اعتراضات و الزامات ہوں گے۔ اور اس بات کو نجفی وغیرہ بھی جانتے ہیں۔



کہ ”فقہ حنفیہ“ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مسائل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب میں فقہ شافعی اور مالکی کے مسائل درج کر کے نمبئی نے اپنے موضوع سے بھی غداری کی۔ اور یہ غداری ایک آدمی جگہ نہیں۔ بلکہ بہت سے مقامات پر ہوئی۔ اور پھر اسے چھپانے کے لیے ”سنی فقہ“ کا ہمارا لینا پڑا۔ جیسا کہ متعدد مرتبہ ہم یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ دوسری فقہ کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ اس لیے امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی فقہ کے مسائل ہمارے زیر بحث نہیں لیکن ایک سنی ہونے کے اعتبار سے اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

”ہدایہ“ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دریائی کتا، خنزیر اور انسان حلال ہیں۔ اور پھر اس پر ازہ راہ... تمسخر کباب بنا کر کھانے اور افطاری کی پھبتی کسی گئی ہے انداز عبارت بتاتا ہے۔ کہ یہ اشیاء سنیوں کے نزدیک حلال ہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حرام۔ ورنہ اگر شیعہ بھی انہیں حلال کہیں۔ تو پھر مذاق اور اعتراض کس بنا پر؟ تو آئیے! ذرا فقہ جعفریہ میں ان جانوروں کے بارے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آنے پر بات واضح ہو جائے۔

## توضیح المسائل:

سگ و خوک کی درخش کی زندگی می کند حتی کہ مو و استخوان و پنجه و ناخن در طوبہ تہائے انہا نجس است ولی سگ و خوک دریائی پاک است۔

(توضیح المسائل باب النجاسات ص ۱۲)

مطبوعہ تہران طبع جدید)



## ترجمہ:

وہ کتا اور خنزیر جو خشکی پر رہتے ہیں۔ ان کے بال، ناخن، پنچے اور دیگر رطوبتیں نجس ہیں۔ لیکن دریائی کتا اور خنزیر پاک ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دریائی کتا اور خنزیر تو فقہ جعفریہ میں بھی حلال ہیں۔ پھر کس منہ سے ”سنی فقہ“ پر اعتراض کیا گیا۔ اور اگر نجفی کوئی ایک حوالہ اپنی کتاب میں سے ایسا دکھا دے کہ جس میں دریائی کتا اور خنزیر ان کے نزدیک حرام ہیں۔ تو منہ مانگا انعام ملے گا۔ معلوم ہوا کہ نجفی جانتے بوجھتے اپنے مذہب کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے ”جھٹی“ کہا ہے۔ کتے اور خنزیر کو حلال و پاک نہیں کہا گیا۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کی پاکیزگی۔ پر کہ اس نے کتوں پر اور خنزیروں کو بھی پاک کر دیا۔ جو خشکی پر۔ ان کی مثل امت میں۔

## المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَائِفٌ فِي حَالِ  
حَيَاتِهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ قَالَ إِنَّمَا  
يُنَجِّسُ الْخِنْزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ  
(أَوِ الْمَوْتِ)

(المبسوط جلد ششم ص ۲۷۹ کتاب الاطعمه الخ)

مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ:

بعض اہل تشیع کا کہنا ہے کہ حیوان ہر قسم کا جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ ان لوگوں نے اس حکم طہارت سے نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔ اور کہا کہ کتا اور خنزیر دو ہی صورتوں میں نجس ہو



کتے ہیں۔ یا مَر جائیں یا مار دیئے جائیں۔

اس حوالہ کے ذریعہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد کی نجاست کا اقرار کیا۔ لیکن ”متوہ کے رستیا،“ اور ”تغیہ کے عادی،“ اس پر ہی بس کیوں کریں۔ اگر ”بسیل امام،“ کا پانی پی کر پورا ثواب حاصل کرنا ہو، تو پھر مرے ہوئے سور کی کھال کے بنے ہوئے ڈول میں یہ شوق پورا کرنے میں کون پیچھے رہے۔ زرارہ نے یہ نسخہ امام سے پایا ہے۔

### وسائل الشیعہ:

عن زرارۃ قال سألت أبا عبد اللہ علیہ السلام عن جلد الخنزیر یر یجعل ذئوا یستقی بہ الماء قال لا یأمن۔

رو مسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۹ کتاب الطیارة  
مطبوعہ تہران طبع جدید

### ترجمہ:

زرارہ جی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ اے امام معصوم! خنزیر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیا جاسکتا ہے؟ امام نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بات اوصوری رہ جائے گی۔ اگر پانی پینے کے ساتھ ساتھ کھانا نہ کھایا جائے جیسا پانی ویسا کھانا۔ ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ:

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد اللہ



عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ أَكَلُ الْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ  
وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ عَلَيْكُمْ أَدَبٌ فَإِنْ عَادَ أَدَبٌ  
فَإِنْ عَادَ يَهُودِيٌّ قَالَ وَكُيُودٌ وَلَيْسَ عَلَيْهِ  
حَدٌّ

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۵۸۱ مطبوعہ

تہران طبع جدید

۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۹۸

۳۔ من لا یضرہ الفقیہ جلد چہارم ص ۵۰ باب

حد الاکل المیتہ الخ۔

۴۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۲۲۲ کتاب الحدود

### ترجمہ:

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی  
کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھائے  
اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا۔ سزا کوئی نہیں۔ صرف سمجھا بھجا  
دیا جائے۔ چاہے وہ بار بار کھائے۔

کیوں صاحب! اسحاق بن عمار نے اُن اشیاء کے کھانے کی امام  
سے ”ادب کے ساتھ“ اجازت لے دی۔ اور زرارہ جی نے سور کی کھال  
میں پانی پینے کا راستہ دکھا دیا۔ خنزیر کے گوشت کو بریاں کر کے کباب بنا کر  
اور خون کی چٹنی سے لطف اندوز ہوں۔ اور دمال مفت ول بے رحم، کا خوب  
فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے، سچ ہی فرمایا ہے۔ الخبیثات للخبیثین  
والخبیثون للخبیثات الخ۔ فلعنوا یا اولی الابصار۔



# اعتراض نمبر ۶۵

## مختلف جرائم جانوروں کی تحلیل

رحمة الاممہ:

عن ابن عباس اباحہ لحوم حمراء اہلیۃ۔  
 رحمة الاممہ فی اختلاف الائمہ  
 کتاب الاطعمہ

ترجمہ:

ابن عباس کے نزدیک پالتو گدھے بھی حلال ہیں۔ نیز امام مالک  
 کے نزدیک عقاب، باز، شکر اور شاہین بھی حلال ہیں۔ اور امام  
 شافعی کے نزدیک طوطا، چمگادڑ اور آٹو بھی حلال ہیں۔

جواب:

دورحمۃ الاممہ کے حوالہ سے نجفی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا کہ  
 اَنَّ کے نزدیک پالتو گدھا حلال ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ میں سے اس کی حلیٰ مطلقہ  
 کا قول کس نے کیا؟ آئیے ہم آپ کو اس کی نشاندہی کیے دیتے ہیں۔  
 مابین ان الکلبی؛

وَمِنْ ذَٰلِكَ قَوْلُ الْأَيْمَنِ الثَّلَاثَةِ بِتَحْرِيمِ  
 أَكْلِ لَحْمِ الْبُعَاثِ وَالْحَمِيرِ الْأَمْلِيَّةِ  
 مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ بِكَوْنِ أَهْنِهِمْ كَوْنَهُ مُطْلَقًا



وَقَالَ مُحَقِّقُوا أَصْحَابَهُ إِنَّهُ حَرَامٌ۔

(میزان الکبریٰ للشعرا فی جلد دوم ص ۱۵۰ مطبوعہ مصر)

### ترجمہ:

اسی وجہ سے تینوں اماموں (ابو حنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) نے پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام مالک کا اس بارے میں دو مکروہ تحریمی، کا قول ہے۔ اور مالکی فقہ کے محققین نے اسے حرام ہی کہا ہے۔

حضرات ائمہ اہل سنت کا پالتو گدھے کے بارے میں فتویٰ آپ پڑھ چکے ہیں اب ان پر اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کا الزام کس قدر بہتان ہے۔ ذرا اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بھی جھانکتے۔ عین ممکن ہے کہ کسی امام نے اس "شریف" مخلوق کے بارے میں کچھ فرمایا ہو۔ لو ہم تمہیں بتاتے ہیں۔

### وسائل الشیعہ:

فَقَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِهَا إِلَّا ذَهَابًا كَأَنْتَ حُمُولَةُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَإِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا قَلِيلًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ الرِّضَا عَلَيْهِ كُتِبَ إِلَيْهِ فِيمَا كُتِبَ مِنْ جَوَابِ مَسْأَلِهِ كُرْهُ أَكْلِ لُحُومِ الْبُعَالِ وَالْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ لِجَانِبِ النَّاسِ إِلَى ظُهُورِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخُوفِ مِنْ قَنَائِهَا وَقِلَّتِهَا لَا تُعْذَرُ خَلْقُهَا وَلَا قُدْرُغْذُهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۹۲ کتاب الاطعمہ مطبوعہ تہران جامع جدید)



## ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ یہ ان دونوں لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے تھے۔ (لیکن) دراصل حرام وہی جانور ہیں جنہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ اگر ان کا قرآن میں بطور حرام ذکر نہیں۔ تو وہ حرام نہیں ہیں۔

محمّد بن سنان نے امام رضا سے چند مسائل پوچھے۔ ان میں ایک مسئلہ کا یہ جواب تھا۔ ”خچروں اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانا مکروہ اس لیے ہے۔ کہ یہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں۔ اور استعمال میں آنے والے چار پائے ہیں۔ اور ان کے گوشت کی کراہت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ لوگ انہیں ذبح کر کے کھاتے کھاتے ان کی نسل ہی ختم نہ کر دیں۔ یا ان کی تعداد کم نہ ہو جائے۔ ورنہ ان کی خلقت میں اور ان کی غذا میں کوئی کراہت کی بات نہیں ہے۔“

”وسائل الشیعہ“ میں پالتو گدھے کا ایک مستقل موضوع ہے۔ جس میں ”عدم تحریمہا“، مراحت سے موجود ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اہل شیعہ کے نزدیک خچر اور پالتو گدھے کا گوشت ”حرام“ نہیں۔ صرف مکروہ ہے۔ اب نجفی صاحب سے پوچھئے کہ چورکس کے گھر سے نکلا۔ اور کس کی ہنڈیا میں ”شریف مخلوق“ کا گوشت پک رہا ہے یہی گوشت کھا کر اور ”مرغوب ہٹنی“ کے ساتھ ساتھ سور کی کھال میں پانی ڈال کر پیئے سے تو لوگ ”وجہ الاسلام“ بن جاتے ہیں۔

نوٹ:

”حقیقت فقہ حنفیہ“ میں نجفی نے ان گزشتہ اعتراضات کے بعد ”باب المتفرقات“ کا عنوان باندھ کر تقریباً ۶۴ الزامات درج کیے۔ ان میں



چند کو چھوڑ کر باقی الزامات کا تعلق فقہ حنفی سے نہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق عقائد کے ساتھ تھا۔ ان عقائد سے متعلقہ الزامات کا جواب ہم تحفہ جعفریہ میں دے چکے ہیں۔ اب اس باب کے اُن الزامات کا جواب سپرد قلم ہے۔ جو حنفی فقہ سے متعلق ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعترا فی منبر

کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو دیں۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اذا وقع الذباب فی شراب احد  
کمر فلیغمسه۔

(بخاری شریف کتاب بدأ الخلق جلد ۱ ص ۱۱۳)

ترجمہ:

کہ جب کسی کے پینے والی چیز میں مکھی گر جائے۔ اسے چاہیئے کہ  
وہ اسے غوطہ دے کر نکالے۔

نوٹ:

صرف ڈبونے سے کیا بنے گا۔ تھوڑا سا نچوڑ بھی لیں۔ اور پھر وہ دو دھیا چلے  
البرہرہ کی روح کو ہیر کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

سب سے پہلے گزارش یہ ہے۔ کہ بخاری شریف میں اشیائے نوش  
میں مکھی پڑنے کے بعد اسے غوطہ دینے کی حکمت بھی مذکور تھی۔ لیکن نجفی نے وہ  
حکمت ذکر نہ کی۔ اور مذکورہ حکمت زبان نبوت سے بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ  
وہ حکمت ہر شخص اپنے علم سے معلوم نہیں کر سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
فَإِنْ فِي أَحَدِي جَنَاحَيْهِ دَأْوُ فِي الْأُخْرَى



شفاء غوطہ دے کر اس لیے نکالو۔ کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص مکھی پڑنے کے بعد اس پر عمل کرتا ہے تو ابو ہریرہ کی بات پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے گا۔ لہذا نجفی کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنانا دراصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنا ہے۔ ایک سنی کو یہ کہنا کہ وہ دودھ کہ جس میں مکھی گر گئی۔ غوطہ دے کر پھوڑ کر ابو ہریرہ کی روح کو ہدیہ کرو۔ حقیقت میں نجفی نے اس تحریر سے اپنے لیے وہ ”ہدیہ“ تیار کر لیا ہے۔ جو دوزخیوں کو پیپ اور خون کے عصا رہ کی شکل میں ابال کر پلایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کسی صحابی کی کھلے بندوں توہین کرنے والوں کو اگر یہ نہیں ملتا۔ تو پھر اور کس کو ملے گا۔ علاوہ ازیں ان کی کتب میں بھی مکھی کے بارے میں مذکورہ مسئلہ موجود ہے۔ کبھی تو گھر کی خبر بھی لی ہوتی۔

## وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ  
عن الذبَابِ یَقْعُ فی الدُّهْنِ وَ السَّمْنِ وَ الطَّعَامِ  
فَقَالَ لَا بَأْسَ کُلْ۔

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ تہران

(طبع جدید)

۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۸۶ فی الذبائح

(مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے



پوچھا۔ اگر مکھی تیل، گھی یا کسی خوردنی شئی میں گر جائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے؟  
فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کھاؤ۔

اس حوالہ معلوم ہوا کہ امام جعفر کے نزدیک مکھی پڑنے کے بعد اشیائے خورد و نوش نجس نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ طیب و حلال ہونے کی وجہ سے کھائی جائیں گی! اور یہی بات سنی فقہ نے کہی۔ پھر دونوں کو ایک ہی لالٹھی سے ہانکنا چاہیئے تھا۔ اس پر اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ شور مچائیں۔ کہ ہماری کتب میں مکھی گری اشیاء کے طیب ہونے کا ذکر تو ہے۔ لیکن اسے غوطہ دینے کا کوئی حکم نہیں لہذا مجھے غوطہ دینے پر اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ جب مکھی گر ہی گئی۔ تو اس کو غوطہ دو یا نہ دو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر نجس ہے۔ تو جتنی ڈوبی وہ ناپاک کر دے گی۔ اور اگر نجس نہیں۔ تو خود ساری غوطہ کھا گئی۔ فرق نہیں پڑے گا۔ اسے ہر عقل مند نجفی کے سوا تسلیم کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم سنی اگر اس کو غوطہ دیتے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایسا کرتے ہیں۔ از خود یہ طریقہ لکھاد نہیں کیا۔

اور اگر رجال کشی ص ۱۹۵ کی عبارت کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع نے ”غوطہ دینے والے“ الفاظ حدیث سے نکال دیئے ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے بیان کردہ احادیث میں ہمارے شیعوں نے گڑ بڑ کر دی ہے۔ لہذا جو ہماری بات اور حدیث تم قرآن و سنت مصطفیٰ کے موافق و مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو تھوڑو۔

”وسائل الشیعہ“ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا جو جواب اور مسائل کا سوال ذکر کیا گیا۔ اس میں تو سرے سے مکھی نکال کر، نیل گھی اور دیگر اشیاء کے کھانے کا حکم ہی نہیں۔ جتنی عبارت ہے۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ مع مکھی



کھا جاؤ۔ ایک غیر جانب دار سے پوچھئے۔ کہ جس سنی مکھی کو غوطہ دے کر نکال باہر پھینکا۔  
اور پھر اس پانی وغیرہ کو پیا۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف شیعہ مکھی سمیت سب کچھ کھا  
گیا۔ دونوں میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔؟

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مذاق، ابو ہریرہ صحابی رسول کی گستاخی  
اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تمسخر کوئی گھٹیا سے گھٹیا مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن  
ہمت ہے۔ نجفی کی کہ کسی سے باز نہ آیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

÷



# اعتراض نمبر ۶۷

## بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزو ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

نئی فقہ میں ہے۔ ان البسملة لیست من الفاتحة  
عند ابی حنیفہ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۵۳)  
(حقیقت فقہ حنفیہ)

ترجمہ:

کہ بسم اللہ قرآن پاک کی سورہ فاتحہ کی جزو نہیں ہے۔ اس لیے اس  
کا نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

جواب:

”میزان الکبریٰ“ سے جو حوالہ درج کیا گیا۔ واقعی اہم اعظم رضی اللہ عنہ بسم اللہ  
کو الفاتحہ کی آیت شمار نہیں کرتے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ صاحب میزان الکبریٰ  
نے اس کی وجہ بیان فرمائی۔ نجفی وہ ہڑپ کر گیا۔ کیونکہ اگر وہ وجہ لکھ دی جاتی۔ تو پھر  
دال گنا مشکل ہو جاتی۔ بسم اللہ کے بارے میں اختلاف ائمہ نقل کرتے ہوئے صاحب  
میزان نے لکھا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔



## میزان الکبریٰ:

فَقَدْ وَرَدَ أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يَقْرَأُهَا مَعَ الْفَاتِحَةِ تَارَةً فَيَشْرِكُهَا تَارَةً  
أُخْرَى فَاخَذَ كُلُّ مُجْتَهِدٍ بِمَا بَلَغَهُ مِنْ  
إِحْدَى الْعَالَتَيْنِ.

رمیزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۲۱

مطبوعہ مصر طبع قدیم

## ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کے بارے میں دو قسم کی روایات  
آئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ فاتحہ کے ساتھ تلا کر اسے پڑھتے تھے اور  
دوسری یہ کہ فاتحہ بغیر اس کے پڑھتے تھے۔ لہذا ہر مجتہد نے ان  
دونوں حالتوں میں سے جو اس کو مضبوط نظر آئی۔ اس پر عمل کیا۔  
”میزان الکبریٰ“ نے جو وجہ بیان کی۔ ہر صاحب عقل اس کے مطابق یہی  
کہے گا۔ کہ بسم اللہ کو فاتحہ کی جز بنانا یا نہ بنانا کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل ہے۔

‡



# اعتراض نمبر ۶۸

## ولد الزنا (حرامی) کے پیچھے نماز جائز ہے

**حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ**

سنی فقہ میں ولد الزنا (حرامی) کے پیچھے نماز پڑھنا اور ہر قسم کے فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حجاج بن یوسف کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ اور تابعین کا قاتل ہے۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۹۲ باب صلوٰۃ الجماعت)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

## جواب:

”سنی فقہ“ پر حرامی اور فاسق و فاجر کے امام بننے کے متعلق نجفی کو اعتراض ہے۔ لیکن اپنی فقہ ”فقہ جعفریہ“ کو کیا کہے گا؟ کیونکہ یہ مسئلہ ان کی فقہ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل دونوں اس کے ثبوت میں موجود ہیں آپ کا قول یوں مذکور ہے۔

## نہج البلاغہ:

وَأَنَّكَ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ۔

نہج البلاغہ خطبہ ۴

ص ۸۲ چھوٹا سائز بیروت



ترجمہ:

لوگوں کا کوئی نہ کوئی امام ضرور ہونا چاہیے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر۔  
 یہ تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول جو سلسلہ امامت کی بنیاد ہے  
 اور انہی سے عملی طور پر یوں گواہی موجود ہے کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے دور  
 خلافت میں ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ اور نجفی اینڈ کمپنی کے عقائد کے مطابق  
 خلفائے ثلاثہ فاسق و فاجر تھے۔ (معاذ اللہ) اسی طرح حسنین نے مروان کی اقتداء  
 میں نماز کیوں ادا کی۔ اور یہ بھی عقائد شیعہ کے مطابق فاسق و فاجر تھے۔ اور اس  
 امر کی گواہی موجود ہے۔ کہ ان ائمہ نے ان حضرات کے پیچھے نمازیں پڑھ کر دوبارہ  
 لوٹائی نہیں۔ تاکہ یہ بہانہ بنایا جاسکے۔ کہ وہ تقیہ کرتے رہے۔ اور اپنی نماز بعد میں ادا  
 کرتے رہے۔ ماباقر مجلسی نے اس کی وضاحت و صراحت کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### بحار الانوار

عن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن  
 والحسین یصلیان خلف مروان بن الحکم  
 فقاؤا لاحدہما ما کان ابوک یصلی اذا  
 رجع الی البیت فقولک واللہ ما کان یزید  
 علی صلوۃ۔

دبحار الانوار جلد دھو صفحہ قلمی ص ۱۸

مطبوعہ ایران طبع قدیم

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرات حسنین



کریمین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے لوگوں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ کیا آپ کے والد گرامی گھر واپس آکر نماز لوٹایا کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! وہ ایک مرتبہ نماز پڑھ کر دوبارہ لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی اسی نماز پر اکتفاء کرتے تھے جو امام کے پیچھے پڑھتے)

اسی طرح قرب الانسداد میں ۲۱۰ پر موجود ہے۔ کرزین العابدین نے بتلایا۔ کہ جب علی المرتضیٰ کی بیٹی ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت مدینہ کا گورنر مروان بن الحکم ان کی نماز جنازہ کے لیے آگے پڑھا۔ تو یہ دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لَوْ لَا الْمُسْنَدُ مَا تَرَكَتُكَ يُصَلِّي عَلَيْهَا۔ اگر غیر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ طریقہ مروی نہ ہوتا۔ (کہ جنازہ امیر وقت پڑھتے)۔ تو اسے مروان میں تجھے اپنی ہمشیرہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اجازت نہ دیتا۔

حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل سے فاسق و فاجر کی اقتدار کا ثبوت موجود ہے۔ تو ان کے ان ارشادات پر غمخیز کیا کہے گا۔؟ ان حضرات نے نمازوں پڑھیں۔ لیکن کسی نے ان نمازوں کے بارے میں ”دراہت“ کا قول بھی نہیں کیا اس کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے۔ میزان الکبریٰ کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِكَرَاهِيَّةِ  
إِمَامَةٍ مِنْكُمْ لَمْ يَعْرِفُوا أَبَوَهُ مَعَ قَوْلِ أَحْمَدَ  
بَعْدَ الْكَرَاهِيَّةِ..... وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُ أَبِي  
حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَأَحَدُهُ  
رَوَى أَنَّهُ بِصَحَّةِ إِمَامَةِ الْفَاسِقِ مَعَ



الْكَرَاهِيَّةَ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ وَاحْمَدَ فِي أَشْهُبِ  
رِوَايَتِهِ أَنَّهَا لَا تُصَحِّحُ إِنْ كَانَ فِسْقُهُ بِلَاتَأْوِيلٍ  
وَيُعِيدُ مَنْ صَلَّى خَلْفَهُ الصَّلَاةَ.

(میزان الکبریٰ جلد ۷ ص ۱۷۶ مطبوعہ

مصر طبع قدیم)

### ترجمہ:

امام احمد کے سوا باقی تینوں ائمہ کا قول ہے۔ کہ حرامی کے پیچھے نماز مکروہ  
ہے۔ امام احمد اسے مکروہ نہیں کہتے۔ اور فاسق کے بارے میں بس  
امام ابو حنیفہ، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک فاسق کی اقتدار  
کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے ایک قول کے  
مطابق جو زیادہ مشہور ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ لیکن یہ  
اس وقت ہے۔ جبکہ اس کا فسق تاویل کے بغیر ہو۔ اور فرماتے  
ہیں۔ جس نے ایسے کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ اس نماز کا اعادہ کرے۔  
اس عبارت کو دیکھ کر ہر صاحب انصاف یہی کہے گا۔ کہ نجفی کا سنی فقہ پر اعتراض  
لغو اور دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ اعتراض تو فقہ جعفریہ پر ہوتا ہے۔ جس میں  
ان کی امامت بلا کراہت موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



## اعتراف نمبر ۶۹

ظہر و عصر مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھنا جائز ہیں اور یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے۔ ملوانے ملا کر نہ پڑھیں۔

(میزان الکبریٰ ص ۸۲ جلد اول باب صلوٰۃ المسافر۔)

(حقیقت فقہ حنفیہ)

جواب:

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم متعدد بار کہہ چکے ہیں کہ نجفی نے اپنی کتاب کے نام ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کی لاج بھی نہ رکھی عقل کے اندھے نے جو شافعی فقہ کا مسئلہ تھا وہ بھی اس میں درج کر دیا۔ اور مالکی و حنبلی فقہ کے مسائل بھی اس میں ذکر کر دیئے۔ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ فقہ حنفیہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا کرنے اور مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی ایک صورت جائز اور دوسری ناجائز ہے۔ جائز یہ کہ ظہر کو آخری وقت میں ادا کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابتدائی وقت میں عصر پڑھ لی جائے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کا جمع کرنا ہے۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔ لیکن دوسری صورت کہ ظہر کے وقت میں عصر کو اور مغرب کے وقت میں عشاء کو ادا کیا جائے۔ تو یہ صورت صرف عرفات و مزدلفہ میں اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کہیں اور کسی وقت بھی جائز نہیں۔ میزان الکبریٰ



کا۔ جو حوالہ بھی دیا ہے۔ اس کی مکمل عبارت خود اس من گھڑت اعتراض کی ہی کٹی کر دی ہے۔ اُس نے اسی لیے اُسے ذکر ہی نہ کیا۔

### میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَٰلِكَ قَوْلُ الْأَيْمَةِ الثَّلَاثَةِ بِجَوَازِ  
الْجَمْعِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ  
وَالْعِشَاءِ تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا مَعَ قَوْلِ أَبِي  
حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاةَيْنِ  
بَعْدَ السَّفَرِ بِحَالٍ إِلَّا فِي عُرْفَةٍ وَمَزْدَلِفَةٍ  
..... وَمِنْ ذَٰلِكَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ  
بَعْدَ جَوَازِ الْجَمْعِ بِالْمَطَرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ  
تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۸۳ مطبوعہ مصر)

### ترجمہ:

اسی سے تینوں ائمہ (مالک، شافعی، حنبلی) کا قول ہے۔ کہ ظہر اور  
عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں  
اکٹھا کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ  
کا قول یہ ہے۔ کہ سفر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا  
ماسوائے عرفات اور مزدلفہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور اسی سے  
امام اعظم اور امام احمد کا قول ہے۔ کہ ظہر و عصر کو مقدم اور مؤخر کر کے  
اکٹھا کرنا بارش کے عذر کی بنا پر یہ بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔

”میزان الکبریٰ“ کی پوری عبارت نے ”وفقہ صنفیہ“ میں جمع بین الصلوٰتین کے



مسئلہ کو صراحتہ بیان کر دیا۔ کہ یہ جواز چند شرائط کے ساتھ صرف مزدلفہ اور عرفات میں ہے اس کے علاوہ ہرگز نہیں۔ تو جب حنفی ایسی جمع کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے منکر اور مخالف ہیں۔ تو پھر حنفی کا ”حقیقت فقہ حنفیہ“ میں اس اعتراض کو ذکر کرنا بالکل عبث اور دھوکہ دہی ہے۔ چونکہ دوسرے ائمہ اہل سنت کے ہاں اس جمع کی اجازت ہے۔ اس لیے حنفی فقہ کو تھوڑا کر ”سنی فقہ“ کا عنوان باندھا گیا۔ چلو ایک سنی ہونے کے اعتبار سے جمع بین الصلوٰتین پر ”شیعہ“ اعتراض کر رہا ہے۔ اس بات کو سمجھی جلتے ہیں۔ کہ اعتراض اسی وقت وزن رکھتا ہے۔ کہ خود معترض اس کا قائل نہ ہو۔ گویا حنفی یوں کہنا چاہتا ہے۔ کہ لوگو! دیکھو۔ سنی لوگ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور ہم اہل تشیع ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کے قائل ہیں۔ تو ایسے ذرا اس ڈھول کا بول بھی کھل جائے۔

### وسائل الشیعہ:

عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اذا  
زالت الشمس دخل الوقتان الظہر والعصر  
فاذا غابت الشمس دخل الوقتان المغرب  
والعشاء الاخرۃ۔

وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۹۱ کتاب الصلوٰۃ

الغ مطبوعہ قہران طبع جدید

### ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے فرمایا۔  
جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے تو دو وقت یعنی ظہر و عصر کے  
اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جب سورج ڈوب جائے۔ تو مغرب



اور عشاء دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

گویا امام محمد... باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نمازیں پانچ ہی ہیں۔ لیکن ان کے اوقات مقررہ صرف تین ہیں۔ اس طرح ثابت ہوا کہ ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی ہے اور مغرب اور عشاء کا وقت ادا ایک ہی ہے۔ جب وقت دو نمازوں کا ایک ہے تو یہ خود بخود جمع کر کے ہی ادا ہوں گی۔ یہاں جمع کرنے یا نہ کرنے کا اپنا اختیار ہے ہی نہیں۔ اب بتلائیے کہ سنیوں نے دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا جو قول کیا ہے اس میں یہ بات ہرگز نہیں کہ ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہے۔ بلکہ سنی ہر نماز کا مستقل اور مقرر وقت مانتے ہیں۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف ”فقہ جعفریہ“ کا دو نمازوں کا اکٹھا کرنا ہے جس میں علیحدہ ادا کرنا ناممکن ہے۔ اب دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا اعتراض کس پر ہوتا ہے۔ اور نجفی اسے دھوکہ دینے کے لیے کس طرف لے جا رہا تھا۔

یاد رہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف دو نمازوں کا ایک ہی وقت میں ہونے کا قول کسی ”محب اہل بیت“ نے ہی خفی محبت ادا کرتے ہوئے منسوب کیا۔ کہتے ہیں ناکر محبت اور عداوت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ ورنہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے خلاف کبھی مستدیان نہیں فرما سکتے۔ ایسی ہی روایتوں اور حدیثوں کو دیکھ سن کر امام جعفر نے فرمایا تھا کہ ہمارے چاہنے والوں نے ہماری ہی باتوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ اس لیے ایسے لعینوں کی بات نہ ماننا۔ بلکہ جو روایت قرآن و حدیث کے مطابق ملے۔ وہ ہی ہماری ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن کہتا ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوفاً۔ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین نے ہر نماز کا اول و آخر وقت عملی طور پر بتایا تھا



جب قرآن و عمل مصطفیٰ یہ ہے۔ تو امام باقر اس کے خلاف ہرگز نہیں فرما سکتے۔ کہتے ہیں کہ۔  
 ”دروغ گورا حافظہ نہ باشد“ یعنی جھوٹے کی یادداشت نہیں ہوتی۔ امام موصوف کی طرف  
 یہ روایت جھوٹی کیسے ثابت ہوئی۔ مٹینے!

### وسائل الشیعہ: ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب جبریل علیہ السلام حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمازوں کے اوقات لے کر نازل ہوئے  
 زوال شمس کے وقت آئے۔ اور کہا۔ اب نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر  
 جب ہر چیز کا سایہ اس چیز بنتا ہو گیا۔ تو نماز عصر ادا کرنے کا کہا۔  
 پھر غروب شمس کے بعد آئے۔ اور نماز مغرب پڑھنے کو کہا۔ پھر شفق  
 کے ڈھلنے پر آئے۔ اور عشاء ادا کرنے کا کہا۔ پھر صبح صادق کے  
 وقت حاضر ہو کر نماز صبح پڑھنے کا کہا۔ دو سکر دن پھر حاضر ہوئے  
 جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر بڑھ چکا تھا۔ تو کہا۔ حضور! نماز ظہر  
 ادا کیجئے۔ پھر دو مثل سایہ پڑھنے پر نماز عصر، غروب شمس پر نماز  
 مغرب اور ایک تہائی رات گزارنے پر نماز عشاء ادا کرنے کو کہا  
 اور پھر کچھ روشنی ہو جانے پر نماز فجر پڑھنے کو کہا۔ (جب دو دن  
 کی پانچ نمازیں اس طرح اوقات کے اعتبار سے پڑھا چکے )  
 تو کہنے لگے۔ ان دونوں اوقات کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۱۵)

یہ روایت وسائل الشیعہ کے علاوہ تہذیب الاحکام جلد اول  
 ص ۲۰۷ اور صافی جلد اول ص ۳۱ پر بھی موجود ہے۔



روایت بالا اس شخصیت کی ہے۔ جن کی طرف شیعوں نے اپنی فقہ کی نسبت کی ہے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز اپنے والد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ان کے والد گرامی نے کوئی ایسا قول کیا۔ کہ جس سے خود امام جعفر واقع نہ ہوں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں نماز کے وہی اوقات ہیں جو احناف بلکہ تمام اہل سنت کے ہیں۔ اس لیے جہاں کہیں یہ نام نہاد،، محبان اہل بیت،، دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرتے دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ یہ ”جعفری“ نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کون ہیں۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراف نمبر ۷

سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے

**میزان الکبریٰ: حقیقت فقہ جعفریہ**

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ان کے امام شعبی اور محمد بن جریر فرماتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ حکم علماء کے لیے ہے۔ اور عوام الناس کو چاہیے کہ وہ وضو کر کے نماز جنازہ پڑھیں۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۲۲۲) حقیقت فقہ حنفیہ

**جواب :**

امام شعبی اور محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو شعبی نے کس چالاکی اور مکاری سے ”سنی فقہ“ بنا دیا ہے۔ اور پھر کمال بددیانتی سے میزان الکبریٰ کی عبارت کا صرف اتنا حصہ لیا۔ جو اس کے مقصد کے لیے معاون بن سکتا تھا۔ ہم اس وقت مسئلہ مذکورہ پر میزان الکبریٰ کی عبارت درج کرتے ہیں۔ جس سے آپ بھی اس مکاری اور بددیانتی کی تصدیق کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

**میزان الکبریٰ**

وَمِنْ ذَٰلِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَنَّ الطَّهَارَةَ  
شَرْطٌ فِي صَلَاةِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ



مَعَ قَوْلِ الشُّعْبِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ طَبْرِي  
 أَنَّهَا تَجُوزُ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ..... وَوَجْهُهُ الْأَوَّلُ  
 أَنَّهَا صَلَوةٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَقَدْ قَالَ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَوةً أَحَدِكُمْ  
 إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ  
 لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَوةً بِغَيْرِ طَهْوٍ فَشَمِلَ  
 صَلَوةَ الْجَنَازَةِ وَمَا فِيهَا مِنْهَا سَجْدَةٌ  
 التَّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ -

(میزان الکبریٰ الجزء الاول ص ۲۶)

مطبوعہ مصر طبع قدیم

### ترجمہ:

اس سے ایک یہ بھی ہے کہ چاروں ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جنازہ تبھی صحیح ہوگی جب با وضو پڑھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام شعبی اور محمد بن جریر طبری کا قول ہے کہ نماز جنازہ طہارت کے بغیر بھی جائز ہے۔ .... ائمہ اربعہ کے اجماعی قول کی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ آخر نماز ہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز بے وضو ہرگز قبول نہ کرے گا“ ایک اور حدیث پاک میں ہے ”اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نماز جنازہ کو بھی شامل اور ان عبادات کو بھی جو اس کے حکم میں ہیں مثلاً سجدہ تلاوت و سجدہ شکر۔



”ائمہ اربعہ“ کی باتیں ہی ”سنی فقہ“ کہلاتی ہیں۔ آپ نے حوالہ ملاحظہ فرمایا۔ کردہ تو نماز جنازہ کے لیے طہارت کو شرط لازم قرار دے رہے ہیں۔ اور صاحب میزان نے ان کے اس اجماعی مسئلہ پر دو عدد ارشادات نبوی بھی ذکر کیے۔ لیکن یہ سب کچھ نجفی گول کر گیا اور امام شعبی و محمد بن جریر کا قول لے لیا۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ تو تھا ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ۔ اب فقہ جعفریہ کی بھی سنئے۔ وہ کیا کہتی ہے۔

### وسائل الشیعہ:

عن یونس ابن یعقوب قال سألت أبا عبد الله عليه السلام عن الجنائزۃ اُصَلَّى عَلَيْهَا عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ فَقَالَ نَحْنُ إِنَّمَا مَوْثُكُبِيرٌ وَتُسْبِيحٌ وَتَحْمِيدٌ وَتَهْلِيلٌ كَمَا تَكْسِبُ وَتُسْبِيحٌ فِي بُيُوتِكَ عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ۔

وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۹۹، باب حیوان الصلوة علی الجنائزۃ بغیر طہارۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

رمن لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۱۰، باب فی الصلوة علی المیت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید

رفروع کافی جلد اول ص ۱، کتاب الجنائز باب من یصلی علی الجنائزۃ و هو علی غیر وضوء مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: یوسف بن یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادقؑ



سے پوچھا۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے میں پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا۔ کیوں نہیں وہ تکبیر، تسبیح، تحمید اور تہلیل ہی تو ہے۔ جیسا کہ گھر میں بغیر وضو تکبیر و تسبیح کر لیتا ہے۔ ویسا یہ بھی جائز ہے۔

نوٹ:

فروع کافی کے مذکورہ حوالہ پر ماشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اَجْمَعُ عُلَمَاءُنَا عَلَى عَدَمِ شَرْطِ هَذِهِ الصَّلَاةِ بِالطَّهَارَةِ۔ ہمارے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس تصریح سے ثابت ہوا۔ کہ ”فقہ جعفریہ“ میں نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے۔ لیکن نجفی غلطی سے اسے ”سنی فقہ“ سمجھ بیٹھا۔ قارئین کرام! اس طرح نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنے پر اعتراض کر کے نجفی نے دراصل ”فقہ جعفریہ“ کو مورد الزام ٹھہرایا۔ حالانکہ اسے اپنی فقہ کا ممنون ہونا چاہیے تھا۔ کسی شیعہ کے دفن کرتے وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وضو سے جان چھڑادی۔ ہم کہتے ہیں۔ امام صاحب نے دُور کی سوچی تھی۔ کہ آخر جنازہ پڑھنے والے مردے کی بخشش کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ لہذا ایسے شخص کی بخشش کے لیے با وضو ہونا ضروری نہیں۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے گزری۔ اسے بس بے وضو دھردھرا دھر گز پھیر کر گڑھے میں پھینک دینا ہی اس کے لیے مناسب ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۱۷

شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں میں نہیں پہننا چاہیئے۔

الدر المختار: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں نہیں الا ان من شعار اہل  
فیجب التحرز عنہا۔ لیکن چونکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شیعہ اور انصاری  
ہونے کی نشانی ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے

(الدر المختار فصل فی اللبس جلد چہارم صفحہ نمبر ۵۲۔)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

**جواب:**

جہاں تک انگوٹھی کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں  
میں پہننا جائز ہے۔ اب اس میں سے دائیں کی نسبت بائیں ہاتھ میں پہننا رائج اور بہتر  
اس لیے قرار دیا گیا۔ کہ اس طرح مشابہت سے بچا جاسکتا ہے۔  
کسی غیر کی مشابہت سے بچنا اور اس کے شعائر سے اجتناب کرنا وہ فقہ جعفریہ  
میں بھی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ کئی ایک سوالات کے جواب میں ہم تحریر کر چکے  
ہیں۔ یعنی یہ کہ جب شیعہ مجتہدین کے درمیان کسی مسئلہ کے جواز و عدم جواز میں  
اختلاف ہوا۔ تو بالآخر وہ طرف اختیار کی گئی۔ جو "احناف" کے خلاف ہو۔  
اب احناف چونکہ "غیر" ہیں۔ یا سنی چونکہ "غیر" ہیں۔ لہذا ان کی مشابہت  
سے ایک شیعہ ہر ممکن طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان کی منازان کی اذان



ان کا جنازہ، ان کا کلمہ، ان کا قرآن، ان کے امام یہ سب کچھ سنیوں سے جدا ہیں۔ بلکہ ان کا خدا اور ان کا رسول بھی وہ نہیں جو سنیوں کا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ لیکن اس کے باوجود اہل تشیع کے پاس کوئی ایک ایسی دلیل نہیں۔ کہ جو مخالفت پر پیش کر سکیں اور ہماری حیثیت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنے امتیوں سے کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت اور ان کے شعائر سے بچنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہذا ہم سنی یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے دم چھلوں سے مشابہت نہ رہے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے۔ کہ جو تحفہ جعفریہ کی جلد اول میں بیان ہو چکی۔ کہ شیعہوں کا خمیر عبداللہ بن سبا یہودی سے اٹھا۔ اس گندی جڑ سے پھوٹنے والا یہ پودا ہرگز ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ اس کے شعائر اپنائے جائیں۔ اسی بنا پر انگوٹھی کا سکہ بھی علمائے اہل سنت نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ



## استراض منبر

بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو وہ حلال ہے

فتاویٰ قاضی خان: حقیقت فقہ حنفیہ:

عن الحسن انه قال اذ ربي الجدي بلبن  
الخنزير لا بأس به۔

رفتاوی قاضی خان کتاب الحظر جلد ۱ ص ۳۳

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

ترجمہ:

حسن بھری کہتا ہے۔ کہ جب بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا  
جائے۔ تو وہ حلال ہے۔ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:

یہاں بھی وہی پرانی بددیانتی اور دھوکہ دہی سے کام لیا گیا۔ ورنہ اگر تاحی  
غان کی پوری عبارت نقل کی ہوتی۔ تو یہ سلسلہ بعینہ ”وفقہ جعفریہ“ سے ملتا جلتا  
مسئلہ تھا۔ کیونکہ ایسا جانور حلال ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ نجفی وہ شرط  
اسی طرح ہڑپ کر گیا۔ جس طرح بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا گیا۔ پہلے فتاویٰ  
کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ قاضی خان:

الجندی اذا ربی بلبن الاثنان قال ابن المبارک



رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى يُكْرَهُ أَكْلُهُ قَالَ وَأَخْبَرَنِي  
رَجُلٌ عَنْ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ  
إِذَا رُبِّيَ الْجَبْدُ مِثْلَ بِلْبَلَيْنِ الْخِنْزِيرِ لَا بَأْسَ بِهِ قَالَ  
مَعْنَاهُ إِذَا اُعْتُكَلَتْ أَيَّامًا بَعْدَ ذَاكَ كَالْجَلَالَةِ

(فتاویٰ قاضی خان ص ۴۴۰ جلد سوم مطبوعہ بیروت -)

### ترجمہ :

بجری کا بچہ جب گدھی کے دودھ پر پلے۔ تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ  
اس کا کھانا مکروہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ  
کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ بجری کا بچہ جب کسی  
خنزیرنی کے دودھ سے پلے۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج  
نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اس وقت  
ہے۔ جب اس بچے کو کچھ دنوں تک باندھ کر گھاس ڈالی جائے  
جیسا کہ وہ جانور جو گندگی کھاتا ہو۔ اس کے بارے میں ہے۔ کہ چند  
دنوں تک اسے باندھ کر پھر ذبح کر کے کھایا جائے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ میں بجری کا بچہ فوراً  
ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ جبکہ وہ دودھ پیتا ہو۔ ہاں اگر اسے کچھ دنوں  
کے لیے یہ دودھ نہ دیا جائے۔ تو چند دنوں کے بعد اس کے گوشت کی  
کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ لکھا سنی فقہ یا حنفی فقہ کا مسئلہ۔ اب ذرا فقہ جعفری  
میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔

### وسائل الشیعہ :

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان امیر المؤمنین



عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ حَمَلٍ غَذِيَ بِلَبَنٍ  
خَنَزِيرٍ فَقَالَ قَيْدُوهُ وَاعْلَفُوهُ الْكَسْبُ  
وَالنَّوَى وَالشَّعِيرُ وَالْجَنْزُ إِنْ كَانَ  
اسْتَغْنَى عَنِ اللَّبَنِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ اسْتَغْنِ  
عَنِ اللَّبَنِ فَلْيَقِ عَلَى ضَرْعٍ شَاةٍ سَبْعَةَ  
أَيَّامٍ تَمُرُّ يَوْمَ كُلِّ لَحْمَةٍ.

رو سائل الشیعه جلد ۶ ص ۲۳۰

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
کے کسی نے پوچھا کہ بکری کا وہ بچہ جو خنزیرنی کے دودھ پر پلا ہوا  
دیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا۔ اُسے باندھ دو۔ اور اُسے گھاس  
گٹھل، جو اور روٹی وغیرہ کھلاؤ۔ لیکن یہ اس وقت ہو گا جب وہ دودھ  
کو چھوڑ کر ان چیزوں پر گزارہ کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ ان اشیاء پر گزارہ  
نہیں کر سکتا۔ تو پھر ترکیب یہ ہے کہ اُسے خنزیرنی کی بجائے سات  
تک کسی بکری کا دودھ پلایا جائے۔ تو اب ان دونوں کا گوشت  
حلال ہونے کی وجہ سے کھانا جائز ہو جائے گا۔

وہی سلسلہ جو سنی فقہ میں ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے  
اور ان سے روایت کرنے والے بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چلو سنی یا  
حنفی فقہ سے نفی کو اس لیے چڑھے کہ یہ اُسے پسند نہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہ کی روایت سے گریز کس لیے اور اس پر اعتراض کیوں؟ کیا ”حیۃ الاسلام“



کا مطلب یہ ہے کہ بس اپنی جہتوں کو چلاؤ۔ کسی امام اور دوسرے عالم کی بات ہرگز  
 نہ مانو۔ حنفیت کی مخالفت میں حضرت علی المرتضیٰ ایسی شخصیت کی بات پر بھی  
 اعتراض کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ بکری کے بچے کا مذکورہ مسئلہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا  
 متفقہ مسئلہ ہے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو ”نہجی“ کو کیونکہ وہ نادر ہر کا ہے نادر ہر کا

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ



## اعتراض نمبر ۷۳

### بعض نجس چیزوں کی حلیت

فتاویٰ سراجیہ: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے کہ بھیڑ کے بچے کہ جن میں روح داخل نہ ہو۔ اور انڈہ جو مردہ مرغی سے نکلے۔ اور اسی طرح دودھ جو مردہ بکری کے پستانوں سے اور وہ جو جواؤنٹ یا بکری کی مینگن سے نکلیں۔ ان سب کا کھانا جائز ہے۔ نیز چوہے کی مینگن اگر روٹی کے لقمے میں نظر آئے۔ اور وہ مینگن سمٹ ہو۔ تو اسے پھینک دو۔ اور وہ لقمہ کھانا جائز ہے۔

(فتاویٰ سراجیہ کتاب الکراہیہ ص ۷۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

### جواب:

یہ ایک واضح بات ہے کہ نجس اشیاء کا کھانا درست نہیں ہے۔ ان کے سوا کھانا جائز ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں کراہت پائی جاتی ہے۔ فتاویٰ سراجیہ سے جن چند جزئیات کا ذکر کر کے فقہ حنفی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی نجاست ثابت کی جاتی۔ اور پھر کہا جاتا۔ کہ دیکھو حنفی نجس اشیاء کا بھی کھانا جائز قرار دیتے ہیں۔ عوام تو اس قسم کی باتوں سے شک میں پڑ سکتے ہیں۔ لیکن جاننے والے نجس کے اس فریب سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ خود نجفی کی من پسند ”فقہ“ میں بھی اسی قسم بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض اشیاء کو



جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

المبسوط:

إِذَا نُحِرَتِ النَّاقَةُ وَذُبِحَتِ الْبَقَرَةُ أَوْ الشَّاةُ وَكَانَ فِي بَطْنِهَا جَنْبَيْنِ نَظَرْتُ فَإِنْ خَرَجَ مَيْتًا فَهُوَ حَلَالٌ۔

المبسوط جلد ۲ ص ۲۸۲ کتاب الاطعمہ فی

ذکاة الحنابلین مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

جب اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کی جائے۔ اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اگر مردہ نکلے۔ تو وہ حلال ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس عنہم علیہ السلام قَالَ سُئِلَ عَنْ حَنْطَةٍ مَجْمُوعَةٍ ذَابَ عَلَيْهَا شَحْمُ خَيْزُرٍ قَالَ إِنْ قَدَرُوا عَلَى غَسْلِهَا أَكَلُوا وَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى غَسْلِهَا لَمْ تَكُلُوا۔

وسائل الشیعہ جلد ۲ کتاب الاطعمہ

ص ۲۶۹ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امیر اہل بیت سے یونس روایت کرتا ہے۔ کہ امام سے پوچھا گیا۔ ایسی گندم کا ڈھیر جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی ہو۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے۔ ۱۹ فرمایا۔ اگر اسے دھونے کی قدرت ہو تو



کھالی جائے اور اگر دھونے کی قدرت نہ ہو۔ تو نہ کھائی جائے۔  
 قارئین کرام! ان دونوں روایتوں سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ جو نجفی کو  
 قابل اعتراض نظر آیا تھا۔ فتاویٰ سراجیہ وغیرہ کی تمام جزئیات ”فقہ جعفریہ“ میں  
 نہیں ملیں۔ کیونکہ یہ فقہ مختصر ہے۔ بہر حال آپ ان دونوں روایتوں سے اندازہ ضرور  
 لگا سکتے ہیں۔ کہ بات ایک ہی ہے۔ پھر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر بیل وغیرہ  
 کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانہ کھانا ہم اسے مکروہ کہتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ کے  
 اصول کے مطابق اس میں کراہت بھی نہیں۔ وہ اس طرح کہ اس فقہ میں جن جانوروں  
 کا گوشت حلال ہے۔ ان کا گوبر وغیرہ سب پاک ہیں۔ یوں سمجھئے۔ کہ فقہ جعفریہ میں  
 گائے بیل کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کسی نے نہروں  
 کا ساگ پکایا ہو۔ اور اس سے گندم کا دانہ نکل آئے۔ آپ اس گندم کا حال وسائل الشیعہ  
 کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی۔ امام کہتے ہیں۔ اُسے  
 دھو کر کھاؤ۔ حالانکہ سورا اور اس کی ہر چیز نجس العین ہے۔ اس مقام پر ہر شخص یہی سمجھے  
 گا۔ کہ فقہ حنفی کہیں بہتر ہے۔ اور اس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل  
 پیش کیا گیا ہے۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ۛ



## اعتراض نمبر ۴

### سنی فقہ میں گھوڑے کی حلت

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے کہ اسما ابو بکر کی بیٹی کہتی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زما میں گھوڑا حلال کر کے کھایا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الذبائح باب النحر والذبح ص)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

### جواب:

معلوم ہوتا ہے کہ نجفی کو یہ اعتراض اس لیے سوجھا کہ اس کی روایت حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی کر رہی ہیں۔ لہذا اصل چور دل میں یہ تھا کہ ابو بکر صدیق ادران کی اولاد پر کسی نہ کسی طرح غصہ نکالا جائے۔ لہذا ”سنی فقہ“ کے حوالے سے ایک تیرے دوشکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر دل میں یہ چور نہ ہوتا۔ تو پہلے سنی فقہ (حنفی فقہ) میں گھوڑے کے بارے میں تسلی کر لی ہوتی۔ پھر اس پر حاشیہ آرائی کی جاتی۔ فتاویٰ قاضی خان نے اس مسئلہ کو یوں بیان کیا ہے۔

### فتاویٰ قاضی خان

وَيُكْرَهُ لِعُصْمَةِ الْخَيْلِ فِي قَوْلِ ابْنِ حَيْفَةَ  
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى خِلَافًا لِصَاحِبِيهِ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى



وَ اِخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِي تَفْسِيرِ الْكُرَاهِيَةِ  
فِي قَوْلِ ابْنِ حَزِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی الصَّيِّحُ  
اَنْتَ اَرَادَ بِهِ التَّحْرِيمَ۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد سوم ص ۲۹۲)

(مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے  
صاحبین کا اس میں اختلاف ہے مشائخ کرام میں اس بارے میں اختلاف  
ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے قول میں کراہت سے مراد کونسی کراہت ہے  
اس بارے میں صحیح یہ ہے۔ کہ آپ کی اس سے مراد مکروہ تحریمیہ ہے  
”دفعہ حنفی“ میں گھوڑے کے گوشت کو مکروہ تحریمیہ کہا گیا۔ لہذا ہم پر اس کے  
گوشت کے حلال کرنے کا الزام بے وقوفی ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ حدیث پاک میں  
تو اس کے کھانے کا ذکر موجود ہے۔ اور حنفی اسے مکروہ کہہ رہے ہیں۔ تو اس کا بیہوا  
ساجد اب ہے۔ کہ یہ واقعہ منع سے پہلے کا ہے۔ ہاں! گھوڑے کے گوشت کے  
بارے میں اگر اعتراض اس وجہ سے تھا۔ کہ اس کی روایت حضرت اسماء بنت  
ابی بکر کر رہی ہیں۔ تو یہ خواہ مخواہ نفی اینڈ کیسینی کے پیٹ میں درد کی وجہ بن گیا جالانچالیسی  
ہی روایت حضرت علی المرتضیٰ سے بھی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## وسائل الشیعہ

عن زید بن علی عن آبائہ عن علی علیہ  
السلام قال أتیت أنا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فُرُسُ لَهُ يَحِيدُ بِنَفْسِهِ  
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رِنَحْرُهُ يَضَعُ لَكَ بِهِ أَجْرَانِ بِنَحْرِكَ إِيَّاهُ  
وَاحْتِسَابِكَ لَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَىٰ مِنْهُ  
شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ كُلُّهُ وَأَطْعَمَنِي قَالَ فَأَهْدِي  
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَخَذَ مِنْهُ فَأَكَلَ  
مِنْهُ وَأَطْعَمَنِي.

رو سائل الشیعہ جلد ۲ ص ۳۹۲ مطبوعہ

قہران طبع جدید

(تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۲۸)

### ترجمہ:

حضرت زید بن علی اپنے ابا و اجداد کے واسطے حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا میں  
اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاریوں کے گھرائے۔ وہ  
اپنے گھوڑے کو کسی بہانے سے پکڑ رہے تھے۔ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ذبح کر دو۔ دو گنا ثواب ملے  
گا۔ ایک ثواب ذبح کرنے کا اور دوسرا اس کے احتساب کا۔  
وہ کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔  
فرمایا ہاں۔ تو بھی کھا۔ اور مجھے بھی کھلا۔ اس نے ذبح کیا۔ اور حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ران ہریہ میں دی۔ آپ نے اس سے  
تناول فرمایا۔ اور مجھے (علی) بھی کچھ کھانے کو عطا فرمایا۔



اب وہی اعتراض جو گھوڑے کے گوشت کو حلال سمجھنے کا فقہ حنفیہ پر تھا۔ پلٹ کر فقہ جعفریہ پر آن پڑا۔ سارے سینوں اور جاہل شیعوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ دیکھو۔ سنی گھوڑا کھاتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ لیکن بقول شیعوں کے نکلا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلایا اس لیے گھوڑا کھانا فقہ جعفریہ میں موجود ہے۔ اس کی کوئی کراہت نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا بابا جی (بناوٹی ذوالجناح) جب بیمار پڑ جائیں۔ اور عالم نزع طاری ہو تو اس کے ہم لیواؤں کو خوشی کرنی چاہیے۔ کاب دو گنا ثواب حاصل کرنے کا موقعہ آ رہا ہے۔ جب عام گھوڑے کا گوشت حلال و طیب ہے۔ تو اس پر پلے پلائے۔ اور نسل بابا جی کا گوشت ویسے بھی ٹھیک ٹھاک اور دو گنا ثواب کا حامل کیونکر نہ ہو گا۔؟

فاعتبروا یا اہل الابصار

ۛ



# اعتراض نمبر

حضور کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنا گئے تھے۔

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عمر نے کہا تھا۔ کہ ان اتر لی فقد ترک  
من ہو خیر منی۔ کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو کیا حرج ہے  
مجھ سے بہتر نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ابو بکر کو خلیفہ نہیں بنایا۔

(بخاری شریف ص ۱۱۱ حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۶)

جواب:

اعتراض بالا میں معترض نے دو طرح سے بددیانتی کی ہے۔ ایک یہ کہ حدیث  
پوری نقل نہ کی۔ اور دوسری اس طرح کہ اس کا ترجمہ من بھاتا کید بخاری شریف  
میں موجود پوری حدیث یوں ہے۔

بخاری شریف:

عن عبد الله بن عمر قال قيل لعمر ألا تتخلف  
قال إن استخلفت فقد استخلف من هو خير  
منّي أبو بكر وإن أترك فقد ترك من هو خير  
منّي رسول الله صلى الله عليه وسلم فاشئوا علي



فَقَالَ رَاغِبٌ وَرَاغِبٌ وَدِدْتُ أَنْ نَجُوتُ مِنْهَا  
كُنَّا فَالَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحْمِلُهَا حَيًّا وَلَا  
مَيِّتًا.

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲)

ترجمہ :

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ آخری عمر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
سے پوچھا گیا۔ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ فرمایا اگر میں  
خلیفہ بنا دوں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے کہیں بہتر  
شخصیت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر  
صدیق کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور اگر خلیفہ نہیں بنا تا۔ تو بھی حرج اس  
لیے نہیں کہ مجھ سے بہتر شخصیت نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔ یکن کر لوگوں  
نے آپ کی تعریف کی۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ خلافت کے بارے  
میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ کچھ وہ جو اسے چاہتے ہیں۔ اور کچھ دوسرے  
جو اس سے بھاگتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ خود کو اس بھنور میں  
نہ پھنساؤں۔ تاکہ فائدہ نقصان سے بچ جاؤں۔ زندگی اور موت کی  
حالت میں بھی میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت اور مخفی کا اس میں سے اپنے مطلب کا ٹکڑا  
لے کر غلط ترجمہ کرنا آپ پر آشکارا ہو چکا ہوگا۔ مقصد حدیث واضح ہے۔ کہ حضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر کسی کی خلافت کا اعلان کر دیں تو تب بھی درست اور اگر نہ کریں  
تو تب بھی روا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ  
میں موجود ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ خلافت عطا بھی فرمائی۔ اور ان کے نام کی تصریح بھی نہیں



فرمائی۔ لیکن نجفی مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یعنی ابو بکر صدیق کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ یہ یعنی والا جملہ بخاری شریف کے کن الفاظ کا معنی ہے۔ اور اگر حدیث بالا کا مفہوم یہی ہے۔ تو پھر اس سے بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت عطا نہیں کی تھی۔ پھر ”خلیفہ بلا فصل“ کا نعرہ کہاں جائے گا؟ ان حالات میں آپ اُن دونوں بددیانتوں کو جان چکے ہوں گے۔ جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



# اعتراض نمبر ۷

جوتوں جبرالوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔  
بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے کہ جوتوں پر جبرالوں کا مسح کرنا جائز ہے۔ نیز عمامہ پر بھی  
مسح کرنا جائز ہے۔

(بخاری شریف کتاب الوضو جلد اول ص ۴۸)

(حقیقت فقہ جعفری ص ۵۰)

**جواب:** بخاری شریف میں اس مسئلہ پر ایک سے زائد روایات ہیں۔ ان روایات کی  
اصلیت ذکر کرنے سے پہلے ہم اس سلسلہ میں اپنا موقف واضح کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جوتوں  
پر مسح کے احکام قائل نہیں۔ اب یہ غبی کی ذمہ داری ہے کہ بخاری شریف کے دیئے گئے حوالہ میں  
جوتوں پر مسح کرنے کا کوئی لفظ دکھائیں۔ بلکہ پوری کتاب الوضو میں اس کی کوئی مراحت نہیں ہے  
اسی طرح عمامہ پر مسح کو احکام کے نزدیک جائز قرار دینا ایک بہت بڑا فریب ہے، رہا یہ مسئلہ کہ مسح تو سر  
پر ہوتا ہے۔ عمامہ پر کون کرتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ مسح والی روایت دو واسطوں کے ذریعہ  
ہے۔ ایک میں اوزاعی نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ اور دوسری میں شعبان نے یحییٰ سے ذکر کیا۔ اول ذکر  
میں بے احتیاطی ہو گئی۔ واضح طور پر موجود نہیں۔ لیکن دوسری میں واضح طور پر موجود ہے۔ اس لیے ناقدین نے  
اس بارے میں فرمایا ہے کہ اوزاعی سے روایت کے الفاظ میں بے احتیاطی ہو گئی۔ قال ابن بطال قال  
الاصیلی ذکر العمامۃ فی هذا الحدیث من خطاء الاوزاعی۔ یعنی اس حدیث میں عمامہ کا  
لفظ امام اوزاعی نے غلطی سے لکھ دیا۔ لہذا عمامہ پر مسح کرنے کو ہم بھی جائز نہیں سمجھتے۔

فلعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراف منبر

## حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے کہ حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۵ باب البصاق فی الصلوٰۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۰)

## جواب:

اللعنة الله على الكاذبين۔ بخاری شریف میں اول تو اس نام کا باب ہی کوئی نہیں جس کا نجفی نے حوالہ دیا۔ ہاں کچھ احادیث میں دائیں کی بجائے بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنے کا ذکر ہے۔ لوگوں کو متنفّر کرنے کے لیے افسانہ یہ بنایا گیا کہ سنی حالت نماز میں تھوکنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ بھی دائیں طرف حالانکہ دائیں طرف کی ایک حدیث بھی نہیں پیش کی جاسکتی اتنا ضرور ہے کہ بائیں طرف تھوکنے کو ہم جائز کہتے ہیں لیکن پھر بھی حقیقت حال کے اعتراف کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنا فقہ حنفیہ و فقہ جعفریہ میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ لیکن دائیں طرف تھوکنا فقہ جعفریہ اسے جائز اور فقہ حنفیہ ناجائز کہتی ہے۔ نجفی کو اگر دائیں طرف تھوکنا واقعی برا لگتا ہے تو پھر اس برے مذہب کو چھوڑے۔ جس میں یہ جائز ہے۔

لیکن یہ تھپتی نہیں ہے منہ سے کافر لگی ہوئی یہ کب ممکن ہے۔ فقہ جعفریہ میں

دائیں طرف دوران نماز تھوکنے کا جواز ملاحظہ ہو۔



## وسائل الشیعہ:

عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال قلت له الرجل يكون في المسجد في الصلوة فليبريد ان يبرز فقال عن يساره وان كان في غير الصلوة فلا يبرز عن يمينه ويساره

.....

عن عبيد بن زبارة قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول كان ابو جعفر عليه السلام يصلي في المسجد فيبصق امامه وعن يمينه وعن شماله وخلفه على العصى ولا يخطئه

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۲۹۸، ۲۹۹ کتاب الصلوة)

## ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن سنان راوی ہے کہ میں نے امام موصوت سے پوچھا۔ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دوران نماز تھوکنا چاہتا ہے۔ (وہ کیا اور کیسے کرے؟) فرمایا اپنی بائیں طرف تھوک دے۔ اور اگر نماز کے سوا تھوکنا چاہے۔ تو قبلہ کی طرف تھوکنے سے بچے۔ باقی دائیں بائیں جدھر چاہے تھوک دے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

عبد بن زرارہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے



تھے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مسجد میں دوران نماز اپنے سامنے دائیں، بائیں اور پیچھے پڑی کنکریوں پر تھوک یا کرتے تھے۔ اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر پھینکا نہیں کرتے تھے۔

و سائل الشیعہ کی پہلی نقل کردہ روایت میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے۔ اور یہی ہمارے ہاں بھی ہے۔ لہذا اس قدر پر دونوں میں اتفاق ہو گیا۔ لیکن دوسری روایت میں دوران نماز دائیں طرف تھوکنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہی بات فقہ حنفیہ میں کہیں نہ ملے گی۔ اب دائیں طرف تھوکنے اگر قابل اعتراض ہے۔ تو پھر خود اہل تشیع کی فقہ پر اعتراض ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل سنت کی فقہ پر۔ یہ تھا وہ دھوکہ اور بددیانتی کہ جس نے نجفی نے کام لیا۔ اور عوام کو مذہب حنفیت سے بیزار کرنے کی کوشش کی۔

فلعتبروا یا اولی الابصار

ۛ



# اعتراف منبر

اپنی بیوی سے غیر فطری، ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے۔

**ترمذی شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:**

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بیوی سے غیر فطری، ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے۔

(ترمذی شریف کتاب التفسیر پارہ ۲ ص ۱۲۲ -)  
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۱)

## جواب:

ترمذی شریف کے حوالے سے یہ تناظر فوق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی نے جو کچھ ذکر کیا۔ وہ انتہائی دروغ گوئی اور بددیانتی ہے ہم پہلے اس کی بددیانتی کا بھانڈا پھوڑتے ہیں۔ اور پھر ”فقہ جعفریہ“ سے اس مسئلہ پر کچھ حوالہ جات ذکر کریں گے۔ ترمذی شریف جس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روتے روتے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے۔ حولت رحلی اللیلۃ ین سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔ پھر اس مسئلہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فساء کمر حرث لکم فأتوا حرثکموا فی مشئم اقبل وادبر و اتقوا الدبر والحیفة۔

در حولت رحلی اللیلۃ ین کے وہ الفاظ ہیں۔ جن کا نبی نے



”غیر فطری ہم بستری کرنا“ معنی کیا ہے۔ آئیے ذرا اس جملہ کے معانی معلوم کریں۔ ان الفاظ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یوں تحریر ہے۔

كُنِيَ بِرَحْلِهِ عَنْ زَوْجَتِهِ ارَادَ بِهِ غُشْيَانَهَا فِي  
قُبْلِهَا مِنْ جَمْعَةٍ ظَهَرَهَا۔

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب نے لفظ ”رحل“ سے مراد اپنی بیوی لیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتے وقت اُگے کی طرف سے اُنے کی بجائے اس کی پشت کی طرف سے (شرمگاہ میں) خواہش نفس پوری کی۔ چونکہ اپنی بیوی کے ساتھ اس سے قبل اس طرح وطی حضرت عمر نے کبھی نہ کی تھی۔ اس لیے جب ایک نیا کام ہو گیا۔ تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو اُو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور جائز قرار دے دیا۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں ترمذی شریف کے الفاظ پر غور کریں۔ اقبل وادبر و اتق الدبر و الحيفة۔ یعنی عورت کے ساتھ وطی کرتے وقت اُس کے اُگے کی طرف سے کرو تب بھی جائز اور پشت کی طرف سے مقام مخصوص میں وطی کرو پھر بھی درست ہے۔ لیکن عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنے سے بچو۔ اور محالیت حیض مقام مخصوص سے بھی احتراز کرو۔

قارئین کرام! حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پورا واقعہ آپ کے



سامنے ہے۔ ازراہ انصاف بتلائیے۔ کہ کہیں اس میں اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا، اس کا کوئی نام و نشان ہے۔ یہ قسمی نجفی کی بددیانتی اور دروغ گوئی سب دوسری بات کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ نجفی کا مذہب ”غیر فطری ہم بستری“ کے بارے کیا کہتا ہے۔

### تفسیر عیاشی:

عن الحسین بن علی بن یقطین قال سألت  
ابا الحسن عن إثبات الرجل المرأة من خلفها  
قال أحلتها آية في كتاب الله قول لوط طهر لاء  
بناقي هن أظہر لکم وقد علمتم لیس  
الفرج یریدون۔

(تفسیر عیاشی جلد دوم ص ۱۵۰)

در آیت لوان لی بکم قوۃ سورۃ الہود

پک۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

حسین بن علی نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے مقام  
پانانہ میں خواہش پوری کرتا ہے تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہے؟ فرمایا  
ہاں۔ قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کا قول اس بارے میں موجود ہے  
اُپ نے قوم سے فرمایا۔ ”یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک  
ہیں۔“ یہ آپ نے اس قوم کو فرمایا۔ جس کے بارے میں آپ کو علم تھا۔  
کہ وہ عورت کی پیشاب کی جگہ خواہش پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے  
تھے۔



صاحب تفسیر عیاشی نے اس روایت کو اس استدلال کے طور پر پیش کیا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بد عملی کے بارے میں خوب علم تھا کہ ان فرشتوں کے پاس جو شکل انسانی میں تھے وہ لوگ اس لیے آئے تھے کہ ان کے ساتھ خواہشات نفسانیہ پوری کر سکیں۔ ورنہ ان کی اپنی بیویاں بھی ہوں گی۔ اگر صرف خواہش نفسانی پوری کرنا ہوتی۔ تو اس کا سامان موجود تھا۔ لیکن وہ تو دُور استعمال کرنے کے عادی تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ کا یہ پیش کش کرنا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اور تمہیں ان کے ساتھ خواہش نفس پوری کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تو منہجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نکاح کے بعد عورت کے ساتھ لواطت کو درست قرار دے رہے ہیں۔ لہذا یہ فعل ”واہل شیعہ“ کے نزدیک ناجائز کیوں ہو۔ یہاں تک تو تھا ثبوت کہ فقہ جعفریہ میں عورت کے مقام پانچ خانہ میں دلی کرنا ان کے ہاں جائز ہے۔ اس جواز کے دیگر فوائد میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ :

سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ  
الرَّجُلِ يُصِيبُ الْمَرْأَةَ فَيَمَادُونُ الْفَرْجَ أَعْلَيْهَا  
غُسْلُهَا إِنْ هُوَ أَنْزَلَ وَلَمْ تَنْزِلْ لَهُ هِيَ قَالَتْ  
لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ هُوَ فَلَيْسَ  
عَلَيْهِ غُسْلٌ۔

رو وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۸۱

مطبوعہ قہران طبع جدید



## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطی کرتا ہے۔ (یعنی گانڈا مارتا ہے)۔ اس صورت میں اگر مرد غلام ہو جائے اور عورت کو انزال نہ ہو۔ تو کیا عورت پر غسل ہے؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل نہیں ہے۔ اور اگر مرد بھی غلام نہ ہوا۔ تو دونوں پاک صاف ہیں۔ غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

## وسائل الشیعہ:

عن بعض الکوفین یرفعہ الی ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یتاقی المرأة فی دبرها وھی صائمه قال لا ینقض صومها وکیس علیہا غسل۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۸۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ترجمہ: ایک کوئی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کرتا ہے۔ کہ اپنے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا۔ جو روزہ دار عورت کی گانڈا مارتا ہے؟ فرمایا۔ اس طرح کرنے سے اس عورت کا روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس پر غسل بھی واجب نہیں ہے۔

عورت کے ساتھ "وطی فی الدبر" اہل شیعہ کا پسندیدہ فعل ہے۔ اس کے جواز پر بہت دلائل بھی انہوں نے پیش کیے ہیں۔ بڑے مزے کا مذہب ہے۔ قوم لوط کے فعل سے لطف اندوز بھی ہو لیں۔ اور موسم سرما میں غسل وغیرہ کی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے۔ اسے کہتے ہیں "چپڑیاں اور دو دو"۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



# اعتراض نمبر ۷

غصبی مال کو کھانا جائز ہے۔

فتاویٰ قاضی خان: حقیقت فقہ حنفیہ:  
سنی فقہ میں ہے کہ غصبی مال کو غاصب جب چبا کر باریک کر دے  
تو اس کے لیے حلال ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب المحظور جلد دوم ص ۲۲۹-)

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۱۵۱)

## جواب:

اس اعتراض کا جواب خود فتاویٰ مذکورہ کی عبارت ہی ہے لیکن اس وقت جبکہ  
وہ مکمل طور پر سامنے آئے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ قاضی خان:

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الْأَسْكَنْدَرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ  
قَالَ إِذَا أَكَلَ عَيْنُ الْغَاصِبِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ  
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يَأْكُلُ حَلَالًا أَنَّهُ اسْتَمْلَكَهُ  
بِالْمَضْغِ فَيَصِيرُ مِلْكًا لَهُ قَبْلَ الْإِبْتِلَاءِ قَالَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يُؤْخَذَ بِهَذَا كَيْ  
لَا يَتَجَاسَرَ الْغَاصِبُ وَالظَّالِمَةُ إِلَى أَكْلِ أَمْوَالِ  
النَّاسِ وَ فِيهِ تَرْكُ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ



أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ  
ثَارًا وَ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا - وَ هَذَا مُخَالَفٌ  
ظَاهِرٌ أَمْذُ هَبَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى  
فَلَنْ عِنْدَهُ الْمُسْتَهْلِكُ يَكُونُ عَنْ مِلْكِ الْمَالِكِ  
حَتَّى لَوْ صَالَحَ مِنَ الْمَغْصُوبِ عَلَى إِضْعَافِ قِيَمَتِهِ  
بَعْدَ الْإِسْتِهْلَاكِ جَازٍ عِنْدَهُ

(فتاویٰ قاضی خان بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری

جلد سوم ص ۲۲۷ تا ۲۳۸ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوبکر اسکاٹ روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جب  
کوئی شخص غصب کردہ چیز کھا جائے تو اس نے وہ ملال کھایا کیونکہ جب  
اُس نے منہ میں ڈال کر چبنا شروع کیا تھا۔ تو وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہنے  
کی وجہ سے اُس کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی ہے۔ لہذا نگلنے سے قبل وہ  
چیز اُس غاصب کی ملکیت قرار پائے گی مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے  
ہیں کہ ابوبکر کی اس روایت پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے  
غاصب اور ظالم لوگ دوسرے لوگوں کے غصباً اور ظلماً مال کھانے  
میں دلیر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا  
ترک لازم آئے گا۔ اِن الذین یأکلون اموال الیتامی  
ظلمًا الخ۔ اور ابوبکر اسکاٹ کی یہ روایت خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کے  
ظاہر مذہب کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہلاک کردہ  
چیز اصلی مالک کی ملکیت میں باقی رہتے ہوئے ہلاک ہوتی ہے۔ اسی لیے



اگر وہ غصب کرنے والے سے ہلاک کر دینے کے بعد کئی گنا قیمت پر صلح کر لیتا ہے۔ تو ایسا کرنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

نجفی نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اول توفتاویٰ کی پوری عبارت نقل نہ کی تاکہ اس کا کہیں پُل نہ کھل جائے۔ اور دوسرا ابو بکر اسکان کی طرف سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کیا۔ جو خود امام صاحب کے ظاہر مسلک کے خلاف ہے۔ بہر حال امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ظاہر مسلک کے مطابق غصب کردہ چیز کو کھا جانے والا بڑی الذمہ نہیں۔ کیونکہ اس نے کسی غیر کی مملوکہ کو ضائع کیا۔ لہذا مالک اس کے ساتھ جس قیمت پر بھی صلح کرے۔ وہ اُسے دینا پڑے گی۔

## فَلْعَتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

نوٹ: چند شیعہ راویوں کی نماز جائز و کالت کا رد

”حقیقت فقہ حنفیہ“ میں دو صفحات (۳۹-۴۰) پر ان کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا۔ جسے ”ابو بصیر“ کہتے ہیں۔ اور اس میں ”آثار نبوت“، ہویدا تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل تشیع کو رجال کشی کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جس سے ”ابو بصیر“ گستاخ امام ثابت ہوتا ہے۔ نجفی نے اپنے موضوع سب ہٹ کر اس سگ گزیدہ ابو بصیر کی صفائی کا ایک باب باندھا ہے۔ اور پھر ایک صفحہ اُگے چل کر ایک اور حضرت صاحب ”ذرارہ“ کی صفائی کے پیچھے پڑے۔ جس کی امام وقت نے مٹی پلید کر دی تھی۔ گویا ان دونوں پر کٹے گئے اعتراضات کا جواب دیا جا رہا ہے اسی کے ساتھ ”نورہ والی روایت کی صفائی“، اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حنفی نہ ہونے کی بحث بھی نجفی نے ذکر کی ہے۔ جہاں تک ”فقہ حنفی“، پر اعتراضات کا معاملہ تھا۔ ہم اس سے بعون اللہ فارغ ہو چکے ہیں۔ یہ ”صفائیاں“، درمیان میں سے



امام نے چھوڑ دیں۔ لیکن برخوردار نامہ اور محمد اکرم شاہ کرورڈی وغیرہ کے اصرار پر ان پر بھی کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کیا نجفی نے واقعی ان کی ”صفائی“ کر دی ہے؟

## بحث اول

(ابوبصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی؟)

حقیقت فقہ حنفیہ:

لک اور تونسوی نے رجال کشی سے نقل کیا ہے۔ کہ ابوبصیر نے امام کی شان میں ایک جسارت کی تو ایک گتہ آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر گیا۔

جواب:

بالکل درست ہے۔ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے۔ تو اس کے منہ میں گتے کو پیشاب کرنا چاہیے۔ اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اور دماغ کی شان میں گستاخی کرے اس کے منہ میں خنزیر کو پیشاب کرنا چاہیے۔

جناب عثمان نے قرآن بلائے تھے۔ بخاری شریف باب جمع القرآن ملاحظہ ہو پس اسی بے ادبی کی وجہ سے عثمان صاحب جب اصحاب نبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تو تاریخ اعظم کو فی ذکر وفات عثمان میں لکھا ہے۔ کہ کتے اس کی ٹانگ لے گئے ٹانگوں کا جرم ہی تھا کہ میدان جنگ میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ جاتی تھیں۔ اور جن کتوں نے ٹانگ اٹھائی تھی۔ انہوں نے عثمان صاحب کی اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی۔ جس کے بیان سے آدمی کو شرم آتی ہے۔

نیز الامامہ والیاستہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ نبی بنی مالشہ جب مقام حواب پر پہنچے تھیں۔



تو چونکہ امام حق سے لڑنے کے لیے جا رہی تھیں۔ پس جواب کے کتوں نے اس کے اونٹ کو گھیر لیا۔ ساتھیوں کی وجہ سے بچ بچاؤ ہو گیا۔ ورنہ خیر نہیں تھی.....  
 تونسوی اور ملک نے جس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ ابوبصیر المکفوف ہے۔ اور شعیب عقر توتی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ ابوبصیر شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور جو معتبر ہے۔ وہ ابوبصیر لیث بن بختری ہے۔  
 (حقیقت فقہ صغیہ ص ۳۸، ۴۰)

## جواب:

پوری کتاب میں جھوٹ کے پندوں میں ایک سچ نجفی کی زبان سے بھی نکلا۔ وہ بھی اُدھا۔ یعنی سچ یہ کہ دوا اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیے، لیکن اُدھا اس لیے کہ دوا ابوبصیر، کی صفائی میں کتے کا پیشاب اس ابوبصیر کے منہ میں کروا دیا۔ جس سے امام کی شان میں گستاخی نہ ہوئی۔ یہ جھوٹ ذرا چند طور اگے آپ خود معلوم کر لیں گے۔ نجفی کے بقول ابوبصیر کنیت کے دوا آدمی ہوئے ہیں۔ ایک المکفوف دوسرا المرادی۔ امام کی شان میں گستاخی کا واقعہ بہر حال ہوا۔ اور اس گستاخ کے منہ میں کتے نے پیشاب بھی کیا۔ یہ حقیقت نجفی کو بھی تسلیم ہے۔ لیکن اس حقیقت کے ضمن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاریخ اعظم کوئی کے حوالہ سے جو بکواس کی گئی۔ وہ حجت نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تاریخ مذکور میں صرف اتنے الفاظ مرقوم ہیں: ”سگاں یک پائش را ر بودہ بودند“ (ص ۲۲۲ جلد ۲) یعنی عثمان غنی کے پاؤں کو کتے لے گئے۔ لیکن اس کے بعد ”کتوں نے اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی الخ“، یہ سب نجفی کے ضبیث ذہن کی پیداوار ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کا مصنف بھی تو نجفی کا پچھلا بزرگ ہے۔ احمد بن اعظم کوئی شیعہ تھا۔ تو کیا کسی شیعہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف لکھنے کی توقع کی جاسکتی



ہے۔ اس قسم کی گستاخی لکھنا تو اس کے مذہب کی بنیادوں میں سے ہے۔ بھیڑیے سے چوکیداری اور وہ بھی بھیڑوں کی اس کی توقع فضول ہے۔ اس قسم کے حوالہ جات سے اسی علم کوئی کے ہم خیال تو خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے لیے اس کا قول کوئی کام نہیں دے سکتا۔

یہ تو تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا پس منظر اور اس کی حقیقت۔ اسی سانس میں نجفی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو مقام حجاب میں کتوں کے گھیر لینے کا جو ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ الامامہ والیائیں منقول ہے۔ اس کتاب کا مصنف ابن قتیبہ کون اور کیا ہے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### لِسَانُ الْمِيزَانِ

إِنَّ الدَّارَ قُطْنِي قَالَ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ يَمِيلُ  
إِلَى التَّشْبِيهِ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ يَرَى رَأْيَ الْكُرَامِيَةِ.....  
وَذَكَرَ الْمَسْعُودِيُّ فِي الْمُرُوجِ أَنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ  
اسْتَمَدَّ فِي كُتُبِهِ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ الدِّينَوْرِي  
وَسَمِعْتُ شَيْخِي الْعِرَاقِي يَقُولُ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ  
كَثِيرَ الْغَلَطِ.

(لسان الميزان جلد سوم ص ۲۵۸ حرف العين)

(مطبوعہ بیروت طبع جدید)

### ترجمہ:

دارقطنی نے کہا کہ ابن قتیبہ ”فرقہ مشبہہ“ کی طرف مائل تھا۔ اور بیہقی نے فرقہ کرامیہ سے متعلق بتایا۔ اور المسعودی نے مروجہ نے کہا کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کی باتیں درج کیں۔



(اور درنوری پکا شیعو ہے) صاحب لسان المیزان کہتے

ہیں۔ کہ میں نے اپنے عراقی استاد سے سنا۔ فرماتے تھے کہ ابن قتیبہ

کثیر الغلط تھا۔

**مِيزَانُ الْاِخْتِذَاَلِ:**

وَقَالَ الْحَاضِرُ أَجْمَعْتُ أُمَّةٌ عَلَى أَنَّ السُّنَنِيَّ كَذَّابٌ.

(مِيزَانُ الْاِخْتِذَاَلِ جلد دوم ص ۷۷)

**ترجمہ:**

امام حاکم کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کے کذاب ہونے پر امت کا اجماع ہے  
یہ تھا حال ان دو باتوں کا جو نجفی نے اصل مسئلہ کے ضمن میں اپنے بغض و حسد  
کے اظہار کے طور پر کہی تھیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

اذا يأس الانسان طال لسانه

كنود مغلوب يصول على الكلب

جب آدمی بے بس اور ناامید ہو جاتا ہے۔ تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے  
یعنی وہ بکنے لگتا ہے۔ جس طرح بلی جب کتے کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور  
مغلوب دیکھتی ہے۔ تو وہ کتے پر حملہ کر دیتی ہے۔

اب آئیے ذرا اصل مسئلہ کی طرف۔ یعنی جس کے منہ میں کتے نے بول کیا۔ وہ  
ابوبصیر کون تھا؟ اس سلسلہ میں ابوبصیر نامی دو شخص سامنے آتے ہیں۔ ایک المكفوف  
اور دوسرا المرادی۔ نجفی نے یہ واقعہ ابوبصیر المكفوف کے سر تھوپا۔ اور اپنے چہستے،  
ابوبصیر لیث بن بختری المرادی کو بری الذمہ کر دیا۔ بری الذمہ ابوبصیر کو معتبر اور المكفوف  
کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ اہل شیعہ کی کتابوں سے دونوں کا تذکرہ اور واقعہ مذکورہ  
پیش کیا جاتا ہے۔



## رجال کشی:

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَابْنُ أَبِي يَعْفُورَ وَآخِرُ إِلَى الْحَيْرَةِ أَرَأَيْتَ بَعْضَ الْمَوَاضِعِ فَتَذَكَّرْنَا أَنَّ نِيَاغَتَالَ أَبُو مُرَيْرَةَ الْمُرَادِي أَمَّا إِنَّ صَاحِبَكُمْ كَوْنُ ظَفَرٍ بِهَا لَسْتَ تَأْتُرُ بِهَا قَالَ فَأَغْفِي فَجَاءَ كَلْبٌ يَرِيهِ أَنْ يَشْغُرَ عَلَيْهِ فَذَهَبْتُ لِأَطْرُوقَ فَقَالَ لِي ابْنُ أَبِي يَعْفُورَ دَعْنِي فَجَاءَهُ حَتَّى شَغُرَ فِي أُذُنِهِ.

رجال کشی ذکر ابو بصیر لیث بن البختری

المُرَادِي ص ۵۲ مطبوعہ کربلا

## ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرہ یا کسی اور مقام کی طرف نکلے۔ ہم دنیا کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ابو بصیر المرادی نے کہا۔ اگر تمہارا صاحب (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) دنیا کے بارے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اسے خوب اکٹھا کرے گا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بعد ابو بصیر مرادی کو زندہ لگئی۔ ایک کتا آیا۔ اور وہ اس پر میٹھا کرنا چاہتا تھا یہ دیکھ کر میں (حماد بن عثمان) اٹھا۔ تاکہ اس کتے کو بچا دوں۔ مجھے ابن ابی یعفور نے کہا۔ چھوڑو۔ بیٹھ جاؤ۔ (میں بیٹھ گیا) کتا آیا۔ اور اس نے ابو بصیر کے کان میں میٹھا کر دیا۔

صاحب رجال کشی نے ابو بصیر کی تعریف میں یہاں تک لکھا۔ کہ اس پر نبوت کے



اُتار موجود تھے۔ اور پھر اس کی تعریف کی۔ اور لکھا کہ اُتارِ نبوت والا ابوبصیر ولید بن بختری المرادی، ہے۔ اب جس ابوبصیر کو نجفی نے بپایا تھا۔ اور اپنا معتبر کہا تھا۔ وہ کون تھا۔ وہ بھی ایسی ابوبصیر ہے۔ یعنی ابوبصیر ولید بن بختری۔ اور اسی کی رجال کشی میں المرادی نسبت بیان ہوئی۔ اور یہی ہے وہ سورما کہ جس کے کان میں کتے نے پیشاب کیا۔ وہ ابوبصیروں میں سے جس پر کتے نے پیشاب کیا۔ وہ کھل کر سامنے آگیا۔ اب دوسرے ابوبصیر کا حال سنئے۔

### رجال کشی؛

محمد ابن مسعود قال سألتُ علی ابن الحسن بن فضال عن ابی بصیر فقال کان اسمہ یحییٰ بن ابی القاسم فقال ابو بصیر کان یکنی ابا محمّد و کان مولیٰ لبنی اسید و کان مکفوفًا سألتُ اهل بیتهم بالغلو فقال انا الغلو فلا لمریتهم و لكن کان مغلطاً۔

(رجال کشی ذکر ابوبصیر ولید بن البختری

المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا طبع جدید -)

### ترجمہ:

محمد ابن مسعود کہتا ہے۔ میں نے علی بن حسن بن فضال سے ابوبصیر کے بارے میں پوچھا۔ تو کہنے لگے کہ اس کا نام یحییٰ بن ابی القاسم تھا۔ پھر کہا کہ ابوبصیر کی کنیت۔ ابو محمد تھی۔ اور بنی اسد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا اس پر غلو کی تہمت ہے۔؟ جواب دیا۔ غلو کی تہمت تو نہ تھی۔ لیکن باتیں ادھر ادھر کی جوڑ دیا کرتا تھا۔



ابو بصیر نامی دوسرا شخص جو سامنے آیا۔ وہ یحییٰ بن ابی القاسم ہے۔ اور آزاد شدہ غلام تھا۔ صاحب رجال کشی نے ان دونوں کا تذکرہ کرتے وقت کتے کے پیشاب کرنے کا واقعہ ابو بصیر لیث بن بختری المرادی کے ساتھ ذکر کیا۔ اور ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم المكفوف کا صرف تعارف کرایا۔ یہ واقعہ اس کے ساتھ نقل نہ کیا۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ کتے نے ایک ہی پر پیشاب کیا تھا۔ وہ یا تو المرادی ہو گا۔ یا المكفوف۔ اور یہ احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہوں کیونکہ ایک ابو بصیر کا نام لیث اور اس کے والد کا نام بختری اور مرادی کی طرف نسبت رکھنے والا ہے۔ دوسرے کا نام یحییٰ اور باپ کا نام ابو القاسم ہے۔ اور یہ نابینا ہوتے ہوئے آزاد شدہ غلام بھی ہے۔ یعنی المرادی، ابو بصیر اور ہے۔ اور وہ المكفوف“ اور ہے۔ اور ان دونوں میں سے ”المرادی“ کے کان میں کتے نے پیشاب کیا ہے المكفوف اس سے بری ہے۔ اور المرادی صاحب وہی ہیں جنہیں نجفی نے بھی اپنا معتبر کہا تھا۔ اور انہی کے کان شریف کا سپرے کتے نے کیا۔ اور یہی ہیں آثار ان کی نبوت والے۔ اور یہی ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے! ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم المكفوف نے نہ تو امام کی شان میں گستاخی کی۔ اور نہ ہی کتے نے اس کا سپرے کیا۔ یہ اگرچہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک معتبر نہیں لیکن کتے کے پیشاب سے بہر حال بچا ہوا ہے۔ اگرچہ نجفی نے اس پر پیشاب ڈالنے کی کوشش کی کی تھی۔ لیکن وہ رائیگاں گئی۔

## چیلنج

ام نجفی اینڈ کمپنی کو یہ چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ان کی جس حدیث میں کتے کے پیشاب



کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں مذکور ابوبصیر کے ساتھ ”مکفوف“ کا لفظ دکھا دیں۔ یا جس ابوبصیر کے ساتھ مکفوف لکھا ہوا ہے۔ اس پر کتے کا پیشاب کرنا کسی روایت سے دکھا دکھا دیں۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ وہ ابوبصیر کی صفائی، دیکھا کیسے ہوئی۔

## بحث دوم

ابوبصیر کی ”صفائی“ کی صحیح صفائی کے بعد دوسری بحث پر گفتگو کرنے میں یعنی ”زرارہ کی صفائی“ اس بارے میں نجفی نے جو صفائی پیش کی ہے۔ اسے من و عن ملاحظہ کیجئے۔

## زرارہ کی صفائی

حقیقت فقہ حنفیہ:

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَأَنَّهُ بِلْسَانِ كَيْنٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ  
فَارَدَتْ أَنْ أَعِدَّ بِهَا وَكَانَ وَرَاءَهُ مَوْلَاكَ يَأْخُذُ  
كُلَّ سَفِينَةٍ غَضَبًا

ترجمہ:

حناب خضر نے فرمایا۔ کشتی غریب لوگوں کی تھی۔ جو دریائیں کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو اس لیے عیب دار کیا۔ کہ جو کشتی صحیح حالت میں ہوتی تھی۔ ایک بادشاہ اس کو چھین لیتا تھا۔

نوٹ:

معلوم ہوا کہ کسی شے کی حفاظت کی خاطر اس کو عیب دار کیا جاسکتا ہے جیسا حضرت



حضرت نبی علیہ السلام نے ان غریبوں کی کشتی کو عیب دار کیا تھا۔ تاکہ وہ ظالم بادشاہ نہ تھینے  
اسی طرح زرارہ آل نبی علیہ السلام سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت کی نگاہوں  
میں کھٹکتا تھا۔ اور زرارہ کو سخت خطرہ تھا۔ کہ کہیں ظالم بادشاہ اس کو قتل نہ کر دے۔ پس  
امام نے زرارہ کی مذمت فرمائی۔ اور اس کی شخصیت کو دوسروں کی نگاہوں میں عیب دار  
کر دیا۔

نیز سورہ یوسف میں ہے۔ جناب یوسف نے اپنے بھائی کی حفاظت  
کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ تاکہ اس جرم کے الزام کے سبب اسے مصر میں  
رہنا پڑے۔

نیز بخاری شریف کتاب بدائع الخلق جلد چہارم میں لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نبی نے  
تین باتیں خلافت واقعہ فرمائی ہیں۔ اور ان میں ایک یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کو بہن کہا تھا  
اور غرض یہ تھی۔ کہ اپنی بیوی کی عزت اس ظالم سے محفوظ رہ جائے۔ معلوم ہوا۔ کہ  
حفاظت جان و ناموس کی خاطر خلافت واقعہ بیان دیا جاسکتا ہے۔ پس زرارہ  
کی حفاظت جان کی خاطر امام نے خلافت واقعہ بیان دیا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۴۱)  
**جواب اول:**

”زرارہ“ کی صفائی کرنے کے لیے نجفی نے جن تین باتوں کا سہارا لیا ہے۔  
اُن کا اس کی ”صفائی“ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تینوں باتوں کا مختصر سا بیان یہ ہے کہ  
حضرت خضر علیہ السلام نے غریبوں کی سالم کشتی کو بحکم الہی توڑ دیا۔ تاکہ ظالم بادشاہ  
کی دستبرد سے کشتی محفوظ رہ سکے۔ حضرت خضر نے اس میں کون سی بات خلافت  
واقعہ کہی۔ تاکہ اس کو زرارہ پر کی گئی امام کی لعنت پر قیاس کیا جائے۔

دوسرا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے  
مطابق فرمایا۔ كَذَّارِلْكَ يٰحَدُّ نَارِ يٰيُفُو سَف۔ ہم نے یوسف کو یہ تدبیر کھائی



حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے سکھانے پر ایسا کیا۔ اس میں بھی کون سی بات خلاف واقعہ ہے۔ اور پھر یہ صفائی پیش کرنا کہ زرارہ کو خطرہ تھا۔ کہ محبت آل رسول کی وجہ سے ظالم حکمران اسے قتل نہ کر دے۔ لہذا اس کی جان بچانے کے لیے امام نے لعنتوں کا تحفہ اس کی طرف بھیجا۔ کیا حضرت یوسف کو خطرہ تھا۔ کہ کہیں بنیامین کو قتل نہ کر دیا جائے۔ یا یہ صحیح سالم واپس اپنے گھر چلے گئے۔ اس لیے جھوٹ بول کر انہیں اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ پھر اگر یہ خطرہ نہ تھا۔ تو اس واقعہ کا زرارہ پر لعنت بھیجنے کے خطرہ سے کیا تعلق؟

تیسرا واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سائرہ کو بہن کہا۔ اور ظالم بادشاہ سے ان کی عصمت بچانے کی خاطر ایسے کیا۔ تو بخفی صاحب! اس میں آپ کو کونسا امر خلاف واقعہ نظر آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بقول قرآن کریم «وَاتَّخَذَا امَاؤُهُم مِّنْ اٰخُوۡةٍ» حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی بہن بنتی ہیں۔ آپ نے اس طرح سے کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں فرمائی۔ اس لیے ان تینوں باتوں کا زرارہ کے واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان تین باتوں کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد اصل بات کی طرف ہم لوٹتے ہیں۔ یعنی زرارہ پر امام کی لعنت کا واقعہ کیا ہے؟ ان کی کتاب سے سنئے۔

## رجال کشتی

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ اُنْ زَرَارَةُ رَوٰی عَنْكَ فِی الدِّسْتِطَاعَةِ شَیْئًا فَبَلَّغْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَا وَقَدْ اُجِبْتُ اَنْ اُحْرِضَهُ عَلَیْكَ فَقَالَ هَاتِیْهِ فَقُلْتُ یٰ زَعْرَانُہُ سَاَلُكَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَیَاۤءُ عَلٰی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مِنْ سِتِّطَاعٍ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ فَقُلْتُ مَنْ مَّلَکَ زَادًا وَّرَاحِلَةً فَقَالَ



لَكَ كُلُّ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ  
وَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ هَكَذَا سَأَلَنِي  
وَلَا هَكَذَا أَقُلْتُ كَذَبَ عَلَىَّ وَاللَّهِ كَذَبَ عَلَىَّ وَاللَّهِ  
لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ إِنَّمَا  
قَالَ لِي مَنْ قَالَ لَهُ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ  
قُلْتُ قَدْ وَجِبَ عَلَيْهِ قَالَ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ هُوَ فَكُلْتُ  
لَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَأَخْبِرْ زُرَّارَةَ بِذَلِكَ  
قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَلَقِيْتُ  
زُرَّارَةَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَسَكُنَ  
عَنْ لَعْنِهِ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ أَعْطَانِي إِلَّا سِتْرَ طَاعَةٍ  
مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ سَاحِبُ سُرْمِ هَذَا لَيْسَ لَهُ  
بَصَرٌ بِكَلَامِ الرِّجَالِ -

رجال کشتی ذکر زرارہ بن اعین ص ۱۳۲

مطبوعہ کربلا طبع جدید

### ترجمہ:

زیاد بن ابی الحلال کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر  
صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور زرارہ آپ سے حج کی استطاعت  
کے بارے میں کچھ باتیں نقل کرتا ہے۔ ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔  
اور ان کی تصدیق بھی کر دی۔ کیونکہ وہ آپ کی طرف سے بیان کرتا  
ہے اب میں چاہتا ہوں کہ ان باتوں کو آپ کے سامنے رکھوں  
امام نے فرمایا کہ وہ کیا باتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ زرارہ آپ کی طرف



لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ جو شخص زرادوراعلم کی طاقت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت والا ہے۔ اگرچہ اس نے یہ بات آپ سے ویدہ علی الناس، حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً آیت کی تشریح و تفسیر میں پر تھی۔ آپ نے اس کی تصدیق کر دی۔ یہ بات سن کر امام جعفر بولے۔ نہ اس نے ایسا مجھ سے کوئی سوال کیا۔ اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا۔ خدا کی قسم! اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر ٹھیکار۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اس نے مجھ سے تو یہ سوال پوچھا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس زرادوراعلم ہو وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔؟ میں نے جواباً کہا۔ اس پر حج فرض ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ مستطیع اس وقت تک نہیں کہلا سکتا۔ جب تک اسے اجازت نہ دی جائے۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور! اگر اجازت ہو۔ تو میں یہ سوال وجواب زرارہ کے سامنے جا کر پیش کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، راوی زیاد کہتا ہے۔ کہ میں پھر کو نہ آیا۔ زرارہ سے ملاقات ہوئی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں اسے مطلع کیا۔ سب کچھ سن کر زرارہ لعنت والے مسئلہ سے خاموش رہا۔ لیکن استطاعت کے مسئلہ پر کہنے لگا۔ کہ امام موصوف نے ہی استطاعت مجھے عطا کی تھی۔ لیکن انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ اور سنو! تمہارے یہ ساتھی (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) ایسے ہیں جنہیں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

رجال کثی:

عن زرارہ قال قال اللہ لو حدَّثْتُ بِکُلِّ مَا سَمِعْتُ



مِنْ أَكْبَرِ عِبَادِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تُفْخِئْتُ ذِكْرُ الْمُرَجَّالِ  
عَلَى الْخُشْبِ -

(رجال کثی صفحہ نمبر ۱۲۳)

### ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سن رکھی ہیں۔ تمہیں بتا دوں۔ تو تمہارے آلات تناسل لکڑی کی طرح (کھڑے کھڑے رہ جائیں۔ اور) سخت ہو جائیں۔

زرارہ پر امام جعفر صادق کی لعنت کی کیا وجہ تھی! رجال کثی کے حوالہ سے یہ بات صاف کر دی۔ کہ آپ نے اس پر لعنت اس لیے بھیجی۔ کہ اس نے امام پر تھوٹ گھڑا تھا جس کا امام کو پتہ چل گیا تھا۔ یہ لعنت بادشاہ کے ظلم سے خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ بھی شیعہ تھا۔ اور امام صاحب کے اپنے درِ دولت پر بھی کوئی امیرا غیرا موجود نہ تھا۔ جو مخبر ہوتا۔ پھر زیاد بن ابی الحلال ایسے محب اہل بیت کے سامنے زرارہ پر پھٹکار یہ سب اس بارت کے شواہد ہیں۔ کہ وہ امام صاحب کی طرف سے جھوٹی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ باوجود اس صراحت کے پھر بھی اہل تشیع اس زرارہ ملعون کو اپنے مسلک کا ستون گردانتے ہیں۔ اور نحفی اینڈ کمپنی اس شخص کی طرفداری میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

### جواب دوم:

لعنت کی جو وجہ صاحب رجال کثی نے جو ذکر کی ہے بالکل واضح ہے۔ اس میں بادشاہ کے ظلم سے بچانے کا کوئی حیلہ بہانہ نظر نہیں آتا۔ اب ہم اسی بہانہ کے سلسلہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے حالات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے اس دور کے بادشاہ کا ظلم وغیرہ ایک فریب معلوم ہوگا۔



## اصل و اصول شیعہ:

## پہمذریں

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے مواقع جاتے رہے تھے۔ بنا برائیں دینی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطر کے باعث جو لوگ تعلقہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں دن رات ایک کر دیئے۔ ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ حقوق درجہ حق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو شیخ کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوتے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ لشکراں معرفت خود بھی میراب ہوتے تھے اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن دشائیں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ خدّ ثنی جعفر بن محمد۔ یعنی یہ روایت مجھ جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

د اصل و اصول شیعہ تالیف حجة الاسلام

محمد حسین آل کاشف الخط و مستر جبر سید بن حسن

جعفی ص ۵۲، ۵۳



## لمحہ مکریہ:

قارئین کرام! اہل بیت کے گستاخ زرارہ پر لعنت کا قصہ آپ نے اس کے  
 پیجاریوں کی کتابوں سے ملاحظہ کیا۔ نجفی نے امام کے اس ملعون کو بچانے کے لیے  
 تین عدد واقعات کا سہارا لیا۔ لیکن وہ تار عنکبوت ثابت ہوئے۔ امام کی لعنت بیچنے کی  
 یہ تاویل کی گئی تھی۔ کہ آپ نے ظالم بادشاہ سے اپنے اس محب کو بچانے کے لیے  
 جھوٹ کہا۔ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دور ایسا  
 تھا۔ جس میں آپ کو فہ کی جامع مسجد میں درس تدریس میں مصروف تھے۔ اور بلاغون  
 خطر تبلیغ و تلقین شروع تھی۔ ظالم بادشاہ کے ظلم کا خطرہ سب سے زیادہ تو امام جعفر  
 صادق کو ہونا چاہیے تھا۔ وہ تو علی الاعلان تبلیغ کر رہے تھے۔ اور نجفی یہ تاثر دے رہا  
 ہے۔ کہ زرارہ نبی بنا ہوا تھا۔ اور امام اس کی جان بچانے کے بہانے تلاش کر رہے  
 تھے۔ ان تمام حالات و واقعات کے پیش نظر ہر ذی عقل بھی سمجھے گا۔ کہ امام کی لعنت  
 ”تلقیہ“ کے طور پر نہ تھی۔ بلکہ زرارہ ان کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی روایات گھڑتا تھا  
 جس پر مطلع ہو کر امام جعفر نے اسے صفیہ ابلیس میں شامل کیا۔ یہ قلمی سیرت اور عادت  
 ابوبصیر اور زرارہ صاحبان کی کہ جن کے سر پر مذہب شیعہ کھڑا ہے۔ امام ان پر لعنت کریں۔  
 اور یہ نام نہاد مہمان اہل بیت، ”ایسوں کو اپنے مذہب کا ستون قرار دیں۔ جیسے ستون  
 ویسی عمارت۔ یہی زرارہ ہے۔ جسے بحوالہ رجال کشی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 یہود و نصاریٰ سے زیادہ شرر کہا ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان  
 ان کا یہ مقام اور ”نام نہاد مہمان اہل بیت“ کے حروں کے یہ سردار ہ شیعو!  
 سوچو۔ نجفی ایسٹ ٹیکنی کن لوگوں کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ اور کیسے ملعونوں کو  
 اپنا اکابر کہہ رہے ہیں۔ اگر واقعی مہمان اہل بیت ہو۔ تو دشمنان اہل بیت کو۔



اپنے حلقہ میں سے باہر نکال پھینکو۔ کیونکہ محبت اور گستاخی ایک جامع نہیں ہو سکتیں۔۔۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## سنی ٹاخذ و مراجع

وہ کتب اہل سنت جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	اصح المطابع کراچی	بخاری شریف
مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ	"	مسلم شریف
ابو عبد اللہ محمد بن یزید ماجہ متوفی ۲۶۳ھ	نور محمد	ابن ماجہ
امام محمد بن اسماعیل	بیروت	ادب المفرد
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	اصح المطابع طبع جدید	مسند امام احمد بن حنبل
امام عبد الوہاب شعرائی متوفی ۱۹۷۳ھ	مصر ۱۹۲۵ھ	طبقات الکبریٰ
امام ابن کثیر عماد الدین متوفی ۷۷۵ھ	بیروت ۱۹۶۶ھ	البدایہ النہایہ
محمد بن سعد متوفی ۲۴۳ھ	بیروت	طبقات ابن سعد
امام الفرج ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ	" ۱۴۰۶ھ	صفۃ الصفوة
محمد بن عبد اللہ متوفی ۶۷۱ھ	مصر ۱۳۷۷ھ	تفسیر قرطبی
جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	بیروت ۱۹۷۹ھ	تفسیر القان
"	طبع جدید	تفسیر درثور
علامہ ابن حجر مکی متوفی ۸۵۲ھ	حیدر آباد ۱۳۱۹ھ	اسان المیزان
عبد بن مسلم متوفی ۲۶۶ھ	بیروت طبع جدید	المعارف لابن قتیبة



میزان الاعتدال	محمد بن احمد ذہبی ۲۷۶ھ	بیروت طبع جدید
تاریخ بغداد	احمد بن علی المعروف بخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ	مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ
الکامل فی ضعفاء الرجال	عبد اللہ بن عدی متوفی ۳۶۵ھ	بیروت ۱۹۶۹ھ
المعنی	علامہ محمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	دمشق
رد المحتار	محمد امین المعروف ابن عابدین	مصر ۱۳۸۶ھ
فتاویٰ عبد الحمی	عبد الحمی فرنگی محلی بکھنوی	ایم ایچ سعید کراچی
فتح القدر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ	مصر طبع جدید
فتاویٰ قاضی خان	جماعت فقہاء احناف	مصطفیٰ ابانی مصر
بہیقی شریف	ابو بکر احمد بن حسین بہیقی متوفی ۴۸۵ھ	دکن حیدرآباد ۱۳۵۲ھ
رحمۃ الامر فی اختلاف الامہ	محمد بن عبد الرحمن دمشقی شافعی	مصر
نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ	مصر ۱۳۲۲ھ
کنز العمال	علامہ الدین علی متقی بن حسام الدین الہندی متوفی ۹۷۵ھ	بیروت
تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی متوفی ۶۰۶ھ	مصر طبع جدید
ہدایہ مع الدراہ	برہن الدین علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ	"
نودی شرح مسلم	محمد بن ابی بکر بن شرف النودی متوفی ۷۱۶ھ	اصح المطابع کراچی



# شیعہ مآخذ و مراجع

اہل تشیع کی وہ کتب جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

رجال کشی	محمد بن عمر الکشی (قرن راجع)	کربلا
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران طبع قدیم
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ زرخندی	نجف طبع جدید
کشف الغمہ	ابو الحسن اسید اردبیلی متوفی ۶۸۶ھ	تبریز
ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ	ابو طامد عبد الحمید متوفی ۶۵۶ھ	بیروت جدید
مجالس المؤمنین	نور اللہ شوشتری متوفی ۱۰۹۹ھ	تہران قدیم
جامع الاخبار	ابو جعفر الصدوق بن متوفی ۳۸۱ھ	نجف
من لا یحضر الفقیہ	"	تہران جدید
المبسوط	حسن بن علی الطوسی متوفی ۴۶۶ھ	" ۳۸۱ھ
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۲۲۹ھ	تہران جدید
تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حارثی لاہوری	طبع قدم لاہور
مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ	تہران طبع جدید
الامام الصادق	السید رشتی	طبع بیروت
مناقب آل ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی ۲۲۹ھ	تہران جدید
منہجی الآمال	شیخ عباس قمی متوفی ۱۳۵۹ھ	



تفسیر امام حسن عسکری	امام حسن عسکری متوفی ۲۵۴ھ	
ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی نساخ الملک متوفی ۱۲۹۷ھ	تہران جدید
ہنج البلاغہ	سید شریف رخی متوفی ۱۲۰۲ھ	بیروت جدید
احقاق الحق	قاضی نور اللہ شوستری متوفی ۱۱۰۹ھ	
احتجاج طبری	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبری متوفی ۲۸۰ھ	نجف قدیم ۱۲۸۶ھ
المکفی والالقباب	شیخ عباس قمی ۱۲۵۹ھ	تہران ۱۲۹۷ھ
ایمان الشیعہ	السید محسن الامین	بیروت ۱۲۹۷ھ
روضۃ الکافی	محمد بن یعقوب کلینی ۲۲۹ھ	تہران جدید
ارشاد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان متوفی ۴۱۳ھ	قم
چہارودہ معصوم	عمار زاوہ	تہران ۱۲۸۰ھ
حلیۃ المتقین	علاء القربلی متوفی ۱۱۱۱ھ	تہران جدید
ذبح عظیم	سید اولاد حیدر معروف بہ خان بہادر	لاہور کتب خانہ اشاعشری
تکفیر العوام	سید ابو الحسن موسوی	لکھنؤ جدید
منہج الصادقین	لافتح اللہ کاشانی متوفی ۱۲۲۳ھ	تہران جدید
الروضۃ البحیۃ فی شرح المعانی	زین الدین عالمی الشہید الثانی متوفی ۹۶۵ھ	تہران ۱۲۹۶ھ
الدمشقیہ		
وسائل الشیعہ	محمد بن حسن الحمری عالمی متوفی ۱۱۰۴ھ	تہران ۱۲۹۶ھ
توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی متوفی ۱۴۱۰ھ	تہران جدید
تہذیب المتقین	سید مظہر حسین ہزارچوری	دہلی ۱۳۲۹ھ
اسل و اصول الشیعہ	محمد حسین آل کاشغری الغطا متوفی ۱۲۹۵ھ	قاہرہ ۱۳۷۰ھ
تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی ۲۶۰ھ	



ایران قدیم یوسفی دہلی قدیم تہران ۱۲۹۸ھ تہران طبع جدید تہران قدیم لکھنؤ تہران جدید	علی بن ابراہیم قمی متوفی ۱۲۰۲ھ سید ذاکر حسین اختر علاء قر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ " " نور اللہ شوستری متوفی ۱۰۹۹ھ شیخ زین العابدین عبد اللہ امقانی ۱۲۰۲ھ	تفسیر قمی نیرنگ فصاحت جلد العیون عین الحیاة مصاب النوائب ذخیرۃ المعاد تنقیح المقال
---	--	--

قارئین کرام سے التجا ہے کہ اس کتاب کے استفادہ کے بعد مصنف کے لیے  
دعا، مغفرت کریں۔